

فیوضات الضویہ
فی
تشریحات الحلیہ

المعروفہ

شرح حدیث

کتاب
الحج

تصنیف

امام ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبد اللہ بن عثمانی

ترجمہ و شرح

عبد محمد لیاقت علی ضوی

فہم مفتی کی تنظیم کے تحت کتاب
کی جامع و خوب تفسیر و شرح

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

@zohaibhasanattari

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زوحیب حسن عطاری

وہ جسے چاہے سید راہ کی ہدایت فرماتا ہے۔

فقہ حنفی کی عظیم معرکہ آرا کتاب کی جامع و مستند شرح

فیوضات الرضویہ فی تشریحات الہدیہ

المعرفہ

جلد چہارم

تشریح الہدیہ

کتاب الحج

ترجمہ و شرح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

استاذ الفقہ، جامعہ شہابیتہ اجمرہ لاہور

تصنیف

امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل افغانی

نہیدہ سنٹر، ۴۴، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

سبیر برادرز



ترتیب

۳۶	حج کی شرائط کے دلائل کا بیان	۱۷	﴿یہ کتاب حج کے بیان میں ہے﴾
۳۷	حج کیلئے تہذیبی کے لزوم کا بیان	"	کتاب الحج کی فقہی مطابقت کا بیان
"	سواری اور زادہ راہ کی شرط کا بیان	"	حج کا لغوی و شرعی معنی
"	تابالغ کو بھی حج کا ثواب ملتا ہے جبکہ بعد بلوغت حج فرض	"	حج کی وجہ تسمیہ کا بیان
۳۸	ساقط نہ ہوگا	۱۸	حج کی اہمیت و فضیلت کا بیان
"	زاد راہ اور راہ گھر بطور روایات سے زائد ہو	"	حج کے اخلاقی فوائد کیا ہیں؟
۳۹	زاد راہ اور سواری کی وجہ سے وجوب حج کا بیان	۲۰	حج کی اصطلاحات کا فقہی مفہوم
۴۰	بنیاری سے تدرست ہونے والے حج کا بیان	"	حج کی فرضیت کی تاریخ
"	عورت کیلئے بغیر حرم کے حج پر جانے کی ممانعت کا بیان	۲۳	حج کی فرضیت کی حکمتوں کا بیان
۴۱	عورت کیلئے حرم کے بغیر حج پر جانے کی ممانعت کا بیان	۲۴	حج کی فرضیت کا بیان
۴۲	عورت کیلئے حرم میں فقہ شافعی و حنفی کا اختلاف	۲۵	فرضیت حج میں افراد کی یہ جانے حج کی طرف عدول کا بیان
"	اگر کسی عورت کا حرم نہ ہو تو اس کے بارے فقہی مذاہب اربعہ	۲۶	حج کے فرض ہونے کی شرائط کی وضاحت
۴۳	شرع حرم میں فقہ حنفی کی ترجیح میں دلائل کا بیان	"	قرآن کے مطابق فرضیت حج کا بیان
"	مذری حج میں عورت کیلئے شوہر کی اجازت میں اہل تشیع	۲۷	احادیث کے مطابق فرضیت حج کا بیان
۴۴	کا نظریہ	۲۸	نقلیہ قرآنی کے مطابق فرضیت حج کا بیان
۴۵	بغیر حرم کے حج پر جانے میں گمراہ کن سکارلی نظریہ	۳۰	اجماع امت سے فرضیت حج کا بیان
"	دواہک جن کو شریعت نے حرم قرار دیا ہے	۳۱	ائمہ مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت حج کا بیان
۴۸	حرم کی تعریف	۳۲	عمر میں ایک مرتبہ فرضیت حج کا بیان
"	حرم کے ہوتے ہوئے شوہر ممانعت کا حق نہیں رکھتا	۳۳	حج کی ذری یا تاخیر سے ادا جس میں مذاہب اربعہ
۴۹	عبادت فرض میں حقوق اللہ کی ترجیح کا بیان	۳۴	حج میں زاد راہ خود لے جانے کا بیان
"	احرام کے بعد بچہ کی بلوغت ہوئی تو حج کا حکم	۳۵	حج کی تاکید اور تارک کے لیے وعید کا بیان
۵۰	تابالغ و جنوں کے انعقاد حج کا فقہی بیان		

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نثر حدیثہ

با اہتمام ملک شہیرین

سن اشاعت ۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۱ء

طابع اشتیاق اے مشاق پر نثر لاہور

کپیٹرنگ وارڈ زینک

لے اائف ایس اینڈ وائٹرز ملز
0322-7202212

قیمت ۱۰/- روپے



ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

- بچے کے حج کا ثواب والدین کیلئے ۵۰
- اہل تشیع کے نزدیک بچے کے حج کا کیا بیان ۵۱
- فصل**
- فیہ فصل میقات حج کے بیان میں ہے ۵۲
- میقات حج والی اصل کی فقہی مطابقت کا بیان ۵۳
- موافقت حج اور اس کے احکام ۵۴
- میقات حرم حدود کا بیان ہے ۵۵
- برصغیر والوں کیلئے میقات حرم کا بیان ۵۶
- کہہ میں رہنے والوں کیلئے بغیر احرام کے دخول کی اجازت کا بیان ۵۷
- ام القرین کہہ مکہ کے نام کی وجہ تیسری بیان مختصراً ۵۸
- مکہ مکرمہ کی تاریخی اہمیت کا بیان ۵۹
- میقات سے تقدیم احرام کے جواز کا بیان ۶۰
- میقات سے پہلے احرام باندھنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان ۶۱
- میقات سے پہلے احرام باندھنے کی اجازت شرعی کا بیان ۶۲
- میقات میں رہنے والوں کیلئے مقام حل میقات ہونا ۶۳
- حرم میں رہنے والوں کے میقات کا بیان ۶۴
- حج عمرے کے میقات حرم کے فرق کا بیان ۶۵
- مکہ کے قریب رہائی کے میقات میں مذاہب اربعہ کا بیان ۶۶
- غیر مقلدین کے نزدیک میقات محل حج و عمرہ دونوں کیلئے ہے ۶۷
- باب الخزام**
- خزامیہ باب احرام کے بیان میں ہے ۶۸
- باب الاحرام کی فقہی مطابقت کا بیان ۶۹
- احرام باندھنے وقت غسل یا وضو کی فضیلت کا بیان ۷۰
- مہجور فقہاء کے نزدیک غسل احرام کے استحباب کا بیان ۷۱
- احرام میں استعمال ہونے والے کپڑوں کا بیان ۷۲
- احرام باندھنے کا مستحب طریقہ ۷۳
- کندہ سے چادر باندھنے پر محرم کے فدیہ میں فقہی مذاہب کا بیان ۷۴
- احرام کی وجہ تیسریہ ۷۵
- احرام باندھنے وقت خوشبو لگانے کا بیان ۷۶
- احرام میں خوشبو لگانے سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان ۷۷
- احرام کی دو رکعات کا بیان ۷۸
- احرام کے لئے دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے ۷۹
- احرام کی دو رکعتوں کے سنت ہونے میں سکرین احادیث کی رائے ۸۰
- تلبیہ کہنے کے وقت میں مذاہب اربعہ کا بیان ۸۱
- مغربی تلبیہ کہنے میں حج کی نیت کرے ۸۲
- فقہاء کے نزدیک تلبیہ کی شرعی حیثیت کا بیان ۸۳
- تلبیہ کے بعد صلوات اور سلام اور دعا مانگنے کا بیان ۸۴
- تلبیہ کے کلمات میں کئی کئی کرنے کا بیان ۸۵
- تلبیہ کے کلمات میں کئی کئی پر فقہی مذاہب کا بیان ۸۶
- تلبیہ کے کلمات میں زیادتی کے جواز میں فقہی حنفی کے تائیدی دلائل ۸۷
- عمرہ یا حج کا احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کہنے کا حکم ۸۸
- تلبیہ کہنے کی فضیلت ۸۹
- تلبیہ کے مسنون الفاظ درج ذیل ہیں۔ ۹۰
- تلبیہ کے لئے درج ذیل الفاظ بھی مسنون ہیں۔ ۹۱
- جب تلبیہ پڑھا تو محرم ہو گیا ۹۲
- تلبیہ کی ابتداء کرنے کا فقہی مفہوم ۹۳
- تلبیہ کی ابتداء کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان ۹۴
- حلالی کے تلبیہ پڑھنے میں مذاہب اربعہ کا بیان ۹۵
- محرم کیلئے فیق ویدال سے ممانعت کا حکم ۹۶

- حالت احرام میں زحف کی ممانعت کا بیان ۹۷
- محرم شکار یا اس کی طرف دلالت بھی نہ کرے ۹۸
- حالت احرام ممانعت شکار میں مذاہب اربعہ کا بیان ۹۹
- محرم کیلئے قیض، پاجامہ، عمامہ اور سونے پہننے کی ممانعت کا بیان ۱۰۰
- محرم کے ممنوع لباس میں فقہی مذاہب اربعہ کی تصریحات ۱۰۱
- سلوا کپڑا کئی قسم کا ہو اس کے پہننے میں ممانعت کا بیان ۱۰۲
- سر اور چہرے کو ڈھانپنے کی ممانعت کا بیان ۱۰۳
- حالت احرام میں پردے کی تحفیف میں مذاہب اربعہ کا بیان ۱۰۴
- محرم کیلئے خوشبو لگانے اور لپ کٹوانے کی ممانعت کا بیان ۱۰۵
- محرم ہوتے ہی حرام ہو جانے والے امور کا بیان ۱۰۶
- ممنوعات احرام ہو یا عامہ کے ساتھ کرنے میں وجوب دم کا بیان ۱۰۷
- زعفران دور نگے ہوئے کپڑے کی ممانعت کا بیان ۱۰۸
- زعفران دوسرے پہننے پر وجوب فدیہ میں مذاہب اربعہ کا بیان ۱۰۹
- محرم کیلئے غسل و دخول حمام کا بیان ۱۱۰
- حالت احرام میں سر پر ساریہ کرنے کا مسئلہ ۱۱۱
- قدما کی کے مطابق محرم کے غسل کرنے کی کراہت کا بیان ۱۱۲
- قدحی کے مطابق محرم کے غسل کی اباحت کا بیان ۱۱۳
- حالت احرام کردہ امور کا بیان ۱۱۴
- کعبہ کے پردوں کے لپٹ جانے کا بیان ۱۱۵
- کعبہ کے پردوں حضرت ابو زہرہ رضی اللہ عنہ کی دعا کا بیان ۱۱۶
- کمرشیں ہیانی باندھنے کے جواز کا بیان ۱۱۷
- حالت احرام میں مباح امور کا بیان ۱۱۸
- محرم نمازوں کے ساتھ کثرت تلبیہ کہے ۱۱۹
- الذہاب فی مقامات تلبیہ ۱۲۰
- تختلف احوال میں تلبیہ پڑھنے میں متفرق نظریہ ۱۲۱
- تلبیہ والا ذکر بلند آواز کے ساتھ کرنے کا بیان ۱۲۲
- تلبیہ میں آواز بلند کرنے کا حکم ۱۲۳
- عورت کی آواز بلند ہونے کی ممانعت میں مذاہب اربعہ کا بیان ۱۲۴
- سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو ۱۲۵
- دخول مکہ میں ادب و تعظیم کا لحاظ ضروری ہے ۱۲۶
- دخول مکہ کے متعلق احادیث کا بیان ۱۲۷
- خانہ کعبہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھانے میں مذاہب اربعہ کا بیان ۱۲۸
- کعبہ شریف میں داخل ہونے، اس میں نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کا بیان ۱۲۹
- حجر اسود کے پوسے کا بیان ۱۳۰
- حجر اسود کے پوسے کا بیان ۱۳۱
- اسلام کرنا یا نہ کرنا کا بیان ۱۳۲
- حجر اسود کے پوسے سے متعلق شعائر اللہ کی تعظیم کا بیان ۱۳۳
- قرآن کا ادب سے چومنے کا حکم کا بیان ۱۳۴
- آثار و تہذیب کی شرعی حیثیت کا بیان ۱۳۵
- قرآن کے مطابق آثار و تہذیب کی تعظیم کا حکم ۱۳۶
- تاویز سبز اور جنگ طاووت و جانوت کا بیان ۱۳۷
- احادیث کے مطابق آثار و تہذیب کی تعظیم کا حکم ۱۳۸
- منکرین آثار و تہذیب کے دعوے کے دفریب ۱۳۹
- بوسہ لینے کے عمل میں عدم مفہوم شرک کا بیان ۱۴۰
- اگر حجر اسود کو صرف چھونا ممکن ہو تو بھی اسے چھو لے ۱۴۱
- حجر اسود کی اہمیت و فضیلت میں احادیث کا بیان ۱۴۲
- اضطباع چادر کا بیان ۱۴۳
- طواف میں اضطباع کرنے کا بیان ۱۴۴
- طواف میں اضطباع سنت ہے ۱۴۵
- حطیم کعبہ کے باہر سے طواف شروع کرے ۱۴۶
- طواف کعبہ کا حکم کے باہر سے شروع کرے ۱۴۷

۱۱۷	طواف کرنے کے طریقے کا بیان	۱۳۲	کایان
۱۱۸	پہلے تین چکروں میں رمل کرنے	۱۳۳	صفا مردہ کی سنی کرنے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
"	طواف میں رمل کرنے کا بیان	"	کافوتی
"	رمل کرنے کے عمل کا ہمیشہ کیلئے سنت ہونے کا بیان	"	میلین اخضرین کے درمیان دوڑنے کا بیان
۱۱۹	شوکت اسلام کے عروج کے باوجود رمل کا حکم	۱۳۳	صفا مردہ کی سنی دو عاواں کا بیان
"	اگر لوگوں کا رش ہو تو رمل کا حکم	"	سنی کی ابتداء صفا سے جبکہ اختتام ہر وہ کرے
۱۲۰	رمل کے سنت ہونے کا بیان	۱۳۵	صفا مردہ کی سنی کے درمیان تیز چلنے کا بیان
"	اگر وہ ہر مرتبہ اسلام کی طاقت نہ رکھتا ہو تو حکم فقہی	۱۳۶	سنی کرنے کے بعد حالت احرام میں مکہ مقیم رہے
۱۲۱	رکن یمانی کی فضیلت کا بیان	"	نماز طواف میں مائت کا قفمی بیان
"	اسلام حجرا اور طواف کی فضیلت کا بیان	۱۳۷	طواف وسی کے مکہ میں حالت احرام میں قیام کرنے کا بیان
۱۲۲	رکن یمانی کے اسلام کا قفمی مفہوم	"	سات چکروں کے بعد نماز پڑھنے میں مذہب فقہاء
"	رکن یمانی میں فقہاء احناف کے اختلاف کا بیان	۱۳۸	حاجہ والی خواہر کے نزدیک حج کا بیان
"	مقام ہر ایک پر نماز پڑھنے کا حکم	"	حج حج کے عمرہ کرنے کے بیان میں اختلاف
۱۲۳	مقام ہر ایک پر نماز پڑھنے کا حکم	"	حج حج کے عمرہ کرنے کے بارے میں احادیث کا بیان
"	مقام ہر ایک کو جانے نماز پڑھنے کا بیان	۱۳۹	حج حج کے عمرہ کرنے کی ممانعت کا بیان
۱۲۵	طواف قدم کے قفمی احکام کا بیان	۱۴۰	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال کی توجیہ
"	طواف قدم کے سنت و واجب ہونے میں مذہب اربعہ	"	سوار ہو کر طواف کرنے کا بیان
۱۲۶	کایان طواف قدم کرنے کا سنت طریقہ	"	سات ذوالجہ کا نام کے خطبہ دینے کا بیان
۱۲۷	طواف کے مختلف تحقیقی مقام کا بیان	۱۴۳	عرفات میں وقف کا حکم
"	رج قرآن و ضرر کے طواف قدم میں رمل کرنے میں	۱۴۴	ترویج کے دن منیٰ کی نماز کے بعد منیٰ میں آنے کا حکم
۱۲۸	فقہ شافعی و حنبلی کا بیان	۱۴۵	منیٰ میں نماز پڑھنے اور وقف کی فضیلت کا بیان
"	مسلمانوں کے رمل کو حرمین کا شاہد کرنا	۱۴۶	عرفات کی طرف متوجہ ہو کر قیام کرنے کا بیان
۱۲۹	طواف کے بعد دو رکعت نماز میں پڑھنے میں احادیث	"	حج سویرے منیٰ سے عرفات جانے کا بیان
۱۳۰	صفا مردہ پر چڑھ کر جن اعمال کو چھلانے کا حکم ہے	۱۴۷	قبولیت دعائے عرفات اور انیس کا رونا
"	سنی کے دوران صفا سے کہہ کر دو کھینا اور تھکا اور تھکا کر دعا مانگنا	"	منیٰ سے عرفات چلنے وقت تلبیہ اور تکبیر کا بیان
۱۳۱	صفا مردہ کی سنی اور فقہی مذہب اربعہ	۱۴۸	میدان عرفات میں نمازوں کو جمع کرنے کا بیان
"	آزاد خیال نامہ ہارڈن کے نزدیک سنی کے نفل ہونے	۱۴۹	امام ظہر اور مصر کو ظہر کے وقت میں پڑھانے

۱۷۷	عرفات کی دو نمازوں میں ایک تکبیر دو اقامتوں میں	۱۵۰	مذہب اربعہ
"	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کو ایک ساتھ پڑھنے میں	۱۵۱	شیبہ پانچ نمازوں کو تین اوقات میں کیوں پڑھتے ہیں؟
۱۷۸	احادیث کا بیان	۱۵۲	دو نمازوں کو جمع کرنے میں اہل تشیع کے دلائل
۱۸۰	مغرب و عشاء کے درمیان توکل پڑھنے کی ممانعت کا بیان	۱۶۱	اہل تشیع کا نمازوں کو جمع کرنے کا رد شیعہ کتب کی روشنی میں
"	مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نماز کو جمع کرنے کا بیان	"	اہل تشیع کی مستدل روایات کا تخصیص پر محمول ہونا
"	مزدلفہ میں جمع شدہ نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھنے کا بیان	"	حکم خاص سے استدلال کرتے ہوئے عمومی حکم کو ثابت نہیں کیا جائے گا
۱۸۱	عدم شرط کا بیان	۱۶۲	حکم عام کے استدلال سے حکم خاص کی تخصیص
۱۸۳	راستے میں مغرب ادا کرنے والے کی نماز کا حکم	"	جمع ہونے والی ظہر و عصر درمیان نفل پڑھنے کی ممانعت
۱۸۴	مزدلفہ کے راستے میں نماز پڑھنے سے متعلق مذہب اربعہ	۱۶۳	کایان
۱۸۵	دوسرے ذوالجہ میں فجر کو اندھیرے میں پڑھنے کا بیان	۱۶۴	ظہر کی نماز گھر میں تنہا پڑھنے والے کی عصر کا حکم
۱۸۶	دوسرے خطبہ میں شوافع و احناف کا اختلاف	۱۶۷	عرفات میں جبل رحمت کے پاس ٹھہرنے کا بیان
۱۸۷	نماز فجر کے بعد توقف و دعا کرنے کا بیان	"	جبل رحمت کے پاس ٹھہرنے کی فضیلت
"	دعا خوان و عظام کے محل کا بیان	"	جبل رحمت دور دورے میں نامہ ہارڈن کی کارزار
۱۸۸	وقوف مزدلفہ کی شرعی حیثیت کا بیان	۱۶۸	سارے عرفات ہی موقوف مقام ہے
۱۸۹	وقوف مزدلفہ کے وجوب میں فقہی اختلاف کا بیان	۱۶۹	عرفات کے مصروف و غیر مصروف ہونے کا بیان
۱۹۰	واوی حمر کے سوا مزدلفہ سارے کا سارا موقوف ہے	"	عرفات کو عرفات کہتے ہیں اور وقف عرفات کا بیان
"	حدود مزدلفہ آثار باعین کی روشنی میں	۱۷۰	انٹراڈاکس کے نزدیک عرفات کو پالینے والے کا حج ہو گیا
۱۹۱	مادہ کی نفوذ تحقیق	۱۷۲	لوگ میدان عرفات میں امام کے پاس کھڑے ہوں
۱۹۳	حدود مزدلفہ علماء و فقہاء کے اقوال کی روشنی میں	۱۷۳	امام کو کس طرح وقف کرنا چاہیے
۱۹۵	مزدلفہ سے روانگی کا وقت طلوع میں سے پہلے ہے	۱۷۴	دوران وقف تلبیہ کہنے کا حکم
۱۹۶	جرم عقبہ سے رمی کی ابتداء کرنے کا بیان	"	غرب آفتاب کے بعد مزدلفہ کی طرف جانے کا حکم
۱۹۸	رمی جمرات کا مفہوم	۱۷۵	عرفات سے لوٹنے اور مزدلفہ میں نماز کا بیان
"	رمی جمار کرنے کے وقت میں مذہب فقہاء	۱۷۶	عرفات سے واپسی کے بعد تلبیہ کا بیان
۱۹۹	رمی جمار کے واسطے نکلے گئیاں مزدلفہ یا راستہ سے لے لی جائیں	۱۷۷	مزدلفہ میں جبل توح کے پاس ٹھہرنے کا احتیاط
۲۰۰	رمی جمار کے وقت تکبیر کہنے کا بیان	"	امام مغرب و عشاء کی نماز ایک اذان و اقامت کے ساتھ
۲۰۱	رمی کی نکلے گیوں میں کی یا زیادتی کرنے کا بیان	"	

- ری کی نیامت میں اہل تسبیح کا نظریہ ۲۰۲
ایک ہی مرد جس بات کو کنگریاں سمجھنے کا حکم " ۲۰۳
جہزات پر پٹھان کے جواز و عدم جواز کا بیان ۲۰۳
ذبح جہل اور قصر کوانے کا بیان ۲۰۴
ری، ذبح اور طہل کی ترتیب میں وجوب و عدم وجوب کا بیان ۲۰۵
حلق و تقصیر کے نیک ہونے میں مذاہب اربعہ " ۲۰۶
حلق کروانے کی فضیلت کا بیان " ۲۰۷
سرمنڈانے کی فضیلت کے بیان میں احادیث ۲۰۷
سرمنڈانے والوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا و رحمت ۲۰۷
سرمنڈانے میں دائیں طرف سے ابتدا کرنا سنت ہے " ۲۰۸
سواہر عورت کے تمام منوعات کی جہت کا بیان ۲۰۸
احرام سے باہر ٹھیکہ کیلئے ری سب ہونے یا نہ ہونے کا بیان ۲۰۹
دسویں ذوالحجہ کو کنگری میں ری کرنے کے بعد کدہ میں آنے کا بیان ۲۱۰
گیارہویں اور بارہویں کو ری کرنے میں فقہی مذاہب ۲۱۰
طواف زیارت کا وقت و محل کے بیان ۲۱۱
طواف زیارت کے ابتدائی وقت میں شوافع و حنواف کا اختلاف " ۲۱۲
طواف قدم کے بعد کسی کرنے والے کا بیان ۲۱۳
سہی کے وجوب اور تقدیم کا بیان ۲۱۳
ہر طواف میں دل نہ ہونے کی علت کا بیان " ۲۱۴
طواف زیارت کی شرعی حیثیت میں فقہی بیان " ۲۱۵
طواف زیارت کے بعد کوئی میں جانے کا بیان ۲۱۵
منی میں نماز پڑھنے کے بارے میں احادیث " ۲۱۶
جہزین کے پاس رخصت ہونے کے بیان ۲۱۶
بارہ ذوالحجہ کی ری کے بعد ٹھیکہ کا بیان ۲۱۷
ری کرنے میں تقدیم و تاخیر کا بیان " ۲۱۸

- مرد و عورت کے مناسک حج کی ادائیگی کا بیان ۲۱۷
عورت کیلئے حکم شرعی قصر ہے مطلق نہیں ہے ۲۱۸
جس نے بد مذہب کو قادیان والا اور حج کیلئے چل پڑا " ۲۱۹
تھلید کی تعریف کا بیان ۲۱۹
اشعار و تہذیب کے متعلق ہونے میں اندوختہ و کما ہمارا ۲۲۰
بدن پر مل ڈالنے یا اشعار کرنے کا بیان ۲۲۱
فتحا و احناف کے نزدیک اشعار کرنے کا بیان ۲۲۲
ادھ گانے کے بد مذہب ہونے کا بیان ۲۲۳
افضل قربانی کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان " ۲۲۴
گائے اونٹ کی قربانی کی فضیلت میں مذاہب اربعہ کا بیان ۲۲۴
میدھ سے گائے کی قربانی کی فضیلت میں مذاہب اربعہ؟ " ۲۲۵
باب القرآن ۲۲۶
"یہ باب حج قرآن کے بیان میں ہے " ۲۲۷
باب القرآن کی فقہی مطابقت کا بیان ۲۲۸
حج قرآن کی تسبیح و مغرورہ فضیلت کا بیان " ۲۲۹
حج تمتع کی تعریف و طریقہ ۲۲۹
حج افراد کی تعریف و طریقہ ۲۲۸
حج قرآن کی تعریف و طریقہ " ۲۲۹
حج مفرد قرآن و تسبیح میں افضل ہونے میں مذاہب اربعہ ۲۲۹
حج قرآن کرنے کے طریقے کا بیان " ۲۳۰
نبی کریم ﷺ کے حج قرآن و تسبیح ہونے میں توجہات ۲۳۰
حج قرآن کی نیت میں مذاہب اربعہ کا بیان ۲۳۱
پہلے تین پیکروں میں دل کرنے کا بیان " ۲۳۲
طواف حج قرآن کے متعلق احادیث ۲۳۲
حج قرآن سے متعلق احادیث ۲۳۳
قارن کے طہل یا ذبح سے حلال ہونے کا بیان ۲۳۴

- قارن کیلئے دو طواف و دومر تہہ سنی کرنے میں مذاہب اربعہ ۲۳۵
دومر طواف و سنی کرنے کا بیان ۲۳۶
قارن جب ہی جہزہ مقید رکھے تو ذبح کرے ۲۳۷
اگر ذبح کرنے والا ناخوار نہ پائے تو دس روزے رکھنے کا بیان ۲۳۹
قارن کے عدم ہدی کی صورت میں روزوں کے اختیار میں مذاہب اربعہ ۲۳۸
احکام حج سے فراغت کے بعد بقدر روزے رکھنے کا بیان ۲۳۹
محر کے دن سے پہلے تین روزے رکھنے کی صورت میں مذاہب اربعہ ۲۳۹
حاجی کا کیا تشریق میں روزے رکھنے میں مذاہب اربعہ ۲۳۹
قارن جب کدہ میں نہ جائے بلکہ عرفات میں جائے ۲۳۹
قارن کا سیدھا عرفات جانے میں فقہ شافعی و حنفی کا اختلاف " ۲۴۰
عمرے کے ترک پر دم قرآن کے سقوط کا بیان ۲۴۰
باب التمتع ۲۴۱
"یہ باب حج تمتع کے بیان میں ہے " ۲۴۱
باب تمتع کی فقہی مطابقت کا بیان " ۲۴۲
حج تمتع کرنے کی فضیلت کا بیان " ۲۴۲
حج تمتع کی فضیلت کا بیان " ۲۴۲
دو عبادات کو حج کرنے میں معیار فضیلت کا بیان ۲۴۲
کدہ میں رہنے والے کیلئے حج مفرد کی فضیلت کا بیان " ۲۴۳
حج تمتع کرنے کی دو صورتوں کا بیان " ۲۴۳
الماس کی تعریف کا بیان " ۲۴۳
حج تمتع کے طریقے کا بیان " ۲۴۳
حج تمتع کی تعریف " ۲۴۳
حج تمتع بنانے کا بیان " ۲۴۳

۲۸۸	مذبح کی خصوصیت خاصہ کابیان	۲۸۹	مذبح کے طواف وحشی نہ کرنے کابیان
۲۸۹	آقا طواف میں تلبیہ شتم کرنے کابیان	۲۹۰	دوا کے ذریعہ سے حیض روک کر طواف زیارت؟
۲۹۰	تمیز والے کا ابتدائے طواف میں تلبیہ شتم کرنے میں فتنہ	۲۹۱	دوران حیض دوا کے ذریعہ حیض روک لیا؟
۲۹۱	ماکی وغنی کا اختلاف	۲۹۲	باب الجنایات
۲۹۲	تمتع کرنے والے کے رمل و سعی کابیان	۲۹۳	باب یہ جنایات کے بیان میں ہے
۲۹۳	تمتع کرنے والے ہدی لے جانے اور احرام باندھنے کابیان	۲۹۴	باب الجنایات کی فقہی مطابقت کابیان
۲۹۴	تمتع والے کیلئے ہدی ساتھ لے جانے کی فضیلت کابیان	۲۹۵	جنایت کا مغموم
۲۹۵	بد مذکوح اشعار کرنے یا نہ کرنے میں اختلاف کابیان	۲۹۶	جنایات کے احکام
۲۹۶	چاندروں کی تقلید و اشعار کا حکم	۲۹۷	احرام والے کا کامل عضو پر خوشبو لگانا واجب دم ہے
۲۹۷	تمتع کرنے والا جب ہدی نہ لے جائے	۲۹۸	حالت احرام میں خوشبو اور ریل استعمال کرنا ممنوع ہے
۲۹۸	اٹل مکہ کیلئے عدم تمتع و فرائ کابیان	۲۹۹	دمی ادا ہو چکی ہو مگر سے متعلق ہے
۲۹۹	کئی کیلئے عدم تمتع میں جمع میں مذہب اربعہ کابیان	۳۰۰	احرام میں واجب ہونے والے صدقہ کی مقدار کابیان
۳۰۰	تمتع کرنے والا جب اپنے شہر میں لوٹ آئے تو حکم تمتع	۳۰۱	جون مارنے کی صورت میں دم کابیان
۳۰۱	حج کے مہینوں سے پہلے عمرے کے احرام باندھنے کابیان	۳۰۲	مہندی کے خضاب سے لزوم دم کابیان
۳۰۲	چار پکڑوں سے کم طواف والے کے تمتع ہونے میں	۳۰۳	خوشبو کی ممانعت کے بارے میں حکم شرعی
۳۰۳	مذہب ملائکہ	۳۰۴	زینوں کے تیل لگانے میں لزوم دم و صدقہ کے اختلاف
۳۰۴	حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے جواز میں فقہی کابیان	۳۰۵	کابیان
۳۰۵	حج کے مہینوں سے مراد میں فقہی مذہب اربعہ	۳۰۶	حالت احرام میں خوشبو اور ریل استعمال کرنے میں فقہی اختلاف
۳۰۶	حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنے کابیان	۳۰۷	کابیان
۳۰۷	حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنے میں انعقاد پر	۳۰۸	پاؤں کے زخم و غیرہ پر دوائی لگانے کی صورت میں عدم کفارے
۳۰۸	مذہب اربعہ	۳۰۹	کابیان
۳۰۹	جب کوئی عمرے سے فراغت کے بعد مکہ میں حقیق ہو گیا	۳۱۰	سارادن سلسلہ و اکبر اپنی ہی صورت میں وجوب دم کابیان
۳۱۰	عمرے کیلئے آنے والے نے جب عمرہ فاسد کر دیا تو حکم	۳۱۱	عمرہ کے خضاب کی ممانعت و یا محبت کا فقہی مغموم
۳۱۱	مکہ میں سکونت اختیار کرنے والے کیلئے تمتع نہیں ہو گا	۳۱۲	قیص کو طوطا و فطاحل بنانے میں عدم کفارے کابیان
۳۱۲	عورت کی قربانی سے ایک دم تمتع کو کفارے کرنے والا نہ ہو گا	۳۱۳	سلے ہونے پکڑوں کی ممانعت کو عرف پھول کیا گیا کا
۳۱۳	عورت جب وقف و طواف زیارت کے بعد حاضر ہوئی	۳۱۴	احرام میں پردہ کرنے کا طریقہ
۳۱۴		۳۱۵	چوٹھائی کے برابر یا دایمی کا حلق کرنے میں دم کابیان

۳۱۵	بغل کے بال موٹے سے وجوب دم کابیان	۳۱۶	موتھکاٹنے والے پر وجوب طہام کابیان
۳۱۶	موتھکاٹنے والے پر وجوب طہام کابیان	۳۱۷	پچھنے والی جگہ کا حلق کیا تو وجوب دم کابیان
۳۱۷	حالت احرام میں پچھنے لگانے کابیان	۳۱۸	حالت احرام میں پچھنے لگانے کابیان
۳۱۸	حلق و مخلوق پر وجوب دم کابیان	۳۱۹	حلق و مخلوق کے قدے میں مذہب اربعہ
۳۱۹	حلق و مخلوق کے قدے میں مذہب اربعہ	۳۲۰	جب محرم نے غیر محرم کی موٹھیں موٹھ دیں تو حکم صدقہ
۳۲۰	جب محرم نے غیر محرم کی موٹھیں موٹھ دیں تو حکم صدقہ	۳۲۱	موتھکاٹنے والے پر وجوب صدقہ میں مذہب اربعہ
۳۲۱	موتھکاٹنے والے پر وجوب صدقہ میں مذہب اربعہ	۳۲۲	کابیان
۳۲۲	کابیان	۳۲۳	غذایہ اربعہ
۳۲۳	غذایہ اربعہ	۳۲۴	بجول کر جماع کرنے والا ارادے سے جماع کرنے والے
۳۲۴	بجول کر جماع کرنے والا ارادے سے جماع کرنے والے	۳۲۵	کی طرح ہے
۳۲۵	کی طرح ہے	۳۲۶	نا ندرہ و مجبور کے جماع سے فساد حج میں شوافع و حنفیہ کا
۳۲۶	نا ندرہ و مجبور کے جماع سے فساد حج میں شوافع و حنفیہ کا	۳۲۷	اختلاف
۳۲۷	اختلاف	۳۲۸	فضل
۳۲۸	فضل	۳۲۹	فصل جنایات کے متفرق مسائل کے بیان میں ہے
۳۲۹	فصل جنایات کے متفرق مسائل کے بیان میں ہے	۳۳۰	جنایات متفرق کی فصل کی مطابقت کابیان
۳۳۰	جنایات متفرق کی فصل کی مطابقت کابیان	۳۳۱	حالت حد میں طواف قدوم کرنے پر وجوب صدقہ کابیان
۳۳۱	حالت حد میں طواف قدوم کرنے پر وجوب صدقہ کابیان	۳۳۲	طہارت طواف میں انحراف وائل وائل کو ابر کے مذہب کابیان
۳۳۲	طہارت طواف میں انحراف وائل وائل کو ابر کے مذہب کابیان	۳۳۳	حالت حد میں طواف زیارت کرنے میں وجوب بکری
۳۳۳	حالت حد میں طواف زیارت کرنے میں وجوب بکری	۳۳۴	کابیان
۳۳۴	کابیان	۳۳۵	اگر مکہ میں ہے تو اعادہ طواف کا حکم
۳۳۵	اگر مکہ میں ہے تو اعادہ طواف کا حکم	۳۳۶	یہ نگر کے بعد اعادہ طواف میں وجوب دم کابیان
۳۳۶	یہ نگر کے بعد اعادہ طواف میں وجوب دم کابیان	۳۳۷	حالت جنابت میں طواف کر کے اہل کی طرف آنے والے
۳۳۷	حالت جنابت میں طواف کر کے اہل کی طرف آنے والے	۳۳۸	کابیان
۳۳۸	کابیان	۳۳۹	حالت حد میں طواف صدر کرنے والے پر وجوب صدقہ
۳۳۹	حالت حد میں طواف صدر کرنے والے پر وجوب صدقہ	۳۴۰	کابیان
۳۴۰	کابیان	۳۴۱	طواف زیارت کے تین چکر چھوٹنے والے پر وجوب دم
۳۴۱	طواف زیارت کے تین چکر چھوٹنے والے پر وجوب دم	۳۴۲	کابیان
۳۴۲	کابیان	۳۴۳	طواف کے پکڑوں کی شرط حد میں مذہب اربعہ
۳۴۳	طواف کے پکڑوں کی شرط حد میں مذہب اربعہ	۳۴۴	طواف صدقہ مکمل یا چار پکڑ کر کے کی صورت میں وجوب
۳۴۴	طواف صدقہ مکمل یا چار پکڑ کر کے کی صورت میں وجوب	۳۴۵	بکری کابیان
۳۴۵	بکری کابیان	۳۴۶	بکری کابیان

۳۳۳	جرات پر سات سنگریاں پھینکانا واجب ہے
۳۳۵	ترک شدہ طواف کا اعادہ کر لینے کا بیان
۳۳۶	حطیم کے باہر سے طواف کرنے کا بیان
۳۳۷	حجر کے باہر سے طواف شروع کرنے میں مذاہب اربعہ
	طواف زیارت حدیث میں جبکہ طواف صدرا یا مثنوی
	میں حالت طہارت میں کرنے کا بیان
۳۳۷	طواف کے لئے وضو کے حکم کا بیان
۳۳۸	تجدید وضو میں مذاہب اربعہ کا بیان
۳۳۹	جس نے عمرے کیلئے طواف وسیع وضو کے بغیر کیا
	سعی کے وضو میں اعتبار اربعہ کے مذاہب کا بیان
۳۴۰	سعی کے وجوب و رکن میں مذاہب اربعہ
	امام سے پہلے عرفات سے چلے جانے کی صورت میں وجوب
	دم کا بیان
	عرفات سے امام سے پہلے جائیو سے متعلق
۳۴۱	مذاہب اربعہ
	وقوف مزدلفہ و ترک ری میں وجوب دم کا بیان
۳۴۲	ایک دن کی ری ترک کرنے میں وجوب دم کا بیان
۳۴۳	ری کی تاخیر میں وجوب دم میں مذاہب اربعہ
۳۴۴	حلق کو ایام خیر تک مؤخر کرنے کے بیان میں حکم فقہی
	یوم غر میں افعال اربعہ کی ترتیب کے وجوب میں
۳۴۵	مذاہب اربعہ
	ایام غر میں حرم کے سوا حلق کروانے پر وجوب دم کا بیان
۳۴۷	حلق و قصر کا عمرہ میں عدم توقیت کا بیان
۳۴۸	حج کے بیٹوں میں عمرہ کرنا جائز ہے
	قارن کے ذبح سے پہلے حلق پر دو دوسروں کے وجوب کا بیان
	افعال حج میں تقدیم و تاخیر کی وجہ سے وجوب دم میں مذاہب اربعہ
	کا بیان

۳۵۰	فیصل حالات احرام میں شکار کرنے کے بیان میں ہے
	حرم کی جنائت شکار کی فصل کی فقہی ممانعت کا بیان
	احرام والے کیلئے خشکی کے شکار کی حرمت کا بیان
	شکار یا اس کی دلالت کی حرمت میں اجماع
۳۵۱	فقہی اصطلاح تحقیق مناظر کا مفہوم
	جب احرام والا شکار کرے یا کسی طرف دلالت کرے تو
۳۵۲	حکم شکاری
۳۵۵	امام مالک و امام شافعی کی مستقل حدیث اور اس کا مطلب
	احناف کی مستقل حدیث پر اشکال کا جواب
۳۵۷	حرم کر لینے کا شکار کا گوشت کھانے کا بیان
	شکار جانور کو چھوڑنا بھی دلالت کے حکم میں ہوگا
	شکار کی قیمت بنانے کے طریقے کا بیان
	مٹی چیز کی قربانی کرنے میں مذاہب اربعہ
۳۵۹	کفار سے کے بارے میں حکم شکاری کا بیان
۳۶۰	محل مطلق ہونے میں شکار کی دلیل کا بیان
	قیمت جزاء سے دی یا کھانا یا روزے رکھنے کے اختیار
۳۶۱	کا بیان
۳۶۲	ہڈی کو کھسک دینے کرنے کا بیان
۳۶۳	ہڈی میں دیئے جانے والے جانوروں کا بیان
۳۶۴	نصاب جزاء سے تعین روزوں کا بیان
۳۶۵	شتر مرغ کا اٹھ دوڑنے پر جزاء کا بیان
۳۶۷	جن جانوروں کے بارے پر حکم جزاء نہیں ہے
۳۶۸	وہ جانور جن کو حالت احرام اور حرم میں مارنا جائز ہے
۳۶۹	مچھر و چیونٹی وغیرہ مارنے پر کچھ واجب نہیں ہے
	مچھر و چیونٹی وغیرہ میں علت وجوب کے معدوم ہونے
	کا بیان

۳۸۵	جب کسی نے حرم کا شکار حرم میں چھوڑ دیا
۳۸۶	حرم و غیر حرم جانور کا شکار کرنے کی ممانعت کا بیان
"	حرم کے بچنے والے شکار کو نہ چھوڑنے کا بیان
۳۸۷	ہجرت میں بندھ کر کو چھوڑنے میں مذاہب اربعہ
۳۸۸	غیر حرم کا شکار بچانے کے بعد احرام باندھنے کا بیان
"	شکار کو بچانے کے بعد ضمانت میں مذاہب اربعہ
۳۸۹	حرم کے ہاتھ سے شکار چھڑوانے والا غاصب نہ ہوگا
	حرم کی گھاس دورخت کاٹنے کی صورت قیمت کے وجوب
۳۹۰	کا بیان
۳۹۲	اذخر کو کاٹنے کی اجاحت کا بیان
	حرم مدینہ کے جانور کو مارنے کی کراہت میں فقہی مذاہب
۳۹۳	کا بیان
	قارن کیلئے جنائیات کے ارتکاب سے دوسروں کے وجوب
۳۹۴	کا بیان
۳۹۵	قارن کے دوسروں کے وجوب میں مذاہب اربعہ
"	ایک شکار کے مشترک حرم پر وجوب جزاء کا بیان
۳۹۶	حالت احرام میں شکار کی خرید و فروخت کے ابطال کا بیان
"	حرم سے ہرن کو کاٹنے والے پر وجوب جزاء کا بیان
۳۹۷	جنائیت کے متعدد اسباب متعدد جزاؤں کو واجب کرتے ہیں
"	باب مجاوزۃ الوقت بغیر احرام
	باب بیعتات سے بغیر احرام کے گزرنے والے کے بیان
"	میں ہے
"	باب المجاوزۃ فی فقیہی مطابقت کا بیان
	جب کوئی عوام کے بستان سے آکر عمرے کا احرام باندھے
۴۰۰	جب کوئی بغیر حاجت کے بستان عوام میں داخل ہوا
۴۰۲	کی جب باہر سے حج کا احرام باندھ کر داخل ہوا
	بیعتات سے بغیر احرام کے تجاوز میں فقہی و فحلی

۳۷۰	شکار سے کون جانور مراد ہیں؟
	حرم کیلئے حشرات الارض کو مارنے کی ممانعت میں اہل تشیع
۳۷۱	کا نظریہ
"	جوں مارنے کے صورت صدقے کا حکم
۳۷۲	حالت احرام میں ہڈی کے شکار کا بیان
"	حالت احرام میں ہڈی مارنے میں فقہاء احناف کا بیان
"	جوں مارنے کی جزا کے بارے میں فقہی بیان
۳۷۳	حالت احرام میں ہڈی مارنے میں اہل تشیع کا نظریہ
"	کچھ جانور نے پر دم جہان کا بیان
۳۷۴	غیر ما کول لحم جانوروں کے قتل کی جزاء کا بیان
	حرام جانوروں کو قتل پر وجوب دم میں احادیث سے
۳۷۵	استدلال
	چرخ کے حلال و حرام ہونے میں مذاہب اربعہ چرخ کے
"	حرام ہونے کا بیان
۳۷۶	جب حرم نے حملہ آور دوسرے قتل کر دیا تو حکم
۳۷۷	حالت احرام میں حملہ آور دوسرے کو مار ڈالنے کا حکم
"	مجبور ہو کر قتل کرنے والے غیر پر حکم جزاء کا بیان
"	مجبور حرم کے گوشت کھانے میں مذاہب اربعہ
۳۷۸	حرم میں لڑائی نہ کرنے میں مذاہب اربعہ اور شہر و دیہات
"	پالتو جانوروں کو ذبح کرنے میں حرم پر کوئی حرج نہیں
۳۷۹	حرم کا شکار کردہ مذکورہ حرم دار کے حکم میں ہے
۳۸۰	جب حرم نے اپنے دو بچے سے کچھ کھایا تو وجوب قیمت کا بیان
۳۸۱	جب حلال ہونے والے کے ذبح سے حرم نے کھایا ہو
۳۸۲	امام مالک و امام شافعی کی مستقل حدیث کا فقہی مفہوم
۳۸۳	حرم کے گوشت کھانے میں مذاہب اربعہ
"	حلالی کے شکار حرم کی صورت میں وجوب قیمت کا بیان
۳۸۴	حرم وغیر حرم کیلئے حرم کے جانور کو قتل کرنے کی ممانعت

کاخلاف ۴۰۳
میقات سے آگے اہرام عمرہ باندھنے والے کا حکم ۴۰۳
حج عمرہ کے بغیر داخل ہونے والے کا اہرام میں
مذہب فقہاء ۴۰۵
جب کسی نے صل سے اہرام باندھ کر وقف عرفہ کیا تو وجوب دم
کایان " "
جب تمتع والا حرم کے باہر سے اہرام باندھے تو وجوب دم
کایان " "
مکہ سے باہر عمرہ کا اہرام باندھنے میں غیر مقلدین کی
راے زنی " "
روایت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق تمتع سے عمرہ کرنے
کایان ۴۰۷
باب اضلالت الاحرام ۴۰۸
یہ باب احرام کی اضافت کے بیان میں ہے " "
باب اضافہ احرام کی فقیہی مطابقت کایان " "
کئی نے جب عمرہ سے کا اہرام یا عدا اور ایک پیکر طواف کے بعد
حج کا اہرام باندھا " "
فرض عمرہ یا حج میں مذہب اربعہ ۴۰۹
جب اس نے اہرام عمرہ سے ساتھ چار پیکر لگائے ہوں ۴۱۰
صاحب ہدایہ کی عبارت کے بارے میں اختلاف کایان " "
جب کسی نے حج و عمرہ دونوں کو حج کر کے کیا تو وجوب دم
کایان ۴۱۱
محرم نے جب یوم نحر میں دوسرے حج کا اہرام باندھا ۴۱۲
حج کے دو اہرام اور عمرہ سے دو اہراموں کو حج کرنے کی
بدعت کایان ۴۱۳
حج کا اہرام باندھ کر پھر اس کو عمرہ میں بدل دینے کی تخصیص
کایان " "

قارن کے دو دنوں کو بھیجے کایان ۴۳۴
دم احصار کے کنارہ پایدی ہونے میں ضامن کا اختلاف ۴۳۵
حج کا عمرہ میں اہرام ہو تو اس کیلئے حج عمرہ کے وجوب
کایان ۴۳۶
محصر بقضاء واجب میں فسخ و ضائق کا اختلاف ۴۳۷
محصر قارن میں یک ایک حج اور دوسروں کے وجوب کایان " "
قرابی بھیجے والے قارن نے جب ذبح کا عہد لیا ہو ۴۳۸
جب محصر حج کو پائے دی کو نہ پائے والا ہو تو حکم احسان ۴۳۹
جو وقف عرفہ کے بعد عمرہ ہو تو اس کے احصار کا اعتبار نہ ہوگا ۴۴۱
باب الفوات ۴۴۲
یہ باب حج جس فوات ہونے والے کے بیان میں ہے ﴿﴾ " "
باب الفوات کی فقیہی مطابقت کایان " "
عمرہ کا جب توقف عرفہ تو ہو جائے تو حج کا حکم " "
حج سے عاجزی والے کے تعین عمرہ میں وجوب دم پر
مذہب خلاشہ ۴۴۳
پانچ دنوں کے سوا عمرہ کی عدم تقویت کایان " "
عمرہ کی شرعی حیثیت کایان ۴۴۴
عمرہ سے وجوب یا عدم وجوب میں فقیہی مذہب کایان ۴۴۵
عمرہ سے عدم وجوب میں فقہ حنفی کے دلائل ۴۴۶
تخصیص اوقات سے فضیلت عمرہ سے عدم وجوب کایان " "
(۱) عدم توقیت عدم فرضیت کی دلیل ۴۴۷
(۲) انقراض آثار سقوط فرضیت کی دلیل " "
(۳) اہل مکہ پر عدم وجوب عدم فرضیت کی دلیل ۴۴۸
عمرہ فرض نہیں لہذا وہ فرض بھی نہیں " "
عمرہ متعدد بار کرنے میں شوافع و حنابلہ کے دلائل " "
باب الحج عن الغیر ۴۵۰
یہ باب دوسروں کی طرف سے حج کرنے کے بیان میں ہے ﴿﴾ " "
باب الحج عن الغیر کی فقیہی مطابقت کایان " "

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایصال ثواب کایان ۴۵۰
دوسروں کی طرف سے حج کرنے میں احادیث کایان ۴۵۱
دوسروں کی طرف سے حج کرنے میں فقہاء اربعہ کا مذہب ۴۵۳
زائد یا میت کی طرف سے حج کا اجر بنانے میں اہل تشیع کا نظریہ
قرآن کی روشنی میں ایصال ثواب کا ثبوت و تحقیق ۴۵۴
(۱) فوت شدہ مسلمانوں کیلئے دعا کرنے کا حکم " "
(۲) والے زلمے میں پیدا ہونے والی اولاد کیلئے دعا
کا حکم " "
احادیث کی روشنی میں ایصال ثواب کا ثبوت و تحقیق " "
اعمال اربعہ کے مطابق ایصال ثواب کا ثبوت ۴۵۶
غیر مقلدین کے اکاریر سے ایصال ثواب کا ثبوت ۴۵۷
عبادات مالہ و بدنہ کے احکام کایان ۴۵۸
فوائد مشقت کی مقدار کے مطابق کا قاعدہ فقہیہ ۴۵۹
لیلتہ القدر کے قیام پر عنایت " "
جہاد میں بقدر مشقت فوائد " "
ذوالفرائد کی طرف سے حج کرنے والے کایان ۴۶۰
دو مخصوص کی طرف سے حج کرنے والے کیلئے اختیار و عدم
اختیار کایان " "
اہتمام تو کلیت میں مؤمنین کی مختلف کایان ۴۶۱
ایک کی طرف سے حج اور دوسرے کی طرف سے عمرہ کرنے
کایان ۴۶۲
غیر کے حکم سے قرآن کرنے والے کے دم کایان ۴۶۳
میت کی طرف سے حج کرنا اور انصر دم مال میت سے دے گا ۴۶۴
دم احصار کے دلیل پر وجوب میں فقہاء احناف کا اختلاف ۴۶۵
جماع کے دم کا حکم ہی پر ہونے کایان " "
قاعدہ فقہیہ، ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے ۴۶۶
دوسروں کی وجہ سے سزا کی اسباب " "
حج کے مومن لے سے جب حج ادا کیا گیا " "

وہی کاج کرنے والا جب راستے میں فوت ہو جائے تو احکام ۳۶۸

جس نے حج میں والدین کی طرف سے کیلئے کہا " "

باب الہدی ۳۷۰

جب پاب حج والے کیلئے قربانی کرنے کے بیان میں ہے ﴿

باب الہدی کی فقہی مطابقت کا بیان " "

ہدی کی تعریف اور اس کا مصداق " "

ہدی کے مدارج و اقسام کا بیان " "

قرآن و سنت کے مطابق ہدی کے جانوروں کا بیان ۳۷۱

ہدی کے جانور وہی ہیں جو قربانی کے ہیں ۳۷۲

قربانی کے وجوب و سنت ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان ۳۷۳

نظری تجسس اور ان کی قربانی سے کھانے کا بیان ۳۷۴

قربانی کا گوشت خورد کھانے میں فقہی مذاہب کا بیان ۳۷۵

ہدی کو خمر میں ذبح کیا جائے خواہ وہ نعلی تجسس و قرآن کی ہو ۳۷۶

ہدی کو خمر میں ذبح کرنے کا استدلالی بیان ۳۷۷

مساکین حرم پر صدقہ کرنے کے جواز کا بیان ۳۷۸

ہدایا کی شہرت میں عدم وجوب کا بیان ۳۷۹

بدن میں شریک بن کر شرم و خجالت میں ذبح کے افضل ہونے کا بیان ۳۸۰

خمر کا نفی مفہوم ۳۸۱

اوتھ کے خمر کا طریقہ ۳۸۲

اگر وہ خمر ذبح کرنا چاہتا ہے تو قربانی کو خود ذبح کرنا ۳۸۳

افضل ہے ۳۸۴

قربانی کا جانور اسے باقت سے ذبح کرنا چاہیے ۳۸۵

قربانی میں بدن کا اوتھ کاٹنے پر اطلاق ہونے کا بیان ۳۸۶

اطلاق بدن میں فقہی مذاہب کا بیان ۳۸۷

قربانی والے جانور کی ریبوں وغیرہ کو صدقہ کرنے کا بیان ۳۸۸

قربانی کی کھانوں کو اجرت میں دینے کی ممانعت کا بیان ۳۸۹

قربانی کی کھانوں کو صدقہ کرنے میں فقہی احکام کا بیان ۳۹۰

قربانی کی کھانوں کو ذبحی تصرف میں لانے والوں کا ۳۹۱

کتاب الحج

﴿یہ کتاب حج کے بیان میں ہے﴾

کتاب الحج کی فقہی مطابقت کا بیان:

علامہ ابن محمود الہامیری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے جب کتاب الحج کو کتب عبادات کے بعد مرتب کیا ہے۔ اور ضرورت کے مطابق اسی طرح ہے۔ کیونکہ اس کے معاملات کی کتب کا بیان ہے۔ اور غیر معاملات کی کتب کا بیان ہے۔ لہذا عبادات مقدمہ ہوتی ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۳۸۶، بیروت)

علامہ ابن حمام نخعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے کتاب الحج کو کتاب الصوم سے مؤخر کیا ہے۔ کیونکہ روزہ نفس پر مبنی کرتا ہے اور اس کو شہوات سے روکتا جو چیزیں اسے پسند ہیں اس سے روکتا ہے۔ جس طرح کھانے پینے اور جماع سے روکنے کا حکم ہے۔ جبکہ نماز و حج میں ایسا نہیں ہے۔ اور ان دونوں کی حقیقت مختلف ہے اور شہوات سے روکتا نماز میں بھی ہے۔ جبکہ بعض اوقات حج میں نہیں ہے۔ لہذا دونوں کے مقام میں فرق ہے کیونکہ حج سفر پر مشتمل ہے۔ (فتح القدیر، ج ۳، ص ۳۹۵، بیروت)

حج کی فرضیت کا اگر تاریخی جائزہ لیا جائے تو بھی بات سامنے آتی ہے کہ حج قبلاً احکام سے مؤخر ہے۔ کیونکہ اس کی فرضیت و تاریخ مؤخر ہے۔ لہذا فقہی ترتیب میں اس کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ اسلامی احکام کے ساتھ اشتباہ باقی نہ رہے اور ان کا مقام سب سے مقدم ہے۔

نماز سے اس کے تاخیر کی دلیل وہی ہے جو زکوٰۃ کی ہے کیونکہ اس کیلئے صاحب نصاب ہوتا ضروری ہے اور روزہ سے تاخیر کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کا فوج زندگی میں ایک بار فرض ہے جبکہ روزہ ہر سال فرض ہوتا ہے۔ زکوٰۃ سے مؤخر رکھنے کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں نصاب کے بعد کسی قسم کی سفری ضرورت نہیں ہوتی جبکہ اس کیلئے سفر اور پھر اس کے ساتھ زاد و راہ وغیرہ کی ضرورت بھی موجود ہے۔

نماز اور روزہ صرف عبادات بدنیہ ہیں اور زکوٰۃ عبادت مالیہ ہے۔ جبکہ حج عبادت بدنیہ و مالیہ کا مجموعہ ہے۔ لہذا اس میں کلی عبادات کے فوائد کو جمع کیا گیا ہے۔

حج کا لغوی و شرعی معنی:

لغوی رُوح سے حج کا معنی قصد کرنا، زیارت کا ارادہ کرنا ہے۔ اصطلاح شریعت میں مخصوص اوقات میں خاص طریقوں سے ضروری عبادات اور مناسک کی بنیاد آوری کے لئے بیت اللہ کا قصد کرنا، کعبہ اللہ کا طواف کرنا اور میدان عرفات میں منہمک رہنا حج کہا جاتا ہے۔

نعت کے اعتبار سے حج کے معنی بھی کسی کا عظیم چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا اور اصطلاح شریعت میں کعبہ مکہ کا طواف اور متہ

عرفات میں قیام انہیں خاص طریقوں سے جو شائع نے بتائے ہیں اور اسی خاص زمانے میں جو شریعت سے منقول ہے، حج کہلاتا ہے۔ حج دین کے ان پانچ بنیادی ستونوں میں سے ایک عظیم القدر ستون ہے جن پر اسلام کے عقائد و اعمال کی پوری عمارت کھڑی ہوئی ہے حج کا ضروری ہونا (جس کو اصطلاح فقہ میں فرض کیا جاتا ہے) قرآن مجید سے اسی طرح صراحت کے ساتھ ثابت ہے جس طرح زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں۔

حج دین اسلام کا پانچواں رکن ہے، جس کے لفظی معنی ہیں قصد کرنا، کسی جگہ ارادے سے جانا جبکہ اصطلاح شریعت میں اس سے مراد قرہ دونوں میں مخصوص عبادات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنا ہے۔

(ابن منظور افریقی، لسان العرب، 3: 52)

حج کے مقررہ دنوں کے علاوہ بھی کسی وقت مخصوص عبادات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنے کو عمرہ کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں عمرہ سے مراد شرائط مخصوصہ اور افاعلی خاصہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا ہے۔

(الجزیری، الفقه علی المذہب الاربعہ، 1: 1121)

حج کی وجہ تسمیہ کا بیان:

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر قرطبی میں کہتے ہیں۔

عرب کے ہاں حج معلوم و مشہور تھا، اور جب اسلام آیا تو انہیں اس سے ہی مخاطب کیا جسے وہ جانتے تھے اور جس کی انہیں معرفت تھی اس پر بلازم بھی کیا۔ (تفسیر القرطبی، 2: 92) احکام القرآن لابن العربی، ج ۱، ص ۲۸۶

ملائی قاری حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

حج کے اصل معنی ارادے کے ہیں، کسی چیز کا ارادہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے "حججت الشیء"۔ شریعت کی اصطلاح میں بیت اللہ شریف کی ازراہ تعظیم مخصوص اعمال کے ساتھ زیارت کا ارادہ کرنے کا نام حج ہے۔

حج "ح" کے زبر اور "ح" کے زیر دونوں طرح یہ لفظ نقل کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں بھی دونوں طریقوں پر قرات جائز ہے۔ (عمدة القاری، ج ۱، ص ۱۷۲، بیروت)

حج کی اہمیت و فضیلت کا بیان:

(۱) حج اسلامی ارکان میں سے پانچواں رکن ہے۔ (۲) حج ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو پیشتر ہوئے ہیں۔ (مسلم)

(۳) حج کمزوروں اور غریبوں کا جہاد ہے۔ (ابن ماجہ) (۴) حج عجمی کو ایسا دور کرتا ہے جیسے ہنسی کو بے کسل کو (ترمذی)

(۵) حج عمرو کا ثواب جنت ہی ہے۔ (ترمذی) (۶) حاجی کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جس کے لیے حاجی استغفار کرے اس کی

مغفرت (طبرانی) (۷) حاجی اپنے گھروالوں میں سے چار سو کی شفاعت کرنے گا۔ (بخاری) (۸) حاجی اللہ کے وفد ہیں، اللہ نے

انہیں بلا یا یہ حاضر ہوئے انہوں نے سوال کیا اللہ نے انہیں دیا۔ (بخاری) (۹) حاجی کے لیے دنیا میں عافیت ہے اور آخرت میں مغفرت۔ (طبرانی) (۱۰) جو حج کے لیے نکلا اور میرا قیامت تک اس کے لیے حج کرنے والے کا ثواب کھائے گا، اس کی پیش نہیں ہوگی اور بلا حساب جنت میں جائے گا (دارقطنی)۔

(۱۱) جس نے حج کیا یا عمرہ وہ اللہ کی نشان میں ہے، اگر مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور گھر کو واپس کر دے گا اور قیامت کے ساتھ واپس کریگا۔ (طبرانی)

(۱۲) مختلف قوموں، مختلف نسلوں، مختلف زبانوں، مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص میں رابطہ دین کو مضبوط کرنے اور ساری کائنات کے مسلمانوں کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لیے حج اعلیٰ ترین ذریعہ بھی ہے۔ احکام اسلام کا نقش بھی یہی ہے کہ افراد مختلفہ کو ملت واحدہ بنا کر ملکہ کو جدید پر جمع کر دیا جائے۔

(۱۳) حج میں سب کے لیے وہ سادہ پیرائے لباس جو ایسا پیرائے مذہب علیہ السلام کا تھا جو یہ کیا گیا ہے تاکہ ایک ہی رسول، ایک ہی قرآن، ایک ہی کعب پر ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت، ایک ہی لباس، ایک ہی بیت اور ایک ہی سطح پر نظر آئیں اور حشر ظاہرین کو بھی اتحاد و ہمتی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلاف ظاہری محسوس نہ ہو سکے۔

(۱۴) حج سے مقصود شوکت کا اظہار بھی ہے اور مسلمانوں کو بھری، بری اور اب نفسانی مسزوں سے جو فائدہ مند مسزوں، میدانوں اور فضائوں سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں۔

(۱۵) بادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں کے انعقاد سے کائناتوں کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے اجتماع سے

(۱۶) اور ایوان تجارتوں کا جو مقصود عالمگیر نمائشوں کے قیام سے ہوتا ہے وہ سب حج کے اندر ملحوظ ہیں۔

(۱۷) اے خداوند برہم اور طبقات الارض کے ماہرین کو تاریخ عالم کے متحققین کو، جغرافیہ عالم کے ماہرین کو جن باتوں کی تلاش و طلب ہوئی ہے وہ سب امور حج سے پورے ہو جاتے ہیں۔

(۱۸) حج کے مقامات عموماً متغیر نشان اور باطنی نشان کی جلوہ گاہ ہیں جہاں پہنچ کر اور جنہیں دیکھ کر ان مقدس روایات کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں اور اخلاقی رحمت و برکت کے وہ واقعات یاد آ جاتے ہیں۔ جو ان سے وابستہ ہیں اللہ عزوجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شریعت کا حیفہ لے کر آئے اس کی سب سے بری خصوصیت یہی ہے کہ وہ دین و دنیا کی جامع ہے اور اس کا ایک ایک حرف مصلحتوں اور مکتوں کے دفتروں سے معور ہے اور اس کے احکام و عبادات کے دنیاوی و اخروی فوائد و اغراض خود بخود بخیر و شر مبین بننے کے سامنے آ جاتے ہیں اور قیامت آتے رہیں گے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جس نے خدا کے لیے حج کیا اور اس میں ہوئی نفسانی اور گناہ کی باتوں سے بچا تو وہ ایسا ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن تجھ سے اس کی ماں نے اسے جانا۔

یعنی حاجی ایک نئی زندگی نئی حیات اور ایک نیا دور شروع کرتا ہے جس میں دین و دنیا دونوں کی بھلائیاں اور کامیابیاں

شامل ہوتی ہیں، بوجہ اسلام کا صرف مذہبی رکن ہی نہیں بلکہ وہ اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی یعنی قومی و ملی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر پہلو پر حاوی اور مسلمانوں کی عائلیہ بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بڑا پیمانہ رہا ہے۔

حج کے اخلاقی فوائد کیا ہیں؟

عام مسلمان جو دور دراز مسافروں کو کٹے کرے اور ہر قسم کی مصیبتوں کو جھیل کر دریا، پہاڑ، جنگل، آبیادی اور صحرا کو عبور کر کے یہاں جمع ہوتے، ایک دوسرے سے ملتے، ایک دوسرے کے دروغ و سوائے واقف اور حالات سے آگاہ ہوتے ہیں جس سے ان میں باہمی اتحاد اور تعاون کی روح پیدا ہوتی ہے اور نسل کی باہم ایک دم کی نسل اور ایک خاندان کی اخلاقی نظریات سے ہیں۔

حج کے لیے یہ ضروری ہے کہ احرام باندھنے سے لے کر احرام اتارنے تک ہر قسم کی بے بازاری اور امن و امان کی برائی تصویر ہو، وہواری، جھگڑا اور فساد نہ کرے کسی کو تکلیف نہ دے نہ یہاں تک کہ بدن یا کپڑے نہ لیں جو یہاں تک کہ کسی چیز تک نہ مارے شکار تک اس کے لیے جائز نہیں کیونکہ وہ اس وقت ہمدردی صلیب اور شہی اور جسم امن و امان ہوتا ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے: **فَلَا دِفْطَ وَلَا فِسْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ**

یعنی حالت احرام میں نہ دھوکوں کے سامنے شہوانی تذکرہ ہو، نہ کوئی گناہ، نہ کسی سے جھگڑا۔

کیسا صریح حکم ہے کہ زمانہ حج میں حالت احرام میں اشارہ یا کنایہ بھی شہوانی خیالات نہ لے نہ پونہ، نہ بے باکی نہ ہمت احرام میں جب متعدد جائز مضامین شکارنا جائز ہو جاتے ہیں تو بڑی چھوٹی قسم کی مصیبت و فساد کی محفلی ظاہر ہے، یہاں تک کہ کتنے ہی ایسی زمانہ میں رہیں، ہاتھ پاؤں کی رسی زہنی جنت و تکرار جو اگر ایسے وقتوں پر ہو جاتی ہے جب ہر امر میں حالت میں ممنوع ہے یعنی کہ خام کو کھانا تک جائز نہیں۔

اور عبادت میں طہارت و پاکیزگی کا اسلام کا قائم کیا ہوا یہ وہ معیار ہے جو آپ اپنا جواب ہے، جس نے اپنی دنیا میں بیچوں کو بھی متاثر کیا ہے۔

حج کی اصطلاحات کا فقہی مفہوم:

۱۔ احرام: وہ بغیر سلاسل جس کے بغیر آدمی میقات سے نہیں گزر سکتا یعنی ایک چاروں طرف یا دلی اور جھن سے لیے اور ایسی ایک تہ بند کر پر پہننے کے لیے، یہ کپڑے سفید اور سننے بہتر ہیں یہ گویا رب اللعینا جل جلالہ کا وہ میں حاضری کی ایک درسی ہے، صاف ستوری، وہ تکلف اور بے دانش سے خالی۔

۲۔ میقات: وہ جگہ کہ مسافر کو پہننے والے کو احرام کے بغیر وہاں سے آگے نہ بڑھنا چاہیے اور چہ تجارت وغیرہ کی اور غرض ہے چاہا تو۔

۳۔ تلایہ: یعنی لیکہ کہنا لیکہ کہ ہے لیکہ الیہ لیکہ لا شریک لک لک ان الحمد والعمه لک

والملک لا شریک لک

۴۔ احرام کے ایک مرتبہ زین سے بیک کہنا ضروری ہے اور نہ تہا۔

۵۔ حرم حجب: معظفہ کے گرد گردائی کوں کا جھگل ہے ہر طرف حدیں بنی ہوئی ہیں ان حدود کے اندر وہاں کے وحشی جانوروں حتی کہ جنگلی کبوتر، کونکلیف و ایذا دینا بلکہ ترگاس آکیر، تک حرام ہے۔ تمام مسافر، نر، مذکر و نر، سب ہر دور میں ہیں البتہ عرفات داخل حرم نہیں۔

۶۔ حل: حدود و حرم کے بعد جو زمین میقات تک ہے اسے حل کہتے ہیں۔

۷۔ طواف: مسجد الحرام میں خانہ کعبہ کے ارد گرد بطریق خاص پھر گانے کا نام طواف ہے۔

۸۔ منافی: مسجد الحرام ایک گول وسیع احاطہ ہے جس کے کنارے کنارے بکثرت دلائل اور آنے جانے کے راستے ہیں۔ حج میں خانہ کعبہ کے ارد گرد ایک دائرہ ہے جسے منافی کہتے ہیں یعنی طواف کرنے کی جگہ۔

۹۔ رکن: خانہ کعبہ کا گوشہ جس میں اس کی دو دیواریں ملتی ہیں جسے زاویہ کہتے ہیں۔ کعبہ معظفہ کے چار رکن ہیں۔

(۱) رکن اسود: جنوب و مشرق کے گوشہ میں، اسی میں زمین سے اونچا نمک اسود نصب ہے۔ (۲) رکن عراقی: شمال و مشرق کے گوشہ میں، دروازہ کعبہ کی مشرقی دیوار میں زمین سے بہت بلند ہے۔ (۳) رکن شامی: شمال و مغرب کے گوشہ میں، نمک اسود کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو بیت المقدس سامنے پڑے گا۔ (۴) رکن یمنی: مغرب اور جنوب کے گوشہ میں۔

۱۰۔ ملتزم: مشرقی دیوار کا دروازہ کعبہ تک ہے۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم پر نماز دو رکعتیں فرض ہو کر حاجی یہاں آتے اور اس سے لپٹے اور اپنا سینہ و پیٹ اور رخسار اس پر رکھتے اور ہاتھ اونچے کر کے دیوار پر پھیلاتے ہیں۔

۱۱۔ میزباز رحمت: سونے کا پرانا لکڑی کی شامی کی کچ کی شامی دیوار پر کی چھت پر نصب ہے۔

۱۲۔ عظیم: اسی شامی دیوار کی طرف زمین کا ایک حصہ جس کے گرد گردائی کوں رکنان کے انداز کی چھوٹی دیوار دی گئی ہے اور دونوں طرف آمد و رفت کا دروازہ ہے۔

۱۳۔ مستحار: رکن یمنی اور رکن اسود کے حج میں غریبی، یار ایک دو گنا جو ملتزم کے مت ملے ہیں۔

۱۴۔ مستحار: رکن یمنی اور رکن اسود کے حج میں جو غریبی دیوار یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پڑا رہتے ہیں اس لیے اس کا نام مستحار رکھا گیا ہے۔

۱۵۔ افضطاع: شروع طواف سے پہلے چار کوہوں یعنی نعل کے نیچے سے نکل کر دونوں کنارے کا منی موندھے پر اس طرح ڈال دینا کہ وہاں موندھے چلا کر آئے۔

۱۶۔ دل: طواف کے پہلے تھیں چھروں میں جلد جلد چھوئے قدم رکھنا اور شہنہ بلانا جیسے کہ قوی و بہادر لوگ جیتے ہیں نہ کوہ نہ

۱۷۔ اجتماع: دونوں تہذیبوں اور ان کے بیچ میں مندرکہ کجر اسود کو بوسہ دینا یا ہتھ پانکڑی سے چھو کر چوم لینے کا اشارہ کہہ کرے ہاتھوں کو بوسہ دینا۔

۱۸۔ حجر اسود: پتھر ہے ایک رنگ کا ایک پتھر ہے حدیث میں ہے کہ حجر اسود جب جنت سے نازل ہوا دو دھ سے زیادہ سفید تھا نبی آدم کی خطا نے اسے سیاہ کر دیا (ترمذی) خاندانہ کعبہ کے طواف کے شروع اور ختم کرنے کے لیے وہ ایک نشان کا کام دیتا ہے۔

۱۹۔ مقام ابراہیم: دروازہ کعبہ کے سامنے ایک قدیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا تھا ان کے قدم کا پلاس پر نشان ہو گیا جب تک موجود ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آیات نبیات میں ش فرمایا۔ ۲۰۔ قبۃ زحمر شریف: یہ قبۃ مقام ابراہیم سے جنوب کو مسجد شریف میں واقع ہے اور اس قبۃ کے اندر زحمر کا چشمہ ہے۔

۲۱۔ باب الصفا: مسجد شریف کے جنوبی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس سے نکل کر سامنے کوہ صفا ہے۔

۲۲۔ صفا: کعبہ معظمہ کے جنوب کو ہے یہاں زمانہ قدیم میں ایک پہاڑی تھی کہ زمین میں چھپ گئی ہے اب وہاں قبلہ رخ ایک دالان سامنا ہے اور چڑھنے کی سیڑھیاں۔

۲۳۔ سرود: دوسری پہاڑی صفا سے جانب شرقی میں بھی اب قبلہ رخ دالان سامنا ہے اور سیڑھیاں صفا سے مردہ تک جو فاصلہ نہاب یہاں بازار ہے صفا سے چھٹے ہوئے داہنے ہاتھ کو دائیں اور بائیں ہاتھ کو احاطہ مسجد حرام ہے۔

۲۴۔ میلین اخضر: اس فاصلہ کے وسط میں جو صفا سے مردہ تک ہے۔ دو یوا حرم شریف ہیں دو بیڑیل نصب ہیں جیسے میل کے شروع میں پتھر لگا ہوتا ہے۔ اب تو وہاں ہزار رنگ کے ٹیوب بجلی کے ہمیشہ شب و روز روشن رہتے ہیں۔

۲۵۔ سحی: وہ فاصلہ کہ ان دونوں نشانوں کے درمیان ہے اس فاصلہ کو دو در کٹے کیا جاتا ہے مگر نہ حد سے زائد دوڑے کی نہ کو ایڑائے دیتے۔

۲۶۔ سحی: صفا سے مردہ اور پھر مردہ سے صفا کی طرف جانا آنا اور میلین اخضر کے درمیان دوڑنا سحی ہے۔

۲۷۔ خلق: سارا سر منڈانا اور یہ افضل ہے۔ تعظیمر: بال کتروان کی اجازت ہے۔

۲۸۔ موقف: عرفات میں وہ جگہ کہ نماز کے بعد سے شرب آفتاب تک وہاں کھڑے ہو کر ذکر و دعا کا حکم ہے۔

۲۹۔ بطن عرفہ: عرفات میں حرم کے نالوں میں سے ایک نالہ ہے مسجد عمرہ کے مغرب کی طرف یعنی کعبہ معظمہ کی طرف، یہاں جانز نہیں یہاں قیام یا قوف کیا تو حج ادا نہ ہوگا۔

۳۰۔ مسجد عمرہ: میدان عرفات کے بالکل کنارہ پر ایک عظیم مسجد ہے اس کی مغربی دیوار اگر گئے تو بطن میں گرے گی۔

۳۱۔ جبلہ رحمت: عرفات کا ایک پہاڑ زمین سے تقریباً ۳۰۰۰ فٹ اونچا اور سطح سمندر سے ۵۰۰ فٹ اونچا ہے اسے موقف اعظم بھی کہتے ہیں اسی کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف ہے جہاں سب پتھروں کا فرش ہے۔

۳۲۔ مذلفہ: عرفات اور نبی کے درمیان ایک کشادہ میدان ہے عرفات سے تقریباً تین میل دور یہاں سے منی کا فاصلہ بھی

تقریباً اتنا ہی کہتے ہیں کہ عرفات میں قبول توبہ کے بعد حضرت آدم اور ان حواریہ السلام مزدلفہ ہی میں ملے تھے۔ ۳۳۔ نازنین: عرفات اور مزدلفہ کے پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ راستہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ اسی راستے تشریف لائے تھے۔

۳۴۔ مشعر حرام: اس خاص مقام کا نام ہے جو مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے اور خود سارے مزدلفہ کو بھی مشعر حرام کہتے ہیں۔ مزدلفہ میں حضور ﷺ کے قوف کی جگہ گنبد بنا دیا گیا تھا آج کل یہاں ایک مسجد بھی ہے جسے مسجد مشعر الحرام کہا جاتا ہے مشعر حرام کو کفر بھی کہتے ہیں۔

۳۵۔ وادی محشر: یہ وہی مقام ہے جہاں اصحاب قبل کے باقی تھک کر رہ گئے اور مکہ معظمہ کی طرف آگے نہ بڑھ سکے اور سب ہلاک ہو گئے۔

۳۶۔ منی: ایک وسیع اور کشادہ میدان جو پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے مزدلفہ سے یہاں آ کر رمی ہمارا قربانی وغیرہ افعال ادا کئے جاتے ہیں۔

۳۷۔ مسجد خیف: منی کی مشہور اور بڑی مسجد کا نام ہے خیف وادی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اس مسجد میں (70) سترنی آرام فرمے ہیں مسجد خیف پر بہشت پہلو توبہ ہے اس قبۃ کی جگہ سے متعلق کہا جاتا ہے کہ بہت سے پیغمبروں نے نمازیں یہاں ادا فرمائی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ بھی یہاں نصب کیا گیا تھا۔

۳۸۔ رمی: منی میں واقع تین محروں پر نکلنے والی مارے کو کہتے ہیں۔

۳۹۔ حبار: منی کے میدان میں پتھر کے تین ستون کھڑے ہیں ان ہی کا نام ہمار ہے ان میں سے پہلے کا نام حجرہ اولی، دوسرے کا نام حجرہ وسطی اور تیسرے کا نام حجرہ عقبی ہے یہ مکہ معظمہ سے ملے آتے ہوئے پہلا نامہ رہے۔

۴۰۔ قوفہ عرفہ: نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنا اور اللہ کے حضور زاری اور خالص نیت سے ذکر و لیک و دعا اور دووا و استغفار اور کھڑے حید میں مشغول رہنا اور نماز ظہر و عصر ادا کرنا اور نماز سے فراغت کے بعد بالخصوص غروب آفتاب تک دعا میں اپنا وقت گزارنا۔ (فقہی کتاب و شروحات)

حج کی فرضیت کی تاریخ:

فرضیت حج کی سعادت عظمیٰ ہمارے آقا سرکار کو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ساتھ مختص ہے گو کہنے کو تو حج کا رواج حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہے مگر اس وقت اس کی فرضیت کا حکم نہ تھا۔ چنانچہ حج مسک یہی ہے کہ حج صرف امت محمدیہ پر فرض ہوا ہے۔

حج کب فرض ہوا؟ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں، کچھ حضرات کہتے ہیں سن ۵ ہجری میں فرض ہوا، اکثر علماء سن ۹ ہجری میں فرضیت کے قائل ہیں لیکن زیادہ صحیح قول ان علماء کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حج سن ۹ھ کے آخر میں فرض ہوا ہے جب کہ اللہ

توئی کا یہ حکم نازل ہوا آیت (ولله علی الناس حج البيت من استطاع الیہ سبیلاً) یعنی اللہ کی خوشنودی کے لئے لوگوں پر کعبہ کا حج (ضروری) ہے اور یہ اس شخص پر جو وہاں تک جا سکے۔

چونکہ یہ حکم سال کے آخر میں نازل ہوا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فعال حج کی تعلیم میں مشغول رہے آئندہ سال کے لئے مسفر حج کے اسباب کی تیاری میں مصروفیت کی وجہ سے خروج کے لئے تشریف نہیں لے جا سکے، بلکہ اس سال یعنی ۹ھ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو چار کایہ مقرر فرما کر کہ بیچ دینا کہ وہ لوگوں کو حج کرا دیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سال آئندہ یعنی ۱۰ھ میں اس حکم الہی کی تعمیل میں حج کے لئے تشریف لے گئے یہ عجیب اللہ ہے کہ فرضیت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی پہلا حج کیا جو آخری حج بھی عبادت ہوا۔ چنانچہ یہی حج بیتہ الوداع کے نام سے مشہور ہے اسی حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ عالم تاب اور وجود پر نور نے اس دنیا سے پردہ کیا۔

حج کی فرضیت کی حکمتوں کا بیان:

انسان فائدہ کا تجربے سے فائدہ دیکھ کر مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے، حج کی خوبیاں و فضائل تو بہت زیادہ ہیں، یہاں بعض کو بطور تذکرہ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ حج کا داعیہ اور شوق پیدا ہو۔

صحیحین میں ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اور (دوران حج) نہ اپنی ایسے ہم بستری کرے اور نہ قریبیوں میں مبتلا ہو تو وہ اس طرح (بے گناہ ہو کر) لوٹتا ہے جیسے (اس دن بے گناہ تھا) جس دن اس کو اس کی ماں نے جنتا تھا۔ شراح حدیث نے رفت سے اکر چہ جماع مراد لیا ہے، لیکن محقق عہد مراد لینے سے دیگر معانی جیسے تہنیت یا جماع، خوشگونی وغیرہ بھی اس میں شامل ہو جائیں گے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان بھی اسی طرف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حج اور عمرہ ساتھ ساتھ کرو، دونوں نفر جہنمی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں، جس طرح لو بار اور سار کی بجلی لو بے اور سونے چاندی کا سیل پھیل دور کر دیتا ہے اور حج جبرور کا صلہ اور ثواب تو بس جنت ہی ہے۔

طبرانی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حج اور عمرہ کے لیے جانے والے خدا کے خصوصی مہمان ہیں، وہ خدا سے دعا کریں تو خدا قبول فرماتا ہے اور مغفرت طلب کریں تو بخش دیتا ہے!

حضرت عبداللہ بن جریر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فریضہ حج ادا کرو، اس لیے کہ حج گناہوں کا ایسے دھو دیتا ہے، جیسے پانی میل کو دھو دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنے والے کی مغفرت کی جاتی ہے اور جس کے لیے حاجی مغفرت کی دعا کرے اس کی بھی مغفرت کی جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ! مغفرت فرما حاجی کی اور جس کے لیے وہ مغفرت طلب کرے۔

حج کی فرضیت کا بیان:

(الحج واجب علی الأحرار البالغین العقلاء الأصحاء إذا قدروا علی الزاد والراحلة فاصلاً عن المسکن وما لا بد منه، وعن نفقة عیالہ إلی حین عودہ وکان الطریق آمناً، وصفہ بالوجوب وهو فريضة لحکمہ ثبت بالكتاب وهو قوله تعالى: ولله علی الناس حج البيت من استطاع الیہ سبیلاً۔

(ولا یجب فی العمرة إلا مرة واحدة، لأنه علیہ الصلوة والسلام قيل له (الحج فی كل عام أو مرة واحدة؟ فقال لا بل مرة واحدة فما إذا فهو تطوع) ولأن سببه البیث وأنه لا یعتد قلاً یکرر المؤجوبون هو واجب علی الفور عند أبي یوسف رحمہم اللہ وعن أبي حنيفة رحمہم اللہ ما يدل علیہ. وعند محمد والشافعی رحمہما اللہ علی التراجیح لأنه وظیفۃ العمرة فكان العمرة فیہ كالأول فی الصلوة۔

وجبه الأول أنه یختص بوقت خاص، والموت فی سنة واحدة غیر نادر فیقتضی احتیاطاً ولهذا كان التعجیل أفضل، بخلاف وقب الصلوة لأن الموت فی مثله نادر

ترجمہ: جو لوگ آزاد، عاقل، بالغ، ہندست اور زارادہ و ساری پر قادر ہوں ان پر حج فرض ہے۔ اس شرط کے ساتھ وہ (سواری) ٹھہرنے سے فارغ ہو۔ اور وہ شخص ضرورت کی چیزوں اور اداؤں تک اہل و عیال کے نفقہ سے فارغ ہو۔ اور راستے میں اس کو مصنف نے حج کو وجوب کے ساتھ موصوف کیا ہے حالانکہ حج فرض حکم ہے۔ اس کی فرضیت کتاب اللہ سے ثابت ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان (ولله علی الناس حج البيت من استطاع الیہ سبیلاً) ہے۔

اور حج عمر میں صرف ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ حج ہر سال فرض ہے یا ایک مرتبہ فرض ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ ایک مرتبہ فرض ہے۔ لہذا اجزائہ۔ دے وہ نفس ہوگا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی) اور یہ دلیل بھی ہے کہ اس کا سبب بیت (بیت اللہ) ہے اور بیت میں تعدد نہیں ہے۔ لہذا اس کے وجوب میں بھی تعدد و تکرار نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک حج فوری طور پر واجب ہے۔ اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے بھی ایسی روایت بیان کی گئی ہے جس کی دلالت بھی یہی ہے۔ جبکہ امام شافعی اور امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک تاخیر سے واجب ہے۔ بیونہی پوری عمر کو اسی طرح ٹھہرے ہوئے ہے۔ جس طرح نماز میں وقت ہے۔ اور اول کی دلیل یہ ہے کہ حج خاص وقت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور موت کا ایک سال یا تاخیر نادر ہے۔ لہذا بطور احتیاط وقت میں کی گئی ہے۔ اور اسی دلیل کی بنیاد پر حج کو جلدی ادا کرنا افضل ہے۔ جبکہ نماز کے وقت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسنے وقت میں موت کا تاخیر نادر ہے۔

فریضیت حج میں افراد کی بہ جائے جمع کی طرف عدول کا بیان:

علامہ ابن محمود الباقری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مصنف نے حج کی فریضیت میں آزاد و بالغین وغیرہ کے صیغے بیان فرمائے ہیں۔ مصنف کی غرض افراد سے حج کی طرف جانے میں یہ ہے کہ حج لوگوں سے جدا نہیں ہوتا مگر جبکہ وہ اس کو ادا کر لیں۔

(۶۱۷ شرح الہدایہ، ۲۷۲، ۲۸۷، بیروت)

حج کے فرض ہونے کی شرائط کی وضاحت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے حج کی چیز کو واجب کرتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور اور اسواری۔ (ترمذی، ابان، لہجہ)

سوال: کون سی چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ کا مطلب یہ ہے کہ حج واجب ہونے کی شرط کیا ہے؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چیز کو آزاد ہونا، جس کی مراد یہ ہے کہ اس کا مال و زر جو سفر حج میں بنے اور آنے کے اخراجات اور اس واپس اہل و عیال کی ضروریات کے لئے کافی ہو اور دوسری چیز سواری بتائی جس پر سوار ہو کہ بیت اللہ تک پہنچا جاسکے اگرچہ حج کے واجب ہونے کی شرطیں اور بھی ہیں مگر یہاں بطور خلاصہ ان دو شرطوں پر زور دیا کہ اگر اس لئے کیا گیا ہے کہ اصل میں یہی دو شرائط ہیں جس کو حج کے لئے بنیادی اور ضروری اسباب کا درجہ رکھتے ہیں۔

یہ حدیث حضرت امام مالک کے مسک کی تردید کرتی ہے ان کے ہاں اس شخص پر بھی حج واجب ہوتا ہے جو پیادہ چلنے پر قادر ہو اور تجارت یا محنت مزدوری کے ذریعہ سفر حج کے اخراجات کے بغیر روپے پیسے حاصل کر سکا ہو۔

حج ان شرائط کے پائے جانے کے بعد فرض ہوتا ہے۔ (۱) مسلمان ہونا، کا فرض نہیں ہے (۲) آزاد ہونا، لونڈی غلام پر حج فرض نہیں ہے۔ (۳) عقل ہونا، مجنون، مست اور بے ہوش پر حج فرض نہیں۔ (۴) بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر حج فرض نہیں۔ (۵) صحت مند و تندرست ہونا، بیمار، اندھے، لنگڑے، اپاہج پر حج فرض نہیں (۶) قادر ہونا یعنی اس قدر مال کا مالک ہونا جو ضرورت اصلیہ اور فرض سے زائد ہو اور اس کے آزادوارہ اور سوار کی کے کرایہ و خرچ کے لئے کافی ہو جائے نیز جن لوگوں کا نفقہ اس کے ذمہ

واجب ہے ان کے لئے بھی اس میں سے اس قدر چھوڑ جائے جو اس کی واپسی تک ان لوگوں کو کفایت کر سکے۔ (۷) راستے میں امن ہونا، اس بارے میں اکثر کا اعتبار ہے یعنی اگر اکثر لوگ امن و امان سے پہنچ جاتے ہوں تو حج فرض ہوگا، شکار اگر اکثر لوگ راستے میں ڈاکڑ کی وغیرہ سے لٹ جاتے ہوں یا کوئی ایسا زور یا اور سمندر حائل ہو جس میں بکثرت جہاز ڈوب جاتے ہوں اور اکثر ہلاک ہو جائے ہوں یا راستے میں اور کسی قسم کا خوف ہو تو کسی صورت میں حج فرض نہیں ہوگا، ہاں اگر یہ حادثات کبھی کبھی اقلی طبقہ پر ہوا کرتے ہیں تو پھر حج کی فریضیت ساقط نہیں ہوگی (۸) عورت کے لئے ہر ایسی میں شوہر یا کسی اور محرم کا موجود ہونا جب کہ اس کے یہاں سے کہی دوری یا بقدر مسافت سفر یعنی تنہا کی ہو۔ اگر شوہر یا محرم ہر ایسی میں نہ ہوں۔ تو پھر عورت کے لئے سفر حج اختیار کرنا جائز نہیں ہے اور محرم کا عاقل بالغ ہونا اور جو بی وفاقت نہ ہونا بھی شرط ہے محرم کا نفقہ اس عورت پر ہوگا جو اپنے ساتھ حج میں لے

جائے گی۔ نیز جس عورت پر حج فرض ہو وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی محرم کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہے۔

۱۔ اگر کوئی نابالغ لڑکا یا غلام احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو جائے یا آزاد ہو جائے اور پھر وہ حج پورا کرے تو اس صورت میں فرض ادا نہیں ہوگا، ایسا اگر لڑکا فرض حج کے لئے از سر نو احرام باندھ سکے گا تو صحیح ہو جائے گا۔ لیکن غلام کا احرام فرض حج کے لئے اس صورت میں بھی درست نہیں ہوگا۔

قرآن کے مطابق فریضیت حج کا بیان:

(۱) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وَأَتُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ**۔ (البقرہ) اور تم اللہ کیلئے حج و عمرہ مکمل کرو۔

(۲) **يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ حِجُّ النَّاسِ حِجٌّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا** (ال عمران، ۹۷) اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک پہنچ سکے۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں حج کی فریضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ استطاعت شرط ہے حدیث شریف میں سید عالم علیہ السلام نے اس کی تفسیر فرمادی اور اسی کو شرط رکھنا ہے پٹنے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک کے لئے کافی ہو اور یہی ہے وقت تک اہل و عیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہئے راہ کا بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرض قطعی کا منکر کا فر ہے۔

(۳) **وَ اَذْنُ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِيْنِ مِنْ كُلِّ قَعٍ عَمِيْقٍ** (الحج، ۲۷)

اور لوگوں میں حج کی عام دعا کر دے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور درہل اذنی پر کہ درود کی راہ ہے آتی ہے۔

(۴) **فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوِّرَ بَيْنَهُمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا**۔ **فَإِنَّ الْمَلَّةَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ** (البقرہ، ۱۵۸)

تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے۔ اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ تعالیٰ کا صلہ دے والا نذر دے۔

(۵) **وَ اَذَانٌ مِنَ اللّٰهِ وَرِسَالَةٌ اِلٰی النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اِنَّ الْمَلَّةَ بَرَاءَةٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرِسُوْلُهُ فَاِنْ نُبِمَ فَهُوَ حَرْجٌ لَّكُمْ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاَعْلَمُوْا اَنْكُمْ عِنْدَ مُعْجِزِی اللّٰهِ وَنَسُوْا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعِدَابِ اللّٰہِ** (التوبہ، ۳۰)

اور مادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن۔ کہ اللہ نیز اے شرکوں سے اور اس کا رسول اگر تم کو توبہ کرو۔ تو تمہارا پہلا ہے اور اگر تم پھیرو۔ تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھا سکو گے۔ اور کافروں کو خوشخبری نہ تھی۔

دردناک عذاب کی۔ (کنز الایمان)

ان آیات میں حج کا بیان ہے اور ان میں جو آیت کا استدلال صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے وہ اور دیگر کی آیات سے حج کی فریضیت ثابت ہے۔ لہذا اس کے ثبوت قطعیت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس لئے حج فرض ہے اور اس کی فریضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

احادیث کے مطابق فریضہ حج کا بیان:

(۱) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآنی لائن کے بعد حدیث لائے جس میں صاف صاف "ان فريضة الله على عباده في الحج ادركت ابي الخ" کاغذا موجود ہیں۔ اگرچہ یہ ایک قبیلہ خثعمی مسلمان ہوتے کے الفاظ ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا اس لحاظ سے یہ حدیث تقریری ہوئی اور اس سے فریضہ حج کا واضح لفظوں میں ثبوت ہوا۔

(۲) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ملك زاداً وراحلة ببلغه الي بيت الله ولم يبح فلا عليه ان يموت يهودياً او نصرانياً۔
امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔

(۳) مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے وعظ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیا ہے، پس تم حج کرو۔

(۴) صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "انما هي نيا، يا حج چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور حج پڑھنا، اور زکوٰۃ دینا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(۵) احمد ترمذی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص کو خرچ اخراجات سواری وغیرہ منبت اللہ کے لیے رو پیہ میسر ہو (اور وہ تندرست بھی ہو) پھر اس نے حج نہ کیا تو اس کو اختیار ہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (ترمذی شریف باب ما جاء من التعليظ في ترك الحج)

یہ بڑی سے بڑی وعید ہے جو ایک سچے مسلمان کے لیے ہو سکتی ہے۔ جس جولوگ باوجود استطاعت کے مکہ شریف کا حج نہیں کرتے بلکہ یورپ اور دیگر ممالک کی سی وسایات میں ہزار ہا روپیہ برآمد کر دیتے ہیں مگر حج کے نام سے ان کی روح خشک ہو جاتی ہے، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان و اسلام کی خیر نہ لگنی چاہیے۔ اس طرح بولوگ دن رات دنیاوی چندوں میں منہمک رہتے ہیں اور اس پاک سفر کے لیے ان کو فرصت نہیں ہوتی ان کا بھی دین ایمان سخت خطرے میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اس کو اس کی ادائیگی میں حتی الامکان جلدی کرنی چاہیے۔ اور یہ وقت زنا ناس کا ہے۔

حضرت عرفا قوق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ممالک و حرمس مند بذیل پیغام شائع کرایا تھا۔ لقد هممت ان ابعث رجلا الي هذه الامصار فينظر واكل من كان له حجة ولا يبحح فيضربوا عليهم الجزية ماهم بمسلمين ماهم بمسلمين (نیل الاوطار ج 4 ص 165) میری وہی خواہش ہے کہ میں کھچا دھوؤں کو شہروں اور دیہاتوں میں تفتیش کے لیے روانہ کروں جو ان لوگوں کی فہرست تیار کر دوں جو استطاعت کے باوجود اجتماع حج میں شرکت نہیں کرتے، ان پر تکفار

کی طرح جزیہ قہر کریں۔ کیونکہ ان کا دعوئی اسلام فصول و بیکار ہے وہ مسلمان نہیں ہیں۔

وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس سے زیادہ بد نصیبی کیا ہوگی کہ بیت اللہ شریف جیسا بزرگ اور مقدس مقام اس دنیا میں موجود ہو اور وہاں جگہ جانے کی ہر طرح سے ادنیٰ طاقت بھی رکھتا ہو اور پھر کوئی مسلمان اس کی زیارت کو نہ جائے جس کی زیارت کے لیے بابا آدم علیہ السلام سنگڑوں مرتبہ پیدل سفر کرے گئے۔

(۶) اخروح ابن خزیمہ و ابوالشیخ فی العظمة والذیلمی عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ادم اتى هذا البيت الف اتية له یرکب قط فیهن من الہند علی رجليه۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا ملک بندے ایک ہزار مرتبہ پیدل چل کر حج کیا۔ ان حجوں میں آپ کبھی سواری پر سوار ہو کر نہیں گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کافروں کے مظالم سے تنگ آکر مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو شخصیت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو چڑھا اور آپ وسط مسجد میں کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے اور ابدیہ ہم آپ نے فرمایا کہ اللہ فی حقہ! اللہ کے نزدیک تمام جہاں سے پیدا را و مہتر گھر ہے اور یہ شہر بھی اللہ کے نزدیک احب املا ہے۔ اگر کفار قریش مجھ و جنت پر مجبور نہ کرتے تو میں تیری چھائی پر گزرا اختیار نہ کرتا۔ (ترمذی)

(۷) جب آپ مکہ شریف سے باہر نکلے تو پھر آپ نے اپنی سواری کا مکہ مکہ شریف کی طرف کر کے فرمایا: واللہ انک لخیبر ارض اللہ و احب ارض اللہ الی اللہ ولولا اخوحت ملک ما خرجت (احمد ترمذی، ابن ماجہ)

قسم اللہ کی! اسے شہر کہو کہ اللہ کے نزدیک بہترین شہر ہے، تیری زمین اللہ کو تمام روئے زمین سے پیاری ہے۔ اگر میں یہاں سے نکلے پر مجبور نہ کیا جاتا تو کبھی یہاں سے نہ نکلتا۔

(۸) امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كما ولدته امه (ابن ماجہ ص 213)

جس نے پورے آداب و شرائط کے ساتھ بیت اللہ شریف کا حج کیا۔ نہ بھانج کر قریب یا اور نہ کوئی بے ہودہ حرکت کی وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر لوٹا ہے جیسا ماں سے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک صاف تھا۔

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت میں ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بیت اللہ کے روادے رانہ گناہ ہے۔ اس شخص کی سواری جتنے چاہے پر فہرہ ہے تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ اس کا ایک دن عطا کرے گا۔ اس کے لیے ایک نیک نیت

سے اور ایک درجہ جنت میں اس کے لیے بہتر عطا کرے گا۔ جب وہ شخص بدعت میں مبتلا ہو جائے گا تو وہ بدعت اللہ کے خلاف ہو جائے گی۔ پھر بال اللہ تو ایسا نیک و نیکو ہونے سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسا ماں سے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔ (ترمذی و ابویہ ص 224)

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ابن خزیمہ کی روایت ہے کہ جو شخص مکہ معظمہ سے حج کے واسطے نکلا اور پیدل عرفات گیا پھر واپس بھی وہاں سے پیدل ہی آیا تو اس کو ہر قدم کے بدلے کروڑوں نیکیاں ملتی ہیں۔

(۱۱) امام بخاری نے غرضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حج و عمرہ ساتھ ساتھ ادا کرو۔ اس پاک محل سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی دور کردہ تپا ہے اور گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بھی کوئلے سے پاک کر دیتی ہے۔

(۱۲) حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس مسلمان پر حج فرض ہو جائے اس کو ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔ اور غرت کو خشیت جانتا چاہیے۔ نہ معلوم کل کا پیش آئے اسے زفر مت بے خبر در پرہ پاشی زود پاش۔ میدان عرفات میں جب حاجی صاحبان اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دین کو دنیا کی بھلائی کے لیے دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر فرشتوں میں ان کی تحریف فرماتا ہے۔ (مسند احمد)

ابو یعلیٰ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو حبشی راستے میں انتقال کر جائے اس کے لیے قیامت تک ہر سال حج کا ثواب کھا جاتا ہے۔

تفسیر قرآنی کے مطابق فرضیت حج کا بیان:

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ (الحج، ۲۷)

اور لوگوں میں حج کی عام نداء کر دے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دہلی آؤنگی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

(۱) صدرالافاضل مولانا فہیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جو اس کی حرمت و فضیلت کو جانتی ہیں ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں کہ ہر بندے کو کعبہ شریف کے اوپر نہیں چلنے اور اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے بلکہ ہر وادار کرتے ہوئے آتے ہیں تو ادھر ادھر صہرت جاتے ہیں اور جو پر پناہ جاتا ہے وہاں پناہ ملائے جاتی ہیں کہ ہوائے کعبہ میں ہو کر گزر جائیں اسی سے انہیں شفا ہوتی ہے اور وحوش ایک دوسرے کو مریم میں ایذا نہیں دیتے حتیٰ کہ کتے اس سرزمین میں ہرن پر نہیں دوڑتے اور بارش کا شکار نہیں کرتے اور لوگوں کے دل کعبہ معظمہ کی طرف مچھتے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

اور ہر شب جمعہ کو رواج اولیا اس کے گرد حاضر ہوتی ہیں اور جو کوئی اس کی بے حرمتی کا قصد کرتا ہے برباد ہو جاتا ہے انہیں آیات میں سے مقام ابراہیم وغیرہ چیزیں ہیں جن کا بیت میں بیان فرمایا گیا (مذاکر و خازن واھمی)

(۲) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

اور یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کی طرف تمام انسانوں کو بلا۔ مذکور ہے کہ آپ نے اس وقت عرض کی کہ باری تعالیٰ میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی جو اب ملا کہ آپ کے مذکور صرف پکارنا ہے آواز پہنچنا یا میرے مذہب۔ آپ نے مقام ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر ابوقیس پکار پھرے ہو کر ندا کی کہ لوگو! تمہارے رب نے ابنا ایک گھر بنایا ہے جس میں تم اس کا حج کرو۔ پہاڑ جگمگ گئے اور آپ کی

آواز ساری دنیا میں گونج گئی۔ یہاں تک کہ باپ کی بیٹہ میں اور ماں کے پیٹ میں جو سب انہیں بھی سنا دی۔ ہر پتھر درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا آواز اولیک پکارا۔ بہت سے سلف سے یہ منقول ہے، پھر فرمایا پیدل کوٹ بھی آئیں گے اور سواریوں پر سواری بھی آئیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۲)

اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جسے طاقت ہو اس کے لئے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ پہلے پیدل والوں کا ذکر ہے پھر سواریوں کا۔ تو ان کی طرف توجہ زیادہ ہوئی اور ان کی ہمت کی قدر دانی کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری یہ تنادہ گئی کہ کاش کہ میں پیدل حج کرتا۔ اس لئے کہ فرمان الہی میں پیدل و اونوں کا ذکر ہے۔ لیکن اکثر بزرگوں کا قول ہے کہ سواری پر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کمال قدرت و قوت کے پیادہ حج نہیں کیا تو سواری پر حج کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اقتداء ہے پھر فرمایا دو روزے حج کے لئے آئیں گے خلیل اللہ علیہ السلام کی، یعنی یہی کی کہ آیت (فاجعلنا منہ من الناس تھوی الیھم) لوگوں کے دلوں کو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے۔ آج نہ دیکھو کہ کونسا مسلمان ہے جس کا دل کعبہ کی زیارت کا مشتاق نہ ہو؟ اور جس کے دل میں طواف کی تمنا نہ تپ رہی ہو۔

اجماع امت سے فرضیت حج کا بیان:

ملک العلماء علامہ کاسانی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف بدائع الصنائع میں حج کی فرضیت پر اجماع کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

"واما الاجماع: فلائن الأمة اجمعت علی فرضیتہ" یعنی تمام امت نے حج کی فرضیت پر اجماع کیا ہے۔

انکہ مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت حج کا بیان:

علامہ علی بن سلطان ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حج کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماع سے حکم ہے۔ قرآن میں اس کی دلیل ہے کہ لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے جو اس کی اس راہ کی طاقت رکھتا ہو اس آیت میں لکھا ہے "علی" بوجہ ایجاب کیلئے آیا ہے۔ لہذا حج فرض ہے۔

جبکہ احادیث میں اس کی فرضیت میں کثیر احادیث موجود ہیں۔ طرح طرح سے حدیث ہے۔ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات پر کہ اللہ کو ایک مانجے ہے نماز کے اہتمام پر، زکوٰۃ کی ادائیگی پر، رمضان کے روزوں پر اور حج پر۔ ایک آدمی نے پوچھا: حج اور رمضان کے روزے؟ انھوں نے کہا: نہیں، رمضان کے روزے اور حج۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم، ۱۶)

(شرح الوکایہ، ج ۱، ص ۵۸۰، میرات)

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حج کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ قرآن سے اس طرح ثابت ہے کہ "لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے" حدیث کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں حج کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی

طرح کثیر احادیث ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔

(المغنی، ج ۳، ص ۱۶۳، بیروت)

علامہ شرف الدین نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ حج ارکان اسلام میں سے کچن ہے اور اس کے فرائض میں سے فرض ہے۔ اور اس آیت ”وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اَلَيْكُمُ سَبِيْلًا“ میں واو تہیہ کا قافہ نہیں کرتی کیونکہ انہوں نے اس سے حج کے کچن ہونے کا استدلال کیا ہے۔ اور احادیث سے جو استدلال ہے اس کا قافہ بھی ہے کہ حج فرض ہے۔

(المجموع، ج ۴، ص ۷، بیروت)

علامہ شہاب الدین قرانی ماکلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:-

ابتداءً ہی نے ارشاد فرمایا: ”وَلَهُ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا“ اس آیت میں حکم کا وصفیت کے طریقے پر بیان ہوا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا اگر فرض ہے۔ اور باقی دلائل اس طرح ہیں جس طرح پہلے فقہاء ائمہ اہل بیتؑ کے ہیں۔ (ذخیرہ، ج ۳، ص ۱۶، بیروت)

عمر میں ایک مرتبہ فرضیت حج کا بیان:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا۔ میں نے فرمایا کہ لوگو! تم سچ فرض کیا کیسے نہ ادا تم سچ کرو یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا تم ہر سال حج کر لو گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی بات کہی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کہہ دوں کہ تم کو تین سال حج ہر سال کے لئے فرض ہو جائے تو اور تم ہر سال حج کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تک میں تمہیں چھوڑ دوں تم مجھے چھوڑ دو (یعنی جو کہہ میں نہ کہا کروں مجھ سے مت بچو میرا)۔ کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ وہ اسی سبب سے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے انبیاء سے بچتے اور ان سے اختلاف کرتے تھے (جیسا کہ بنی اسرائیل کے بارے میں منقول ہے) لہذا جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اس میں سے جو حق تم کرنے کی طاقت رکھتے ہو کرو اور جب میں تمہیں کسی بات سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو (مسلم ترمذی، حاکم، ابی داؤد)

اللہ تعالیٰ نے جب حج کی فریضت کا فرمان نازل فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو امت کے اوپر نافذ کرنے کے لئے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ حج کریں چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے حج کی فریضت بیان فرما رہے تھے تو انہیں حج کرنے کا حکم دے رہے تھے تو ایک صحابی جن کا نام قرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا پہنچے کہ حج رسال کا بیان کیا گا وہ یہ سمجھ کر جس طرح دگر با دہنیں یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ بار بار دیا جاتی ہیں اسی طرح یہ حج بھی مکمل کر لی ہوگی اسی لئے انہوں نے یہ سوال کیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات ناگوار ہوئی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلو توڑ کر اس کو سخت اختیار فرما دیا اور فرمایا۔ جب انہوں نے یہی راہ چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ اس میں

اس سوال کے جواب میں ہاں کہہ دیتا تو یقیناً ہر سال گزرتا فرض ہو جاتا کیونکہ میں یہ جواب اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب دینا چاہتا ہوں۔ اس کے حکم سے میری زبان سے کوئی تشریح یا بات نہیں نکلی، اور اگر ہر سال گزرتا فرض ہو جاتا تو تم میں اتنی طاقت نہ ہوتی کہ ہر سال اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہوتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متنبہ فرمایا کہ کسی بھی دین کے کوئی پھوڑا دو، جو میں فعل کمال کا حکم دوں تو مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ میں فعل کتنا ہے اور کیسا ہے جب تک میں خود یہ بیان نہ کروں کہ میں فعل کتنا کیا ہے اور اس طرح کیا جائے۔ میں جس طرح کہوں تم اسی طرح ادا کرو۔ اگر کسی فعل کے بارے میں بائید و تعین اور اعدا کے مطلق حکم کروں تو اس حکم کی اسی طرح بجا آوری کرو اور اگر یہ بیان کروں کہ اس فعل کو اتنی بار ادا کرنا ہے اتنی ہی بار ادا کرنا ہو جائے۔ وہ اس کی یہ ہے کہ میں دینا یا نہیں اسی لئے آئی ہوں کہ تم تک اسلام کے احکام کو پوری وضاحت کے ساتھ پہنچاؤں اور شریعت کو بیان کروں جو بات جس طرح ہوتی ہے اسے اسی طرح بیان کرتا ہوں۔ تمہارے سوال کی کوئی ضرورت یا فیہ نہیں رہتی۔

پھر آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احکام کی ہوا آدوں کے سلسلے میں تائید و سہاؤ کے طور پر فرمایا کہ فساتو امنہ مااستطعم (اس میں سے جو کچھ تم کرنے کی طاقت رکھتے ہو کرو) یعنی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے کی تم جتنی بھی طاقت رکھتے ہو اس کے مطابق عمل کرو یا پھر یہ کہ اس جملہ کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیع حرج پر ارشاد فرمایا کہ کشتا نماز کے بعض شرائط اور کارکن ادا کیجئے کہ تم اگر یہ جہو تو جس قدر ہو سکے ادا کر دو، جو تھے نہ ہو سکے اسے چھوڑ دو جیسے اگر تم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکو تو کھڑے نماز پر سوجھو، اگر بیٹھ کر پڑھنے سے بھی کہ جزو پڑھ لینے ہی لینے پر سوجھو مگر یہ سوجھو نہ ہو، اسی پر دوسرے احکام و اعمال کو بھی اسی کی کیا جاسکتا ہے۔

حج کی فوری یا تاخیر سے ادائیگی میں مذاہب اربعہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ جلدی کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص حج کرنے پر قادر ہو اور حج کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ جلدی کرے اور اس فرض کو ادا کرنے کے لئے کہے ہوئے موقع کو قیمت جانے کیونکہ تاخیر کرنے کی صورت میں من معلوم تک رکاوٹیں پیدا ہو جائیں اور مآل کار انست عظمیٰ سے محرومی رہے۔

اس بارے میں کج رج علی القیود واجب ہے یا علی التراخی؟ حنفیہ کے ہاں سب سے صحیح قول یہ ہے کہ جب حاج واجب ہو یعنی شرائط حج جائے گا میں اور حج کا وقت آجائے نیز قہر فذل جائے (بشرطیکہ قہر کی ضرورت ہو) سب سے زیادہ مانے میں بغیر قہر کے سفر کا تقریباً تین ماہ (توڑا سال) حج کرے دوسرے سال تک تاخیر نہ کرے، اگر کوئی شخص یا عذر کی بنا پر سال کا اخیر کرے گا تو وہ فاسق کہلائے گا اور شرعی نقطہ نظر سے اس کی کوئی قبول نہ ہوگی۔ یعنی وہ شرعی نظر میں ناقص اعتبار قرار پائے گا یہاں تک کہ اس عمر میں اس کے اسباب (ج ک جن کی وجہ سے اس پر حج واجب ہوا تھا) جا رہے ہوں گا تو اس کے ذمہ فرض سادق نہیں ہوگا بلکہ باقی

رہے گا (جس کی وجہ سے حج نہ کر سکنے کی صورت میں گنہگار ہوگا) حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کے ہاں واجب علی التراخی ہے یعنی آخر عمر تک حج میں تاخیر جائز ہے جیسا کہ نماز میں آخر وقت تک تاخیر جائز ہے، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ کا یہی بھی قول ہے لیکن اس سلسلے میں دونوں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تاخیر اسی وقت جائز ہو گی جب حج کے فوت ہو جائے گا گمان نہ ہو، اگر یہ گمان ہو کہ تاخیر کرنے میں فوت ہو جائے گا (یعنی کبھی حج نہیں کر سکتا) تو پھر تاخیر نہ کرے، اس صورت میں اگر کوئی شخص حج فرض ہونے کے باوجود بغیر حج کے مرے گا تو تمام یہی علماء کے نزدیک گنہگار مرے گا چنانچہ حج نہ کرنے کا اس سے مواخذہ ہوگا۔

حلی علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے شرائط حج پائے جانے کے بعد حج میں تاخیر کی اور اس عرصے میں اس کا مال و زر تلف ہو گیا تو وہ فرض لے کر حج کرے اگرچہ اس فرض کی ادائیگی پر وہ قادر نہ ہو اور اس بات کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فرض کی عدم ادائیگی پر مواخذہ نہیں کرے گا بشرطیکہ اس کی نیت یہ ہو کہ میرے پاس جب بھی مال آ جائے گا میں حج فرض ضرور ادا کروں گا۔ (شرح الوافی فی مسائل الہدایہ، ج ۲، ص ۲۰۰، بیروت)

علماء ابن قدامہ رحمہ اللہ حلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ جو شخص حج کی استطاعت رکھتا ہو اور حج کے فرض ہونے کی تمام شروط متوفر ہوں تو اس پر فوراً حج فرض ہو جاتا ہے اس لیے اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنی جائز نہیں۔

"جس پر حج واجب ہو چکا ہو اور وہ اس کے لیے حج کرنا ممکن بھی ہو تو اس پر حج کی فوری ادائیگی واجب ہوگی، اور اس کے لیے حج کی ادائیگی میں تاخیر کرنی جائز نہیں، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا قول یہی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ حج فرض کیا ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھے، اور جو کوئی کفر کرے۔ تو اللہ تعالیٰ (اس سے) اور مارے جہان والوں سے بے پرواہ ہے (آل عمران 97) امر فوراً بدلائل کرتا ہے، اور حدیث میں بھی کہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے: جو حج کرنا چاہتا ہے وہ جلدی کرے" مسند احمد، ابوداؤد، ابویزید، ابن ماجہ سے اسے روایت کیا ہے، اور مسند احمد ابی داؤد ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ۔ جو سکتا ہے مرض یا بیمار ہو جائے، اور سوار ہو گیا ہو جائے اور کوئی ضرورت پیش آ جائے" اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

امر فوراً بدلائل کرتا ہے کا معنی یہ ہے کہ: مفکف پر واجب ہے کہ اسے جس کا حکم دیا جا رہا ہے جیسے ہی اس کا ممکن ہو اسے فوری طور پر سرانجام دے، اور اس میں تاخیر کی ضرورت نہیں ہے۔ (المغنی، کتاب الحج)

حج میں زادراہ خود لے جانے کا بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کن والے جب حج کرنے آئے تو زادراہ ساتھ نہیں لائے تھے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو توکل کرنے والے ہیں اور پھر جب وہ مکہ میں آئے تو لوگوں سے مانگتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کرنے کے لیے یہ

آیت نازل فرمائی (وَتَوَكَّلْ عَلَى الْوَدَّادِ الْغَفُورِ) 2۔ البقرہ 197) اور جب حج کو لینے لگو تو زادراہ صرور ساتھ لے کر دیکھ سب سے بڑی بات اور خوبی زادراہ میں گداری ہے۔ (بخاری)

ان لوگوں نے توکل کو زادراہ کا درجہ دیا تھا اور یہ سمجھتے تھے کہ حج کے ضروری اخراجات کی فراہمی سے قطع نظر توکل بہترین چیز ہے لیکن حقیقت میں نہ تو وہ توکل تھا نہ یہ کوئی ایسی بات تھی کہ حج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچ کر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے جائیں جو اس کی شرف و عظمت کے خلاف ہے اس لئے فرمایا گیا ہے کہ سب سے بڑی بات اور خوبی یہ ہے کہ زادراہ اپنے ساتھ رکھو اور گداری سے بچو۔

اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ حج کے ضروری اخراجات ساتھ رکھے بغیر اس شخص کے لیے جانا درست نہیں ہے جس کے نفیس میں توکل کی قوت نہ ہو اور اس کو غالب گمان ہو کہ میں شکایت دے مگر اگر کسی میں مبتلا ہو کر خود بھی پوری طبیعت اور سکون کے ساتھ افعال حج ادا کر سکوں گا اور دوسروں کو بھی پریشانی میں مبتلا کر دوں گا۔

آیت اور حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اتنا وسائل اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے چنانچہ کالمین کے نزدیک یہ افضل ہے کہ ہاں اگر کوئی بغیر اسباب کے صرف توکل ہی کو اختیار کرے تو اس میں بھی کوئی مضرت نہیں ہے بشرطیکہ اپنے عزم و ارادہ پر مستحکم و مضبوط رہ کر صبر کرے اور ایسا کوئی بھی کام نہ کرے جو حق تعالیٰ توکل کے منافی ہو۔

حج کی تاکید اور تارک کر کے لیے وعید کا بیان:

حج فرض ہو جانے کے بعد بلا عذر اس میں تاخیر نہ کی جائے، جلد از جلد ادائیگی کی کوشش کرے، حج کے بارے میں احادیث میں بہت تاکید اور باوجود قدرت و استطاعت کے نہ کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن کے کتاب المناکب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ جلدی کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن کے ابواب الحج، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص زادراہ اور سوار کا مالک ہو کہ وہ بیت اللہ تک پہنچا دے تو اس کے یہودی، یا نصرانی مر جائے میں (اور بغیر کیے مرنے میں) کوئی فرق نہیں اور یہ (وعید) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی خوش دودی کے لیے لوگوں پر کبھ کا حج ضروری ہے، جو وہاں تک پہنچ سکا ہو۔

اس حدیث کی شرح میں ماعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ استطاعت کے باوجود فرضیت کا منکر ہونے کی وجہ سے حج نہیں کیا تو یہود و نصاریٰ کے ساتھ کفر میں مشابہت ہوگی اور اگر کافلی و سستی کی وجہ سے بغیر عذر کے حج نہیں کیا تو مشابہت گناہ میں ہوگی۔

حدیث بالا کا مضمون ایک اور حدیث میں بھی وارد ہوا ہے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو حج کرنے سے کوئی کھلی ہوئی ضرورت، یا کوئی عالم بادشاہ، یا کوئی معذور کر دینے والا مرض نہ روکے اور وہ بغیر حج

کیے مر جائے تو اسے اختیار ہے، چاہے بیہودی مرے، چاہے لہرائی مرے۔

بیہودہ نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، جید اللہ الباغدیس فرماتے ہیں کہ تبارک حج کو بیہودی اور نصرانی کے ساتھ مشابہہ قرار دینے میں نکتہ یہ ہے کہ بیہودہ نصاریٰ نذر توڑتے تھے لیکن حج نہیں کرتے تھے۔

حج کی شرائط کے دلائل کا بیان:

وَأَمَّا شَرُطُ الْحُرِّيَّةِ وَالْبُلُوغَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَيُّمَا عَبْدٍ حَجَّ عَشْرَ حَجَجٍ ثُمَّ أَغْنَى فَعَلَيْهِ حَجَّةُ الْإِسْلَامِ، وَأَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ عَشْرَ حَجَجٍ ثُمَّ بَلَغَ فَعَلَيْهِ حَجَّةُ الْإِسْلَامِ) وَلَأنَّهُ عِبَادَةُ وَالْعِبَادَاتُ بِأَسْرَها مَوْضُوعَةٌ عَنِ الصَّبِيَّانِ

وَالْعَقْلُ شَرُطٌ لِصَحَّةِ التَّكْلِيفِ. وَكَذَا صَحَّةُ الْحَوَائِجِ لِأَنَّ الْعَجْزَ دُونَهَا لَا زَمَ وَالْأَعْمَى إِذَا وَجَدَ مَنْ يَكْفِيهِ مَوْنَةً سَفَرِهِ وَوَحَدَ زَادًا وَرَاحِلَةً لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَجُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ خِلَافًا لَهُمَا، وَقَدْ مَرَّ فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ. وَأَمَّا الْمُفْعَدُ، فَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَجِبُ لِأَنَّهُ مُسْتَطِيعٌ بغيرِهِ فَأَشْبَهَ الْمُسْتَطِيعَ بِالرَّاحِلَةِ.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ لَا يَجِبُ لِأَنَّهُ غَيْرُ قَادِرٍ عَلَى الْإِدَاءِ بِنَفْسِهِ، بِخِلَافِ الْأَعْمَى لِأَنَّهُ لَوْ هَدَى يُوَدِّي بِنَفْسِهِ فَأَشْبَهَ الصَّالِّ عَنَّهُ، وَلَا بُدَّ مِنَ الْقُدْرَةِ عَلَى الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ، وَهُوَ قَدَرٌ مَا يَكْتَرِي بِهِ شَيْءٌ مُحْمِلٍ أَوْ رَأْسَ رَاِمِلَةٍ، وَقَدَرُ النَّفَقَةِ ذَاهِبًا وَجَائِزًا، (لَأنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سِيلَ عَنِ السَّبِيلِ إِلَيْهِ فَقَالَ: الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ) وَإِنْ أُمِّكُنْهُ لَا يَكْتَرِي عَقَبَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَلَأنَّهُمَا إِذَا كَانَا يَتَعَاقَبَانِ لَمْ نَوْجِدِ الرَّاحِلَةَ فِي جَمِيعِ السَّفَرِ.

ترجمہ:

اور آزادی و بلوغ کی شرط اس وجہ سے لگائی گئی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر کسی غلام نے دس حج کی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اس پر اسلام کا حج فرض ہے۔ اور جس بچے نے دس حج کی پھر وہ بالغ ہو گیا تو اس پر اسلام کا حج فرض ہے۔ کیونکہ ایک عبادت ہے۔ اور بچوں سے تمام عبادات کو اٹھایا گیا ہے۔ اور صحت و عقلت کیلئے عقل شرط ہے۔ اور اسی طرح اعضاء کو تندرست ہونا شرط ہے کیونکہ اعضاء کی سلامتی کے بغیر ہجر لازم آئے گا۔

اور دنیا چاہا ایسے بندے کو پائے جو اس کی سفری مشقت کو دور کرنے والا ہو اور زوارہ اور سواری بھی پائے تب بھی امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر حج فرض نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین نے اختلاف کیا ہے جو کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے۔

مفلوج الرجل کے بارے میں حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس پر واجب ہے کیونکہ وہ دوسرے کے ساتھ استطاعت رکھتا ہے۔ لہذا وہ راحلہ کے ساتھ استطاعت رکھنے والے کی طرح ہو گیا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مفلوج الرجل پر حج فرض نہیں ہے کیونکہ وہ خود بہ خود اس پر قادر نہیں ہے بخلاف نابینا کے کیونکہ اگر اس کی کوئی مدد کرنے وال ہو تو وہ بالاعتقاد خود ادا کرنے والا ہے لہذا وہ مقام حج سے پہنچنے والے کے مشابہ ہو گیا۔

اور زوارہ اور سواری پر قادر ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ انتہا مال ہو جس سے سواری ایک شق یا ایک راس زائد کرانے پر لے سکے۔ اور آنے جانے کے نقد پر قدرت رکھنے والا ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے راہ حج سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ زوارہ اور سواری ہے۔ (حاکم) اور اگر عقیدہ (باری) کرانے پر قابل کرنے کی طاقت ہو تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔

کیونکہ یہ دونوں اشخاص جب باری سے حواری کرتے ہیں تو تمام سفر میں راحلہ نہ پایا گیا۔

حج کیلئے تدریج کے لزوم کا بیان:

علامہ علاء الدین ہسلی خانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حج ہر قسم آزاد بالغ صحت مند پر لازم ہے (یعنی ہر اس آفت سے محفوظ ہو جس کے باوجود سفر نہیں کیا جاسکتا، پس لو لے، فاع، زودہ اور ایسے بڑے بوڑھے پر حج فرض نہیں جو سواری پر قائم نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح دنیا چاہے بھی فرض نہیں اگرچہ کوئی اس کا معاون ہو، امام صاحب کے ظاہر مذہب کے مطابق ندان کی ذوات پر لازم اور ندان پر نائب ہونا لازم ہے، اور ایک روایت صاحبین سے یہی ہے۔ ظاہر اور روایت صاحبین سے یہ ہے کہ ان پر حج بدل کر مانا لازم ہے، تنقہ سے ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کا قول متضاد ہے،

علامہ اسبغیابی میں اسی طرح ہے فتح میں اس کو توئی کہا۔ المصاب میں تصحیح اقوال میں اختلاف منقول ہے، اسی کی شرح میں ہے کہ نہایت سے پہلے قول لکھ لیا گیا ہے، بحر امین میں ہے کہ یہی مذہب صحیح ہے، قاضین نے شرح الجامع میں دوسرے قول کو صحیح کہا ہے، اور اسے غیر الشائع نے اختیار کیا۔ (درمختار، ج ۱، کتاب الحج، مطبع جہانگیر دہلی)

سواری اور زوارہ کی شرط کا بیان:

علامہ شامی خانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ایسے زوارہ اور سواری پر قادر ہو جو اس کی ضروریات سے آزاد ہو، ان میں اس کی رہائش اور اس کی مرمت بھی ہے، اگر اس کے پاس مال ہے کہ وہ رہائش اور دوام خریدتے ہو اور باقی انتہا مال نہیں بچتا جو حج کے لیے کافی ہو اس پر حج فرض نہیں ہوگا، خلاصہ۔ اور سفر میں ہے اگر وہ کسی کاروبار کا محتاج ہے تو اس کے لیے سرمایہ کا باقی رہنا بھی شرط ہے اور اگر محتاج نہیں تو پھر یہ شرط نہ ہوگی، مختلف لوگوں کے اعتبار سے سرمایہ مختلف ہو سکتا ہے، تجربہ اور کاروبار سے مراد اتنا ہے جس سے اپنی اور اپنے عیال کے لیے بقدر کفایت روزی حاصل ہو سکے۔ (رد المحتار، ج ۲، ص ۱۵۶، مطبع جہانگیر دہلی)

تا بالغ کو بھی حج کا ثواب ملتا ہے جبکہ بعد بلوغت حج فرض ساقط نہ ہوگا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر حج کے دوران روحاء میں جو مدینہ سے ۳۶ کوس کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام تھا ایک قافلے سے ملے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون قوم ہو؟ قافلہ والوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں پھر قافلہ والوں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ہوں یہ سن کر ایک عورت نے ایک لڑکے کا ہاتھ میں سے رکھ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پلڑا نہ باندھیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا اس نے حج کا ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور تمہارے لئے بھی ثواب ہے۔ (مسلم، ابوداؤد)

عورت کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کا مطلب یہ تھا کہ اگر کچھ نابالغ ہے اور اس پر حج فرض نہیں ہے۔ لیکن اگر حج میں جئے گا تو اسے نفل حج کا ثواب ملے گا اور چونکہ تم اس بچے کو نفل حج کا سہارا دینی، اس کی خبر گیری کرو گی اور پھر یہی کہ تم ہی اس کے حج کا باعث ہو گی اس لئے تمہیں بھی ثواب ملے گا۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی نابالغ حج کرے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوگا اگر نابالغ ہونے کے بعد فرضیت حج کے شرائط پائے جائیں گے تو اسے دوبارہ پھر کرنا ہوگا، اسی طرح اگر غلام حج کرے تو اس کے ذمہ سے بھی فرض ساقط نہیں ہوتا، آزاد ہونے کے بعد فرضیت حج کے شرائط پائے جانے کی صورت میں اس کے لئے دوبارہ حج کرنا ضروری ہوگا۔ ان کے برخلاف اگر کوئی مفلس حج کرے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا۔ مال دار ہونے کے بعد اس پر دوبارہ حج کرنا واجب نہیں ہوگا۔

نابالغ سے فرض حج اس لئے بھی ساقط نہ ہوگا کیونکہ وہ فرض کی نیت کا اہل نہیں ہے۔ اور یہی دلیل غلام وغیرہ کے بارے میں بھی ہے۔

زارعہ اور ارحلہ گھریلو ضروریات سے زائد ہو:

وَيُسْتَحَرُّ أَنْ يَكُونَ فَاضِلًا عَنِ الْمَسْكِنِ وَعَمَّا لَا يَدُّ مِنْهُ كَالْخَادِمِ وَأَتَاثِ النِّبْتِ وَيَتَبَاهَى، لِأَنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ مَشْغُولَةٌ بِالْحَاجَةِ الْأَصْلِيَّةِ، وَيُسْتَحَرُّ أَنْ يَكُونَ فَاضِلًا عَنْ نَفَقَةِ عِيَالِهِ إِلَى حِينَ عَوْدِهِ، لِأَنَّ النَّفَقَةَ حَقٌّ مُسْتَحَقٌّ لِلْمَرْأَةِ، وَحَقُّ الْعَبْدِ مُقَدَّمٌ عَلَى حَقِّ الشَّرْعِ بِأَمْرِهِ.

وَلَيْسَ مِنْ شَرْطِ الْوُجُوبِ عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَمَنْ حَوْلَهُمُ الرَّاحِلَةَ، لِأَنَّهُ لَا تَلَحُّقُهُمْ مَشَقَّةُ زَالِسَةٍ فِي الْأَدَاءِ فَاضِيَةً السَّعْيَ إِلَى الْجُمُعَةِ وَلَا يَدُّ مِنْ أَمْنِ الطَّرِيقِ لِأَنَّ الْإِسْطَاعَةَ لَا تَبْثُثُ دُونَهُ.

ثُمَّ قِيلَ: هُوَ شَرْطُ الْوُجُوبِ حَتَّى لَا يَجِبَ عَلَيْهِ الْإِبْيَاضُ وَهُوَ مَرُوءٌ عَنْ أَبِي حَوَيْفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ. وَقِيلَ: هُوَ شَرْطُ الْأَدَاءِ دُونَ الْوُجُوبِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَسَرَ الْإِسْطَاعَةَ بِالزَّادِ وَالرَّاحِلَةَ لَا غَيْرَ.

ترجمہ:

اور یہ بھی شرط لگا دی گئی ہے کہ اس کا یہ مال رہنے کی جگہ اور ضروریات زندگی سے زائد ہو جس طرح خادم، گھریلو اشخاص اور کپڑے ہیں۔ کیونکہ یہ اشياء حاجات اصلیہ کے ساتھ ملے والی ہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ اس شخص کے لئے تنگ اس کے عمال سے نفقہ زائد نہ ہو۔ کیونکہ نفقہ عورت حق واجب رکھتا ہے۔ اور حکم شریعت کے مطابق بندے کا حق شریعت کے حق پر مقدم ہوتا ہے۔ (قد عہدہ تھیں) اور کہ والدین کیلئے اور ان کے گرد و نواح والوں کیلئے واجب حج کہنے کا واحد شرط نہیں ہے کیونکہ انہیں حج کرنے کیلئے کوئی زائد مشقت ملنے والی نہیں ہے۔ لہذا یہ جمعہ والی سعی کے مشابہ ہو گیا اور راستے کا پرمان ہو گیا لازم ہے کہ کوئی راستے کے پرمان نہ ہونے کی صورت استطاعت ثابت نہ ہوگی۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ راستے کا پرمان ہو ہیو جب کی شرط ہے یہاں تک کہ اس پر وصیت کرنا واجب نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ شرط ادا ہے شرط وجوب نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضاحت صرف زارعاہ اور ارحلہ کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔

زارعہ اور اسواری کی وجہ سے وجوب حج کا بیان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ رسول اللہ! کون سی چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زارعہ اور اسواری۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

سوال کون سی چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ کا مطلب یہ ہے کہ حج واجب ہونے کی شرط کیا ہے؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چیز کو زارعہ بتایا جس کی مراد یہ ہے کہ اتنا مال و زر جو سفر حج میں جانے اور آنے کے اخراجات اور ادائیگی اہل و عیال کی ضروریات کے لئے کافی ہو اور دوسری چیز سواری بتائی جس پر سوار ہو کر بیت اللہ تک پہنچا جائے اگرچہ حج کے واجب ہونے کی شرط اس میں گھر یہاں بطور خاص ان ہی دونوں چیزوں کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اصل میں یہی دو شرائط ایسی ہیں جو حج کے لئے بنیادی اور ضروری اسباب کا درجہ رکھتے ہیں۔

یہ حدیث حضرت امام مالک کے مسلک کی تردید کرتی ہے ان کے ہاں اس شخص پر بھی حج واجب ہوتا ہے جو زیادہ پسنے پر قادر ہو اور تجارت یا محنت مزدوری کے ذریعہ سفر حج کے اخراجات کے بقدر پسنے پر بھی حاصل کر سکتا ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ

حاجی کی صفت و کیفیت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہزار اور سو، پرگندہ پال اور پسینہ میل کی وجہ سے آؤ آتی ہو (یعنی ذریعہ دینیت سے مکمل اجتناب جیسا کہ عشق صادق اور محبت ظلم کی علامت ہوتی ہے) پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ حج میں (ارکان کے بعد) کون کی چیزیں بہت زیادہ ثواب کی حامل ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لیک کے ساتھ آواز بلند کرنا اور قرآنی یاہدی کے جانور کا خون بہانا۔ اس کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کس چیز کی؟ یعنی قرآن کریم میں حج کے سلسلہ میں جو یہ فرمایا گیا ہے آیت (من استطاع اليه سبيلا) تو اس آیت میں سبیل سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زاوراہ اور ساری۔ (شرح الترمذی) نیز اس روایت کو ان ماجنے نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے لیکن انہوں نے حدیث کا آخری حصہ یعنی ختام آخر (اس کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہوا) سے آخر تک ذکر نہیں کیا ہے۔

بیاری سے تندرست ہونے والے کے حج کا بیان:

تندرست ہو کہ حج جو بکے، اعضہ سلامت ہوں، انکی راہو، اپنا حج اور فوج والے اور جس کے پاؤں کے ہوں اور بوڑھے پر کہ سواری پر خود بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں۔ یو ہیں اندھے سے بھی واجب نہیں اگرچہ ہاتھ بڑکے ملنے چلنے والا اُسے ملے۔ ان سب پر یہ بھی واجب نہیں کہ کسی کو بیچ کر اپنی طرف سے حج کرادیں یا وصیت کر جائیں اور اگر تکلیف اٹھا کر حج کرنا صحیح ہو گیا اور جہہ الاسلام ادا ہو یعنی اس کے بعد اگر اعضا درست ہو گئے تو اب دوبارہ حج فرض نہ ہوگا وہی پہلا حج کافی ہے۔

اگر پہلے تندرست تھا اور دیگر شراکط پائے جاتے تھے اور حج نہ کیا پھر اپنا حج غیرہ ہو گیا کہ حج نہیں کر سکتا تو اس پر وہ حج فرض باقی ہے۔ خود نہ کر سکے تو حج کر دے۔ خواہ سواری اس کی ملک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے۔

کسی نے حج کے لیے اس کو اتنا مال نہ ہجرت کر دیا کہ حج کرے تو حج فرض نہ ہوا کہ اباحت سے ملک نہیں ہوتا اور فرض ہونے کے لیے ملک درکار ہے، خواہ مہاجر کرنے والے کا پاس ہر اسان ہو جیسے غیر لوگ باندہ ہو جیسے ماں، باپ، اولاد۔ یو ہیں اگر عاری ہیں تو سواری مل جائے گی جب بھی فرض نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری، ۱، ص ۲۳۸)

عورت کیلئے بغیر حرم کے حج پر جانے کی ممانعت کا بیان:

قَالَ (وَمُعْتَرِفِي الْمَرْأَةِ أَنْ يَكُونَ لَهَا مُحَرَّمٌ تَحْجُّ بِهِ أَوْ ذَوْجٌ، وَلَا يَحْجُورُ لَهَا أَنْ تَحْجَّ بِغَيْرِهِمَا إِذَا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ مَسِيرَةٌ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَحْجُورُ لَهَا الْحَجُّ إِذَا خَوَّجَتْ فِي ذَفَقَةٍ وَمَعَهَا نِسَاءٌ فَقَاتَ لِحَصُولِ الْأَمْنِ بِالْمَرْأَةِ.

وَلَكِنَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَحْجُنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مُحَرَّمٌ) وَلَئِنْهَا يَلُونُ الْمَحْرَمُ يُخَافُ عَلَيْهَا الْفِتْنَةَ وَتَرَدُّدًا بِانْضِمَامِ غَيْرِهَا إِلَيْهَا، وَلِهَذَا تَحْرَمُ الْخَلْوَةُ

بِالْأَجْنِبَةِ وَإِنْ كَانَ مَعَهَا غَيْرُهَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ أَقْلٌ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، لِأَنَّهُ يَبَاحُ لَهَا الْخُرُوجُ إِلَى مَا دُونَ السَّفَرِ بِغَيْرِ مُحَرَّمٍ.

ترجمہ:

فرمایا، اور عورت کیلئے حکم دیا جائے گا کہ اس کیلئے حرم ہو جس کے ساتھ وہ حج کرے۔ یا اس کا خاندان ہو۔ اور ان دونوں کے سوا عورت کیلئے حج پر جانا جائز نہیں ہے۔ جب اس عورت اور مکہ کے درمیان تین دن کی مسافت ہو۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عورت کیلئے حج کا جانا جائز ہے جبکہ وہ ساتھ والیوں کے ساتھ نکلے اور اس کے ساتھ لشکر ہو جس میں کیونکہ ان کے ساتھ سے امن حاصل ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ کوئی عورت حرم کے بغیر حج پر نہ جائے۔ (سنن دارقطنی) کیونکہ بغیر حرم کے نکلنے کا اندیشہ ہے اور اس کے ساتھ اس کے سوا (حرم) ملنے سے فتنے میں اضافہ ہوگا۔ اسی دلیل کی بنیاد پر اپنی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ اس کے سوا بھی ہو۔ بخلاف اس کے کہ جب اس کے درمیان اور مکہ کے درمیان تین دن سے کم مسافت ہو۔ کیونکہ یہ سفر (شرعی حکم کے اطلاق والے) بغیر حرم عورت کیلئے جائز ہے۔

عورت کیلئے حرم کے بغیر حج پر جانے کی ممانعت کا بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص عورت کے ساتھ وضو نہ کرے (یعنی انہیں مرد و عورت کسی جگہ تنہا ہی نہ ہوں) اور کوئی عورت حرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اٹل غزوہ میں میرا نام لکھا جا چکا ہے (یعنی فلاح جہاد جو درپیش ہے اور وہاں جوں جوں سفر کرنا پڑے گا) اس میں میرا نام بھی لکھا جا چکا ہے کہ میں بھی لشکر کے ہمراہ جاؤں (اور حالانکہ میری بیوی نے سفر حج کا ارادہ کر لیا ہے) تو کیا کروں؟ آیا جہاد کو جاؤں اور بیوی کو اکیلا حج کے لئے جانے دوں یا بیوی کے ساتھ جاؤں اور جہاد میں نہ جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (کیونکہ جہاد میں جانے والے تو بہت ہیں لیکن جہاد کی بیوی کے ساتھ جانے والا تمہارے علاوہ اور کوئی حرم نہیں ہے۔ بخاری و مسلم)

• اجنبی عورت و مرد کے لئے حرام ہے کہ وہ تنہائی میں یک جا ہوں۔ اسی طرح عورت کو بقدر مسافت سفر (یعنی ۳۸ میل یا ۸۱ کلو میٹر) یا اس سے زائد مسافت میں خاندانی حرم کے بغیر سفر کرنا حرام ہے حتیٰ کہ سفر حج میں بھی عورت کے لئے اس کے خاندانی حرم کا ساتھ ہونا واجب حج کے لئے شرط ہے یعنی عورت پر حج اسی وقت فرض ہوتا ہے جب کہ اس کے ساتھ خاندانی حرم ہو۔

جبہر علماء کا اتفاق یہ ہے کہ عورت پر حج کے وجوب کے لئے اصل قاعدہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حرم ہو۔ یہ عورت کی عزت افزائی کے لئے ہے تا کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص رہے جو اس کی نگہداشت، تحفظ، اور خدمت کی ذمہ داری انجام دے سکے

عورت کیلئے شرط محرم میں تقدشافتی و حنفی کا اختلاف:

علامہ نووی رحمہ اللہ علیہ اصرار کرتے ہیں۔ کہ عورت کا محرم کے بغیر حج پر جانے کی دوسو تیس ہیں ایک یہ ہے ایک شخص کے ساتھ بہت ساری عورتیں ہوں وہ ان سب کا محرم ہو تو یہ جائز ہے۔ اور اگر اس عورت کے ساتھ بہت ساری عقد عورتیں ہوں تو اس کے بارے میں دو روایات ہیں۔ جس کو امام نووی اور دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے۔ کہ سفر حج کیلئے جائز ہے۔ جبکہ دوسری روایت جس میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے نص بیان کی گئی ہے اس میں یہ ہے با اتفاق یہ سفر جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے استدلال کا تقدہ ضعیف ہے۔ (مجموع، ج ۶، ص ۵۶، بیروت)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کہتے ہیں۔ جب کوئی اجنبی شخص اجنبی عورت سے تیسرے کے بغیر خلوت کرے تو علماء کرام اس کی حرمت پر متفق ہیں، اور ایسی طرح اگر اس کے ساتھ چھوٹی عمر کا بچہ ہو جس سے شرم نہ آتی ہو تو حرام خلوت زائل نہیں ہوتی۔ اور شہر بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ کہ جس شخص سے خلوت زائل ہو سکتی ہے اسے بڑی عمر کا ہو یا ضروری ہے لہذا بچہ کی موجودگی کافی نہیں ہوگی، اور بعض عورتیں جو یہ گمان کرتی ہیں کہ جب ان کے ساتھ کوئی بچہ ہو تو خلوت زائل ہو جاتی ہے ان کا یہ گمان غلط ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ۵۲۱۰)

علامہ محمد امین شامی حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ کہ یہ دونوں اس بنا پر ہیں کہ خاوند یا محرم کا ہونا جس کے لیے شرط ہے یا وجوب ادا کے لیے، فتح میں جو بخار دے وہ ہے کہ کھٹ اور اگر اس پر اس کو ہو تو وجوب ادا کے لیے شرط ہے، اگر مرض یا راستہ کا خوف مانع ہے تو حج کے بارے میں وصیت لازم ہوگی یہ نہ خدا اور محرم نہیں تو محرم کی عدم موجودگی میں کاح کر، ضروری ہوگا، اور پہلے قول پر ان میں سے کوئی چیز بھی واجب نہیں جیسا کہ بخار دہ نہیں ہے، بدائع نے اول کو صحیح بتایا اور یہی ہے قاضی خاں کی انتہا میں دوسرے کو ترجیح دی ہے، اور فتح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (رد المحتار، ج ۲، ص ۱۵۸، الجہانے زلی)

اگر کسی عورت کا محرم نہ ہو تو اس کے بارے فقہی مذاہب اربعہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فقہین کی یہ روایت بھی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے تھے کہ "کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ برزقہ میں نہ رہے، اور کوئی عورت برزقہ کے بغیر سفر نہ کرے" پس ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے دریافت کیا اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے فلاں غزوہ میں شرکت کا ارادہ کیا ہے، اور میری بیوی حج کے لئے نکلی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔"

لیکن علماء کے درمیان اس عورت کے سلسلہ میں اختلاف ہوا ہے کہ شوہر نہ ہو اور اس کا کوئی محرم اس کے ساتھ لٹنے کے لئے آدہ نہ ہو۔ ایک جماعت کی یہ رائے نقل کی گئی ہے کہ وہ عورت حج نہیں کرے گی، احناف کا مابین فتویٰ ہے، مالک، شافعی اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے وہ رمضان والی رفاقت کے ساتھ سفر کرے گی جیسا کہ شہنشاہی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے

ت۔ وہ شخص بھی کسی عورت سے محرم کے بغیر خلوت نہ کرے، اور محرم کے بغیر کوئی عورت بھی سفر نہ کرے، تو ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیوی حج کے لیے جارہی ہے اور میں نے فلاں غزوہ میں اپنا نام لکھوا رکھا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے گئے: جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ جا کر حج کرو۔

امام حسن، امام غزالی، امام احمد، اسحاق، ابن منذر، اور دیگر فقہاء کا بھی یہی قول ہے، اور مندرجہ بالا آیت اور عورت کو بغیر محرم اور خاوند سے سفر کی یہی والی احادیث کے عدم کی بنا پر صحیح قول بھی یہی ہے۔ اور امام شافعی، امام مالک، مالک، اور ابی رحمہم اللہ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور ہر ایک نے ایک شرط رکھی ہے۔

شرط محرم میں فقہ حنفی کی ترجیح میں دلائل کا بیان:

ابو ہریرہ اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا یسجلن لامرأۃ فی سفر من غیرہا" واللہم والیوم الساجد ان نسافر سقرا فوق قلائیہ انیام فصاعدا" اِلَّا وَمَعَهَا اَبُوہَا اَوْ اَخُوہَا اَوْ زَوْجُہَا اَوْ اَبْنُہَا اَوْ ذُو مَحَرَمٍ مَعَهَا"

اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے باپ یا اپنے بھائی یا اپنے شوہر یا اپنے بیٹے یا کسی محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ سفر کرے۔

انہوں نے یہی روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ غزوہ میں شریک ہے اور اس کی بیوی حج کے لئے چلی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا: "حج مع امرأتک" اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

ان دونوں اور دیگر نصوص کی روشنی میں عورت کے لئے حج فرض ہونے کی محرم کی شرط کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک شوہر یا محرم کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شرط نہیں بلکہ اس کی حفاظت شرط ہے۔ اور آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ شوہر یا محرم یا قابل اعتماد عورتوں کے ساتھ ہونے سے تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اگر عورت بھی ساتھ ہو تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اتنا کام اور حفاظت ہوتی ہے کہ کسی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ خود قافلہ کے ساتھ اکیلے ہی محفوظ ہوتی ہے۔

اور مالکیوں کے نزدیک اگر ان یقینی ہو تو عموماً سفر کے لئے محرم کی شرط نہیں، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک عورت پر حج فرض ہونے کے لئے شوہر اور محرم کا ہونا شرط ہے۔ اور انہی سے ایک روایت میں ہے کہ فرض حج کے لئے یہ شرط نہیں۔

ابن حزم نے اپنی کتاب المکلی میں اسکو ترجیح دی کہ سفر حج میں شوہر اور محرم کی موجودگی واجب نہیں ہے۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی اسے نہ ملے تو وہ حج کر لے اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اور جنہوں نے شوہر اور محرم کی موجودگی کی شرط رکھی صرف عورت کو لکھ کر بغیر سفر کرنے کی وجہ سے گناہ اور حج کو ختم کرنے کے لئے ہے۔ لیکن اگر وہ ان کے بغیر حج کے لئے گئی تو اگر (حج کے ارکان اور شرط پوری ہوں تو اس حج صحیح ہے اور اس سے

فرض ساتھ ہو جاتا ہے اور محرم کے ساتھ اسے لونا یا ضروری نہیں ہے اگرچہ شرط لگانے والوں کے نزدیک وہ شوہر یا محرم یا ان دونوں کے قائم مقام کے بغیر لگنے کی وجہ سے گناہ گار ہے۔

سفر میں عورت کیلئے شوہر یا محرم کی موجودگی کی شرط سخت یہ ہے کہ اسے دوران سفر محفوظ فرمایا ہو۔ اور ان امور کے پورا کرنے میں اسے مدد حاصل ہو جن میں اختلاط یا مہکن کی وجہ سے اسے ضرورت ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اب وسائل سفر میں ترقی و وطن سے دوری کی مدت میں، آرام آسائش کی فراہمی اور امن امان قائم ہونے کی وجہ سے اس زمانے میں ماضی کے مقابلے میں شعائر حج آسانی سے ادا کئے جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کے اکیلے سفر سے متعلق، خاص حدیث مبارکہ سمجھنے میں ان تمام چیزوں کا اثر ہونا چاہئے۔

صحیح بخاری میں عدی بن حاتم کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یوں فرمایا: "یستنب الایمن حتی توصل الطغیة من الحبرة وتطوف بالکعبة لا تخاف إلا الله"۔

"کس طرح اس قائم کرے یہاں تک کہ عورت پاکی میں سفر کرے، وہ خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔"

اگر ارہجہ کے فقہی دائل کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ فقہ حنفی عورت کیلئے یہ شرط اس کی ناموس کی خاطر سخت کی ہے۔ اور یقیناً اس میں شری کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے عورت نماز یا جماعت کی ہے جائے گھر میں، مسجد و عیدین کا عہد واجب، جہاد کی عدم فرضیت، اشاعت و تبلیغ کے ذرائع محدود و دور وغیرہ بہت سے احکام ہیں جس طرح نماز چنانچہ واجب نہ ہوتا ہے۔ لہذا ان تمام احکام کے موافقت و مطابقت فقہ حنفی کے دلائل زیادہ رکھنے والے ہیں۔ اسی سے ہم نے اس کی ترجیح کو بیان کیا ہے۔

نذری حج میں عورت کیلئے شوہر کی اجازت میں اہل تشیع کا نظریہ

مسند۔ جو شخص عقل و باخ ہو اور از روئے قصد اور اختیار حج نہالے کی نذر کرے تو اس پر حج واجب ہے لیکن نذری کی نذر بغیر شوہر کی اجازت کے اگر اس کے حق سے منافقت رکھتی ہے تو حج نہیں ہے مثلاً یہ کہ بیوی شوہر کی، مہر ہو۔

مسند۔ اگر کسی عورت نے شادی سے پہلے حج بوجہ نذر کی نذر کرے تو شادی کے بعد فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے شوہر کی اجازت لازم ہے اور شوہر کو حق ممانعت حاصل ہے۔

مسند۔ اگر نذر حج کرے اور اس کے لئے نذر نام کی تعیین نہ کرے تو اس کو تاخیر میں ڈال سکتا ہے (لیکن احتیاط یہ ہے کہ زیادہ تاخیر میں نہ ڈالے) اور اگر اس کے لئے نذر نام میں کیا ہے تو واجب ہے اسی میں انجام دے اور اگر عہد انجام نہ دے تو کفارہ دینا لازم ہے اور احتیاط یہ ہے کہ حج کی بھی قصدا کرے (کفارہ ہنڈ مانند کفارہ روزہ و ماہ رمضان است۔

مسند۔ جب کوئی شخص نذر کرے کہ اگر اس کی فحشا حاجت پوری ہوگی تو حج بجالائے گا اور حاجت روا ہونے سے پہلے دینا سے چلا جائے تو نذر کی فقہاً لازم نہیں ہے لیکن اگر حاجت روا ہونے کے بعد دینا سے چلا جائے تو اس کے ورثہ فقہا کریں یا اس کے

لے لے کر کریں اور احتیاط یہ ہے کہ اس کے پیچھے کوڑھ کی رضایت سے (اگر سارے بڑے ہوں) اصل ترکہ سے ادا کریں۔ (توضیح المسائل، حج، مستحب)

بغیر محرم کے حج پر جانے میں گمراہ کن سرکاری نظریہ:

باید غامدی لکھتا ہے۔ اصل میں حج اور غیر حج کا کوئی مسلہ نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بیان فرمائی کہ خوفہ تین جب بھی لمبے سفر پر جائیں تو ان کو ایک محفوظ ماحول کے اندر رہنا چاہیے اور وہ اپنے کسی محرم، عزیز کو ساتھ لے لیں تاکہ ان کے بارے میں کوئی ختم نہ پیدا ہو جائے۔ اسلام چونکہ خاندانی معاشرت کا داعی ہے اور خاندانی معاشرت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک عفت و معصیت کے بارے میں سوسائٹی حساس نہ ہو۔ اس وجہ سے یہ تاکید آپ نے فرمائی۔ قدیم زمانے میں تو سفراء و سلاطین پر ہوتا تھا، جنگوں میں ہوتا تھا، محاروں میں ہوتا تھا، رات کو اکیلے لیٹنا بھی ہے، موجودہ زمانے میں سفر کی نوعیت بدل گئی ہے تو ظاہر ہے احکام کی نوعیت بھی تبدیل ہو جائے گی۔ آپ محسوس کرتے ہیں کہ ایک محفوظ صورت حال ہے، اس میں کسی فتنے کا اندیشہ نہیں تو جیسا جاسکتا ہے۔ یہ کوئی قانونی چیز نہیں ہے بلکہ فتنے سے بچانے کے لیے ایک ہدایت اور ایک نصیحت ہے، جس کا جس حد تک ممکن ہو خیال رکھنا چاہیے۔ (الورد)

باید غامدی کو شاید احادیث نبوی ﷺ میں لکھے ہوئے اغطاء "لَا تَحْجُّنَ اُخْرَۃً اِلَّا وَعَاقِبَۃً مَّحْرَمٌ" کا حکم نہیں ہے اسلئے وہ لکھتا ہے کہ اس میں حج وغیر حج کا کوئی مسلہ نہیں ہے۔ اگر حج وغیر حج کی تخصیص سے غامدی صاحب جاہل ہیں۔ کیونکہ اغطاء احادیث میں نہیں اور پھر نبی بھی حصر کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اس کا غامدی کو کٹھن نہیں ہے۔ تو ان کی اپنی جہالت کا عجب کردار ہے چاہیے احادیث کو بدلے اور احکام شرعیہ میں تخریب کاری سے بچنا اور پھر ضروری ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس قسم کے گمراہ کن لوگوں کا حامی نہ کریں اور ان کے ارشاد دوسرے لوگوں کو چھپاتا ہے۔

وہ لوگ جن کو شریعت نے محرم قرار دیا ہے:

اور عورت کا محرم وہ ہے جس سے اس کا نکاح قربت داری کی وجہ سے پیشہ کیلئے حرام ہو (مثلاً باپ دادا اور اس سے بھی اوپر والے، بیٹا پوتا اور ان کی نسل، چچا، ماموں، بھائی، بیٹی، بھانجا) یا پھر رضاعت کے سبب سے نکاح حرام ہو (مثلاً رضاعی بھائی، اور رضاعی باپ) یا پھر مصاہرت (شادی) کی وجہ سے نکاح حرام ہو جائے (مثلاً والدہ کا خاوند، سر، اگرچہ اس سے بھی اوپر والی نسل کے ہوں، اور خاوند کا بیٹا اور اس کی نسل)۔

نبی محرم: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعقیل کا بیان سورۃ النور کی مندرجہ ذیل آیت میں بیان ہے:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

(اور اربع زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کچھ ظاہر ہے، اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں، اور اپنی زینت و آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند

جو بھی اس طرح کی حرمت والا ہوگا اس کا حکم بھی یہی حکم ہے مثلاً عورت کی ماں، اور رضاعی محرم وغیرہ) دیکھیں احکام اخراج ن
للجصاص (317/3)۔ اور سنت نبویہ شریفہ میں بھی اس کی دلیل ملتی ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (رضاعت بھی وہی حرام کرتی ہے جو نسب کرتا ہے)

تو اس کا معنی یہ ہوا کہ جس طرح عورت کے نسبی محرم ہوں گے اسی طرح رضاعت کے سبب سے بھی محرم ہوں گے۔

صحیح بخاری میں مندرجہ ذیل حدیث وارد ہے: ابو امیثون عاشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: (ابو تمیم کے بھائی فلح) پھر ہذا ذل ہوئے کیچہد اگر اندر آئے کی اجازت طلب کی جو کہ ان کا رضاعی چچا تھا تو میں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو میں نے جو کہ ان کے بھائی تھے ان سے تو یہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق کی کہ میں اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دے دوں) صحیح بخاری مع الفتح المبارکی ج ۱ ص ۱۵۰ (۹)۔

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حدیث کو راویت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: عروۃ رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ: عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہیں بتایا کہ ان کے رضاعی چچا جس کا منقطع تھے میرے پاس اندر آنے کی اجازت طلب کی تو میں نے انہیں اجازت نہ دی، اور پھر کہ لیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارہ میں بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے پردہ نہ کرو، اس لیے کہ رضاع سے بھی وراثت ثابت ہوتی ہے جو نسب کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔ دیکھیں یہ حدیث مسلم بشرح نووی (10/22) عروت کے رضاعی محمد بھی اس کے نسبی محرم کی طرح ہی ہیں:

فقہاء کرام نے جو کچھ قرآن مجید اور سنت نبویہ سے ثابت ہے پر عمل کرتے ہوئے اس بات کی صراحت کی ہے کہ حکومت کے رضا کی ضرورت میں اس کے کسی عضو کی طرح ہی ہیں، لہذا اس کے لیے رضا کی عزم کے سامنے زندگی کی چیزیں نہ کرنا ہرگز نہیں جس طرح کہ نفسی عزم کے سامنے کرنا جائز ہے اور اس کے لیے بھی حکومت کے بدن کی وجہ تکلیف دہ حال ہیں جو نفسی عزم کی وجہ سے نہیں حاصل ہیں۔ مصاصرت کی وجہ سے عزم (یعنی نکاح کی وجہ سے) عورت کیلئے مصاصرت کے عزم وہ ہیں جن کی کائنات سے نکاح ابدی طور پر حرام ہو جاتا ہے مثلاً والد کی بیوی، بیٹے کی بیوی، بہن یا والدہ کی بیوی (شرائع فقہی 7/3)۔

تو اس طرح والد کی بیوی کے لیے محرم مصاہرت وہ بیٹا ہوگا جو اس کی دوسری بیوی سے ہو، اور بیوی بیوی کے لیے اس کا باپ یعنی مسر ہوگا، اور نساں یعنی بیوی کی ماں کے لیے خاوندی داماد محرم ہوگا۔

اللہ عزوجل نے سورۃ النور کی موجد بن جائیل آیت میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے : (اور اپنی ذہب و دھار کش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سو آپ اپنے خاندانوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاندن کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بیٹیوں کے یا اپنے بہنوئی کے یا اپنے چیل جیل کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں سے جو شہوت والے نہ ہوں۔۔۔ جن سے جو عورتوں نے یہ بات کی اس سے قطع نہیں۔۔۔) (نور-39)

تو اس میں سر اور نہ ۔۔۔ بیہ فورت ۔۔۔ یہ منہ نہ تکی ہو سے محرم ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے باپوں اور بیٹوں

کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے چچوں کے یا اپنے سسل جوں کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر یا کرم دوس کے جو شوکت والے نہ ہوں، مالے بچوں کے جو عورتوں کے مرے کا با تو ا ہے (مطالعہ نہیں)۔ (۳۱)

مفسرین حضرات کا کہنا ہے کہ نسب کی بنا پر عورت کے لیے جو حرم اشخاص ہیں اس کی صراحت اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔
مندرجہ ذیل ہیں:

اول: آباء و اجداد یعنی عورتوں کے والدین کے آباء اور اوپر کی نسل مثلاً والدہ، دادا، نانا اور اس کا والد اور اس سے اوپر والی نسل، اور سراسر اس میں شامل نہیں کیونکہ وہ محرم صہابت میں شامل ہے نہ کہ بیسی نہیں ہم اسے آگے بیان کریں گے۔

دوم: بیٹے: یعنی عورتوں کے بیٹے جس میں بیٹے، پوتے، اور اسی طرح دھوٹے یعنی بیٹی کے بیٹے اور ان کی نسل، اور آیت کریمہ میں (جو: خاندانہ کے بیٹوں) کا ذکر ہے وہ خاندانہ کی دوسری بیوی کے بیٹے ہیں جو کہ محرم مصاحرات میں شامل ہے، اور اسی طرح سرسجی محرم مصاحرات میں شامل ہے نہ کہ محرم نسبی میں جسے ہم اسے بھی آگے چل کر بیان کریں گے۔

سوم: عمرتوں کے بھائی۔ چاہے وہ گئے بھائی ہوں یا پھر والد کی طرف سے یا والدہ کی طرف سے ہوں۔ چہاں: بھانجے اور بیٹے۔ یعنی بھائی اور بہن کے بیٹے اور ان کی نسلیں۔ بچم: چچا اور ماموں:

یہ دونوں بھی نسبی محرم میں سے ہیں ان کا آیت میں ذکر نہیں اس لیے کہ انہیں والدین کا قائم مقام رکھا گیا ہے، اور لوگوں میں بھی والدین کی جگہ پر شمار ہوتے ہیں، اور بعض اوقات بچہ کو بھی والد کہا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(کیا تم یعقوب (علیہ السلام) کی موت کے وقت موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنی اولاد کو کہا کہ میرے بعد تم کسی کی عبادت کرو گے؟

تو سب نے جواب دیا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے آباؤ اجداد پر اور اسماعیل، اور اسحاق (علیہم السلام) کے معبود کی جو موجود ایک ہی ہے اور نام اسی کے فرمانبردار رہیں گے) البقرہ (133) اور اسماعیل علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے چچا تھے۔ (تفسیر الرازی (26/203) تفسیر القرطبی (12/233) تفسیر ابی لوی، 52)

رضاعت کی بنا پر محرم:

عورت کے لیے رضاعت کی وجہ سے بھی محرم بن جاتے ہیں، تفسیر الآلوسی میں ہے: (جس طرح نسی محرم کے سامنے عورت کے لیے پردہ نہ کرنا مباح ہے اسی طرح رضاعت کی وجہ سے عرم بننے والے شخص کے سامنے بھی اسی کے لیے پردہ نہ کرنا مباح ہے
اسی اسی طرح عورت کے لیے اس کے رضاعی بھائی اور والدہ النبیحہ کی پردہ نہ کرنا جائز ہے۔ تفسیر الآلوسی (18/143)

اس لیے کہ رضاعت کی وجہ سے محرم ہونا بھی نہیں محرم کی طرح ہی ہے جو کہ ابدی طور پر نکاح حرام کر دیتا ہے۔ امام جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

(جب اللہ تعالیٰ نے آباء کے ساتھ ان محارم کا ذکر کیا جن سے ان کا نکاح ابھی طور پر حرام ہے، جو کہ اس بر دلالت کرتا ہے کہ

کے ساتھ ذکر کیا ہے اور انہیں حکم میں بھی برابر قرار دیا ہے کہ ان سے پردہ نہیں کیا جائے گا۔ (الحنفی، ج ۶، ص ۵۵۵، بیروت)
محرم کی تعریف:

محرم اصطلاح شریعت میں اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ کلاخ ہمیشہ کے لئے حرام ہو خواہ قرابت کے لحاظ سے ہو یا دودھ کے رشتے سے یا سرال کے تاتے سے، نیز محرم کا عاقل و بالغ ہونا اور نجی و فاسق نہ ہونا بھی شرط ہے۔
محرم کے ہوتے ہوئے شوہر ممانعت کا حق نہیں رکھتا:

(وَإِذَا وَجِدَ زَوْجًا مَحْرُومًا لَمْ يَكُنْ لِلزَّوْجِ مَنَعُهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَمْ أَنْ يَمْنَعَهَا لِأَنَّ فِي الْخُرُوجِ تَقْوِيَةَ حَقِّهِ.

وَلَسْنَا أَنْ حَقَّ الزَّوْجِ لَا يَنْظُرُ فِي حَقِّ الْفَرِائِضِ وَالْمَحْرُومِ مِنْهَا، حَتَّى تَوْ كَانَ الْحَجَّ نَفْلًا لَهُ أَنْ يَمْنَعَهَا، وَلَوْ كَانَ الْمَحْرُومُ فَاسِقًا قَالُوا: لَا يَجِبُ عَلَيْهَا لِأَنَّ الْمَقْصُودَ لَا يَخْصُلُ بِهِ (وَلَهَا أَنْ تَخْرُجَ مَعَ كُلِّ مُحْرَمٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَجْبُورًا) لِأَنَّهُ يَتَقَيَّدُ بِإِباحَةِ مَنْ أَحَبَّهَا، وَلَا عِزَّةَ بِالصَّبِيِّ وَالْمَحْنُونِ لِأَنَّهُ لَا تَنَاقِي مِنْهُمَا الصَّبَاةُ، وَالصَّبَاةُ الَّتِي بَلَغَتْ حَدَّ الشُّهُوَةِ بِمَنْزِلَةِ الْبَالِغَةِ حَتَّى لَا يُسَافِرَ بِهَا مِنْ غَيْرِ مُحْرَمٍ، وَتَقَفَّ الْمَحْرُومُ عَلَيْهَا لِأَنَّهُ تَوَسَّلَ بِهِ إِلَى آدَاءِ الْحَجِّ.

وَاحْتَلَفُوا فِي أَنَّ الْمَحْرُومَ شَرْطُ الْوُجُوبِ أَوْ شَرْطُ الْآدَاءِ عَلَى حَسَبِ اخْتِلَافِهِمْ فِي أَهْلِ الطَّرِيقِ

ترجمہ:

جب عورت کا کوئی محرم ہو تو اس کے خاوند کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس کو منع کرے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ خاوند اس کو منع کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے خروج کی وجہ سے اس کا حق فوت ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ خاوند کا حق فرائض کے حقوق میں ظاہر (بقصد کرنے والا) نہ ہوگا اور حج بھی ایسے ہی فرائض میں سے ہے ہاں البتہ نفل ہو تو شوہر کو اختیار ہے۔ کہ وہ عورت کو جس سے روک سکتا ہے۔ اور اگر عورت کا محرم بدکار ہے تو فقہاء نے فرمایا ہے کہ اس پر حج فرض نہیں کیونکہ اس طرح کے محرم سے مقصد حاصل نہ ہوتا۔

اور عورت ہر حکم کے محرم کے ساتھ حج پر جاسکتی ہے سوائے اس نجی سے کیونکہ وہ اس عورت نکاح چاہ کر بھگتا ہے اور بچے اور بیٹو کا بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان دونوں سے مخالفت نہیں کی جاسکتی۔ اور وہ نجی جو عدہ شوہر کو پہنچ گئی وہ بالآخر کے مرتبے میں ہے

حتیٰ کہ اس کے محرم سفر نہ کرے اور محرم کا نفع عورت پر ہے۔ کیونکہ عورت اس کو حج ادا کرنے کا وسیلہ بنانے والی ہے۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ محرم وجوب کی شرط ہے یا ادا کی شرط ہے۔ اور اختلاف بھی راستے کے سن والے کی طرح ہے۔

عبادات فرضیہ میں حقوق اللہ کی ترجیح کا بیان:

مرد کی طرح عورت پر بھی حج فرض ہے اس لئے حج کی ادائیگی کے لئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں۔ یہی درست ہے کہ یہ فرض فروعی ادا کیا جائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا طَاعَةَ بَشَرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ. اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ (ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الجہاد، رقم (33046)
 لہذا عورت کو چاہیے کہ جب اسباب وسائل موجود ہوں تو فرض حج ادا کرے۔

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ ابو ایمر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر ایک شخص کو حاکم (امیر) بنایا۔ اس نے آگ جلائی اور لوگوں سے کہا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ بعض لوگوں نے چاہا کہ اس میں داخل ہو جائیں اور بعض نے کہا کہ ہم آگ سے بھاگ کر تو مسلمان ہوئے (اور جہنم سے ڈر کر کفر چھوڑا تو اب ہجرا آگ ہی میں نہیں تھیں تو یہ ہم سے نہ ہوگا)۔ پھر اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے جنہوں نے داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا یہ فرمایا کہ اگر تم داخل ہو جاؤ تو قیامت تک ہمیشہ اسی میں رہے (کیونکہ یہ خودی ہے اور شریعت میں حرام ہے) اور جو لوگ داخل ہوئے پر راضی نہ ہوئے، ان کی تریف کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے بلکہ اطاعت اسی میں ہے جو جائز ثابت ہے۔ (صحیح مسلم، رقم ۱۱۳۲)

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہی درست کہ فرض حج پر آزاد کیا جائے، اور رضوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۶۷، بیروت)

احرام کے بعد بھی کی بلوغت ہوئی تو حج کا حکم:

(وَإِذَا بَلَغَ الصَّبِيُّ بَعْدَ أَحْرَامٍ أَوْ عَقَّ الْعَبْدُ قَمَصًا لَمْ يُجْزَ هَمَّا عَنْ حَجَّةِ الْإِسْلَامِ) لِأَنَّ إِحْرَامَهُمَا تَعَقُّدُ لَأَدَاءِ النِّقْلِ فَلَا يَتَقَلَّبُ لَأَدَاءِ الْفَرَضِ (وَلَوْ جَدَّ الصَّبِيُّ الْإِحْرَامَ قَبْلَ الْوُقُوفِ وَسَوَى حَجَّةِ الْإِسْلَامِ جَاَزَ) وَالْعَبْدُ لَوْ فَعَلَ ذَلِكَ لَمْ يُجْزَ) لِأَنَّ إِحْرَامَ الصَّبِيِّ غَيْرُ لَزِمٍ لِعَدَمِ الْأَهْلِيَّةِ، أَمَّا إِحْرَامُ الْعَبْدِ لَزِمٌ فَلَا يُمْكِنُهُ الْخُرُوجُ عَنْهُ بِالشُّرُوعِ فِي غَيْرِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:

اور اگر بچہ احرام باندھنے کے بعد بالغ ہوا یا غلام آزاد ہوا اور ان دونوں نے حج مکمل کیا تو ان کا وہ حج فرض حج کیلئے کافی نہ ہوگا

کیونکہ ان دونوں کا احرام نفل کی، ایسی کیلئے منعقد ہوا ہے تو اسے بدل بنانا اسے قرش کیلئے نہ ہوگا۔

اور اگر بچے نے وقف عرفہ پہلے سے سر سے احرام باندھا تو قرش حج کی نیت تو جائز ہے اور اگر ترکیب کا تمام نیت کیا تو جائز نہیں۔ کیونکہ بچے کا احرام اس کی عدم اہلیت کے پیش نظر ضروری تھا اور عقلماء کا احرام ضروری ہے۔ لہذا وہ اپنے غیر میں شریعت ہونے وجہ سے اس کا نفاذ ممکن نہیں ہے۔

تابع بالغ و مجنون کے انعقاد حج کا وقتی بیان:

تابع بالغ نے حج کا احرام باندھا تو وقف عرفہ سے پیشتر بالغ ہو گیا تو اگر اسی پہلے احرام پر وہ گنیا حج نفل واجبہ الاسلام نہ ہو اور اگر سر سے احرام باندھ کر وقف عرفہ کیا تو حجہ الاسلام ہوگا۔

مجنون تھا اور وقف عرفہ سے پہلے جنون جاتا رہا اور نیا احرام باندھ کر حج کیا تو یہ حج حجہ الاسلام ہو گیا ورنہ نہیں۔ بوجہ ابھی مجنون کے حکم میں ہے۔

حج کرنے کے بعد مجنون ہوا پھر اچھا ہوا تو اس خون کا حج پر کوئی اثر نہیں یعنی اب اسے دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں، اگر احرام کے وقت اچھا تھا پھر مجنون ہو گیا اور اسی حالت میں اہل ادا کیے پھر برسوں کے بعد بوش میں آیا تو حج فاضل ہو گیا۔

(مشک) (عالمگیری کتاب المناسک، ج ۱ ص ۲۱۷)

بچے کے حج کا ثواب والدین کیلئے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خدمت القدس میں ایک صحابی اپنے بچوں کے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس بچے کا بھی حج ادا ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اس کا بھی حج ادا ہوگا اور اس کا اجر دو آپ تمہارے لئے بھی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: قَالُوا الْمُسْلِمُونَ فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ. فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ: أَيْهَذَا؟ خَجَّ قَالَ: نَعَمْ وَلَيْكَ أَجْرٌ (صحيح مسلم شريف، باب صِيَةِ حَجِّ الصَّبِيِّ وَأَجْرُ مَنْ حَجَّ بِهِ. حديث نمبر: 3317)

تابع بالغ لڑکا اگر حج کر لے تو نفل ہوگا بلوغ کے بعد اگر اس پر حج قرش ہو جائے تو دوبارہ حج کرنا اس پر ضروری ہوگا۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّ الصَّبِيَّ إِذَا حَجَّ قُلَّ أَنْ يُدْرِكَ فَعَلَيْهِ الْحَجُّ إِذَا أَذْرَكَ لَا تَخْرُؤُ عَنْهُ نِلَتْ الْحَجَّةُ عَنْ حَجَّةِ الْإِسْلَامِ۔ (جامع ترمذی شریف)

تابع بالغ لڑکا اگر بچھڑا ہو نفل تمیز رکھتا ہو تو وہ خود احرام باندھے اور یا کی وطہارت کا ذکر کر کے اور ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہو حالت احرام میں لازم و ضروری ہیں اور مناسک حج سے آزاد ہو جاتا کہ سکتا ہو وہ ادا کرے اور جو ادا نہیں کر سکتا اس کو ولی ادا

بچہ اس قدر چھوٹا ہو جو کچھ بلا چھ نہیں رکھتا اور عقل و تیز سے عاری ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی احرام باندھے اور اس کی طرف سے مناسک ادا کرے کہ طواف وحشی کے موقع پر اس کو گود میں لے کر طواف وحشی کر لے تو یہ دو کا طواف وحشی ہو جائے گی اسی طرح سے دیگر مناسک جیسے وقف عرفہ وغیرہ میں اس کی طرف سے بھی نیت کے لئے مقتدر اور اس کو منوعات احرام سے بچانے کی کوشش کرے۔ اگر کوئی تصور نہ جانتا اس سے سرزد ہو تو اس پر یا اس کے ولی پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔

اگر وہ بچی بالغ نہیں ہوئی تو بعض اہل علم نے یہ اختیار کیا ہے کہ: نہ تو آپ پر اور نہ ہی اس پر کچھ لازم آتا ہے، اور وہ بچے کے احرام کو پورا کرنے کی عدم تکمیل کی طرف گئے ہیں، وہ اس لئے کہ بچہ اہل التزام میں سے نہیں اور اس لئے بھی کہ وہ سب لوگوں کیلئے نزی اور شفقت کا باعث ہے، جبکہ یہ ہو سکتا ہے کہ بچے کا ولی یہ خیال کرتا ہو کہ اس کا احرام باندھنا آسان سا کام ہے لیکن بعد میں اسے علم ہو کہ معاملہ تو اس کے خلاف ہے۔ احتاف، اور ابن حزم کا قول یہی ہے،

اہل تشیع کے نزدیک بچے کے حج کا بیان:

جب ایک بچہ گھر چلنے کرنے کے لیے نکلے اور میقات پر احرام باندھے سے پہلے بالغ ہو جائے اور مستطیع بھی ہو جائے جائے استطاعت اسی جگہ حاصل ہوئی ہو تو بلا اشکال اس کا حج، حج الاسلام شمار ہوگا اسی طرح اگر احرام باندھے سے پہلے سرزد وقف سے پہلے بالغ ہو جائے تو اپنے حج کو تمام کرے اور اتنی ہی ہے کہ یہ حج بھی حج الاسلام شمار ہوگا۔

(۱) اگر کوئی اپنے آپ کو تابع بالغ سمجھے ہوئے مستحب حج کرے اور حج کے بعد باج کے درمیان پتہ چلے کہ وہ بالغ ہے تو یہ حج حج الاسلام شمار ہوگا لہذا اسی کا کافی سمجھے۔

(۲) نیز بچے پر حج کرنا مستحب ہے لیکن بعینہ نہیں کہ اسکی حج صحیح ہونے میں اس کے ولی کی اجازت شرط ہو جیسا کہ فقہاء کے درمیان مشہور ہے۔

اہل تشیع کے اس موقف میں انعقاد احرام کے بعد وقل کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لہذا یہ درست نہیں ہے کیونکہ جب اس بچے نے احرام نفل پر باندھا تو اس پر فرض کی بناء کیے جائز ہو سکتی ہے۔ اور یہاں یہ مسئلہ نماز پر بھی قیاس کریں جب بھی بچے کا حج ادا ہوگا کیونکہ نفل پڑھنے والے کی اقتدا میں فرض کی ادا کی گئی نہیں ہوتی۔ (توضیح المسائل)

فصل

فیہ فیصل میقات حج کے بیان میں ہے ﴿

میقات حج والی فصل کی فقہی مطابقت کا بیان:

علامہ بدر الدین عینی رضی اللہ عنہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف جب حج کے وجوب اور اس کی شرائط سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے حج کے مناسک کو بیان کرنا شروع کیا ہے۔ حج کے مناسک کیلئے میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ لہذا اسی وجہ سے انہوں نے میقات کے بیان کو مقدم کیا ہے۔ اور مواقیث وہ جگہیں ہیں جہاں سے انسان بغیر احرام کے آئے نہیں جاسکتا۔ اور مصنف کی عبارت میں مواقیث مبتدا ہے اس لئے مرفوع ہے اور غرض اس کی خبر ہے لہذا وہ بھی مرفوع ہوگی۔

(البیانہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۲۹۱، بقائیدلتان)

مواقیث حج اور اس کے احکام:

(وَالْمَوَاقِیْتُ الَّتِی لَا یَجُوزُ أَنْ یُجَاوِزَهَا الْإِنْسَانُ إِلَّا مُخْرِماً خَمْسَةً: لِأَهْلِ الْمَدِیْنَةِ دُوَ الْحَلِیْفَةِ، وَلِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتِ عَرِیقٍ.

وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْمُجُحَفَةُ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ، وَلِأَهْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمٌ) هَكَذَا وَقَّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْمَوَاقِیثَ لَهُوَ لَا ع.

وَقَائِدَةُ النَّاقِیْتِ الْمَنْعُ عَنْ تَأْخِيرِ الْإِحْرَامِ عَنْهَا، لِأَنَّهُ یَجُوزُ التَّقْدِیْمُ عَلَيْهَا بِالِاتِّفَاقِ، ثُمَّ الْتَفَاقُ إِذَا انْتَهَى إِلَيْهَا عَلَى قَصْدٍ ذُمُولِ مَكَّةَ عَلَيْهِ أَنْ یُحْرِمَ قَصْدَ الْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ أَوْ لَمْ یُقْصِدْ عِنْدَنَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا یُجَاوِزُ أَحَدُ الْمِیْقَاتِ إِلَّا مُخْرِماً) وَلَئِنْ وَجُوبَ الْإِحْرَامِ لَتَعْظِیْمِ هَذِهِ الْبُقْعَةِ الشَّرِیْفَةِ فِیَسْتَوِی فِیهِ الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَغَيْرُهُمَا.

ترجمہ:

اور مواقیث وہ جگہیں ہیں جہاں سے انسان احرام کے بغیر آئے نہیں جاسکتا ہے۔ وہ پانچ ہیں۔ اہل مدینہ کیلئے ذو الحلیفہ ہے اور اہل عراق کیلئے ذات عرق ہے اور اہل شام کیلئے جحفہ ہے اور اہل نجد کیلئے قرن ہے۔ اور اہل یمن کیلئے یلم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کیلئے اسی طرح مقرر فرمائے ہیں۔ اور میقات کو مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ احرام میں تاخیر سے بچتا ہے۔ ان

مواقیث سے احرام کو مقدم کرنا جائز ہے۔

آفتی آدمی جب مکہ میں داخل ہونے کے ارادے کیلئے میقات پر پہنچے تو ہمارے نزدیک اس پر احرام باندھنا واجب ہے خواہ وہ حج کا ارادہ کرے یا عمرہ کا ارادہ کرے یا کچھ بھی ارادہ نہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص میقات سے آگے نہ بڑھے حتیٰ کہ احرام باندھ لے۔ (ابن ابی شیبہ، طبرانی) کیونکہ احرام کا وجوب اس بقعہ مبارکہ کے ادب کیلئے ہے۔ اس لئے اس میں حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کے سوا سب (احرام باندھنے میں) برابر ہیں۔

میقات حرم حدود کو قہین ہے:

حدود حرم میں رہنے والے افراد حرمی کہلاتے ہیں۔ حدود حرم میں رہنے والے شخص کا میقات، حج کے لئے حرم ہے اور عمرہ کے لئے حل یعنی حدود حرم کے باہر کا حصہ مثلاً: مسجد باہر رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بحر ابد وغیرہ حدود حرم کے باہر کا حصہ۔ حدود حرم تک پہنچا ہوا ہے اس لئے کہتے ہیں، میقات اور حل کے درمیان میں رہنے والے افراد کو حل کہتے ہیں مثلاً ساکنان جدہ وغیرہ، ان کی میقات حل ہے، اگر حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ آئیں تو وہ اپنے مقام ہی سے احرام باندھ لیں

میقات سے باہر رہنے والے افراد حج و عمرہ کا قصد کر کے آئیں ان کو آفتی کہتے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقطاع عالم سے حج و عمرہ کے لئے آنے والوں کے مواقیث مقرر فرمائے ہیں، کہ وہ ان مقامات سے احرام باندھ کر آئیں۔ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارکہ ہے:*

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ذَا الْحَلِیْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْمُجُحَفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَةَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمًا.

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ منورہ کے لئے ذو الحلیفہ، میقات مقرر فرمائی اور اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلم مقرر فرمایا۔

(صحیح بخاری شریف، باب مہل اہل الشام۔ حدیث نمبر: 1526) اور صحیح مسلم شریف میں حدیث مبارکہ ہے: وَمَهْلُ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عَرِیقٍ۔ اہل عراق کے لئے میقات ذات عرق ہے۔ (صحیح مسلم شریف، باب مواقیث الحج والعمرة، حدیث نمبر: 2867) کتبہ اللہ شریف کے چاروں جانب مندرجہ ذیل مواقیث ہیں۔

"(1) ذو الحلیفہ" مدینہ طیبہ سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ (۲) "جحفہ" مصر اور شام سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ (۳) قرن" نجد سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ (۴) "یلم" یمن، تہامہ، ہندوستان، پاکستان اور اس کے محاذات سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ (۵) "ذات عرق" عراق وغیرہ سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔

برصغیر والوں کیلئے میقات حرم کا بیان:

برصغیر میں رہنے والے حضرات کی میقات معلوم ہے جو یمن سے مکہ کے راستے پر ایک پہاڑ کا نام ہے، اسے آج کل مدیر کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی انسان حج یا عمرہ کی نیت سے بذریعہ ہوائی جہاز مکہ کرما رہا ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ جب میقات کے اوپر سے گزرے تو وہاں سے عمرہ وغیرہ کی نیت کر کے تلبیہ کہنا شروع کر دے۔ اسے جدہ تک پہنچنے تک احرام مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جدہ میقات سے آگے ہے، اس کے بالمقابل نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ اہل کوثر اور یمن نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے امیر المؤمنین رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد کے لئے قرن منازل کی میقات قرار دیا ہے اور یہ میقات ہمارے راستے سے بہت دور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دیکھو کہ اس کے بالمقابل تمہارے راستہ میں کونسا مقام ہے، چنانچہ آپ نے ان کیلئے ذہبی عرق میقات مقرر کر دی۔ (صحیح بخاری، راجع)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ میقات کے بالمقابل جگہ کا وہی حکم ہے جو میقات کا ہے اس بنا پر اگر کوئی میقات سے پرے گزر رہا ہو تو اس کے بالمقابل ہو اور اسے مقدم سے تعبیر شروع کر دے کیونکہ اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں پڑے کہ عمرہ کرنے والا میقات کے بالمقابل خشکی میں ہو یا وہاں، یا سمندر میں یہی وجہ ہے کہ بحری جہاز سے آنے والے حضرات جب یمن یا راجع کے بالمقابل آتے ہیں تو احرام باندھ لیتے ہیں بہر حال بذریعہ ہوائی جہاز سفر کرنے والے کے احرام کی درج ذیل چار صورتیں ہیں۔

- (۱) گھر میں غسل کر کے اپنے معمول کے پہرے زیب تن کرے اور اگر چاہے تو وہ گھر ہی سے احرام پہن لے۔
- (۲) اگر گھر میں احرام نہ باندھا ہو تو ہوائی جہاز میں اس وقت احرام باندھ لے جب ہوائی جہاز کا عملہ اس کے متعلق اعلان کرتا ہے، وہ تقریباً بالمقابل پہنچنے سے چند روز منٹ پہلے اعلان کرتا ہے۔
- (۳) جب ہوائی جہاز میقات کے بالمقابل پہنچے اور عملہ اس کا اعلان کر دے تو حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ کہنا شروع کر دے۔
- (۴) اگر کوئی شخص غفلت یا بھول کے ایسی جگہ پر نظر اڑا دے کہ احتیاط میقات پر آنے سے پہلے احرام باندھ لے اور اس کی نیت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بہر حال عمرہ کرنے والے کو خبردار ہونا چاہئے کہ جب بھی ہوائی جہاز کا عملہ اعلان کرے کہ ہم چند روز منٹ بعد میقات کے بالمقابل پہنچ جائیں گے تو اسے بروقت حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ شروع کر دینا چاہئے بہتر ہے سوار ہوتے وقت ہی احرام کی نیت کرے اور تلبیہ سن شروع کر دے۔

مکہ میں رہنے والوں کیلئے بغیر احرام کے دخول کی اجازت کا بیان:

(وَمَنْ كَانَ دَاخِلَ الْمِيقَاتِ لَهُ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ بَغَيْرِ إِحْرَامٍ لِحَاجَتِهِ لِأَنَّهُ يَكْثُرُ دُخُولُهُ

مَكَّةَ، وَفِي إِحْسَابِ الْإِحْرَامِ فِي كُلِّ مَرَّةٍ حَرَجٌ بَيْنَ قَصَارِ كَاهِلٍ مَكَّةَ حَيْثُ يُبَاحُ لَهُمُ الْخُرُوجُ مِنْهَا ثُمَّ دُخُولُهَا بِغَيْرِ إِحْرَامٍ لِحَاجَتِهِمْ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَصَدَ آدَاءَ النَّسِكَ لِأَنَّهُ يَتَحَقَّقُ أَحْيَانًا فَلَا حَرَجَ.

ترجمہ:

اور شخص میقات کے اندر رہتا ہے اسے اپنی ضرورت کیلئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز ہے۔ کیونکہ اس کا دخول مکہ کثرت سے ہوتا ہے اور ہر مرتبہ احرام باندھنے میں اور حج و عمرہ واقع ہوگا۔ یہ خلاف اس کے کہ جب اس نے حج کا ارادہ کیا ہو تو مکہ پر بارہا کسی بھی ثابت ہوتا ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ام القریٰ مکہ مکرمہ کے نام کی وجہ تسمیہ و بیان عظمت:

حافظ علامہ الدین ابن کثیر لکھتے ہیں: مکہ مکہ شریف کا مشہور نام ہے چونکہ بڑے بڑے چار شخصوں کی گُردنیں یہاں ٹوٹ جاتی تھیں برابری والا یہاں پست ہو جاتا تھا، اس لئے اسے مکہ کہا گیا اور اس لئے بھی کہ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ یہیں ہوتی ہے اور ہر وقت کھانچ بھرا رہتا ہے اور اس لئے بھی کہ یہاں لوگ غلط غلط ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ کبھی عورتیں آگے نماز پڑھتی ہوتی ہیں، مردان کے پیچھے ہوتے ہیں جو اور نہیں ہوتا، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: "ن" سے "ت" تک مدح بہت اللہ تعالیٰ تکبیر سے بہت اللہ اور "جہد" کوکہ کہا گیا ہے، بیت اللہ اور اس آس پاس کی جہد کوکہ اور باقی شہر کو کہی جا گیا ہے، اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں مثلاً بیت العقیق، بیت الحرام، بلد الامین، بلد الماعون، ام رحمہ، ام القریٰ، صلاح، عرش، قلدس، مقدس، ناسیہ، ناسیہ، حاطمہ، راس، کوثر البلدہ، البینۃ العکبہ، اس میں ظاہر نہیں ہیں جو اس کی عظمت و شرافت کی دلیل ہیں۔ (ابن کثیر، آل عمران، ۹۶)

معروف مؤرخ ابن خلدون کے مطابق مکہ پہلے مکہ کے نام سے جانا جاتا تھا تاہم مؤرخین کے درمیان اس امر پر اختلاف ہے: ابراہیم افغانی نے مکہ کو کہہ کر کوشہ سے منسوب کیا جبکہ جلال ام زہری بھی اسی کے حامی ہیں۔ محمد بن عبد اللہ کہتا ہے کہ مکہ میں استعمال ہونے والا بدوؤں آوازوں کے درمیان قربت کے باعث بعد از اسم میں تبدیل ہو گیا۔ مکہ کو ام القریٰ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

تاریخ مسجد حرام کے اندر قائم نانہ کعبہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے تعمیر کیا۔ مؤرخین کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل ہی کعبہ عبادت اور کاروبار کا مرکز تھا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ مکہ جنوبی عرب سے شمال میں رہی، بازنطینی سلطنتوں کے لیے زینبی راستے پر تھا اور ہندوستان کے نصرتیہ جہازات بحیرہ عرب اور بحر ہند کے راستے سے سینے سے گزرتے تھے۔

کعبہ اللہ کی تعمیر تاریخ عبد البریم اور اسماعیل علیہما السلام سے تعلق رکھتی ہے اور اسی شہر میں نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیدا ہوئے اور اسی شہر میں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر وحی کی ابتدا ہوئی۔ یہی وہ شہر ہے جس سے اسلام کا نور پھیلا اور یہاں پر ہی مسجد حرام واقع ہے جو کہ لوگوں کی عبادت کے لیے بنائی گئی جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہ یہی ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے جو تمام دنیا کے لئے برکت و ہدایت والا ہے۔

(آل عمران 96)

مکہ مکرمہ کی تاریخی اہمیت کا بیان:

جہاں بیت اللہ شریف واقع ہے مملکت سعودی عرب کے علاقہ حجاز کا ایک شہر ہے جو وادی ابراہیم میں آباد ہے سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً ساڑھے تین سو فٹ بتائی جاتی ہے اس کا عرض البلد اسی درجہ دہائی اور طول البلد ساڑھے اسی تیس درجہ مشرقی ہے، آبادی چار لاکھ اس سے تجاوز ہے اس کا کل وقوع ساحل سمندر سے تقریباً اڑتالیس میل (۸۰ کلومیٹر) کے فاصلہ پر ہے۔

مکہ کے علاوہ مکہ، ام القراری اور بلد اللہ اسی شہر کے نام ہیں مشہور اور متعارف نام مکہ ہی ہے جس میں جگہ واقع ہے وہ ناقابل کاشت، تنگ اور گہری وادی ہے جو کسی زمانہ میں بائبل جنگل اور بے آب و گیاہ ریگستان ہونے کے سبب لوگوں کی آبادی کا مرکز نہیں بنتی تھی اسی وادی میں شہر مکہ مکرمہ مشرقی سے مغرب تک پانچ میل سے زائد حد میں پھیلا ہوا ہے اس کا عرض دو میل سے زائد ہے اس کی زمین سیلاب کی گزرگاہ ہونے کے باعث بظاہر بھی کہی جاتی ہے کہ مکہ کی وادی دو پہاڑی سلسلوں میں گہری ہوئی ہے جو مغرب سے شروع ہو کر مشرق تک پھیلے گئے ہیں ان میں ایک سلسلہ یہی ہے اور ایک جنوبی ان دونوں سلسلوں کو اشیان کہتے ہیں ان پہاڑوں کو توریہ بیت میں جہاں فاران کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

تقریباً چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو اس جنگل اور بے آب و گیاہ وادی میں لا کر آباد کیا اور اسی وقت مکہ کی دوبارہ تعمیر کی نیز انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس جنگل کو آباد کر دے۔ جب ہی سے یہ بے آب و گیاہ میدان قرب و جوار بلکہ ساری دنیا کا مرکز بنا، اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندے اسی کا رخ بنا کر پانچ وقت اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

حضرت اسماعیل کی تسلیں یہاں مقیم ہوئی اور کچھ تسلیں قرب و جوار میں بھی پھیلیں آخر میں قریش یہاں کے متولی اور باشندے ہوئے اور پھر یہاں قریش میں دنیا کے سب سے عظیم رہنما اور خدا کے سب سے آخری پیغمبر و رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت با سعادت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مبعوث ہونے کے بعد اسی مقدس شہر سے خدا کے آخری دین اسلام کا پیغام دنیا کو سنایا اور انہیں سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی تمام تر جدوجہد کا آغاز ہوا۔

مکہ، آبادی پہلے صرف خیموں میں رہتی تھی ہجرت سے صرف دو صدی پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک جدِ قصی ابن کلاب جنس بنی تہام سے آئے تو ان کے مشورہ سے مکانات کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا پھر اسلام کے آنے کے بعد اس شہر کو برابر ترقی

ہوتی رہی، اب یہ اپنے قرب و جوار میں دور دور تک سب سے بڑا اور پورے عالم اسلام کا سب سے اہم اور مرکزی شہر ہے۔ شہر میں پانی کا ایک ہی چشمہ ہے جسے زمزم کہتے ہیں اس کے علاوہ یہاں پانی کا اور کوئی کنواں نہیں ہے پانی کی کمی کی وجہ سے یہاں کی زمین میں کچھ کاشت نہیں ہو سکتی تھی، اب پانی کی افراط کی وجہ سے کچھ گھاس اور پودے لگائے گئے ہیں پہلے شہر میں پانی کی بہت قلت ہونے کی وجہ سے طائف کے قریب یہاں ایک نہر لائی گئی ہے جس کا نام نہر زبیدہ ہے۔ یہ نہر امیر الرشید کی والدہ زبیدہ نے بنوائی تھی بعد میں اس کو ترقی دی جاتی رہی اس کے لیے پانی پہنچانے کے دوسرے ذرائع بھی اختیار کیے گئے اب موجودہ حکومت میں پانی کی سپلائی کا بہت معقول انتظام اور عمدہ ہونے کی وجہ سے یہ قلت بالکل جاتی رہی ہے۔

پہاڑوں کے درمیان گھرے ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں گرمی زیادہ اور سردی کم ہوتی ہے شہر کا موسم گرمیوں میں بڑا سخت ہوتا ہے اور بارش صرف جازوں میں ہوتی ہے جس کی سالانہ مقدار چار پانچ انچ سے زیادہ نہیں ہوتی لہذا گرمی کا موسم مارچ میں شروع ہو کر آخر اکتوبر تک رہتا ہے موسم بارش میں سردی کم ہوتی ہے۔

میقات سے تقدیم احرام کے جواز کا بیان:

(قَبْلَ أَنْ تَقْدَمَ إِلَى الْحَرَامِ عَلَى هَذِهِ الْمَوَاقِيتِ جَزَاءٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَأَتِمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ) (وَأَتِمُّوهُمَا أَنْ يَبْعَثَ بِهِنَّ مِنْ ذُوِيْرَةِ أَهْلِهِ، كَذَلِكَ قَالَهُ عَلِيُّ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا).

وَالْأَفْضَلُ التَّقْدِيمُ عَلَيْهَا لِأَنَّ إِتِمَامَ الْحَجِّ مُقَسَّرٌ بِهِ وَالْمُسَقَّةُ فِيهِ أَكْثَرُ وَالتَّعْظِيمُ أَوْفَرُ، وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنَّمَا يَكُونُ الْفَضْلُ إِذَا كَانَ يَمْلِكُ نَفْسَهُ أَنْ لَا يَبْعَثَ فِي مَحْظُورٍ

ترجمہ:

اگر اس نے میقات سے احرام کو مقدم کیا تو اس کیلئے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور تم اللہ کیلئے حج و عمرے کو پورا کرو اور ان دونوں کو پورا کرنا یہ ہے کہ ان دونوں احرام اپنے لوگوں کے گردہ کے ساتھ یا ہاتھ کر نکلے۔ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اور فضیلت میقات پر تقدم ہی ہے کیونکہ حج کو مکمل کرنے کی تعمیری اسی کے بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے اور بارش بھی زیادہ ہے۔

حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ میقات پر احرام کو مقدم کرنا تب افضل ہے جب اس کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ ممنوع چیز کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

میقات سے پہلے احرام باندھنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان:

امام ابوحنیفہ حضرت امام رضی اللہ عنہما کہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات سنا ہے جو شخص حج یا عمرہ کے لئے مسجد اقصیٰ (یعنی سے احرام باندھ کر چلے) تو اس کے وہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے، اس سے پہلے کہے ہوں گے اور جو بعد میں کرے گا یا فرمایا کہ اس شخص کے لئے ابتداء ہی میں جنت واجب ہو جائے گی (یعنی وہ شروع ہی میں جنت میں داخل ہوگا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

جب کوئی شخص بیت المقدس کے مکہ کے لئے چلتا ہے تو وہ راستہ میں مدینہ منورہ سے گزرتا ہے، اس طرح وہ شخص اپنے راستہ میں تینوں افضل ترین مقامات سے شرف ہوتا ہے، ہاں طور کس راستہ کے سفر کی ابتداء بیت المقدس سے ہوتی ہے، درمیان میں مدینہ منورہ آتا ہے اور اس میں مکہ مکرمہ پہنچتے پہنچتے بعد اس شخص کی خوش بختی کا اندازہ لگائیے جو اپنے سفر حج کی ابتداء بیت المقدس سے کرے کہ اول تو وہ سفر مقدس و باعظمت پھر سفر کی ابتداء بیت المقدس سے درمیان میں مدینہ منورہ اور سفر کی ابتداء حرم محترم پر اس سبب سے مذکور بالا شخص یہ عظیم ثواب پاتا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ احرام باندھنے کی جگہ حرم محترم سے جتنی دور ہوگی ثواب بھی اتنا زیادہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم کے نزدیک مواقیت سے احرام کی تقدیم یعنی احرام باندھنے کی جگہوں سے پہلی احرام باندھ لینا اپنی گھری سے احرام باندھ کر چلنا افضل ہے۔

حضرت امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ ممنوعات احرام سے بچ سکے، ورنہ اگر یہ جانے کہ اس صورت میں ممنوعات احرام سے اجتناب ممکن نہیں ہوگا تو پھر میقات سے ہی احرام باندھنا افضل ہوگا۔

اسی طرح ج کے مینوں میں (یعنی شوال) ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دنوں) سے پہلے احرام باندھنے کے بارے میں خفیہ کے ہاں جواز کا قول بھی ہے اور مکروہ کہا گیا ہے۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بھی کراہت ہی کے قائل ہیں۔ حضرت امام شافعی کا ایک قول اگرچہ یہ بھی ہے کہ حج کے مینوں سے پہلے احرام باندھنے والوں کا احرام درست نہیں ہوگا لیکن ان کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حج کے مینوں سے پہلے احرام باندھ لے گا تو اس کا وہ احرام حج کی بجائے عمرہ کا ہو جائے گا۔

میقات سے پہلے احرام باندھنے کی اجازت شرعی کا بیان:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: وہ جگہ ہے (مسجد ذی اہلیقہ سے آگے کے کسی طرف) جس کے بارے میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلط بات کرتے ہو (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد اسے احرام باندھا حالانکہ) آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذی اہلیقہ کے نزدیک (احرام باندھ کر) لیکن پکارنا شروع کیا۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَهَلَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ رِوَاةُ الشَّافِعِيِّ

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیت المقدس سے احرام باندھا۔ اسے شافعی نے روایت کیا ہے۔

میقات میں رہنے والوں کیلئے مقام حل کا میقات ہونا:

(وَمَنْ كَانَ دَاخِلَ الْمِيقَاتِ قَوْفَهُ الْحِلُّ مَعْنَاهُ الْحِلُّ الَّذِي بَيْنَ الْمَوَاقِبِ وَبَيْنَ الْحَرَمِ لِأَنَّهُ يُجُوزُ إِحْرَامُهُ مِنْ ذُوَيْرَةِ أَهْلِهِ، وَمَا وَرَاءَ الْمِيقَاتِ إِلَى الْحَرَمِ مَكَانٌ وَاحِدٌ) وَمَنْ كَانَ بِمَكَّةَ قَوْفَهُ فِي الْحَجِّ الْحَرَمِ وَفِي الْعُمْرَةِ الْحِلِّ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَ أَصْحَابَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنْ يُحْرَمُوا بِالْحَجِّ مِنْ جُوفِ مَكَّةَ، وَأَمَرَ أَخَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنْ يُعْمِرَهَا مِنَ النَّعِيمِ وَهُوَ فِي الْحِلِّ، وَلَئِنْ أَذَاءَ الْحَجِّ فِي عَر وَهِيَ فِي الْحِلِّ فَيَكُونُ الْإِحْرَامُ مِنَ الْحَرَمِ لِيَتَحَقَّقَ نَوْعُ سَفَرٍ، وَأَذَاءَ الْعُمْرَةِ فِي الْحَرَمِ فَيَكُونُ الْإِحْرَامُ مِنَ الْحِلِّ لِهَذَا، إِلَّا أَنْ النَّعِيمَ أَفْضَلُ لُزُودِ الْأَثَرِ بِهِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ.

ترجمہ:

اور جو بندہ میقات میں رہتا ہے اس کا میقات حل ہے بل وہ ہے جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہے کیونکہ اس کو اپنے لوگوں کے گروپ کے ساتھ احرام باندھنا چاہئے۔ میقات کے اندر سے مکہ کے حرم تک جگہ ایک ہی ہے۔

اور مکہ میں رہنے والے شخص کا میقات حج کی صورت میں حرم ہے جبکہ عمرہ کی صورت میں حل ہے کیونکہ یہ کہ یہ میقات ہے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اگر حج میں جوف مکہ سے باندھیں اور حضرت امام ابوحنیفہ نے مکہ رضی اللہ عنہما کے بعد کی توضیح دیا کہ وہ عاکثرہ رضی اللہ عنہما کو مقام تعیم سے عمرہ کریں۔ (مسلم) اور تعیم حرم کی حدود سے باہر حل میں ہے۔ کیونکہ حج کا ادا کرنا عرفات میں ہوتا ہے۔ لہذا حج کا احرام حرم سے ہوگا اس لئے کہ ایک طرح کا سفر ثابت ہو جائے۔ جبکہ عمرہ کی ادائیگی حرم میں ہوتی ہے اسی وجہ سے عمرہ کا احرام حل سے ہوگا۔ البتہ تعیم افضل ہے کیونکہ تعیم کے ساتھ ارادہ ہے۔

حرم میں رہنے والوں کے میقات کا بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ سے لیے ذی اہلیقہ

اور اہل شام کے لیے جھہ، اور اہل نجد کیلئے قرن منازل، اور اہل یمن کے لیے یلمم میقات مقرر کیا اور فرمایا:

(یہ اہل میقات کے لیے اور ان کے علاوہ جو حج اور عمرہ کرنے کے لیے یہاں سے گزر رہے ہیں اس کے لیے بھی میقات ہیں اور جو ان کے اندر ہیں اس کے احرام باندھنے کی جگہ اس کا گھر ہے اور اسی طرح اہل مکہ مکہ کے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔

اور عاکشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (وادئ) محصب (ایک جگہ کا نام ہے) میں فرے اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یاد دیا اور فرمانے لگے: (اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ) اور ایک روایت میں ہے کہ تعیم لے جاؤ) تاکہ وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور پھر بیت اللہ کا طواف کرے، اور میں تم دونوں کا یہاں انتظار کر رہا ہوں۔

حضرت عاکشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: لہذا ہم نکلے اور میں نے احرام باندھا اور پھر بیت اللہ کا طواف کیا اور صفارہ کی سعی کی اور رات کے وقت ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو وہ اپنی جگہ پر تھے اور وہ فرمانے لگے: کیا تم قارح ہو گئی ہو؟ تو میں نے عرض کی جی ہاں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے مابین کو حج کرنے کا اعلان کر دیا اور آپ نکلے اور نماز فجر سے قبل بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر مدینہ روانہ ہو گئے) صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔

تو اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ہے کہ اہل مکہ صرف حج یا صرف عمرہ یا حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام مکہ سے ہی باندھیں گے، اور عاکشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جس میں ہے کہ وہ اپنے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جمعہ گئیں خاص ہے۔

حج و عمرہ کے میقات حرم سے فراق کا بیان:

اور علماء کرام کے ہاں یہ قاعدہ معروف اور مسلم ہے کہ جب عام اور خاص کا آپس میں تنازع ہو تو عام کو خاص پر محمول کرتے ہوئے خاص کو غیر کیلئے چھوڑ دیا، اور یہاں بھی وہی ہے کہ تعیم یا یصل کی کسی دوسری جگہ سے عمرہ کا احرام باندھنا تو (حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ کی سے) اس کا معنی یہ ہوگا کہ اہل مکہ حج مفرد یا حج اور عمرہ کا اکٹھا ہی احرام مکہ سے ہی باندھیں گے اور انہیں حل یا حدیث میں مذکور دوسرے میقات کی طرف نکلنے کی ضرورت نہیں تاکہ وہ ہاں سے احرام باندھ سکیں۔

لیکن صرف عمرہ کے لیے ہے کہ جو کوئی بھی صرف عمرہ کا احرام باندھنا چاہے اور وہ مکہ کا رہائشی ہو یا حرم کی حدود میں رہتا ہو تو اسے حل کی جانب نکلتا ہوگا یعنی تعیم وغیرہ کی طرف تاکہ وہ ہاں سے احرام باندھے، جمہور علماء کرام کا یہی کہنا ہے، بلکہ انجب طبری کا کہنا ہے کہ: مجھے کسی بارہ میں علم نہیں کہ اس نے مکہ کو عمرہ کے لیے ہیعت مقرر کیا ہو۔

تو اس طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان (حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے ہی) کو حج مفرد اور قرآن والے اطمینان کیا جائے کہ نہ کہ صرف عمرہ کرنے والے کے لیے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کسی دو معاملوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ اگر وہ گناہ نہ ہوتا تو اس میں سے آسان کو اختیار کرتے تھے، لہذا اگر صرف عمرہ کا احرام حرم کی حدود سے باندھے کی اجازت ہوتی

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاکشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اختیار کر لیتے، کیونکہ یہ ان کے لیے بھی اور شاعران کے بھائی کے لیے بھی آسان تھا اور اس میں تکلیف اور مشقت بھی کم تھی لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاکشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تعیم یا حل پر کراہم باندھنے کا حکم نہ دیتے۔

لہذا ان احرام کی حدود سے احرام باندھنے میں چاہے کراہم یا نہ ہو حل پر چاہے کراہم یا نہ ہو سب کے لیے آسان اور سہل ہے حالانکہ حل جانے میں مشقت اور تکلیف ہے اور پہلے معاملے یعنی حرم سے احرام باندھنے میں کوئی مشقت نہیں اس بات کی دلیل ہے کہ صرف عمرہ کا احرام حرم کی حدود کی بجائے حل سے باندھنا شرعی مقصود ہے اور شرعی طور پر، موربہ کہ جو حرم میں رہتے ہوئے صرف عمرہ کرنا چاہے وہ حل پر چاہے کراہم یا نہ ہو۔

مکہ کے قریب رباڑی کے میقات میں نماز اہل بیت کا بیان:

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

إذا كان مسكنا أقرب إلى مكة من الميقات كان ميقاته مسكنا هذا قول أكثر أهل العلم وبه يقول مالك وطاوس والشافعي وأبو ثور وأصحاب الرأي وعن مجاهد قال: يهل من مكة ولا يصح فإن النبي صلى الله عليه وسلم قال في حديث ابن عباس: (فمن كان دونهن مهله من أهله) وهذا صريح والعمل به أولى (المعنى: ج ۳، ص ۲۱۹، بيروت)

غیر مقلدین کے نزدیک میقات حل حج و عمرہ دونوں کیلئے ہے:

اہل مکہ کے لیے عمر کا یہ میقات حل ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ اپنی بہن ابی بنہ کو تعیم لے جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور جن عاء نے یہ کہا کہ عمرہ کا میقات اظہر اور مکہ ہی ہے، انہوں نے اس حدیث کے بارے میں جواب دیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شخص حضرت عاکشہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کے لئے فرمایا تھا تاکہ وہ حل سے کر آئیں جیسا کہ دیگر ازاواج مطہرات نے کیا تھا اور یہ جواب ظہر کے خلاف ہے، حاصل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے لیے میقات کا تعین واقع نہیں ہوا اور میقات حج کا تعین جہت والوں کے لئے ثابت ہوا ہے۔ پس اگر عمرہ ان موافق میں حج کی مانند ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیحہ میں فرمایا ہے کہ جو لوگ میقات کے اندر ہوں ان کا میقات ان کا گھر ہے وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں اس طرح کہ وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں اور یہ حدیث صحیحین میں ہے۔ بلکہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب مکہ کی میقات کا ذکر کرنے کے بعد صراحت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس یہ میقات ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان کے اہل ہیں اور جو بھی ادھر سے گزرے تاکہ وہ یہاں کے باشندے نہ ہوں۔ پھر ان کے لئے میقات یہی مقامات ہیں جو بھی حج اور عمرہ کا ارادہ کر کے آئیں۔ پس اس حدیث میں صراحت

عمرہ کا لفظ موجود ہے۔

یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب حج کا احرام مکہ والے مکہ ہی سے باندھیں گے اور ان کے گھر ہی ان کے میقات ہیں تو عمرہ کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ حدیث ہذا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا ایک ہی جگہ ذکر فرمایا ہے۔ یہ سلسلہ میقات جس قدر احکامات حج کے لئے ہیں وہی سب عمرہ کے لئے ہیں۔ ان کی بنا پر صرف مکہ شریف سے عمرہ کا احرام باندھنے والوں کے لئے تکمیل جانا ضروری نہیں ہے۔ (بدورالابلہ، ص ۱۵۲)

غیر مقلدین و یہاں تخصیص و تعین کی سمجھ نہیں آئی اور بڑی وضاحت اس حدیث کا تشریف اللہ عنہا جس میں عمرے کا احرام مقام محل سے باندھنے کا حکم ہے۔ اور دوسری حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو فرما کہ سے احرام باندھنے کا حکم احرام حج کے ساتھ ہے۔ حدیث کا ادنیٰ خادم بھی یہاں تطبیق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جبکہ غیر مقلدین کے شیخ اکل یہ اصول سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔

باب الباحرام

﴿یہ باب احرام کے بیان میں ہے﴾

باب الاحرام من فتنی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے میقات کے بعد احرام کے باب کو شروع کیا ہے کیونکہ اس میں احرام باندھنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ احرام مصدر ہے۔ جب کوئی شخص حرمت میں داخل ہوتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے "احرام" جس سے "بکیفہا" کے عرف میں احرام ہے کہ انسان اس عبادت کی ادائیگی کی وجہ سے اپنے آپ پر جان چیزوں کو حرام کر دیتا ہے اور عبادت ایسی ہی ہیں جو تحریم عبادت کرتی ہیں۔ جس طرح نماز اور حج ہے۔ جبکہ بعض اس طرح نہیں ہیں جس طرح روزہ اور زکوٰۃ ہے۔ اور اس میں ایسے امور ہیں جن تک عقل کی رسائی نہیں ہے جس طرح غیر مسلم ہوا کچر ا ہے خوشبو و چھوڑنا ہے صفائی کوڑا ہے۔ ہے گھنٹی کی ٹنگریاں مارتا ہے اور ان تمام کی تشبیہ مردہ سے ہے۔ (الہدایہ شرح الہدایہ، ص ۵۵، ۳۵، فقانیہ لندن)

احرام باندھتے وقت غسل یا وضو کی فضیلت کا بیان:

(وَإِذَا أَرَادَ الْبَاخِرَامَ اغْتَسَلَ أَوْ تَوَضَّأَ وَالْغُسْلُ أَفْضَلُ) لِمَا رَوَى (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اغْتَسَلَ لِبَاخِرَامِهِ) إِلَّا أَنَّهُ لِلتَّنْظِيفِ حَتَّى تَوَضَّأَ بِهِ الْخَائِضُ، وَإِنْ لَمْ يَقَعْ قَرَضًا عَنْهَا فَيَقُومَ الْوُضُوءُ مَقَامَهُ كَمَا فِي الْجُمُعَةِ، لَكِنَّ الْغُسْلَ أَفْضَلُ لِأَنَّهُ مَعْنَى النِّظَافَةِ فِيهِ أَتَمُّ، وَلَا نَظَرَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اخْتَارَهُ.

ترجمہ:

اور جب وہ احرام باندھنے کا قصد کرے تو وہ غسل کرے یا وضو کرے۔ اہل تشیع کہتے ہیں "افضل"۔ یہاں تک کہ حاشیہ و مضمون نے احرام کیلئے کہا ہے۔ (ترمذی، طبرانی، "افضل") لیکن یہ یا تو کسی اصل سے کیے ہیں۔ یہاں تک کہ حاشیہ و مضمون دیا جائے گا چاہے اس سے فرض واقع نہ ہو۔ بعد از وضو اس غسل کے قائم مقام ہو جائے گا جس طرح بعد میں دیتا ہے۔ لیکن اس "افضل" ہے کیونکہ معنوں میں پاکیزگی کا مقبرہ غسل میں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار کیا ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک غسل احرام کے اختیاب کا بیان:

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امام طبرانی نے اپنی معجم میں اور امام دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث نقل فرمائی ہے اور ان دونوں میں یہ ہے۔ احرام سے غسل کیا جائے گا۔ اور مسئلہ میں تمام احادیث قولی ہیں فعلی کی کوئی حدیث نہیں ہے۔

جیزہ حرام ہوگئی ہیں ایک لباس جو صرف ایک چادر اور تہبند ہوتا ہے۔ بہنیت حج یا عمرہ باندھا جاتا ہے جس کو اگر کپتے ہیں۔

حج اور عمرے کے لیے احرام باندھنا ضروری ہے۔ مرد کے لیے احرام کا لباس دو چادریں ہیں، وہ احرام کی حالت میں شلوار قمیض نہیں پہن سکتا۔ اسی طرح اس کا سر بھی تنگ رہنا ضروری ہے۔ تاہم وہ برطرط کی جوتی اور موزے پہن سکتا ہے، اور موزوں کو تنکوں کے پیچے تک کاٹ لے گا، جیسا کہ صحیح بخاری، حدیث 1542 میں ہے۔ عورت کے احرام کے لیے مذکورہ چیزوں کی پابندی نہیں ہے وہ اپنے عام لباس ہی میں احرام باندھ سکتی ہے، اس کے لیے سر کا ڈھنکنا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ وہ عام حالات کی طرح اس حالت میں بھی سر اور ہاتھ اور جسم کے سارے حصوں کو ڈھک کر رکھے گی۔ البتہ احرام کی حالت میں اسے چہرے پر نقاب ڈالنے سے اور ہاتھوں میں دستانے پہننے سے منع کیا گیا ہے لیکن یہ حالت اس وقت ہوگی جب مردوں کا سامنا نہ ہو۔ اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب ہمارا سامنا مردوں سے ہوتا تو ہم اپنے چہروں کو چھپا لیتیں۔

(نسخن ابی داؤد و الترمذی)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا بیان:

قَالَ (وَمَسَّ طَيْبًا إِنْ كَانَ لَهُ) وَغَنَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : أَنَّهُ يُكْرَهُ إِذَا تَطَيَّبَ بِمَا تَبَقَّى عَيْنُهُ بَعْدَ الْإِحْرَامِ ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ ، لِأَنَّهُ مُنْتَفِعٌ بِالنَّطِيبِ بَعْدَ الْإِحْرَامِ .
وَوَجَّهَ الْعُشْهُورُ حَدِيثَ (عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ) "وَالْمَسْمُوعُ عَنْهُ النَّطِيبُ بَعْدَ الْإِحْرَامِ ، وَالْبَاقِي كَالنَّاتِبِ لَهُ لِاتِّصَالِهِ بِهِ ، بِخِلَافِ الْقَوْبِ لِأَنَّهُ مُبَايِنٌ عَنْهُ.

ترجمہ:

فرمایا: اور اگر اس کے ہاں بھیا ہو تو خوشبو لگائے۔ اور حضرت امام احمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کیلئے خوشبو لگانا مکروہ ہے کیونکہ اس کی ذات احرام کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی علیہما الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ وہ شخص احرام کے بعد بھی اس خوشبو سے فائدہ حاصل کرے گا۔ اسے اس قول مشہور کی دلیل حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بدن مبارک کو خوشبو لگاتی تھی اور یہ آپ ﷺ کے احرام باندھنے سے پہلے لگاتی تھی۔ (بخاری و مسلم) اور جس سے روکا گیا ہے وہ احرام کے بعد خوشبو لگانا ہے۔ البتہ بقیہ اس سے منع ہونے کی طرح ہیں۔ کیونکہ بدن تو لما ہو رہا ہے یہ بخلاف کپڑے کے کہ وہ لما ہو رہا نہیں ہوتا۔

احرام میں خوشبو لگانے سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام کے لیے احرام باندھنے سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام سے نکلنے کے لیے طواف کعبہ سے پہلے خوشبو لگاتی تھی اور ایسی خوشبو لگاتی تھی جس میں مشک ہوتا تھا گو یا میں اب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام باندھے ہوئے ہیں یعنی وہ چمک گو یا میری آنکھوں تلے پھرتی ہے۔ (بخاری و مسلم)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب احرام کا ارادہ کرتے تو احرام باندھنے سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو لگاتی اور وہ خوشبو ایسی ہوتی جس میں مشک بھی ہوتا تھا۔ البتہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر خوشبو احرام سے پہلے لگائی جائے اور اس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ خوشبو کا احرام کے بعد استعمال کرنا منوعات احرام سے ہے نہ کہ احرام سے پہلے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے کہ احرام کے بعد خوشبو استعمال کرنا ممنوع ہے احرام سے پہلے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کے ہاں احرام سے پہلے بھی ایسی خوشبو لگانا مکروہ ہے جس کا اثر احرام باندھنے کے بعد بھی باقی رہے۔ ولحلہ قبل ان يطوف بالبيت (اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام سے نکلنے کے لئے الخ) کا مقصود سمجھنے سے پہلے یہ تفصیل جان لینی چاہے کہ بقدر کے رد (یعنی سویر ذی الحجہ) حاجی مزدلفہ سے منی میں آتے ہیں اور وہاں ری جمرہ عقبہ (جمرہ عقبہ پر نکل کر مارنے) کے بعد احرام سے نکل آتے ہیں یعنی وہ تمام باتیں جو حالت احرام میں منع تھیں اب جائز ہو جاتی ہیں البتہ رنٹ (جماع کرنا یا عورت کے سامنے جماع کا ذکر اور شہوت انگیز باتیں کرنا) جائز نہیں ہوتا یہاں تک کہ جب مکہ و انیس آتے ہیں اور طواف افاضہ کر لیتے ہیں تو رنٹ بھی جائز ہو جاتا ہے۔ لہذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس جملہ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب احرام سے نکل آتے ہیں یعنی مزدلفہ سے منی آ کر ری جمرہ عقبہ سے فارغ ہو جاتے ہیں لیکن ابھی تک مکہ کا طواف افاضہ نہ کر چکے ہوتے تو اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی۔

احرام کی دو رکعات کا بیان:

قَالَ (وَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ لِمَا رَوَى جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَرُكْعَتَيْنِ عِنْدَ إِخْرَامِهِ قَالَ وَقَالَ : اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي) لِأَنَّ أَدَاءَهَا فِي أُرْمِيَةِ مُفَرَّقَةٍ وَأَمَّا كُنْ مُتَابِعَةٍ فَلَا يَتَعَرَّى عَنْ الْمَشَقَّةِ عَاقِبَةُ فَيَسْأَلُ النَّبِيرَ ، وَفِي الصَّلَاةِ لَمْ يَذْكُرْ مِثْلَ هَذَا الدُّعَاءِ لِأَنَّ مُدْتَكَهَا

يَسِيرَةً وَأَدَاءً هَا عَادَةً مَيَسَّرَ . قَالَ : ثُمَّ لَبَّيْكَ عَقِيبَ صَلَاتِهِ (لِمَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَبَّى فِي ذُبُرِ صَلَاتِهِ) . وَإِنْ لَبَّى بَعْدَهَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ جَارًا ، وَلَكِنْ الْأَوَّلُ أَفْضَلُ لِمَا رَوَيْنَا .

ترجمہ:

فرمایا: اور دو رکعات پڑھے کیونکہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ذوالحلیفہ میں حالت اہرام میں دو رکعات نماز پڑھی۔ (مسلم) صاحب قدوری نے فرمایا ہے کہ وہ شخص یہ کہے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو میرے لئے آسان فرما دے اور میری طرف اس کو قبول فرما۔ کیونکہ حج کی ادائیگی مختلف زمانوں میں اور مختلف جگہوں میں ہوتی ہے۔ لہذا وہ عام طور پر مشقت سے خالی نہیں ہوگا۔ اس لئے القدوری نے اس میں آسانی کیلئے دعا بھی چاہیے۔ جبکہ نماز میں اس طرح کی دعا کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا وقت آسان ہے اور عام طور پر اس کی ادائیگی آسان ہے۔ اور صاحب قدوری نے کہا ہے پھر وہ اپنی نماز کے بعد تلبیہ کہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے بعد تلبیہ کہا۔ (ترمذی، نسائی) اور اگر وہ اپنی سواری کو حج کرنے کے بعد تلبیہ کہے تب بھی درست ہے۔ لیکن فضیلت پہلے طریقے کو ہے اسی حدیث کے پیش نظر جو ہم روایت کر چکے ہیں۔

احرام کے لئے دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (احرام باندھتے وقت) ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر جب ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب آؤنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر کھڑی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلمات (یعنی لبیک کے مشہور کلمات کو جو پہلے گزر چکے ہیں) پڑھاؤا بلند کہتے اور (پھر) یہ کلمات (مزید) کہتے لبیک اللہم لبیک لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک لبیک والربغذاء البیک والععل۔ حاضر ہوں تیری خدمت میں اے اللہ! میں تیری خدمت میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیری خدمت میں اور تیرے بختی حاصل کرتا ہوں تیری خدمت میں اور بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے حاضر ہوں تیری خدمت میں اور رغبت و توجہ تیری طرف ہے اور میں تیرے ہی لئے ہے۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے لیکن الفاظ مسلم کے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالحلیفہ پہنچتے تو وہاں پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت نماز نے نیت نقل پڑھتے جو احرام کے لئے مسنون ہے اور ان دونوں رکعتوں میں آیت (قَالَ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) اور (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) کی قرأت کرتے پھر نیت کرتے اس کے بعد لبیک کہتے اور پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالحلیفہ کے پاس آؤنی پر سوار ہوتے اور آؤنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر کھڑی ہوتی تو اس وقت بھی پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلمات کے ذریعہ تلبیہ کرتے جو مشہور ہیں

اور پھر لبیک کے مزید وہ کلمات کہتے جو حدیث میں نقل کئے گئے ہیں۔

احرام کی دو رکعتوں کے سنت ہونے میں مکررین احادیث کی رائے:

جاوید غامدی کے ایک لے پاک بیٹے عامر نے اس حدیث کا انکار کر دیا ہے کہ احرام کیلئے دو رکعات کا پڑھنا سنت ہے۔ جس کے بارے میں صحیح بخاری مسلم کے حوالے سے بیان کرتا ہے۔

چنانچہ عامر درگزر لکھتا ہے کہ حج و عمرہ کے احرام کے موقع پر پاک و ہند میں عام طور پر دو رکعت نماز کی ادائیگی کو مسنون اور منجملہ مناسک سمجھا جاتا ہے۔ تحقیق کی رو سے خاص طور پر احرام سے متعلق اس طرح کی کوئی نماز شریعت میں مقرر کی گئی ہے، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارشاد یا آپ کے اسوہ سے اس طرح کا کوئی عمل ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی اصلاح کر لینا چاہیے۔ آئی اگر چاہے تو بغیر کسی نماز کے حج یا عمرہ کی نیت کے کہ حالت احرام میں داخل ہو جائے۔ اور وہ چاہے تو اس موقع پر اگر کسی فرض نماز کا وقت ہو تو اس سے فارغ ہو کر تلبیہ کا آغاز کرے؛ جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے (مسلم، رقم: ۷۰۷۸)۔

حدیث سنت کی رو سے خاص اس موقع کی کوئی نماز شریعت مناسک کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جاسکتی۔ (المورد، عامر، درگزر) کتب احادیث سے جب دو رکعت نماز پڑھنے کا ثبوت موجود ہے تو پھر عامر کو کیا سوچی کہ وہ منت گھڑت باتیں کہہ کر لوگوں کو اللہ کی عبادت سے دور کرے۔

تلبیہ کہنے کے وقت میں دعا بربار بعد کا بیان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے پاؤں رکاب میں ڈالے اور آؤنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب تلبیہ کیا (یعنی باز بلند لبیک کہی) (بخاری و مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر رخت سفر باندھا اور نظری کی نماز میں پڑھ کر روانہ ہوئے۔ عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی جو اہل مدینہ کے لئے میقات سے رات وہیں گزار دی اور پھر صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا۔

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر اور اونٹ کے کھڑے ہو جانے کے بعد لبیک کہی جب ایک دوسری روایت میں یہ منقول ہے کہ احرام کے لیے نہ نیت نقل دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد لبیک کہی نیز ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہید او بیخ کر جو ایک بلند جگہ کا نام ہے لبیک کہی اس طرح لبیک کہنے کے وقت کے سلسلہ میں تین طرح کی روایتیں منقول ہیں۔

حضرت امام شافعی نے تو پہلی روایت پر کہ جو یہاں نقل کی گئی ہے عمل کرتے ہوئے کہا کہ اونٹ پر (یا جو بھی سواری ہو اس پر) بیٹھ کر لبیک کہی جائے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے۔ لہذا ان تینوں ائمہ کے ہاں مستحب ہے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھنے کے بعد احرام کی نیت کی جائے اور پھر وہیں مصلیٰ پر بیٹھے ہی ہوئے بیک کہتے تو یہ جائز ہے لیکن نماز کے بعد بھی بیک کہنا نفل ہے۔

اب ان تینوں روایتوں کے تضاد کو اس طریق کے ساتھ دور کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ کر مصلیٰ پر بیٹھے ہوئے بیک کہی پھر جب اونٹنی پر بیٹھے تو اس وقت بھی بیک کہی اور اس کے بعد جب مقام ہبہاء پر پہنچے تو وہاں بھی بیک کہی چنانچہ علامہ نے اسی لیے لکھا ہے کہ حالت اور جگہ کے تغیرات کے وقت بیک کا تکرار مستحب ہے۔

بہر کیف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح تین مرتبہ بیک کہی اور جس روایت نے جہاں بیک کہتے سنا وہ یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے بیک کہی شروع کی ہے اس لئے ہر ایک روایت نے اپنے سننے کے مطابق ذکر کر دیا۔ اس طریق و توجہ کی بنا پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جسے شیخ عبدالحق نے افہام المعانی میں شرح کتاب خرقی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

مفروضہ بیک کرنے میں حج کی نیت کرے:

(فَإِنْ كَانَ مُفْرِدًا بِالْحَجِّ يَتْلِيهِ الْحَجَّ) لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (وَالنِّيَّةُ أَنْ يَقُولَ: لَيْتَكَ اللَّهُمَّ لَيْتَكَ، لَيْتَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَيْتَكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ، لَا شَرِيكَ لَكَ، وَقَوْلُهُ إِنَّ الْحَمْدَ بِكُسْرِ الْأَلْفِ لَا يَفْتَحُهَا لِيَكُونَ الْإِنْدَاءُ وَلَا بِنَاءً إِذْ الْفَتْحُ صِفَةُ الْأَوَّلَى، وَهُوَ إِجَابَةٌ لِدَعَاءِ الْخَلِيلِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ عَلَى مَا هُوَ الْمَعْرُوفُ فِي الْقِصَّةِ) وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُجْلَّ بِشَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْكَلِمَاتِ (لَأَنَّهُ هُوَ الْمَنْقُولُ بِاتِّفَاقِ الرُّوَاةِ فَلَا يَنْقُصُ عَنْهُ).

ترجمہ:

اور اگر شخص صرف حج کرنے والا ہے تو تبلیہ میں صرف حج کی نیت کرے اس لئے کہ حج ایک عبادت ہے اور اعمال کا دار مداریتوں پر ہوتا ہے۔ اور تبلیہ الفاظ یہ ہیں۔ ”لَيْتَكَ اللَّهُمَّ لَيْتَكَ، لَيْتَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَيْتَكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ، لَا شَرِيكَ لَكَ“ اس کے قول ان الحمد میں الف کے سر کے ساتھ پڑھے اس کو فتح کے ساتھ نہ پڑھے۔ تاکہ ابتداء تعریف کے ساتھ ہو جائے (پہلے والے سے) شروع نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر فتح پڑھا تو حاتو پہلے کی صفت ہوگا۔ اور یہ جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بکارنے کا جواب ہے جس طرح واقعہ میں مشہور ہے۔ اور مذکورہ کلمات سے کم کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اہل رواۃ سے اتفاق سے یہی منقول ہے۔ اس لئے اس میں کم نہ کیا جائے ہاں البتہ اگر اس میں اضافہ کر دیا تو جائز

ہے۔

فقہاء کے نزدیک تبلیہ کی شرعی حیثیت کا بیان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیہ اس طرح آیا واز بلند کہتے سنا اور اس وقت آپ تبلیہ کیے ہوئے تھے۔ لَيْتَكَ اللَّهُمَّ لَيْتَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَيْتَكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَا شَرِيكَ لَكَ۔ یعنی حاضر ہوں میں تیری خدمت میں اے اللہ! حاضر ہوں تیری خدمت میں، میں تیری خدمت میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں میں تیری خدمت میں ہے شک تمام تعریف اور ساری نعمت تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہت بھی تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلمات سے زیادہ نہیں کہتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تبلیہ کرنا یہ کہ عزم (احرام باندھنے والا) اپنے سر کے بالوں میں گوند یا گھی یا مہندی یا اور کوئی چیز لگا لیتا ہے تاکہ بال آپس میں الجھتا رہیں اور جبک جائیں ان میں گرد وغبار نہ پڑے اور جو کس سے محفوظ رہیں۔ تبلیہ یعنی بیک کہنے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک احرام کے صحیح ہونے کے لئے تبلیہ شرط ہے، حضرت امام مالک کہتے ہیں کہ تبلیہ واجب ہے لہذا تبلیہ ترک کرنے کی وجہ سے دم (جانور ذبح کرنا) لازم آتا ہے۔

حضرت امام شافعی کے ہاں تبلیہ سنت ہے اس کو ترک کرنے کی صورت میں دم لازم نہیں ہوتا۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیہ میں اکثر اسے ہی الفاظ کہتے تھے کیونکہ اور روایتوں میں تبلیہ کے الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ بھی منقول ہیں چنانچہ اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ تبلیہ کے جو الفاظ یہاں حدیث میں نقل کئے گئے ہیں، ان میں کمی کرنا تو مکروہ ہے زیادتی تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

حدیث سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ تبلیہ آیا واز بلند ہونا چاہئے چنانچہ تمام علماء کے نزدیک بلند آواز سے بیک کہنا مستحب ہے۔ (الحنفی، ص ۳۳۵، بیروت)

تبلیہ کے بعد صلوٰۃ وسلام اور دعا مانگنے کا بیان:

حضرت عمارہ بن خزیمرہ بن ثابت اپنے والد اکرم حضرت خزیمرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبلیہ (یعنی بیک کہنے) کے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی اور جنت مانگتے اور اس کی رحمت کے ذریعہ دوزخ کی آگ سے معافی کے خواستگار ہوتے۔ (شافعی)

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ مستحب ہے کہ جو شخص تبلیہ سے فارغ ہو تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے اور درود پڑھنے وقت اپنی دعا و تبلیہ کی آواز کی نسبت پست و دھیمی رکھے نیز اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی اور جنت مانگے، دوزخ کی آگ

سے اس کی پناہ چاہے اور اپنی جس دینی و دنیاوی فلاح و بھلائی کے لیے چاہے عواما گئے۔

یہ مسئلہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ تلبیہ کرنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی تلبیہ کرنے کی حالت میں سلام ہی کر لے تو اس کے سلام کو جواب دینا جائز ہے بشرطی علماء کے نزدیک ایک مرتبہ تلبیہ کرنا تو فرض ہے اور ایک مرتبہ سے زیادہ سنت ہے ایسی سنت کہ جس کو ترک کرنے والا برا سمجھا جاتا ہے۔

تلبیہ کے کلمات میں کی بیشی کرنے کا بیان:

(وَلَوْ زَادَ فِيهَا جَزَاءً) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي رَوَايَةِ الرَّبِيعِ رَحِمَهُ اللَّهُ عَنْهُ. هُوَ اعْتَبَرَهُ بِأَلْذَاتِ وَالتَّشْهِيدِ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ يَكُونُ مَنْظُومًا. وَلَكِنَّا أَنْ أَجْلَاءَ الصَّحَابَةِ كَانُوا مَسْعُودًا وَابْنِ عُمَرَ وَآبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَآذُوا عَلَى الْمَأْثُورِ، وَلَئِنْ الْمَقْصُودُ الثَّنَاءُ، وَإِظْهَارُ الْعُيُودِيَّةِ فَلَا يُمْنَعُ مِنَ الزِّيَادَةِ عَلَيْهِ.

ترجمہ:

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے انہوں نے حضرت ربیع سے روایت کی ہے اور تلبیہ کو اذان اور تہجد پر قیاس کیا ہے کیونکہ ذکر بھی منظوم کلام ہے۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے زیادتی نقل کی گئی ہے۔ لہذا تلبیہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی بندگی کا اظہار کرنا ہے۔ اس لئے اس پر زیادتی موعوب نہیں ہے۔

تلبیہ کے کلمات میں کی بیشی پر فقہی مذاہب کا بیان:

علامہ ابن تہامہ قدس سرہ جلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ تلبیہ کے کلمات میں زیادتی کرنا نہ مستحب ہے اور نہ ہی مکروہ ہے۔ اسی طرح حضرت امام شافعی، ابن منذر نے کہا ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالروحید لیک اللہم لیک لا شریک لک لیک ان الحمد والنعمة لک والملك لا شریک لک۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کلمات کے ساتھ زیادتی فرمایا کرتے تھے۔ لیک لیک لیک وسعدیک والخیر بیدیک والریاء الیک والعمل (متفق علیہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کلمات کا اضافہ فرمایا کرتے تھے ”لیک ذا النعماء والفضل لیک لیک مرموبا ومرغوبا الیک لیک“

اسی طرح یہ بھی اثر وارد ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان کلمات کا اضافہ کیا کرتے تھے۔ ”انسا کان یزید

لیک حقا قضا بعدا ووقا“

لہذا ان آثار کی دلالت یہ ہے کہ تلبیہ کے کلمات میں زیادتی جائز ہے جس طرح احناف کا موقف ہے۔ اور دیگر فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کلمات کو کمر کر کر دیا ہے۔ (المنی، ۳۵، ص ۲۵۰، بیروت)

تلبیہ کے کلمات میں زیادتی کے جواز میں فقہ حنفی کے تائیدی دلائل:

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے تلبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی۔ آپ فرما رہے تھے لَیْکَ اللَّهُمَّ لَیْکَ لَیْکَ لَا شَریکَ لَکَ لَیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنَّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَریکَ لَکَ حضرت ابن عمر مزید یہ بھی پڑھتے تھے لَیْکَ لَیْکَ لَیْکَ وَسَعَدَیْکَ وَالْخَیْرَ فِیْ یَدَیْکَ لَیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِیْکَ وَالْعَمَلُ .

(سنن ابن ماجہ حج)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلبیہ یہ تھا لَیْکَ اللَّهُمَّ لَیْکَ لَیْکَ لَا شَریکَ لَکَ لَیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنَّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَریکَ لَکَ .

حضرت ابو ہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا لَیْکَ لَیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ لَیْکَ .

حضرت سہل بن سعد ساعدی بیان فرماتے ہیں کہ جو (مخلص بھی) تلبیہ کہتے والا تلبیہ کہتے ہیں تو اس کے دائیں بائیں زمین کے دونوں کناروں تک سب پتھر درخت اور ڈھیلے چلی (اس کے ساتھ) تلبیہ کہتے ہیں۔

حضرت سائب بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھے حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کو تلبیہ بلند آواز سے کہنے کا حکم دوں۔

حضرت زید بن خالد جلی فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اسے مجھ اپنے ساتھیوں کو بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا حکم دو کیونکہ تلبیہ ج کا شعار (اور نشانی) ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ (دوران حج) کون سا سب زیادہ فضیلت والا ہے؟ اگر شاعر فرمایا یا یا کر لیک کہتا اور قربانی کا خون بہاتا۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الحج)

لیک کے الفاظ جو مذکور ہوئے ان میں کمی نہ کی جائے، زیادہ کر سکتے ہیں بلکہ بہتر ہے مگر زیادتی آخر میں ہو اور میان میں نہ ہو۔ (جوہرہ، کتاب الحج)

جو شخص بلند آواز سے لیک کہہ رہا ہے تو اس کو اس حالت میں سلام نہ کیا جائے کہ مکروہ ہے اور اگر کر لیا تو ختم کر کے جواب دے، ہاں اگر جانتا ہو کہ ختم کرنے کے بعد جواب کا موقع نہ ملے گا تو اس وقت جواب دے سکتا ہے۔ (مشک)

احرام کے لیے ایک مرتبہ زبان سے لیک کہنا ضروری ہے اور اگر اس کی جگہ مُسَبِّحُ اللہ، یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یا کوئی اور ذکر الہی کیا اور احرام کی نیت کی تو احرام ہو گیا مگر سنت لبیک کہنا ہے۔ گوگنا ہو تو اُسے چاہیے کہ بوٹ کو جنس دے۔
(حاکمیری وغیرہ)

عمرہ یا حج کا احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کہنے کا حکم ہے:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ: يَا آلَ مُحَمَّدٍ! مَنْ حَجَّ مِنْكُمْ فَلْيَقُلْ فِي حَجَّتِهِ: رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ حَبَّانٍ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں میں سے جو شخص حج کرے اسے تلبیہ پکارتا چاہئے۔ اسے احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

تلبیہ کہنے کی فضیلت:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ (أَقَالَ) (مَا مِنْ مَلَكٍ يَلْبِسُ إِلَّا لَبَسَ مَا عَنْ يَمِينِهِ وَيَسَارِهِ مِنْ حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ مَدَرٍ حَتَّى تَنْقُطَ الْأَرْضُ مِنْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا) رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ (صحيح)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں اور بائیں زمین کے آخری کناروں تک تمام پتھر درخت اور ٹکڑے لبیک پکارتے ہیں۔ (جس کا ثواب تلبیہ کہنے والے کو ملتا ہے)۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

تلبیہ کے مسنون الفاظ درج ذیل ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللَّهِ: اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ
لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ
رَوَاهُ ابْنُ خَالٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے۔ حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں بیٹک حمد تیرے ہی لائق ہے ساری نعمتیں تیری ہی دی ہوئی ہیں۔ بادشاہی تیری ہی ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تلبیہ کے لئے درج ذیل الفاظ کہنے بھی مسنون ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ص قَالَ كَانَ مِنْ تَلْبِيَةِ النَّبِيِّ اَللّٰهُمَّ اِلٰهَ الْحَقِّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (صحيح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ کے لئے یہ الفاظ بھی ادا فرماتے اے اللہ الحق! میں حاضر ہوں۔ اسے سنائی نے روایت کیا ہے۔

حج کا احرام باندھنے اور تلبیہ کہنے کے بعد ایک مرتبہ ”اَللّٰهُمَّ حِجَّةً لَا رِيَاءَ فِيْهَا وَلَا سُمْعَةً“ کہنا مسنون ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ص قَالَ حَجَّ النَّبِيُّ عَلَى رَحْلِ رَيْثٍ وَقَطِيفَةٍ تُسَاوِيْ أَرْبَعَةَ ذَرَاهِمَ
أَوْ لَا تُسَاوِيْ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ حِجَّةً لَا رِيَاءَ فِيْهَا وَلَا سُمْعَةً. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ (صحيح)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی سواری پر حج کیا جس کی زمین پرائی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر ایسی چادر تھی جو چار درہم یا اس سے بھی کم قیمت کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے یا اللہ! میں ایسا حج کر رہا ہوں جس میں نہ زیادہ نہ کم کسی شہرت کی طلب مقصود ہے۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

جب تلبیہ پڑھا تو محرم ہو گیا:

قَالَ (وَإِذَا لَبَسَ فَقَدْ أُحْرِمَ) يَعْنِي إِذَا نَوَى لِأَنَّ الْعِبَادَةَ لَا تَنَادَى إِلَّا بِالْحِجَةِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْهَا لِتَقْدِيمِ الْإِشَارَةِ إِلَيْهَا فِي قَوْلِهِ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْحَجَّ" (وَلَا يَصِيرُ شَارِعًا فِي الْاِحْرَامِ بِمُجَرَّدِ النِّيَّةِ مَا لَمْ يَأْتِ بِالتَّلْبِيَةِ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ لِأَنَّهُ عَقَدَ عَلَى الْأَدَاءِ قَلَابَةً مِنْ ذِكْرِ حَمَا فِي تَحْرِيمَةِ الصَّلَاةِ، وَيَصِيرُ شَارِعًا بِذِكْرِ يَقْصِدُ بِهِ التَّعْظِيمَ يَسُوَّى التَّلْبِيَةِ فَارِسِيَّةٌ كَانَتْ أَوْ عَرَبِيَّةً، هَذَا هُوَ الْمَشْهُورُ عَنْ أَصْحَابِنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى.

وَالْفَرْقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ عَلَى أَصْلِهِمَا أَنَّ بَابَ الْحَجِّ أَوْسَعُ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، حَتَّى يَقَامَ عَمْرٌ الدَّكْرِ مَقَامَ الدَّكْرِ كَتَقْلِيدِ الدَّكْرِ فَكَلَا غَيْرَ التَّلْبِيَةِ وَغَيْرَ الْعَرَبِيَّةِ.

ترجمہ:

فرمایا: جب وہ تلبیہ کہے اور احرام باندھے تو وہ نیت کرے کہ کیونکہ نیت کے بغیر عبادت کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ لیکن صاحب قدوری نے نیت کا ذکر نہیں کیا کیونکہ نیت کی جانب اس کا یہ قول "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْحَجَّ" بطور اشارہ پہنچا کر چکا ہے۔ اور وہ صرف نیت سے احرام باندھنے والا نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ تلبیہ نہ پڑھے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ احرام ان کے نزدیک ایک عقد کا نام ہے لہذا اس کی ادائیگی کرنا ضروری ہے۔ جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ ہے۔ اور ایسے ذکر سے ابتداء کرنے والا ہوگا جس سے تعظیم کا مقصد ہو۔ اسے تلبیہ

کے خواہ وہ تلبیہ فارسی میں یا عربی میں ہو۔ ہمارے اصحاب سے یہی مشہور ہے۔

شاہین کی دلیل کے مطابق نماز اور حج میں فرق یہ ہے کہ حج کا باب نماز کے باب سے بہت زیادہ وسعت والا ہے لہذا غیر ذکر کردہ کے قائم مقام ہو گیا۔ جس طرح بدنہ کے گئے میں قارۃ الہا ہے ہے پس اسی طرح یہی تلبیہ اور عمرہ کی کے سوا ہے۔

تلبیہ کی ابتداء کرنے کا فقہی مفہوم:

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبید بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر سے کہا کہ اے ابوعبید الرحمن! میں نے تمہیں چارے پارے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے جو تمہارے ساتھیوں میں سے کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ اسے جریج کے بیٹے اودہ کو نے کام کیا؟ انہوں نے کہا کہ اذل یہ کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم کہہ کر کوفوں میں سے (طواف کے وقت) ہاتھ نہیں لگاتے ہو مگر دو کوفوں کو جو یمن کی طرف ہیں۔ دوسرے یہ کہ تم سستی جوتے پہنتے ہو۔ تیسرے یہ کہ (زعفران وورس وغیرہ سے داڑھی) رنگتے ہو۔ چوتھے یہ کہ جب تم کہیں ہوتے تھے، تو لوگوں نے چاند دیکھتے تو لبیک پکارنا شروع کر دیتی تھی مگر آپ نے اٹھ ڈی الجھ کو پکاری۔ پس سیدنا عبداللہ نے جواب دیا کہ (سنو!) ارکان تو میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو چھوتے ہوں سو ان کے جو یمن کی طرف ہیں اور سستی جوتے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ گ ایسے جوتے پہنتے تھے جس میں بال نہ ہوں اور اسی میں وضو کرتے تھے (یعنی وضو کے گیلے پیر میں اس کو یمن لینے تھے) پس میں بھی اس کو دوست رکھتا ہوں کہ میں بھی اسی کو پہنوں۔ رہی زردی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اس سے رنگتے تھے (یعنی بالوں کو پکیردوں کو) تو میں بھی پسند کرتا ہوں کہ اس سے رنگوں اور لبیک، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے لبیک پکارا ہو مگر جب اونچی آپ ﷺ کو سوار کر کے گئی (یعنی مسجد واخلیہ کے پاس)۔ (صحیح مسلم کتاب الحج)

تلبیہ کی ابتداء کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے پاؤں کاں میں ڈالے اور اونچی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرکڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالخلیہ کی مسجد کے قریب تلبیہ کیا (یعنی باذن بلند لبیک کہی) (بخاری و مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر سخت سفر یا ندھا اور تلہر کی نماز میں پڑھ کر روانہ ہوئے۔ پھر گئی نماز ذوالخلیہ میں پڑھی جو اہل مدینہ کے لئے میقات سے رات وین گزاری اور پھر صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا۔

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر اور اونٹ کے کٹھرے سے جوجانے کے بعد لبیک کہی جب ایک دوسری روایت میں یہ منقول ہے کہ احرام کے لیے یہ نیت نفل دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد لبیک کہی نیز ایک

روایت یہ بتاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیدار پہنچ کر جو ایک بلند جگہ کا نام ہے لبیک کہی اسی طرح لبیک کہنے کے وقت کے سلسلہ میں تین طرح کی روایتیں منقول ہیں۔

چنانچہ حضرت امام شافعی نے تو یہی روایت پر کہ جویہاں نفل کی گئی ہے عمل کرتے ہوئے کہا کہ اونٹ پر (یا جو بھی سواری ہو اس پر) بیٹھ کر لبیک کہ جائے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے۔ لہذا ان تینوں ائمہ کے ہاں مستحب ہے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھنے کے بعد احرام کی نیت کی جائے اور پھر وہیں صلی پر بیٹھے ہی ہوئے لبیک کہے تو یہ جائز ہے لیکن نماز کے بعد بھی لبیک کہنا نفل ہے۔

اب ان تینوں روایتوں کے اقتدار کو اس تطبیق کے ساتھ دور کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ کر صبح پر بیٹھے ہوئے لبیک کہی پھر جب اونچی پر بیٹھے تو اس وقت بھی لبیک کہی اور اس کے بعد جب مقام بیدار پر پہنچے تو وہاں بھی لبیک کہی چنانچہ علماء نے اسی لیے لکھا ہے کہ حالات اور جگہ کے تغیرات کے وقت لبیک کی ہر نماز مستحب ہے۔

بہر کیف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح تین مرتبہ لبیک کہی اور جس راوی نے جہاں لبیک کہتے سنا وہ یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سے لبیک کہی شروع کی ہے اس لیے ہم نے ایک راوی نے اپنے سننے کے مطابق ذکر کر دیا۔ اس تطبیق و توجہ کی بنا پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جسے شیخ عبدالحق نے ایضاً الدعوات میں شرح کتاب خرقی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

حلائی کے تلبیہ پڑھنے میں مذاہب اربعہ کا بیان:

علامہ ابن اندام مقدسی متنبی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسن، امام نجفی، عطاء بن سائب، حضرت امام شافعی، حضرت ابو ثور، ابن منذر اور اصحاب رائے نے کہا ہے کہ حلائی شخص کیلئے تلبیہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ (المنہج ج ۳ ص ۲۵۶، بیروت)

ولا بأس ان یلبی الحلال وہ قال الحسن والنعمی وعطاء بن السائب والشافعی وأبو ثور وابن المنذر وأصحاب الروای وکرهه مالک (المغنی)

محرم کیلئے فسخ و جدال سے ممانعت کا حکم:

قَالَ (وَيَقِي مَا نَهَى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنَ الرِّقَبِ وَالْفُسُوقِ وَالْجِدَالِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَى (قَالَ رَفَقَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالٍ فِي الْحَجِّ) فَهَذَا نَهَى بِصِيغَةِ النَّهْيِ. وَالرِّقَبُ الْجِمَاعُ أَوْ الْكَلَامُ الْفَاحِشُ، أَوْ ذِكْرُ الْجِمَاعِ بِحَضْرَةِ النِّسَاءِ وَالْفُسُوقُ الْمَعَاصِي

وَهُوَ فِي حَالِ الْإِحْرَامِ أَشَدُّ حُرْمَةً، وَالْجِدَالُ أَنْ يَجَادَلَ رَفِيقَهُ، وَقِيلَ: مُجَادَلَةُ الْمُشْرِكِينَ لِي تَقْدِيمِ وَقْتِ الْحَجِّ وَتَأْخِيرِهِ.

ترجمہ:

اور احرام والا ان چیزوں سے پرہیز کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ وہ رفق و فُرق اور جدال ہیں۔ اور اس میں دیکل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ حج میں کوئی رفق و فُرق اور جدال نہیں ہے۔ یہ صفائی کے ساتھ نہیں ہے۔ اور رفق، جماع یا برے کام کو کہتے ہیں یا عورتوں کی موجودگی میں جماع کی باتوں کو کہتے ہیں۔ اور فُرق معصیت کو کہتے ہیں۔ جو احرام کی حالت میں شدید ترین حرام ہے۔ اور جدال یہ ہے کہ اپنے ساتھی کے ساتھ جھگڑا کیا جائے۔ اور اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حج سے پہلے یا بعد میں مشرکین سے جھگڑا کرنا مراد ہے۔

حالات احرام میں رفق کی ممانعت کا بیان:

(رقف) سے مراد جماع ہے جیسے اور فقہاء قرآن میں ہے آیت (احل لكم الصيام الوطئ الى نساءكم) یعنی روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے جماع کرنا تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے، احرام کی حالت میں جماع اور اس کے تمام مقدّمات بھی حرام ہیں جیسے مباشرت کرنا، بوسہ لینا، ان باتوں کا عورتوں کی موجودگی میں ذکر کرنا۔ گویا بعض نے مردوں کی محفلوں میں بھی ایسا کرنا یا جماع کرنے کی روایت کرنے پر فرمایا کہ عورتوں کے سامنے اس قسم کی باتیں کرنا رفق ہے۔

رقف کا ادنیٰ وجہ یہ ہے کہ جماع وغیرہ کا ذکر کیا جائے، جنس بائیں کرنا، دینی زبان سے ایسے ذکر کرنا، اشاروں کنایوں میں جماع کا ذکر، اپنی بیوی سے کہنا کہ احرام اٹھ کر مل جائے تو جماع کریں گے، جھپٹ جھاڑ کرنا، مس کرنا وغیرہ یہ سب رفق میں داخل ہے اور احرام کی حالت میں یہ سب باتیں حرام ہیں مختلف مفردوں کے مختلف اقوال کا مجموعہ یہ ہے۔ فسوق کے معنی عصیان و نافرمانی عکار گالی گلوچ وغیرہ بذاتی ہے جیسے حدیث میں ہے مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

امام بخاری و مسلم اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے لئے حج کرے اور حج کے دوران نہ ہم بستری اپنی عورت سے کرے اور نہ فسق میں مبتلا ہو تو وہ اس طرح ہے گناہ ہو کر واپس آتا ہے جیسے اس دن بے گناہ تھا کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ (بخاری و مسلم)

جو شخص اللہ کے لئے حج کرے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جنس اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی اور صرف اس کے حکم کی بجا آوری کے لئے حج کرے، وگرنہ سنانے کا جذبہ یا غرض و مقصد پیش نظر نہ ہو۔ اس سلسلے میں اتنی بات ضرور جان لینی چاہئے کہ جو شخص حج اور تجارت یا مال وغیرہ لانے، دونوں کے قصد سے حج کے لئے جائے گا تو اسے ثواب کم ملے گا بہ نسبت اس شخص کے جو صرف حج کے لئے جائے گا کہ اسے ثواب زیادہ ملے گا۔

رقف کے معنی ہیں جماع کرنا جنس گوئی میں مبتلا ہونا اور عورتوں کے ساتھ ایسا باتیں کرنا جو جماع کا داعیہ اور اس کا پیش خیمہ بنتی ہے۔

اور رفق میں مبتلا ہو کا مطلب یہ ہے کہ حج کے دوران گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے۔ یہ ذہن میں رہے کہ گناہوں سے تو یہ نہ کہ ناجی کبیرہ گناہوں ہی میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی سے واضح ہوتا ہے آیت (ومن لم یبغ فلا ولنگ هم الظالمون)۔ اور جس نے تو یہ نہیں کی تو یہی وہ ہیں جو اپنے حق میں ظالم ہیں۔

حاصل یہ کہ جو شخص خاصہ تدبیر حج کرے اور اس حج کے دوران جماع اور جنس گوئی میں مبتلا نہ ہو اور نہ گناہ کی دوسری چیزوں کو اختیار کرے تو گناہ سے ایسا ہی پاک و صاف ہو کر حج سے واپس آتا ہے جیسا کہ گناہوں سے پاک و صاف ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

محرم شکار یا اس کی طرف دلالت بھی نہ کرے:

(وَلَا يَقْتُلُ صَيْدًا) لَقَوْلِهِ تَعَالَى (لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ) (وَلَا يُبْشِرُ الْيَدَ وَلَا يَنْدُلُ عَلَيْهِ) بِإِحْدِيثِ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّهُ أَصَابَ حِمَارًا وَحَشٍ وَهُوَ حَلَالٌ وَأَصْحَابُهُ مُحْرِمُونَ، فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا صَحَابَهُ: هَلْ أَسْرْتُمْ؟ هَلْ ذَلَكْنُمْ؟ هَلْ أَعْتَمْتُمْ؟ فَقَالُوا: لَا، فَقَالَ: (إِذَا فَعَلُوا) وَلَئِنَّهُ إِذَا أَلَّ الْأَمْنُ غَنِ الصَّيْدِ لَئِنَّهُ آمِنٌ بِنَوْشِهِ وَبَعْدِهِ عَنِ الْأَعْيُنِ

ترجمہ:

اور وہ شکار نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم حالت احرام میں شکار نہ کرو۔ اور شکار کی طرف دلالت بھی نہ کرے۔ کیونکہ حضرت ابوقادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے غیر احرام کی حالت میں گورخ شکار کیا اور ان کے ساتھی حالت احرام میں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: بچہ کالو۔ کیونکہ شکار سے مراد امن کو دور کرنا ہے کیونکہ شکار اپنی وحشت اور نظروں سے دور ہونے کی وجہ سے امن میں ہوتا ہے۔

حالات احرام ممانعت شکار میں مذاہب اربعہ کا بیان:

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ محرم شکار نہ کرے نہ اس کی طرف دلالت کرے۔ نہ کسی حلال یا حرام کی طرف دلالت کرے۔ اور محرم کیلئے شکار کی ممانعت کا حکم تمام مذاہب کے اجماع سے ہے کیونکہ اس کی ممانعت کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حالت احرام میں شکار نہ کرو۔ اور اسی طرح یہ نص ہے کہ تم پر حرم میں خشکی کا شکار حرام ہے لہذا جب احرام میں ہوں نص میں اس کی طرف صیادت و دلالت کی ممانعت موجود ہے۔ اسی طرح حدیث ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے استدلال بھی اسی

طرح ہے۔ (لغنی، ج ۳، ص ۷۵، ہدایت)

امام ابن جریر کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے کہ مرد وطعام سے وہ آبی جانور ہیں جو پانی میں ہی مر جائیں، فرماتے ہیں اس بارے میں ایک روایت مروی ہے کہ بعض نے اسے موقوف روایت کہا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے آپ نے آیت (احل لکم صید البحر و طعامہ متاعا لکم) پڑھ کر فرمایا اس کا طعام وہ ہے جسے وہ پھینک دے اور وہ مرا ہوا ہو بعض لوگوں نے اسے بقول ابو ہریرہ موقوف روایت کیا ہے، پھر فرماتا ہے یہ منفعہ ہے تمہارے لئے اور وہاں دو مسافروں کے لئے، یعنی جو سمندر کے کنارے رہتے ہوں اور جو وہاں وارد ہوئے ہوں، پس کنارے والے تو تازہ و خشک و خوراک ہیں پانی جسے دھکے دے کر باہر پھینک دے اور مر جائے اسے کھا لیتے ہیں اور فہمکن ہو کر دروازوں کو کھٹکا ہوا پہنچتا ہے۔

الغرض جمہور علماء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ پانی کا چرہ نور خوارہ مردہ ہی ہو حلال ہے اس کی دلیل علاوہ اس آیت کے امام مالک کی روایت کردہ حدیث بھی ہے کہ حضور کے سمندر کے کنارے پر ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا جس کا سردار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا، یہ لوگ کوئی تین مہینے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں میں بھی ان میں سے تھا، ہم ابھی راستے میں ہی تھے جو ہمارے تو شے تھے ختم ہو گئے، امیر لشکر کو جب یہ علم ہوا تو حکم دیا کہ جو کچھ جس کسی کے پاس ہو میرے پاس لاؤ چنانچہ سب جمع کر لیا ایک حصہ سردی کے طور پر ایک مقررہ مقدار ہر ایک کو بانٹ دیتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ہمیں ہر دن ایک ایک کھجور ملنے لگی آخر میں یہ بھی ختم ہو گئی۔ اب سمندر کے کنارے پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ کنارے پر ایک بڑی مچھلی ایک مینے کی طرح پڑی ہوئی ہے، ہمارے لشکر نے اٹھارہ راتوں تک اسے کھایا، وہ اتنی بڑی تھی کہ اس کی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں تو اس کے نیچے سے ایک شتر سوار نکل گیا اور اس کا سر اس پسلی کی ہڈی تک نہ پہنچا، یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے ایک اور روایت میں ہے کہ اس کا نام بڑھ تھا ایک روایت میں ہے کہ یہ مردہ اپنی تھی اور صحابہ نے آپ میں لے کر کھا کر رسول اللہ کے کھینچے ہوئے ہیں اور اس وقت سخت وقت اور تکلیف میں ہیں اس کا لہو نم نہیں سوا دی ایک مینے تک وہ ہیں یہ اور ایسی کو کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم سب نے تازے اور تیار ہو گئے اس کی آنکھ کے سوراخ میں سے ہم چر پی ہاتھوں میں بھر بھر کر نکالتے تھے تیرہ شخص اس کی آنکھ کی گرائی میں بیٹھ گئے تھے، اس کی پسلی کی ہڈی کے درمیان سے سانپ نکل کر جا رہا تھا، ہم نے اس کے گوشت اور چر پی سے منکھ بھر لئے جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے روزی تھی جو اللہ جل مجدہ نے تمہیں دی کی اس کا گوشت اب بھی تمہارا ہے پاس ہے؟ اگر ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ، ہمارے پاس تو تھا ہی ہم نے حضور کی خدمت میں پیش کیا اور خود آپ نے بھی کھایا،

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس واقعہ میں خود پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے اس وجہ سے بعض محدثین کہتے ہیں کہ ممکن ہے یہ دو واقع ہوں اور بعض کہتے ہیں واقعہ تو ایک ہی ہے شروع میں اللہ کے بھی ان کے ساتھ تھے بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ رسول اللہ سمندر کے سڑک جاتے ہیں ہم سے ساتھ پانی بہت کم ہوتا ہے اگر اسی سے وضو کرتے ہیں

تو یہاں رہ جائیں تو کیا ہمیں سمندر کے پانی سے وضو کر لینے کی اجازت ہے؟ حضور نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے، امام شافعی امام احمد اور سنن اربعہ والوں نے اسے روایت کیا ہے۔

امام بخاری امام ترمذی امام ابن خزیمہ امام ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے صحابہ کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل روایت کیا ہے، ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج عمرہ میں تھے اتفاق سے ٹڈوں کا دل آدھا پھینچا ہم نے انہیں مارنا اور کچڑ شروع کیا لیکن پھر خیال آیا کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہیں انہیں کیا کریں؟ چنانچہ ہم نے جا کر حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ درپائی جانوروں کے شکار میں کوئی حرج نہیں۔

ابن ماجہ میں ہے کہ جب ٹڈیاں نکل آئیں اور نقصان پہنچا تو رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کرے اللہ ان سب کو خواہ چھوٹی ہوں خواہ بڑی ہلاک کران کے اٹڑے تہا کران کا سلسلہ کاٹ دے اور ہماری معاش سے ان کے منہ بند کر دیے یا انہیں روزیاں دے دقتنا تو دعاؤں کا سننے والا ہے، حضرت خالد نے کہا یا رسول اللہ آپ ان کے سلسلہ کے کٹ جانے کی دعا کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی ایک قسم کی مخلوق ہے آپ نے فرمایا ان کی پیدائش کی اصل مچھلی ہے، حضرت زیاد کا قول ہے کہ جس نے انہیں مچھلی سے ظاہر ہوتے دیکھا تھا خود اسی نے مجھ سے بیان کیا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے حرم میں ٹڈی کے شکار سے بھی منع کیا ہے جن فقہاء کرام کا یہ مذہب ہے کہ سمندر میں جو کچھ ہے سب حلال ہے ان کا استدلال اسی آیت سے ہے وہ کسی آبی جانور کو حرام نہیں کہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول یہ بیان ہو چکا ہے کہ طعام سے مراد پانی میں رہنے والی ہر ایک چیز ہے، بعض حضرات نے صرف مینڈک کو اس حکم سے الگ کر لیا ہے اور مینڈک کے سوا پانی کے تمام جانوروں کو وہ مباح کہتے ہیں کیونکہ سمندر وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے مارنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی آواز اللہ کی بیعت ہے، بعض اور کہتے ہیں سمندر کے شکار سے مچھلی کھائی جائے گی اور مینڈک نہیں کھایا جائے گا اور پانی کی چیزوں میں اختلاف ہے کچھ تو کہتے ہیں کہ باقی سب حلال ہے اور کچھ کہتے ہیں باقی سب نہ کھایا جائے، ایک جماعت کا خیال ہے کہ خشکی کے جو جانور حلال ہیں ان جیسے جو جانور پانی کے ہوں وہ بھی حلال ہیں اور خشکی کے جو جانور حرام ہیں ان کی مشابہت کے جو جانور تری کے ہوں وہ بھی حرام۔

یہ سب وجوہ مذہب شافعی میں ہیں غرض مذہب یہ ہے کہ سمندر میں مر جائے اس کا کھانا حلال نہیں جیسے کہ خشکی میں اور خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں کیونکہ قرآن نے انہی موت آپ مرے ہوئے جانور کو آیت (حورمت علیکم المیتہ) میں حرام کر دیا ہے اور یہ عام ہے، ابن مردودہ میں حدیث ہے کہ جو تم شکار کرو اور وہ زندہ ہو پھر مر جائے تو اسے کھاؤ اور جسے آپ ہی پھینک دے اور وہ مراد انا پڑا ہوا ہو اسے نہ کھاؤ، لیکن یہ حدیث سمندر کے روئے منکر ہے صحیح نہیں، مالکوں شافعیوں اور حنبلیوں کی دلیل ایک تو یہی غیر والی حدیث ہے جو پہلے ذکر کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال

کہنا گئے ہیں دومرے چھٹی اور مڈی اور دو خون کچھی اور تلے، یہ حدیث مسند احمد ابن عبد القاضی اور بیہقی میں بھی ہے اور اس کے سواہ بھی ہیں اور یہی روایت موقوفاً بھی مروی ہے، واللہ اعلم،
پھر فرماتا ہے کہ تم پر احرام کی حالت میں شکار کرنا حرام ہے، پس اگر کسی احرام والے نے شکار کر لیا اور اگر قصداً کیا ہے تو اسے کفارہ بھی دینا پڑے گا اور گنہگار بھی ہوگا اور اگر خطاً و غلطی سے شکار کر لیا ہے تو اسے کفارہ دینا پڑے گا اور اس کا کھانا اس پر حرام ہے خواہ وہ احرام والے ہوں یا نہ ہوں۔ عطا قاسم امام ابو یوسف محمد بن حسن وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں، پھر اگر اسے کھایا تو عطا وغیرہ کا قول ہے کہ اس پر دو کفارہ لازم ہیں۔

لیکن امام مالک وغیرہ فرماتے ہیں کہ کھانے میں کوئی کفارہ نہیں، جب وہ بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں، ابو عمر نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ جو طرح زانی کی گئی زنا پر حد ایک ہی ہوتی ہے،

حضرت ابو حنیفہ کا قول ہے کہ شکار کر کے کھانے والے کو اس کی قیمت بھی دینی پڑے گی، ابو ثور کہتے ہیں کہ حرم نے جب کوئی شکار مارا تو اس پر جڑا ہے، ہاں اس شکار کا کھانا اس کیسے حلال ہے لیکن میں اسے انھیں سمجھتا ہوں، کیونکہ فرمان رسول ہے کہ کشتی کے شکار کو کھانا تمہارے لئے حلال ہے جب تک کہ تم آپ شکار نہ کرو اور جب تک کہ حاصل تمہارے لئے شکار نہ کر جائے، اس حدیث کا تفصیلی بیان آگے آ رہا ہے، ان کا یہ قول غریب ہے، ہاں شکاری کے سوا اور لوگ بھی اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، بعض تو منع کرتے ہیں جیسے پہلے گزر چکا اور بعض جائز بتاتے ہیں ان کی دلیل وہی حدیث ہے جو ابو ثور کے قول کے بیان میں گزری، واللہ اعلم، اگر کسی ایسے شخص نے شکار کر کے جو احرام باندھے ہوئے نہیں پھر اس نے کسی احرام والے کو وہ جانور بدینے میں دیا تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ مطلقاً حلال ہے خواہ اس کی نیت سے شکار کیا ہو خواہ اس کے لئے شکار نہ کیا ہو،

حضرت عمر حضرت ابو ہریرہ حضرت زبیر حضرت کعب احبار حضرت مجاہد، حضرت عطا، حضرت سعید بن جبیر اور کوفیوں کا یہی خیال ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ غیر حرم کے شکار کو حرم کھا سکتا ہے؟ تو آپ نے جواز کا فتویٰ دیا، جب حضرت عمر کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا اگر تو اس کے خلاف فتویٰ دیتا تو میری سزا کرتا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی حرم کو اس کا کھانا درست نہیں، ان کی دلیل اس آیت کے کا موم ہے حضرت ابن عباس اور ابن عمر سے بھی یہی مروی ہے اور بھی صحابہ تابعین اور ائمہ دین اس طرف گئے ہیں۔

تیسری جماعت نے اس کی تفصیل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی غیر حرم نے کسی حرم کے ارادے سے شکار کیا ہے تو اس حرم کو اس کا کھانا جائز نہیں، ورنہ چنانچہ ابن کی دلیل حضرت صعب بن جہام کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو کے میدان میں یا بادن کے میدان میں ایک گور خر شکار کر دہ بطور بدینے کے دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا جس سے صحابی غصیدہ ہوئے، تاؤ زرخ ان کے چہرے پر دکھ کر رتہ لعل العائین نے فرمایا اور کچھ کھانے نہ کرو تم نے بوجہ احرام میں ہونے کے ہی اسے واپس کیا ہے، یہ حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے، تو یہ لوگ تا آپ کا ہی وہ نہ تھا کہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ اس نے یہ شکار خاص میرے

لئے ہی کیا ہے اور جب شکار حرم کیلئے ہی نہ ہو تو پھر اسے قبول کرنے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابو قتادہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے بھی جبکہ وہ احرام کی حالت میں نہ تھے ایک گور خر شکار کیا صحابہ جو احرام میں تھے انہوں نے اس کے کھانے میں توقف کیا اور حضور سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اسے اشارہ کیا تھا؟ یا اسے کوئی مدد دی تھی؟ سب نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا پھر کھا اور خود آپ نے بھی کھایا یہ واقعہ بھی بخاری و مسلم میں موجود ہے،
مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگلی شکار کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اس حالت میں بھی کہ تم احرام میں ہو جب تک کہ خود تم نے شکار نہ کیا ہو اور جب تک کہ خود تمہارے لئے شکار نہ کیا گیا ہو، ابو داؤد ترمذی سنائی میں بھی یہ حدیث موجود ہے،

امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی مطلب کا چاہرے سننا ثابت نہیں، ربیعہ فرماتے ہی کہ عرج میں جناب خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ احرام کی حالت میں تھے جانور کے دن تھے ایک چادر سے آپ منہ ڈھکے ہوئے تھے کہ آپ کے سامنے شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم کھاؤ انہوں نے کہا اور آپ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا مجھ میں تم میں فرق ہے یہ شکار میرے ہی لئے کیا گیا ہے اس لئے میں نہیں کھاؤں گا تمہارے لئے نہیں کیا اس لئے تم کھا سکتے ہو۔ (ابن کثیر، مائتہ ۹۶)

حرم کیلئے قیض، پاجامہ، عمامہ اور موزے پہننے کی ممانعت کا بیان:

قَالَ (وَلَا يَلْبَسُ قِمِيصًا وَلَا سَرَاوِيلَ وَلَا عِمَامَةً وَلَا خُفَّيْنِ إِلَّا لَا يَجِدَ تَعْلَيْنِ فَيَقْطَعُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْخُفَّيْنِ) لِمَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (نَهَى أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ) وَقَالَ فِي آخِرِهِ (وَلَا خُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ تَعْلَيْنِ فَيَقْطَعُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْخُفَّيْنِ) وَالْكَعْبُ هُمَا الْفُصْلُ الَّذِي فِي وَسْطِ الْقَدَمِ عِنْدَ مَعْقِدِ الشَّرَاكِ دُونَ النَّاتِيهِ زَوَى هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ.

ترجمہ:

اور احرام والا قیض، پاجامہ، عمامہ اور موزے نہ پہنے۔ لیکن یہ ہے جب جوتاں نہ ہوں تو ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے کیونکہ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان چیزوں کو پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اور اسی روایت کے آخر میں یہ فرمایا: کہ وہ موزے نہ پہننے ہاں البتہ جب وہ جوتے نہ پاے تو ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔

حضرت ہشام علیہ الرحمہ نے حضرت امام حماد علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے اس میں یہ حکم ہے کہ یہاں کعب سے مراد قدم کا درمیان حصہ ہے۔ جو قدم میں تمہارا کعبہ ہوتا ہے والے جوڑ کا نام ہے۔

محرم کے ممنوع لباس میں فقہی مذاہب ازلیہ کی تصریحات:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ محرم کپڑوں میں سے کیا چیزیں پہن سکتا ہے اور کیا چیزیں نہیں پہن سکتا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قیثوں نہ کرتہ پہنوں نہ عامہ باندھوں نہ پاجامہ پہنوں نہ برنس اور ڈھوڑھو نہ موزے پہنوں ہاں جس شخص کے پاس جو تے نہ ہوں وہ موزے پہن سکتا ہے مگر اس طرح کھموزہ دونوں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے، نیز کوئی ایسا کپڑا نہ پہن جس پر زعفران یا دوسری گلی ہو۔ (بخاری و مسلم)

بخاری نے ایک روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ محرم عورت نقاب نہ ڈالے اور نہ دستاں پہنے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہرام پہننے والے کو دوس (رنگ کی ایک قسم) اور زعفران میں رنگی ہوئی چادریں استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے اتنا مچانے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنہیں تہہ بند چادر اور جوتوں میں اہرام باندھا جائے اگر جو تے نہ ہوں تو موزے پہن لو لیکن انہیں ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ لو۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔

قیثوں نہ کرتہ اور پاجامہ پہننے سے مراد ان کو اس طرح پہننا ہے جس طرح کہ عام طور پر یہ چیزیں پہنی جاتی ہیں جیسے قیثوں نہ کرتہ کو گٹھ میں ڈال کر پہننے ہیں یا پاجامہ ٹانگوں میں ڈال کر پہننا جاتا ہے، چنانچہ اہرام کی حالت میں ان چیزوں کو اس طرح پہننا ممنوع ہے۔ ہاں اگر کوئی محرم ان چیزوں کو موزہ طریقہ پر پہننے کی بجائے بدن پر چادر کی طرح ڈالے تو یہ ممنوع نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس نے قیثوں نہ کرتہ پہننا ہے یا پاجامہ پہننا ہے۔

برنس اس لمبی ٹوپی کو کہتے ہیں جو عرق میں اور ڈھی جاتی تھی اور برنس وہ لباس بھی ہوتا ہے جس کا کچھ حصہ ٹوپی کی جگہ کام دیتا ہے جیسے برساتی وغیرہ۔ چنانچہ نہ برنس اور ڈھوڑھو سے مراد یہ ہے کہ ایسی کپڑی نہ ڈھوڑھو جو سر کو ڈھانپ لے خواہ وہ ٹوپی ہو یا برساتی اور خواہ کوئی اور چیز۔ ہاں جو چیز ایسی ہو جس پر عرف عام میں پہننے یا ڈھونے کا اطلاق نہ ہو تاہم بوشلا سر پر کوٹھایا گھڑا وغیرہ رکھ لینا یا سر پر گھنٹھارھا لٹا تو اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

وہ موزہ دونوں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے میں یہاں ٹخنے سے مراد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک وہ ہڈی ہے جو پیر کی پشت پر بیچ میں ہوتی ہے جب کہ حضرت امام شافعی کے ہاں وہی متعارف ٹخنہ مراد ہے جس کو وضو میں دھونا فرض ہے۔ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ جس شخص کے پاس جو تے نہ ہوں اور وہ موزے پہننے لے تو آیا اس پر فدیہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

چنانچہ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی تو یہ کہتے ہیں کہ اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر فدیہ واجب ہوتا ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ اگر اہرام کی حالت میں کسی کو سر میں لٹا کی احتیاج و ضرورت لاحق ہو جائے تو وہ سر میں لٹا لے اور فدیہ ادا کرے۔

دوس ایک قسم کی گھاس کا نام ہے جو زرد رنگ کی اور زعفران کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس گھاس سے رنگائی کا کام لیا جاتا ہے۔

زعفران اور اس کے رنگ آلود کپڑوں کو پہننے سے اس سے منع فرمایا گیا ہے کہ اس میں خوشبو ہوتی ہے۔

عمر عورت نقاب نہ ڈالے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے منکر برقع اور نقاب سے نہ ڈھانکے ہاں اگر وہ پردہ کی خاطر کسی ایسی چیز سے اپنے منکر چھپائے جو تے سے الگ رہے تو جائز ہے، اسی طرح خفیہ کے ہاں مرد کو بھی عورت کی طرح اہرام کی حالت میں نہ ڈھانکنا حرام ہے۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک بھی ایک روایت کے مطابق یہی ہے جب کہ امام شافعی کا مسلک اس کے برخلاف ہے۔

ہودج میں بیٹھنا ممنوع ہے بشرطیکہ سر ہودج میں لگنا ہو، اگر سر ہودج میں نہ لگتا ہو تو پھر اس میں بیٹھنا ممنوع نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی کپڑا پردہ یا خفیہ سر میں لگتا ہو تو ان کے نیچے کھڑا ہونا ممنوع ہے اور اگر سر میں نہ لگتا ہو تو ممنوع نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر محرم کو جو تے میسر نہ ہوں تو وہ موزے پہن سکتا ہے اور جس محرم کے پاس تہہ بند نہ ہو وہ پاجامہ پہن سکتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

موزوں کے استعمال کے بارے میں تو گزشتہ حدیث میں بتایا جا چکا ہے کہ جو تے میسر نہ ہوں تو محرم موزے پہن سکتا ہے۔ اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک اس پر کوئی فدیہ واجب نہیں ہوگا۔ لیکن حضرت امام اعظم کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اگر تہہ بند نہ ہو تو پاجامہ کو بچا کر اسے نہ بند کی صورت میں باندھ لیا جائے اور اگر کوئی شخص اسے بچا کر استعمال نہ کرے بلکہ پاجامہ ہی پہن لے تو اس پر دم یعنی جان و نذران کرنا واجب ہوگا۔

سلوا کپڑا کی قسم کا ہوا اس کے پہننے میں ممانعت کا بیان:

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "حدیث میں جو بیان کیا گیا ہے درج ذیل اشیاء بھی اس کے معنی میں آئیں مثلاً قیثوں اور سلوار اور پاجامہ اور ٹوپی وغیرہ سب ملے ہوئے لباس میں شامل ہوگی، اس لیے سب اہل علم کے ہاں اہرام کی حالت میں یہ اشیاء پہننا جائز نہیں ہوگی، دیکھیں: التحدید (15/104)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "قاضی عیاض رحمہ اللہ کا کہنا ہے: مسلمان اس پر حقیق اور جمع ہیں کہ اس حدیث میں اہرام کی حالت میں محرم شخص کے لیے جن اشیاء کی ممانعت کا ذکر ہے اس میں قیثوں اور پاجامہ سے مرسلے ہوئے لباس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اور گجڑی اور برساتی کی کہہ کر سر چھپانے والی ہر ٹیپ ہوتی چیز اور موزے کہہ کر ہر ترس چھپانے والی چیز شمار کی گئی ہے" اسی اور ابن دقین العیسیٰ نے دوسرا اجماع اہل قیاس کے ساتھ مخصوص کیا ہے، جو کہ واضح ہے۔ ملے ہوئے لباس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز جو کسی جسم کے مخصوص حصہ کے لیے بنایا گیا ہو، چاہے بدن کے کسی ایک حصہ کے لیے ہو" اجمعی دیکھیں: الفرائع (3/402)۔

لنگوت کے جواز کے قائلین حضرات نے ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ: ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بار برداری کا کام کرنے والوں کو لنگوت پہننے کی اجازت دی تھی، اور اس سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لنگوت پہنا کرتے تھے۔ ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اثر امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں بیان کرتے کہ: باب ہے احرام کے وقت خوشبو لگانے اور احرام باغضنے کا ارادہ کرتے وقت کیا پہننے... ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بوج کو اٹھانے والوں کے لیے لنگوت پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں۔" (صحیح بخاری، 2: 558)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اثر معید بن منصور نے عبد الرحمن بن قاسم بن ابیہ کے طریق سے ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا تک موصول بیان کیا ہے کہ: ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حج کیا تو ان کے ساتھ ان کے دو غلام بھی تھے، جب وہ ان کا کباد اٹھاتے تو ان کا کچھ ستر کھل جاتا، اس لیے ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں لنگوت پہننے کا حکم دیا، تو وہ احرام کی حالت میں لنگوت پہنا کرتے تھے۔

اس میں ابن تین کے قول "اس سے ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارادہ خود میں ہیں" کا رد پایا جاتا ہے، کیونکہ عورتیں تو مسلاہوا لباس زیب تن کرتی ہیں، لیکن مرد احرام میں ایب نہیں کر سکتے، بلکہ ہے کہ یہ ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رائے ہے جو انہوں نے اختیار کی تھی، وگرنہ اگر کٹھنھا اور عماما تو حلت احرام میں لنگوت اور سلوار و پاجامہ پہننے کی ممانعت میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔

(فتح الباری 3/397)

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر ابن ابی شیبہ نے صحیب بن ابی ثابت سے بیان کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدان عرفات میں لنگوت پہننے ہوئے دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 6/34)

یہ بھی ضرورت پر محمول کیا جائیگا، کیونکہ اخبار المحدثہ 3/1100 میں ابن ابی شیبہ کی روایت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے ایام میں زخمی ہوئے تھے جس کی بنا پر ان کا پیشاب پرتکنزل نہیں تھا، کیونکہ اس اثر میں "فلا یستمسک بولی" کے الفاظ نظر آتے ہیں کہ میرا پیشاب نہیں رکھتا تھا۔

اور انھیں غریب الاثر (2/126) میں درج ہے: عبد بن جریح کی حدیث میں ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اندر دیر پہنا ہوا تھا، اور انہوں نے فرمایا: مجھے مشاند تکلیف ہے "القدر اتراد اندر دیر یا پھر لنگوت کو کھانا چاہا ہے جس سے صرف شرمگاہ چھپائی جاتی ہو۔

اور المصنوع: مشاند کی بنیادی شکل شکر ٹھس کو کھانا جاتا ہے۔ اور لسان العرب میں درج ہے:

"عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے لنگوت پہن کر نماز ادا کی اور فرمایا: مجھے مشاند کی تکلیف ہے۔

(لسان العرب 71/13)

اگر بالفرض یہ آثار ثابت نہ بھی ہوں تو بھی دلالت کرتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل ضرور ہے، اور صحیح میں ہے کہ ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لنگوت پہننے سے روکنا چاہیگا، اور ع کثرضی اللہ تعالیٰ عنہا والی روایت کو ضرورت پر محمول کیا جائیگا، اور اس میں لنگوت پہننے سے مذہب دینیکی نفی نہیں ہوتی جاتی، اور اسی طرح عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو بھی مشاند کی تکلیف کی بنا پر لنگوت پہننے کو ضرورت پر محمول کیا جائیگا۔

عبد اللہ بن معقل بیان کرتے ہیں کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا اور انہیں میں نے مذہب کے بارے میں دریافت کیا تو وہ کہنے لگے: "یہ خاص کے لیے نازل ہوا تھا لیکن تمہارے لیے یہ عام ہے، مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا کہ میرے چہرے پر جو جبین گری تھیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے خیال میں تمہیں بہت زیادہ تکلیف ہو رہی ہے کیا تیرے پاس کبری ہے تو میں نے عرض کیا: نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نین روزے رکھو یا پھر چھ سینوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر سینک کو نصف صاع دو" (صحیح بخاری حدیث نمبر 1721) صحیح مسلم حدیث نمبر 1201)۔

سر اور چہرے کو ڈھانپنے کی ممانعت کا بیان:

قَالَ (وَلَا يَعْطَى وَجْهَهُ وَلَا رَأْسَهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: يَجُوزُ لِلرَّجُلِ تَغْطِيَةُ الْوُجْهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِحْرَامُ الرَّجُلِ فِي رَأْسِهِ وَإِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِي وَجْهَيْهِ).

وَلَكِنَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَحْمُرُوا وَجْهَهُ وَلَا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبَّسًا) قَالَهُ فِي مُحَرَّمٍ تُؤْفَى، وَلَئِنْ الْمَرْأَةَ لَا تَعْطَى وَجْهَهَا مَعَ أَنْ فِي الْكَشْفِ فِتْنَةٌ قَالَهُ الرَّجُلُ بِالطَّرِيقِ الْأَوَّلَى. وَقَائِدَةٌ مَا رَوَى الْفُرْقَى فِي تَغْطِيَةِ الرَّأْسِ.

ترجمہ:

اور احرام والا اپنے چہرہ اور سر نہ ڈھانپے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مرد کیلئے چہرہ ڈھانپنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد کا احرام اس کے سر میں ہے اور عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

ہمارے دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کا چہرہ نہ ڈھانپو اور نہ اس کا سر ڈھانپو۔ کیونکہ یہ قیامت کے دن تمہاری ہمتا ہوا تھے گا۔ یہ ارشاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت ہونے والے حرم کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ باوجود جنتے کے عورت اپنے چہرے کو نہیں ڈھانپے گی۔ تو مرد بدرجہ اولیٰ چہرے کو نہیں ڈھانپے گا۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ روایت کا ناکام مرد ڈھانپنے میں فرق کرنے کیلئے ہے۔

حالت احرام میں پروے کی تخفیف میں مذہب اربعہ کا بیان:

شریعت نے عورت کے لئے پردہ ہر حال میں لازم کیا ہے البتہ اس کے لئے احرام میں پروے میں تخفیف کر دی ہے کہ عورت چہرے پر نقاب وغیرہ نہ ڈالے بلکہ چہرہ کھارکے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر عن النبی ا قال: المحرمة لا تنتقب ولا تلبس القفازین۔ (بخاری)

البتہ کسی ناخرم کے سامنے آنے پر وہ اپنے چہرے کو چھپائے تاکہ اس جگہ بدنمائی اور بے پردگی نہ ہو۔ چنانچہ صحابیات کا بھی یہی عمل رہا حضرت عائشہ کی روایت ہے:

كان الركب ان یسرون بنا ونحن محرّمات مع رسول الله ا فاذا جاوزوا بنا سدلنا

احدانا جلبابها فاذا جاوزوا ناكشفنا۔ (ابوداؤد ۱۵۶۱)

چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ عورت اپنے سر پر اس طرح کپڑا ڈال سکتی ہے کہ وہ کپڑا چہرے کو نہ لگے اور پردہ بھی ہو جائے۔ چنانچہ کتاب المہموط میں ہے:

قال (ولا بأس بان تسدل الخمار علی وجهها من فوق رأسها علی وجه لا یصیب

وجهها) وقد بینا ذلك عن عائشة رضی اللہ عنہا لأن تغطیة الوجه إنما یحصل بما

یماس وجهها دون مالا یماسه ویکره لها ان تلبس البرقع لأن ذلك یماس وجهها۔

(کتاب المہموط للرمحسی، ج ۶، ۶۱، ۱۶۱، دار الکتب العلمیہ)

طالع قاری غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

(وتغطى رأسها) أى لا وجهها الا أنها إن غطت وجهها بشء متجاف جاز وفى النهاية:

ان سدل الشء علی وجهها واجب علیها ودلت المسئلة علی ان المرأة منہیة عن

اظهار وجهها للأجانب بلا ضرورة وكذا فى المحيط: وفى الفتح قالوا: والمستحب

أن تسدل علی وجهها شیئا وتجا فیہ۔ (کتاب المناسک ملا علی قاری)

الفقه الحنفی وأدلتہ میں ہے:

وفى رواية له ولا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازین وقوله ا لا یلبس خبر

بمعنى النهی وعند وجود الأجانب فالإنشاء واجب علیها وعند عدمه یجب علی

الأجانب غض البصر فقول الحنفیة اعمال الحدیث من جهة وصرّف الفتنة من جهة

آخری (الفقه الحنفی وأدلتہ ر ط: دار الکلم الطیب)

نیز یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ حکم صرف استناف کے ہاں ہی نہیں بلکہ چاروں ائمہ کا یہی مذہب ہے۔

علامہ ابن رشد شافعی لکھتے ہیں۔

اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے کہ وہ اس سے اپنے سر کوڑھائے اور اپنی بالوں کو چھپائے اور

اوپر کی جانب اپنے چہرے پر سدل ٹوپ کرے اور سر پر ہتہ کپڑا ڈالے تاکہ اپنے آپ کو لوگوں کی نگاہوں سے بچائے۔ جس طرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیا کرتی تھیں۔ (بداية المجتهد، ج ۳، ص ۲۷۸، دار الکتب العلمیہ)

الفقه المالکی المیسر میں ہے:

واباح المالکیة لها سترو وجهها عند الفتنة بلا غرز للساتر بآبرة ونحوها وبلا ربط له

برأسها بل المطلوب سدله علی رأسها ووجهها او تجعله كاللثام وتلقى طرفیه علی

رأسها بلا غرز ولا ربط۔ (الفقه المالکی المیسر للزحیلی، ۱، ۲۹۵، دار الکلم

الطیب)

فقہ شافعی کی کتاب ”الحاوی الکبیر“ میں ہے۔

ان حرم المرأة فی وجهها فلا تغطیه کما کان حرم الرجل فی رأسه فلا یغطیه لروایة

موسى ابن عقبة عن نافع عن ابن عمر: ان رسول الله ا نهى ان تنتقب المرأة وهی

محرمة وتلبس القفازین۔ (الحاوی الکبیر للماوردی، ۶، ۳، دار الکتب العلمیہ)

فقہ حنبلی کی کتاب ”المیسر للزحیلی“ میں ہے:

ومن المحظورات فی الاحرام: تعمد تعطیة الوجه من الأنثی لكن تسدل علی

وجهها لحاجة لقوله ا: لا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازین قال الشرح:

فیحرم تغطیه لانعلم فیہ خلافا ولا یضرم لمس السدل وجهها خلافاً للقاضی ابی یعلی

قال فی الاقناع: ان غطته لغير حاجة فدت وعلی هذا احرام المرأة فی وجهها فتحرم

تغطیه بحو برقع ونقاب وتسدل لحاجة کمرور رجال بها الخ۔

(الفقه الحنبلی المیسر، ۲، ۵۰۲، دار القلم دمشق)

فقہاء کرام کے مذکورہ بالا اقوال سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے چہرے پر نقاب ڈالنا بغیر کسی حائل کے منوع ہے بلکہ اسے

چاہئے کہ جانب کی غیر موجودگی میں چہرے کو کھلا رکھے اور ان کی موجودگی میں چہرے کے کپڑے سے کسی حائل کو اور قابل رکھنے والی چیز یا نقاب (جیسے جیٹ والے مرد چھپا یا اس چھپی کوئی اور چیز) سے ڈھانپ لے تاکہ بدنکائی اور بے پردگی نہ ہو۔ ہاں اگر کپڑا ہوا کی وجہ سے بار بار چہرے پر پڑ جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ہی کوئی دم وغیرہ لازم آئے گا۔

واحرام المرأة فی وجهها واجاز الشافعية والحنفية ذلك بوجود حاجز عن الوجه فقالوا: للمرأة ان تسدل علی وجهها ثوبا متجافيا عنه بخشبة ونحوها سواء فعلته لحاجة من حر أو برد أو خوف فتنة ونحوها أو لغير حاجة فان وقعت الخشبة فاصاب الثوب وجهها بغير اختيارها ورفعتہ فی الحال فلا فدية .

(الفقه الاسلامی وادلتہ، ۲۸۶۳، دار الفکر، بیروت)

حرم کیلئے خوشبو لگانے اور بال کٹوانے کی ممانعت کا بیان:

قَالَ (وَلَا يَمَسُّ طَبِيبًا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْحَاجُّ الشَّعِثُ الْقُلُّ) (وَكَذَلِكَ يَذْهَبُ) لِمَا رَوَيْنَا (لَا يَخْلُقُ رَأْسَهُ وَلَا شَعْرَ بَدَنِهِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا تَخْلُقُوا رُءُوسَكُمْ) (النَّيَّةُ) وَلَا يَقْصُصُ مِنْ لَحْيَتِهِ (لَآنَ فِي مَعْنَى الْحُلْقِ وَلَآنَ فِيهِ إِزَالَةُ الشَّعِثِ وَقَطْأُ النَّفَثِ).

ترجمہ:

فرمایا اور وہ خوشبو نہ لگائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حج کرنے والا خوشبو لگے بغیر خستہ حال بالوں والا ہے۔ اور اسی طرح وہ جل بھی استعمال نہ کرے اسی حدیث کی وجہ سے جو ہم نے روایت کی ہے۔ اور وہ اپنے سر اور اپنے بدن کے بال نہ مونڈے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم اپنے سروں کا حلق نہ کرو، بال، بال، اور وہ اپنی داڑھی کے بال نہ کٹو۔ والے۔ کیونکہ اس میں بھی حلق کا معنی ہے۔ کیونکہ اس میں خستہ حالی کا زائد ہے۔ اور اس کی تکمیل کو دور کرتا ہے۔ (جو احکام احرام میں مذکور نہ کیے جاتے)

حرم ہونے ہی حرام ہو جانے والے امور کا بیان:

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

عموت سے محبت، بوسہ، مساس، گلے لگانا، اس کی اعانہ پہنانی پر گناہ، جبکہ یہ چاروں باتیں بشبوت ہوں جو عورت کے سامنے اس کا نہ مین فہم نہ ہو، ہمیشہ حرام تھے اور ختم حرام ہو گئے کسی سے دینی لڑائی بھڑا، جنگل کا شکار، اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا کسی طرح بتانا، بدھق یا بارود یا اس کے ذبح کے لیے چھری دینا یا اس کے اٹنے سے توڑنا، پراکھانا، پاؤں یا ہاتھ توڑنا، اس

کا درود دھونا، اس کا گوشت یا انڈے پکانا، بھوننا، پینچنا، ترخینا، کھانا، ناخن کترنا، سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بول جدا کرنا، منہ پر سر کی کپڑے وغیرہ سے چھپانا، بستر یا کپڑے عہ کی بقیچی یا گھنٹھی سو پر رکھنا، اگر عزم نے کسی ایسی شے یا اٹھائی شے کو بپٹنے ہیں تو اب لباس پینٹنے والا کھانا چاہئے، اور اگر لوگ اسے نہیں پینتے مثلاً شب وغیرہ تو اب لباس نہ ہوگا، اھش، شہر اور غنائی کے کھالے سے ہے۔

علامہ باندھنا، برقع و دھانے پہننا، موزے یا جرابیں وغیرہ چھڑنی اور اقدام کے جور کو چھپانے پہننا، سلا کپڑا پہننا، خوشبو بالوں یا بدن یا کپڑوں میں لگانا، مکیری یا سکر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جبکہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں، خاص خوشبو، مشک، بزم، زعفران، چاندنی، لوگ، الاچی، دارچینی، زنجبیل وغیرہ کھانا، ایسی خوشبو کا آجکل میں باندھنا جس میں فی الحال مہک ہو، جیسے مشک، عطر، زعفران، سر یا ڈاڑھی خشکی یا کسی خوشبو دار کسی چیز سے دھون جس سے جو کسی مرد چاہیں، وسدہ، بھند کی کا خضاب لگانا، گوند وغیرہ سے بال جمانا، زیتون یا تل کا تیل اگر چہ خوشبو ہو بدن یا بالوں میں لگانا، کسی کا سر مونڈنا، سر چاس کا احرام نہ ہو، بدن مارنا پھینکنا، کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا، کپڑا اس کے مارنے کو دھون یا دھوپ میں ڈالنا، بالوں میں بارہ وغیرہ اس کے سر نہ لگانا، غرض جوں کے ہلاک کر کسی پر کسی طرح باعث ہوتا ہے۔ (مختار، کتاب الاحرام)

ممنوعات احرام سہو یا عمدہ کے ساتھ کرنے میں وجوب دم کا بیان:

علامہ علاء الدین صلیبی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہر عزم بالغ پر دم واجب ہوتا ہے خواہ اس نے وہ عمل کیا یا نہ کیا، مجبور یا کیا ہو یا حاجت نیت میں حرم نے اگر بطور عادت یا پوری رات سر ڈھانپ لیا (تمام سر یا چوٹائی سر) تو دم لازم ہوگا، اگر کسی نے شب یا کھڑی اٹھائی تو کوئی شے لازم نہیں، اور اگر دن کے دم وقت سر ڈھانپ (لفظ اقل ایک ساعت اور اس سے کم کو بھی شامل ہے) تو گندم کا ایک صاع صاع کیا جائیگا جیسے فطرانہ (یہ عبارت تیسری ہے کہ نصف صاع گندم کا تذکرہ اتفاق سے استرازی نہیں، تو ایک صاع مجبور یا خود سے کہیں ہیں، چوٹائی (اگر چہ عذر کی وجہ سے ہو) اعتدال میں سے بنی ترسری، زخم، پھوڑا، شیشہ دوسرا درودار، خون کا ہونا سے لگن عمل خفا، نیا نا، انعام، مجبوری، نیند یا کفارہ پر عدم قدرت، یہ بعد نہیں بن سکتا) اسے اختیار ہے چاہے حرم میں دم ذبح کرے یا جہاں چاہے چھو سکا، کو تین صاع طعام دے یا تین روزے متفرق طور پر رکھے (یہ اس صورت میں ہے جہاں دم لازم ہوتا ہے اور جس صورت میں صدقہ لازم ہوگا تو اگر چاہے تو نصف صاع یا اس سے کم مسکین کو دے دے یا ایک دن کا روزہ رکھے، اہلایاب)

دھون عمارتیں مختصر ہیں، اور قادی شامی میں بھی اسی طرح ہے کہ اور اسی طرح روزہ حرم کے ساتھ مخصوص نہیں جہاں چاہے رکھ سکے، بھادہ اور اس میں بھی ہے کہ تمام کفارات واجب کی افلاور انہیں نہیں بھادہ جو وقت بھی ادا کرے اور جو بھادہ (در مختار، باب الجنایات، ودر المختار، باب الجنایات)

زعفران ورگے ہوئے کپڑے کی ممانعت کا بیان:

قَالَ (وَلَا يَنْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوعًا بَوْرَسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ وَلَا عُصْفُرٍ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَنْبَسُ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ) قَالَ (إِلَّا أَنْ يَكُونَ غَسِيلًا لَا يَنْفُضُ) لِأَنَّ الْمَنْعَ لِلطَّبِيعِ لَا لِلزَّنِّ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا بَأْسَ بِبَلَسِ الْمَعْصُفِرِ لِأَنَّهُ لَا يَنْفُضُ لَهْ. وَلَمَّا أَنَّ لَهُ زَايَحَةً طَيِّبَةً.

ترجمہ:

اور وہ ورس، گھاس، زعفران اور کسم سے رنگے گئے کپڑے کو نہ پہننے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ محرم ایسا کپڑا نہ پہنے جس کو زعفران نے نس کیا ہو اور نہ ورس پہنے ہاں البتہ وہ اس طرح حل گیا ہو کہ خوشبو نہ دے۔ کیونکہ ممانعت خوشبو کی وجہ سے ہے رنگ کی وجہ سے نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کسم سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ اس طرح کا رنگ ہے جس میں خوشبو ہی نہیں ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اس میں پاکیزہ خوشبو موجود ہے۔

زعفران و ورس پہننے پر وجوب فدیہ میں ملے مذاہب اربعہ کا بیان:

حضرت یحییٰ بن اسمیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ہر اہل میں (کہ جو کسم سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ایک مقام ہے اور جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے کہ آیا جب تک شخص جو یہاں تھا آیا اس نے کرتہ پہنا ہوا تھا، نیز وہ شخص خلوں میں رنگ باندھا تھا (خلو ایک خوشبو کا نام ہے جو زعفران وغیرہ سے تیار ہوتی تھی) اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے عمرہ کا احرام اس حالت میں باندھا تھا کہ یہ کرت میرے جسم پر تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے اوپر جو خوشبو تھی ہوئی ہے اسے تو تین مرتبہ دھو ڈالو اور کرت کو اتار دو اور پھر اپنے عمرہ کے احرام میں وہی کرو جو تم اپنے حج کے احرام میں کرتے ہو۔ (بخاری و مسلم)

زعفران کا استعمال چونکہ مردوں کے لئے حرام ہے اور خلو زعفران ہی سے تیار ہوتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو یہ حکم دیا کہ اسے دھو ڈالے نیز تین مرتبہ دھوئے حکم صرف اس لئے دیا تاکہ وہ خوب اچھی طرح چھوٹ جائے ورنہ اصل مقصد یہ تھا کہ خلو کو بالکل صاف کر دو اور وہ کسی طرح اورتھوئی ہی مرتبہ میں صاف ہو۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں حج کے احرام کی حالت میں ممنوع ہیں وہی عمرہ کے احرام کی حالت میں بھی ممنوع ہیں اس لئے تم عمرہ کے احرام کی حالت میں ان تمام چیزوں سے پرہیز کرو جن سے حج کے احرام کی حالت میں پرہیز کیا جاتا ہے۔

احرام کی حالت میں بغیر خوشبو سر ملگنا ناجائز ہے بشرطیکہ اس سے زیب و زینت مقصود نہ ہو۔ اگر کوئی شخص زیب و زینت کے بغیر خوشبو کا بھی سر ملگے تو مکروہ ہوگا۔

اس موقع پر ایک خاص بات یہ جان لینی چاہئے کہ جو چیزیں احرام کی حالت میں حرام ہو جاتی ہیں ان کا ارتکاب اگر قصداً ہوگا تو حنفیہ طور پر تمام علماء کے نزدیک اس کی وجہ سے مرکب پر فدیہ لازم ہوگا۔ ہاں بھول چوک سے ارتکاب کرنے والے پر فدیہ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ حضرت امام شافعی، ثوری، احمد، اور احناف رحمہم اللہ کا قول ہے البتہ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک کے نزدیک اس صورت میں بھی فدیہ واجب ہوگا۔

محرم کیلئے غسل و دخول حمام کا بیان:

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَغْتَسِلَ وَيَدْخُلَ الْحَمَّامَ) لِأَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اغْتَسَلَ وَهُوَ مُحْرِمٌ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ) يَسْتَظِلَّ بِالْبَيْتِ وَالْمُحْجَلِ (وَقَالَ مَالِكٌ: يُكْرَهُ أَنْ يَسْتَظِلَّ بِالْفُسْطَاطِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ، لِأَنَّهُ يُشْبِهُ تَغَطِّيَةَ الرَّأْسِ). وَلَمَّا أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ يُضَرَّبُ فِي فُسْطَاطٍ فِي إِخْرَافِهِ وَلَئِنَّهُ لَا يَمَسُّ بَدَنَهُ فَأَشْبَهَ الْبَيْتَ.

ترجمہ:

اور محرم کیلئے غسل کرنے اور حمام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے غسل فرمایا ہے۔ حالانکہ آپ حالت احرام میں تھے۔ اور کسی چھوٹی یا بھل سے سایہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ کسی بوسے یا کسی طرح کی کسی چیز سے سایہ نہ تار کر دے۔ کیونکہ یہ سرفہ حائضہ کے مشابہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیلئے حالت احرام میں ایک بوزخیدہ نصب کیا گیا اور وہ اس طرح نصب کیا جاتا کہ آپ کا بدن اس کو کس نہیں کرتا تھا۔ اس لئے وہ چھوٹی چیز کی طرح ہو گیا۔

حالات احرام میں سر پر سایہ کرنے کا مسئلہ

حضرت ام مہدین رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان میں سے ایک (یعنی حضرت اسامہ) اپنا کپڑا اٹھا لے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر) سورج کی گرمی کی پیش سے سایہ کئے ہوئے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمرہ عقبہ پر نکلے یاں ماریں۔ (مسلم)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر کپڑے سے اس طرح سایہ کر رکھا تھا کہ وہ کپڑا

اونچا ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سہارا کے لئے لگتا نہیں تھا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ سایہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمارک سر پر چتر کی مانند ایک چیز اٹھائے ہوئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لئے یہ چاندی کے پڑے سر پر کی چیز سے سایہ کرنے کے لئے بشرطیکہ سایہ کرنے والی چیز اس کے سر کو نہ لگے، چنانچہ کلمہ علماء کا یہی قول ہے لیکن حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد نے اسے مکروہ کہا ہے۔

فقہ مالکی کے مطابق محرم کے غسل کرنے کی کراہت کا بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم (غسل کے لیے) تمام میں جاسکتا ہے۔ ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم بدن کو کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

ابن منذر نے کہا کہ محرم کو غسل جانتا ہوا بھلا درست ہے لیکن غسل صفائی اور پاکی کی چیز میں اختلاف ہے امام مالک نے اس کو مکروہ جانا ہے کہ محرم اپنا سر پانی میں ڈالے اور وسطا میں ناف سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احرام کی حالت میں اپنا سر نہیں دھوتے تھے، لیکن جب استحلام ہوتا تو دھوتے۔

فقہ حنفی کے مطابق محرم کے غسل کی اجابت کا بیان:

حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن جحین نے، انہیں ان کے والد نے کہ عبداللہ بن عباس اور مصعب بن عمر رضی اللہ عنہم کا مقام ایسا ہے (ایک مسئلہ پر) اختلاف ہوا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے ابوالباب رضی اللہ عنہ کے یہاں (مسئلہ پوچھنے کے لیے) بھیجا، میں جب ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ کوئیں کی کوئیں غسل کر رہے تھے، ایک کپڑے سے انہوں نے پردہ کر رکھا تھا میں نے بیچ کر سلام کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کون ہو؟ میں نے عرض کی کہ میں عبداللہ بن جحین ہوں، آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھیجا ہے یہ دریافت کرنے کے لیے کہ احرام کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہارا کس طرح دھوتے تھے۔ میں کہ انہوں نے پڑے پر (جس سے پردہ تھا) ہاتھ رکھ کر اسے نیچے کیا۔ اب آپ کا سر دکھائی دے رہا تھا، جو شخص ان کے بدن پر پانی ڈال رہا تھا، اس سے انہوں نے پانی ڈالنے کے لیے کہا۔ اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر انہوں نے اپنے سر کو دونوں ہاتھ سے ہلایا اور دونوں ہاتھ آگے لئے گئے اور پھر پیچھے لائے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (احرام کی حالت میں) اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وفی الحدیث من الفوائد مناظرۃ الصحابة فی الاحکام ورجوعہم الی النصوص و قبولہم لخبیر الواحد ولو کان تابعیا وان قول بعضهم لیس بحجة علی بعض البخیعی۔

اس حدیث کے فوائد میں سے صحابہ کرام کا باہمی طور پر مسائل احکام سے متعلق منظرہ کرنا، پھر نص کی طرف رجوع کرنا اور ان کا خبر واحد کو قبول کر لینا بھی ہے اگرچہ وہ تابعی ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس حدیث کے فوائد میں سے ہے کہ ان کے بعض کا کوئی شخص

قول بعض کے لیے حجت نہیں گردانا جاتا تھا۔

حالات احرام مکروہ امور کا بیان:

بدن کا مکمل چھڑانا، بال یا بدن کھلی یا صابون وغیرہ سے خوشبو کی چیز سے دھونا، کشتی کرنے، اس طرح کھانا کہ بالوں سے جوں گرسے، اگر کھا، اگر تاپا پیچھ پینے کی طرح کھانوں پر ڈالنا، خوشبو کی دھوئی دینا ہو اکپڑا کر ابھی خوشبو دے رہا ہوں پیننا، اوزر سنا، قصداً خوشبو لگنا اگرچہ خوشبو دار پھل یا پتہ ہو جیسے لیموں، نارنگی، پودینہ، عطر دان، سرینہ منہ پر پٹی باندھنا، منافی کہہ کہ معطر کتے اندر اس طرح دھونا، بول کھانا شریف سر یا منہ سے لگے، ناک وغیرہ منہ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپانے، یا کوئی ایسی چیز کہ چپا جس میں خوشبو پڑی ہو اور نہ ہو بویا گئی ہو نہ زائل ہوگئی ہو، سلا کپڑا یا پیوند لگا ہوا پیننا، ننگے پر منہ رکھ کر اوندھنا، منہ کو خوشبو ہاتھ سے چھونا جبکہ ہاتھ میں تلک جائے تو حرام ہے، ہاتھ دینے پر تھویر یا ہاتھ اگرچہ بے کپڑے کے کپڑے میں پھینک کر دینا، غلہ بدن پر پٹی باندھنا، سنگھار کرنا، چادر اوڑھ کر اس کے آٹھوں میں گرہ لے لینا، تھپہنا ہاتھ رکھ کر منہ سے کھانا، اگر کسی نے سر پر ایڑی پر پٹی باندھی اگرچہ ایک بدن یا رات ہو تو اس پر صدقہ ہوگا، اور اگر سر کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ پر پٹی باندھی تو اسے کسی تکلیف کی وجہ سے بھی بلا وجہ ہوگا تو کوئی شیء لازم نہ ہوگی، بال بلا وجہ باندھنا مکروہ ہوگا۔

(فتح القدیر، باب الاحرام، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

کعبہ کے پردوں سے لپٹ جانے کا بیان:

وَأَنزَلَ دَخَلَ تَحْتَ أَسْتَارِ الْكُفْبَةِ حَتَّى عَطَفَهُ، إِنْ كَانَ لَا يُصِيبُ رَأْسَهُ وَلَا وَجْهَهُ فَلَا بَأْسَ بِهِ لِأَنَّهُ اسْتَظْلَلَ.

ترجمہ:

اور اگر محرم کعبہ کے پردوں کے نیچے داخل ہو گیا حتیٰ کہ پردوں نے اس کو ڈھانپ لیا اور پردہ اس کے چہرے اور سر کو نہ لگا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سایہ حاصل کرتا ہے۔

کعبہ کے پردوں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی غذا کا بیان:

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حدیث مبارکہ کے ربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب وہ کعبہ کے پردوں میں چھپے جائیں رات تک قیام رہے اور ان کا کھانا صرف زحم تھا اس وقت فرمایا: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہاں چھپا کر تم سے یہاں قیام تو ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتبہ ہیں میں نے جواب دیا میں رات سے یہیں قیام کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے گئے: تمہارے کھانے کا انتظام کون کرتا تھا؟ وہ کہتے ہیں میں نے جواب دیا میں کھانا میرے پاس رکھتا ہوں۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے میں اتنا ہوتا ہو گیا کہ میرے پیٹ کے تمام سبب بل نکل گئے، ابوذر بن ساری فرماتے

اور کروڑ جاتی رہی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: بلاشبہ زہم بابرکت اور کھانے والے کے لیے کھانے کی حیثیت رکھتا ہے (مجموع مسلم حدیث نمبر 2473)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ (یہ بیمار کی بیماری کی شفا ہے) مستدرک ابی حریث نمبر (1171) اور (1172) اور عم طبرانی الاصفی حدیث نمبر (295)

سنن ابن ماجہ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (زہم جس چیز کے لیے پیا جائے وہ اسی کے لیے ہے) سنن ابن ماجہ کتاب المناسک حدیث نمبر (3062)

علامہ کرام نے اس حدیث پر عمل اور تجربہ کیا کہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حج کیا تو وہ زہم کے پاس آئے تو کہنے لگے اللہ مجھے ابن ابی العوالیٰ نے محمد بن منکدر سے اور انہوں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زہم اسی چیز کیلئے ہے جس کے لیے اسے نوش کیا جائے، اور میں روز قیامت کی تشنگی اور پیاس سے بچنے کیلئے اسی پر ہا ہوں۔ ابن ابی العوالیٰ اللہ سے تو اس طرح حدیث حسن درج کی ہے۔

ابن قیم بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے علاوہ دوسروں نے بھی زہم کی تجربہ کیا ہے کہ اس سے عجیب و غریب حکم کی بیماریاں جاتی رہتی ہیں اور مجھے زہم کے ساتھ ہی ایک بیماریوں سے شفا نصیب ہوئی ہے اور الحمد للہ میں ان سے نجات حاصل کر چکا ہوں۔

اور میں نے اس کا بھی مشاہدہ کیا ہے کہ کوئی ایک نے زہم کو چند روزہ عیم سے بھی زیادہ تک بطور غذا استعمال کیا تو اسے بالکل بھوک محسوس تک نہیں ہوو اور وہ لوگوں کے ساتھ حل کرطواف کرتا رہا، اور اس مجھے بتایا کہ ہو سکتا ہے کہ چالیس یوم تک اسی کو بطور غذا استعمال کیا اور پھر ان میں روزہ بھی رکھا اور پیوی سے جماع کرنے کی قوت بھی تھی اور کی ایک بار طواف بھی کیا۔

(زاوالعاد 4/320-319)

کر میں ہسانی باندھنے کے جواز کا بیان:

(وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَنْسُدَّ فِي وَسْطِهِ الْهَمَانُ) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَكْفُرُ إِذَا كَانَ فِيهِ نَفَقَةٌ غَيْرُ لَانَّهُ لَا ضَرُورَةَ.

وَلَكِنْ أَنَّهُ لَيْسَ فِي مَعْنَى تَبْسِ الْمَخِيضِ فَاسْتَوَتْ فِيهِ الْحَالَتَانِ (وَلَا يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَلَا لِحْيَتَهُ بِالْخِطْمِ) لِأَنَّهُ نَوْعٌ طَيِّبٌ، وَلَئِنَّهُ يَقْتُلُ هَوَامَ الرُّؤُسِ.

ترجمہ:

اور اپنی کر میں اگر ہسانی باندھی تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر اس میں دوسرے کا نفقہ ہو تو مکروہ ہے کیونکہ اس کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ ہسانی باندھنا ہی سلعے ہونے

کپڑے کے معنی میں نہیں ہے۔ لہذا اس کیلئے دونوں حالتیں برابر ہیں۔ اور احرام والا اپنے سر اور داڑھی کو خطمی کے ساتھ دھوئے کیونکہ یہ بھی ایک طرح خوشبو ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ خطمی سر کے بالوں کو قتل کرنے والے ہے۔

شرح

امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے۔ میں مالک نے کہ ہم سے بیان کیا نافع نے کہ ابن عمرؓ فرم کر کے لئے پٹنی باندھنا مکروہ خلیل کرتے تھے۔

کہا محمدؓ نے کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ انکشاف تھا، نہ فرم کے لئے ہسانی باندھنے کی رخصت دی ہے اور کہا ہے کہ اپنا ذاد مغرب مضبوطی سے باندھو۔ (موطا امام محمد علیہ الرحمہ حدیث ۴۳۳)

حالات احرام میں مباح امور کا بیان:

گرتا، چند لپٹ اور پر سے اس طرح ڈال لینا کہ سر اور منہ نہ چھپے، ان چیزوں یا جامہ کا تہ بند باندھنا، ہسانی یا پٹنی باندھنا، سب سے پہلے چڑا سے جام کرتا، کسی چیز کے سامنے میں بیٹھنا، پھتری لگانا، گونگی پہننا، بے خوشبو کا سر لگانا، ہند بغير باں موٹے، پچھنے لینا، آکھ میں جو بال نکلے اٹھے جدا کرتا، سر یا بدن اس طرح کھانا کہ بال نہ ٹوٹے، جوں نہ گرسے، احرام سے پہلے جو خوشبو لگا کر اس کا لگا رہنا، پالتو جانور اونٹ، گائے، بکری، مرغی کا ذبح کرنا، پکانا، کھانا، اس کا دودھ دہنا، اڈے توڑنا، بھوننا، کھانا، کھانے کے لیے جھلی کا شکار کرنا، کسی دریائی جانور کا مارنا یا نڈا کے لیے نہ ہو، نری تفریح منظور ہو جس طرح لوگوں میں رائج ہے تو کھانا دیا ہو، جنگل خودی حرام ہے، اور احرام میں سخت حرام، منہ اور سر کا سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹنی باندھنا، سر یا گال کے نیچے پٹنی باندھنا، سر یا ناک پر پٹنا یا دوسرے کا ہاتھ رکھنا، کان کا کپڑے سے چھپانا، بخوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا، سر پر پٹنی اور پوری اٹھانا، جس کھانے کے پکتنے میں منگ و غیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبودی یا بے پکائے جس میں خوشبودی اور وہ پونیس اس کی کا کھانا چٹنا، گھی یا چر بی یا کر وائیل یا ناریل یا بادام یا کدو یا کھوکھیل کہ بسا یا نہ ہو بدن یا بالوں میں لگانا، خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جبکہ ان کی خوشبو جاتی رہی ہو مگر کم کسر کا رنگ مر دکو دیسے حرام ہے، دین کے لیے لڑنا، جھڑپا، بلکہ حسب حاجت فرض و واجب ہے، جوتا پہننا جو پاؤں کے جوڑ کو نہ چھپائے، بے سلع کپڑے میں لپٹ کر تعویذ لگنے میں ڈالنا، آنیہ دیکھنا، ایسی خوشبو کا چھونا جس میں فی الحال مہک نہیں جیسے اگر لوبان، صندل یا اس کا آچل میں باندھنا، نکاح کرنا۔

محرمانہ زوں کے ساتھ کثرت تبلیہ ہے:

قَالَ (وَيُحْجَرُ مِنَ التَّبْلِيَةِ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ وَكُلَّمَا عَلَا شَرْقًا أَوْ هَبَطَ وَادِيًا أَوْ لَقِيَ رَجُلًا

وَبِالْأَسْحَارِ) لِأَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يُتَّبُونَ فِي هَذِهِ

الْأَحْوَالِ، وَالتَّبْلِيَةِ فِي الْإِحْرَامِ عَلَى مِثَالِ التَّكْبِيرِ فِي الصَّلَاةِ، فَيُتَوَلَّى بِهَا عِنْدَ الْإِنْقِلَابِ

مِنْ خَالٍ إِلَى خَالٍ ۔

ترجمہ:

فرمایا: احرام والا نمازوں کے بعد کثرت کے ساتھ تلبیہ والا ذکر کرے۔ جب وہ کسی بلندی پر جائے یا کسی بستی کی جانب جائے یا اترے یا سواروں سے ملاقات کرے اور عمری کے وقت بھی تلبیہ کہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب ان احوال میں تلبیہ کرتے تھے۔ اور احرام میں تلبیہ کہنا اسی طرح ہے جس طرح نماز میں تکبیر کہنا ہے۔ اس لئے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوئے وقت تلبیہ کہا جائے گا۔

المذہب فی مقامات تلبیہ:

قال العلامة ابن قدامة الحنبلي

ثم لا يزال يلبس إذا علا نشوا أو هبط واديا وإذا التقت الرفاق وإذا غطي رأسه ناسيا وفي دبر الصلوات المكتوبة

يتسحب استدامة التلبية والإكثار منها على كل حال لما روى ابن ماجة عن عبد الله بن عامر بن ربيعة قال: (قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من مسلم يضحى لله يلبس حتى تغيب الشمس إلا غابت بطنه بعد كما ولدته أمه) وهي أشد استحبابا في المواضع التي سمي الخرقى لما روى جابر قال: (كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس في حجة إذا لقي رابكا أو علا أكمة أو هبط واديا وفي أدبار الصلوات المكتوبة ومن آخر الليل) وقال إبراهيم والنخعي: كانوا يستحبون التلبية دبر الصلاة المكتوبة وإذا هبط واديا وإذا علا نشوا وإذا لقي رابكا وإذا استوت به راحلته وبهذا قال الشافعي وقد كان قبل يقول مثل قول مالك: لا يلبس عند اصطدام الرفاق وقول النخعي يدل على أن السلف ورحمهم الله كانوا يستحبون ذلك والحديث يدل عليه أيضا

فصل: ويجزء من التلبية في دبر الصلاة مرة واحدة قال الأثرم: قلت لأبي عبد الله: ما شيء يفعله العامة يلبون في دبر الصلاة ثلاث مرات؟ فنبه وقال: ما أدرى من أين جاؤا به؟ قلت: أليس التكبير في أدبار الصلوات في أيام الأضحية وأيام التشريق ولا بأس بالزيادة على مرة لأن ذلك زيادة ذكر وخير وتكرار ثلاثا حسن فإن الله وقر يحب الوتر

مختلف احوال میں تلبیہ پڑھنے میں متفرق نظریہ:

تلبیہ پرفریضہ اور نافلہ نمازوں کے بعد پڑھو! حتیٰ کہ جب تمہاری سواری چل پڑے، یا جب کسی بلند جگہ سے عبور کرو، یا کسی

وادیا سے تمہارا گزر ہو، یا کسی سوار کو دیکھو، یا نیند سے بیدار ہو اور سحر کے وقت کچھ کر بھی پڑھو اور جتنا زیادہ ہو سکے اسے پڑھو، بلکہ بلند آواز سے پڑھو اور جان لو کہ کلام کے شروع میں جو چار تعلیمات گزری ہیں ان کا پڑھنا لازم اور ضروری ہے، چونکہ وہ فرض ہیں اور یہی توحید بھی ہے، انبیاء بھی انہی کے ذریعے لپیک کہی ہے اور وہ تلبیہ جس میں ذی الصارح کے ذریعے لپیک ہے اسے زیادہ پڑھو، کیونکہ حضرت نبی اکرم سے زیادہ پڑھتے تھے اور سب سے پہلا شخص جنہوں نے لپیک کہی ہے، لہذا ہر حیثیت چیز کو کوکرتا ہے اور ہر غیبت کو سرکش شیطان کو دکھاکرتا ہے جیسے کہ امام صادق نے فرمایا ہے: یہاں خباثت کو کوکرتا دیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ قارون اور اس کے خزانے زمین میں دفن تھے۔

اور چونکہ حج خالص تو حید ہے اور اس میں کسی قسم کا شُرک نہیں ہے بلکہ جو بت بھی ہو اور جیسا بھی صنم ہو اسے حج میں دھکا دیا جاتا ہے لہذا اسی سے مسجد حرام میں باب بنی شیبہ سے داخل ہونے کے استقبال کا راز بھی معلوم ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حق نے پیغمبر اکرم ﷺ کے کانوں پر چڑھ کر، کہہ کے اور پسند شدہ پہل نامی بت کو نیچے کر لیا تو اسے باب بنی شیبہ کے پاس زمین میں گاڑ دیا گیا تا اس کے بعد سے باب بنی شیبہ سے مسجد حرام میں داخل ہونا سنت بن گیا۔

تلبیہ والا ذکر بلند آواز کے ساتھ کرنے کا بیان:

(وَبَرَّعُ صَوْتَهُ بِالتَّلْبِيَةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَفْضَلُ الْحَجِّ الْعَجَّ وَالنَّحْجُ) فَالْعَجَّ رَفَعَ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِيَةِ، وَالنَّحْجُ اسَأَلَةَ الدَّمِ۔

ترجمہ:

اور وہ بلند آواز سے تلبیہ کہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: افضل حج آواز کو بلند کرنا اور خون بہانا ہے لہذا حج کا مطلب تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرنا ہے۔ اور اسی طرح حج کا معنی خون بہانا (قرنی) ہے۔

تلبیہ میں آواز بلند کرنے کا حکم:

حضرت خالد بن سائب اپنے والد کرم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس جبرائیل آئے اور مجھے یہ امر کیا کہ میں اپنے صحابہ کو اس بات کا حکم دوں کہ وہ اہلال یا تلبیہ میں اپنی آوازیں بلند کریں۔ (مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

آواز بلند لپیک کہنا مردوں کے لئے مستحب ہے لیکن آواز کو اتنا بلند نہ کرنا چاہئے جس سے تکلیف پہنچے، عورتیں اتنی آہستہ آواز سے لپیک کہیں کہ وہ خود ہی سن سکیں دوسروں تک ان کی آواز نہ پہنچے۔

عورت کی آواز بلند ہونے کی ممانعت میں مذاہب اربعہ کا بیان:

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ، میں لکھتے ہیں۔

قال بعض أهل العلم: إنما كره النسيح للنساء وأببح لهن الصفيق من أجل أن صوت المرأة وريحه في أكثر النساء وربما شغلت بصوتها الرجال المصلين معها.

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ: عورتوں کے لیے "سبحان اللہ" کی کراہت اور تالی کی اجازت اس لیے ہے کہ اکثر عورتوں کی آواز اور گفتگو شرمی ہوتی ہے، ہو سکتا ہے کہ ایسی آواز سن کر مرد اس میں مشغول ہو جائیں۔ ("التمہید")

تو شارح نے جب صرف "سبحان اللہ" جیسے مختصر کلام سے ہی عورتوں کو روکا ہے تو کیسے "اذاں" جیسے طویل کلام کی اجازت دی جا سکتی ہے؟

نماز میں کوئی معاملہ بن جائے تو مرد حضرات کے لیے شریعت نے "سبحان اللہ" کہنا مباح کیا ہے، لیکن عورت کو "سبحان اللہ" کہنے کی اجازت نہیں دی تاکہ اس کی آواز مرد نہ سنیں، بلکہ اسے دونوں ہاتھوں کے ساتھ ہلکی سی تالی بجائے تاکہ حکم دیا ہے، اور اسی طرح تلبیہ کہنے اور اذان اور اسلام کے جواب میں بھی آواز کو پتہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اور اسی موقف کی تائید میں فقہاء اربعہ کے اقوال ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

احناف کی فقہی کتاب "فتح الباری" کی شرح میں کمال الدین السبکی کہتے ہیں۔

النازل میں صراحت کی ہے کہ عورت کی آواز ستر ہے، اس بنا پر میرے نزدیک کسی عورت کا تینا آدہ کی بجائے عورت سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ وہ کہتے ہیں: کیونکہ عورت کی آواز ستر ہے، اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "مرد سبحان اللہ کہیں، اور عورتیں تالی بجائیں" اس لیے اچھا نہیں کہ عورت کی آواز مرد سنے۔

(شرح فتح الباری 1/260)

فقہ مالکیہ کی کتاب "شرح مختصر غلیل" میں درج ہے۔

"اور ان صرے بیان کیا ہے کہ: عورت کی آواز سننے سے اگر لذت حاصل ہونے کا غرض ہو تو اسے اس حیثیت میں بلند کرنا جائز نہیں، نہ وہ جنازہ میں، اور نہ ہی شادی بیاہ کے موقع پر، چاہے وہ بچہ جو جوان ہو یا نہ، لیکن بوجہ عورتوں کی آواز سننا حرام نہیں:

(شرح مختصر خلیل اللخرضی 1/276)

اور کتاب الام میں امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

"عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم ہے، اس لیے عورت کی آواز کو کسی شخص بھی نہ سننے تو یہ اس کے لیے زیادہ بہتر اور زیادہ پردہ کا باعث ہے، اور نہ ہی عورت تلبیہ میں اپنی آواز بلند کرے، بلکہ صرف اپنے آپ کو ہی سنائے" (کتاب الام 2/156)

اور فقہ شافعی کی کتاب "روضة الطالبين" میں درج ہے۔

"۔۔ اگر عورت کو دروازہ کوئی مرد کھٹکھٹائے تو عورت کو چاہے کہ وہ نرم اور سر ہلکی آواز میں جواب نہ دے، بلکہ اپنی آواز میں سختی پیدا کرے۔ (روضة الطالبين 21/7)

اور فقہ حنبلی کی کتاب "الانصاف" میں لکھا ہے:

صالح کی روایت میں ہے کہ امام احمد کا قول ہے: بڑی عمر کی عورت کو سلام کیا جائیگا، لیکن نہ جوان لڑکی نہ بولے۔ قاضی کہتے ہیں: یہ اس لیے کہ کنیں اس کی آواز سے فقہ سننے پر جائے، اور مذہب اسے مطلق کہا ہے، دونوں روایتوں کی بنا پر لذت سے آواز سننا حرام ہے، چاہے قرأت کی ہو۔ قاضی کہتے ہیں: عورت کی آواز سننے سے منع کیا جائیگا۔ (الانصاف 8/31 ص)

سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو:

قَوْلُهُ (فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ ابْتَدَأَ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَلَّمَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ) وَلَئِنَّ الْمَقْصُودَ زِيَارَةَ النَّبِيِّ وَهُوَ فِيهِ، وَلَا يَصْرُحُ لِيَلَّا دَخَلَهَا أَوْ نَهَارًا لِأَنَّهُ دَخَلَ بِلَذَّةٍ فَلَا يَخْصُ بِأَحَدِهِمَا (وَإِذَا عَلَيْنَ النَّبِيُّ كَبَّرَ وَهَلَّلَ) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ: إِذَا لَقِيَ النَّبِيَّ بِاسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ. وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لَمْ يُعْنِ فِي الْأَصْلِ لِمَشَاهِدِ الْحَجِّ شَيْئًا مِنَ الدَّعَوَاتِ لِأَنَّ التَّوَقُّفَ يَهْدِي بِالرَّفَقَةِ، وَإِنْ تَبَرَّكَ بِالْمَقُولِ مِنْهَا فَحَسَنٌ.

ترجمہ:

محرم جب مکہ میں داخل ہو تو وہ سب سے پہلے مسجد حرام سے شروع کرے۔ کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ (بخاری و مسلم) کیونکہ مقصد بیت اللہ کی زیارت کرنا ہے اور بیت اللہ بھی مسجد ہے۔ البتہ اس میں حرج نہیں ہے کہ وہ رات کو یا دن کو داخل ہو کیونکہ شہر میں داخل ہونا ہے اور اس میں دن رات کو کوئی اختصار نہیں ہے۔ جب وہ بیت اللہ کو دیکھے تو تکبیر چلیں پڑھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بیت اللہ میں داخل ہوتے تو آپ یہ کہتے "بسم اللہ واللہ اکبر" اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مشاہد جیلے کی دعا کا نقل نہیں کیا ہے۔ کیونکہ اس میں تکرار تالی کی تری کو دور کرنا ہے اور اگر اس نے نقل شدہ دعاؤں کے ساتھ برکت حاصل کی تو یہ اس کیلئے اچھا ہے۔

دخول مکہ میں ادب و تعظیم کا کلی ظہور ہے:

علامہ علی بن سلطان ملاطی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب وہ مکہ میں داخل ہو تو وہ مقام کد آ سے داخل ہو۔ یہی بلند مقام ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اس کے اعلیٰ مقام سے تشریف لائے۔ اور کے نیچے والے مقام سے نکلے۔ اور اعلیٰ مقام بھی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی مقام پر یہ دعا

مَکَلْتُمْ، وَ إِنْ قَالَ إِنْهُمْ رَبُّ الْجَبَلِ هَذَا بَلَدًا إِنَّمَا وَارِثُ أَهْلِهِ مِنَ الْقَمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمْتِنَ عَلَيْهِ لَقِيلَ لَكُمْ أَضْطَرَّةٌ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَيَنْفُسُ الْقَصِيرُ (البقرہ، ۱۲۶)

اور جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے رب میرے اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھولوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں شہر ملیا اور جو کافر ہو تو جوار برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کروں گا اور بہت بڑی جگہ ہے بلخنی۔ (کنز الایمان)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دعا میں موئین کو خاص فرمایا اور یہی شان ادب تھی اللہ تعالیٰ نے کرم کیا دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ رزق سب کو دیا جائے گا مومن کو بھی کافر کو بھی لیکن کافر کا رزق تھوڑا ہے یعنی صرف دینی زندگی میں وہ بہرہ مند ہو سکتا ہے۔ (خزان العرفان)

مکہ شریف اور بیت اللہ کا ادب یہی ہے جس طرف سے بھی داخل ہو اس کی تعظیم کرے۔ خواہ وہ دن میں داخل ہو یا رات کے وقت میں ہو۔

انما نمانی نے ایک روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمر سے کیلئے رات کے وقت داخل ہوئے اور حج کیلئے دن کو داخل ہوئے۔ (شرح الوقایہ ص ۲۷، ۲۸، بیروت)

دخول مکہ کے متعلق احادیث کا بیان:

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر جب مکہ میں آتے تو رات ذی طوی میں گزرتے۔ جب صبح ہوتی تو غسل کرتے پھر دن کے وقت مکہ میں داخل ہوتے اور فرماتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں بلندی کی طرف سے داخل ہوئے اور نشیب کی طرف سے واپسی اختیار فرماتے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مدینہ سے) نکلے شجرہ کی طرف اور (مدینہ میں) داخل ہوتے معرے کی طرف سے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال میں مکہ میں کدہ کی جانب سے بلندی کی طرف سے داخل ہوئے اور معرہ میں کدہ کی طرف سے داخل ہوئے اور مردہ دونوں طرف سے داخل ہوتے لیکن اکثر کدہ کی طرف سے داخل ہوتے کیونکہ وہ جانب ان کے گھر کے قریب تھی۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو بلندھ کی طرف سے داخل ہوئے اور جب مکہ سے نکلے تو نشیب کی طرف سے نکلے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الحج)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوتے تھے بلندی (ذی طوی والی طرف) کی راہ سے اور جب نکلے تو نشیب سے۔ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں دن میں داخل ہوئے۔ (ابن ماجہ)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب بھی مکہ آتے تو ذی طوی میں رات گزرتے اور جب صبح ہوتی تو غسل کرتے اور نماز پڑھتے پھر دن کو مکہ میں داخل ہوتے اور جب مکہ سے واپس ہوتے تو اس وقت بھی ذی طوی سے گزرتے اور صبح تک وہیں رات بسر کرتے، نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

ذی طوی ایک جگہ کا نام ہے جو حد درجہ میں مقام محکم کی طرف واقع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ شریف لائے تو مسرت کے لئے رات ذی طوی گزرتے پھر صبح غسل فرماتے اور نماز پڑھ کر اس شہر مقدس میں داخل ہوتے۔ نماز سے بظاہر نوافل مراد ہے جو وہاں جانے کے لئے پڑھتے تھے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے واپس ہوتے تو اس وقت بھی ذی طوی میں قیام فرماتے تاکہ رقتاء وہاں صبح ہو جائیں اور سب لوگوں کا سامان وغیرہ اکٹھا ہو جائے۔

حضرت ابن کلب فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مکہ میں دن کے وقت داخل ہونا مستحب ہے تاکہ شہر میں داخل ہوتے ہی بیت اللہ شریف نظر آئے اور دعا کی جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جیمہ الوداع کے موقع پر) جب مکہ شریف لائے تو شہر میں اس کے بلندھ کی طرف سے داخل ہوئے اور (واپسی کے وقت) نشیبی حصے کی طرف سے نکلے۔ (بخاری و مسلم)

مکہ کے جس طرف ذی طوی ہے وہی شہر کا بلندھ حصہ ہے، جنت البعلیٰ یعنی مکہ کا مشہور قبرستان بھی اسی جانب ہے۔ شہر کی دوسری جانب نشیبی حصہ ہے۔

پہلی حدیث اور اس حدیث میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ مکہ کے نشیبی حصہ سے نکل کر جب مدینہ کا راستہ اختیار کرتے تو ذی طوی نکلنے اور وہاں رات گزار کر صبح مدینہ کے لئے روانہ ہو جاتے۔

خانہ کعبہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھانے میں مذہب اربعہ کا بیان:

حضرت مہاجر بن جری (تابعی) کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو خانہ کعبہ کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے کہ آیا یہ مشروع ہے یا نہیں؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ کجیا کو تو ایسا نہ کرتے تھے (یعنی خانہ کعبہ کو دیکھ کر دعا مانگنے کے لئے اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (ترمذی ابوداؤد)

زار بیت اللہ مکہ کا بیچ کر جب مسجد حرام میں داخل ہوتا ہے وہ خانہ کعبہ کو دیکھتے ہی دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے مسئلہ یہ ہے کہ کعبہ مقدس کے جمال دل ربا پر نظر پڑے ہی تو جو کبھل چاہے اپنے پروردگار سے مانگ لیا جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس وقت دعا مانگتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ بھی اٹھائے جائیں یا نہیں؟ چنانچہ یہ حدیث اس کا انکار کر رہی ہے

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک کا مسلک بھی یہی ہے کہ خانہ کعبہ کو کعبہ کر دیا جائے اور اپنے ہاتھ نہ اٹھائے، جب کہ حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ خانہ کعبہ کو کعبہ نہ کہ ہاتھ اٹھائے جائیں اور دعا مانگی جائے۔ (طبری) مدنی قاری نے مرقات میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی کا مسلک اس کے برخلاف لکھا ہے یعنی ان کی نقل کے مطابق ان دونوں ائمہ کے ہاں ہاتھ اٹھانا مشروع ہے لیکن انہیں مدنی قاری نے اپنی ایک اور کتاب مناسک میں اس کو کرویہ لکھا ہے اگرچہ بعض علماء سے اس کا جواز بھی نقل کیا ہے۔ فقہی رد مختار سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ اس موقع پر ہاتھ نہ اٹھانا چاہئے۔

کعبہ شریف میں داخل ہونے، اس میں نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کا بیان:

امام مسلم اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن آئے اور کعبہ کے محن میں اترے۔ اور (کعبہ کے کلید بردار) عثمان بن طلحہؓ کے پاس کہلا بھیجا تو وہ چالی لائے اور دروازہ کھولا اور آپ ﷺ اور سیدنا بلال اور سیدنا اسامہؓ اور عثمان بن طلحہؓ اندر داخل ہوئے اور دروازہ بند کرنے کا حکم دیا تو دروازہ بند کر دیا گیا۔ (آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ) تھوڑی دیر پھر سے پھر دروازہ کھول دیا گیا تو میں سب لوگوں سے پہلے آپ ﷺ سے کعبہ کے پر ملا اور سیدنا بلالؓ آپ ﷺ کے پیچھے تھے۔ جس میں سے سیدنا بلالؓ نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ کہاں؟ انہوں نے کہا کہ اپنے سامنے کے دو ستونوں کے درمیان۔ اور میں بھول گیا کہ پوچھوں کتنی رکعتیں پڑھیں؟

حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ کیا تو نے سیدنا ابن عباسؓ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جہیں طواف کا حکم ہوا ہے اور کعبہ کے اندر جانے کا حکم نہیں ہوا۔ عطاء نے کہا کہ وہ اس کے اندر جانے سے منع نہیں کرتے مگر میں نے ان کو سنا کہتے تھے کہ مجھے سیدنا اسامہؓ نے زیدؓ نے خردی کہ جب نبی ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو اس میں ہر طرف دعا کی اور نماز نہیں پڑھی۔ پھر جب نفل تو قبلہ آگے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہی قبلہ ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ اس کے کناروں کا کیا حکم ہے اور اس کے کونوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ بیت اللہ شریف کے ہر طرف قبلہ ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج)

حجرا سود کے بوسے و استلام کا بیان:

قَالَ (ثُمَّ ابْتَدَأَ بِالنَّحْوَ الْأَسْوَدِ فَاسْتَقْبَلَهُ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ) لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاثْبَاتًا بِالنَّحْوَ فَاسْتَقْبَلَهُ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ) (وَبَرَقَ يَدَيْهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (كَأَنَّ رُفْعَ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ وَذَكَرَ مِنْ جَمَلَتِهَا اسْتِلَامُ النَّحْوَ) قَالَ (وَاسْتَلَمَهُ إِنْ اسْتَطَاعَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُؤْذِيَ مُسْلِمًا) لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَبَّلَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ وَوَضَعَ شَفَتَيْهِ عَلَيْهِ) وَقَالَ لِعُمَرَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّكَ رَجُلٌ أَيْدِي تُوْذِي الضَّعِيفَ فَلَا تُزَاجِمِ النَّاسَ عَلَى الْحَجَرِ، وَلَكِنْ ابْنُ وَحْدَتٍ فَرْجَةً فَاسْتَلَمَهُ وَإِلَّا فَاسْتَقْبَلَهُ وَهَلَّلَ وَكَبَّرَ. "وَلَا تَكُنْ إِلَّا سَلَامًا سَنَةً وَالتَّحَرُّزُ عَنْ أَذَى الْمُسْلِمِ وَاجِبٌ.

ترجمہ:

فرمایا: حجروہ حج اسود سے شروع کرے تو اس کا بوسہ لے اور تکبیر و تہلیل پڑھے۔ کیونکہ روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں داخل ہوئے۔ (ابن ابی شیبہ) تو آپ ﷺ نے حجرا سود سے ابتداء کی اور آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور "انکذا کبر" اور لا الہ الا اللہ پڑھا۔ (مسلم)

صاحب تہذیب دوری نے کہا ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صرف سات مقامات پر ہاتھوں کو بلند کیا تھا۔ اور ان میں سے ایک استلام حجر ہے۔ جبکہ وہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے بغیر ممکن ہو۔ کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجرا سود کو بوسہ دیا تو آپ ﷺ نے دونوں مبارک ہاتھ اس پر رکھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عمر! تو قافراؤں سے کہہ دو کہ یہاں حجرا سود کے پاس لوگوں میں گھسنے ناجائز ہے۔ لیکن جب کشارگی پائے تو حجرا سود کا استلام کر لیتا۔ ورنہ حجرا سود کے سامنے ہوتے ہوئے تکبیر و تہلیل پڑھ لینا۔ کیونکہ استلام سنت ہے جبکہ مسلمان کو تکلیف پہنچانے سے بچنا واجب ہے۔

حجرا سود کے بوسے کا بیان:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جب حج یا عمرہ کے لئے) مکہ تشریف لائے تو حجرا سود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دیا پھر (طواف کے لئے) دابے یا ہاتھ کی طرف چلے، چنانچہ تین مرتبہ بازو ہلا کر اور جلدی جلدی چلے (جس طرح پہلوان چلتے ہیں) اور چار مرتبہ اپنی معمولی رفتار سے چلے۔ (مسلم)

حضرت زبیر ابن عریض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حجرا سود کو بوسہ دینے کے سلسلہ میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ہاتھ لگاتے اور بوسے تھے۔ (بخاری)

استلام رکن یمانی کا بیان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانہ کعبہ کے صرف دو رکن کا استلام کرتے دیکھا ہے جو رکن کی سمت ہیں۔ (بخاری مسلم)

کعبہ مقدرہ کے چار رکن یعنی چار کونے ہیں، ایک رکن تو وہ ہے جس میں حجرا سود نصب ہے، دوسرا اس کے سامنے ہے اور

حقیقت میں یہی اسی رکن کا نام ہے مگر اس طرف کے دونوں ہی رکن کو تغلیباً رکنِ یمنائی ہی کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ دو رکن اور ہیں جن میں سے ایک تو رکنِ عراقی ہے اور دوسرا رکنِ شامی مگر ان دونوں کو رکنِ شامی ہی کہتے ہیں۔

جن میں رکنِ حجر اسود ہے اس کو دوسری فضیلت حاصل ہے، ایک فضیلت تو اسے اس لیے حاصل ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے، اور دوسری فضیلت یوں حاصل ہے کہ اس میں حجر اسود ہے، جب کہ رکنِ یمنائی کو صرف یہی ایک فضیلت حاصل ہے کہ اسے حضرت ابراہیم نے بنایا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان دونوں رکن کو رکنِ شامی و عراقی پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ اسی لیے اسلام انہیں دونوں رکن کے ساتھ متخلف ہے۔

اسلام کا معنی ہیں لمس کا یعنی چھونا، یہ چھونا خواہ ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ ہو یا بسو کے ساتھ اور یا دونوں کے ساتھ ہلکا جب یہ لفظ رکنِ اسود کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس سے حجر اسود کو چومنا مقصود ہے اور جب رکنِ یمنائی کی نسبت استعمال ہوتا ہے تو اس سے رکنِ یمنائی کو صرف چھونا مراد ہوتا ہے۔

چونکہ رکنِ اسود کو رکنِ یمنائی سے افضل ہے اس لیے اس کو بسودہ دیتے ہیں یا ہاتھ وغیرہ لگا کر یا کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کر کے جوتے ہیں، اور رکنِ یمنائی کو صرف چوما جاتا ہے اس کو بسو نہیں دیا جاتا، نتیجہ دونوں رکن یعنی شامی و عراقی کو نہ بسودہ دیتے ہیں اور نہ ہاتھ لگاتے ہیں، چنانچہ مسئلہ یہی ہے کہ حجر اسود اور رکنِ یمنائی کے علاوہ کسی اور چیز وغیرہ کو نہ چومنا چاہئے اور نہ ہاتھ لگانا چاہئے۔

حجر اسود کے بوسے سے متعلق شعائر اللہ کی تعظیم کا بیان:

حضرت عاص بن ربیع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بسودہ کر کے؛ میں خوب جانتا ہوں کہ پتھر ہے تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بسودہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بھی بسودہ نہ دیتا۔

(اور ایک روایت میں ہے کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ کام ہے جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا فرمایا ہے پس ہم نہیں جانتے کہ اسے ترک کر دیں۔ (بخاری، ۱۵۲۰، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، ۱۹۶۸، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۱۹۷۱، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۱۹۹۹، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۵، ۲۰۰۶، ۲۰۰۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۳، ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۳۲، ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶، ۲۰۳۷، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۲۰۴۰، ۲۰۴۱، ۲۰۴۲، ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، ۲۰۴۵، ۲۰۴۶، ۲۰۴۷، ۲۰۴۸، ۲۰۴۹، ۲۰۵۰، ۲۰۵۱، ۲۰۵۲، ۲۰۵۳، ۲۰۵۴، ۲۰۵۵، ۲۰۵۶، ۲۰۵۷، ۲۰۵۸، ۲۰۵۹، ۲۰۶۰، ۲۰۶۱، ۲۰۶۲، ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، ۲۰۶۵، ۲۰۶۶، ۲۰۶۷، ۲۰۶۸، ۲۰۶۹، ۲۰۷۰، ۲۰۷۱، ۲۰۷۲، ۲۰۷۳، ۲۰۷۴، ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸، ۲۰۷۹، ۲۰۸۰، ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، ۲۰۸۳، ۲۰۸۴، ۲۰۸۵، ۲۰۸۶، ۲۰۸۷، ۲۰۸۸، ۲۰۸۹، ۲۰۹۰، ۲۰۹۱، ۲۰۹۲، ۲۰۹۳، ۲۰۹۴، ۲۰۹۵، ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ۲۰۹۸، ۲۰۹۹، ۲۱۰۰، ۲۱۰۱، ۲۱۰۲، ۲۱۰۳، ۲۱۰۴، ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، ۲۱۰۷، ۲۱۰۸، ۲۱۰۹، ۲۱۱۰، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۴، ۲۱۱۵، ۲۱۱۶، ۲۱۱۷، ۲۱۱۸، ۲۱۱۹، ۲۱۲۰، ۲۱۲۱، ۲۱۲۲، ۲۱۲۳، ۲۱۲۴، ۲۱۲۵، ۲۱۲۶، ۲۱۲۷، ۲۱۲۸، ۲۱۲۹، ۲۱۳۰، ۲۱۳۱، ۲۱۳۲، ۲۱۳۳، ۲۱۳۴، ۲۱۳۵، ۲۱۳۶، ۲۱۳۷، ۲۱۳۸، ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، ۲۱۴۱، ۲۱۴۲، ۲۱۴۳، ۲۱۴۴، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۲۱۴۷، ۲۱۴۸، ۲۱۴۹، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۱۵۴، ۲۱۵۵، ۲۱۵۶، ۲۱۵۷، ۲۱۵۸، ۲۱۵۹، ۲۱۶۰، ۲۱۶۱، ۲۱۶۲، ۲۱۶۳، ۲۱۶۴، ۲۱۶۵، ۲۱۶۶، ۲۱۶۷، ۲۱۶۸، ۲۱۶۹، ۲۱۷۰، ۲۱۷۱، ۲۱۷۲، ۲۱۷۳، ۲۱۷۴، ۲۱۷۵، ۲۱۷۶، ۲۱۷۷، ۲۱۷۸، ۲۱۷۹، ۲۱۸۰، ۲۱۸۱، ۲۱۸۲، ۲۱۸۳، ۲۱۸۴، ۲۱۸۵، ۲۱۸۶، ۲۱۸۷، ۲۱۸۸، ۲۱۸۹، ۲۱۹۰، ۲۱۹۱، ۲۱۹۲، ۲۱۹۳، ۲۱۹۴، ۲۱۹۵، ۲۱۹۶، ۲۱۹۷، ۲۱۹۸، ۲۱۹۹، ۲۲۰۰، ۲۲۰۱، ۲۲۰۲، ۲۲۰۳، ۲۲۰۴، ۲۲۰۵، ۲۲۰۶، ۲۲۰۷، ۲۲۰۸، ۲۲۰۹، ۲۲۱۰، ۲۲۱۱، ۲۲۱۲، ۲۲۱۳، ۲۲۱۴، ۲۲۱۵، ۲۲۱۶، ۲۲۱۷، ۲۲۱۸، ۲۲۱۹، ۲۲۲۰، ۲۲۲۱، ۲۲۲۲، ۲۲۲۳، ۲۲۲۴، ۲۲۲۵، ۲۲۲۶، ۲۲۲۷، ۲۲۲۸، ۲۲۲۹، ۲۲۳۰، ۲۲۳۱، ۲۲۳۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۲۲۳۵، ۲۲۳۶، ۲۲۳۷، ۲۲۳۸، ۲۲۳۹، ۲۲۴۰، ۲۲۴۱، ۲۲۴۲، ۲۲۴۳، ۲۲۴۴، ۲۲۴۵، ۲۲۴۶، ۲۲۴۷، ۲۲۴۸، ۲۲۴۹، ۲۲۵۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۲۵۳، ۲۲۵۴، ۲۲۵۵، ۲۲۵۶، ۲۲۵۷، ۲۲۵۸، ۲۲۵۹، ۲۲۶۰، ۲۲۶۱، ۲۲۶۲، ۲۲۶۳، ۲۲۶۴، ۲۲۶۵، ۲۲۶۶، ۲۲۶۷، ۲۲۶۸، ۲۲۶۹، ۲۲۷۰، ۲۲۷۱، ۲۲۷۲، ۲۲۷۳، ۲۲۷۴، ۲۲۷۵، ۲۲۷۶، ۲۲۷۷، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱، ۲۲۸۲، ۲۲۸۳، ۲۲۸۴، ۲۲۸۵، ۲۲۸۶، ۲۲۸۷، ۲۲۸۸، ۲۲۸۹، ۲۲۹۰، ۲۲۹۱، ۲۲۹۲، ۲۲۹۳، ۲۲۹۴، ۲۲۹۵، ۲۲۹۶، ۲۲۹۷، ۲۲۹۸، ۲۲۹۹، ۲۳۰۰، ۲۳۰۱، ۲۳۰۲، ۲۳۰۳، ۲۳۰۴، ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۰۷، ۲۳۰۸، ۲۳۰۹، ۲۳۱۰، ۲۳۱۱، ۲۳۱۲، ۲۳۱۳، ۲۳۱۴، ۲۳۱۵، ۲۳۱۶، ۲۳۱۷، ۲۳۱۸، ۲۳۱۹، ۲۳۲۰، ۲۳۲۱، ۲۳۲۲، ۲۳۲۳، ۲۳۲۴، ۲۳۲۵، ۲۳۲۶، ۲۳۲۷، ۲۳۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۰، ۲۳۳۱، ۲۳۳۲، ۲۳۳۳، ۲۳۳۴، ۲۳۳۵، ۲۳۳۶، ۲۳۳۷، ۲۳۳۸، ۲۳۳۹، ۲۳۴۰، ۲۳۴۱، ۲۳۴۲، ۲۳۴۳، ۲۳۴۴، ۲۳۴۵، ۲۳۴۶، ۲۳۴۷، ۲۳۴۸، ۲۳۴۹، ۲۳۵۰، ۲۳۵۱، ۲۳۵۲، ۲۳۵۳، ۲۳۵۴، ۲۳۵۵، ۲۳۵۶، ۲۳۵۷، ۲۳۵۸، ۲۳۵۹، ۲۳۶۰، ۲۳۶۱، ۲۳۶۲، ۲۳۶۳، ۲۳۶۴، ۲۳۶۵، ۲۳۶۶، ۲۳۶۷، ۲۳۶۸، ۲۳۶۹، ۲۳۷۰، ۲۳۷۱، ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، ۲۳۷۴، ۲۳۷۵، ۲۳۷۶، ۲۳۷۷، ۲۳۷۸، ۲۳۷۹، ۲۳۸۰، ۲۳۸۱، ۲۳۸۲، ۲۳۸۳، ۲۳۸۴، ۲۳۸۵، ۲۳۸۶، ۲۳۸۷، ۲۳۸۸، ۲۳۸۹، ۲۳۹۰، ۲۳۹۱، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۳۹۴، ۲۳۹۵، ۲۳۹۶، ۲۳۹۷، ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۲۴۰۰، ۲۴۰۱، ۲۴۰۲، ۲۴۰۳، ۲۴۰۴، ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ۲۴۰۷، ۲۴۰۸، ۲۴۰۹، ۲۴۱۰، ۲۴۱۱، ۲۴۱۲، ۲۴۱۳، ۲۴۱۴، ۲۴۱۵، ۲۴۱۶، ۲۴۱۷، ۲۴۱۸، ۲۴۱۹، ۲۴۲۰، ۲۴۲۱، ۲۴۲۲، ۲۴۲۳، ۲۴۲۴، ۲۴۲۵، ۲۴۲۶، ۲۴۲۷، ۲۴۲۸، ۲۴۲۹، ۲۴۳۰، ۲۴۳۱، ۲۴۳۲، ۲۴۳۳، ۲۴۳۴، ۲۴۳۵، ۲۴۳۶، ۲۴۳۷، ۲۴۳۸، ۲۴۳۹، ۲۴۴۰، ۲۴۴۱، ۲۴۴۲، ۲۴۴۳، ۲۴۴۴، ۲۴۴۵، ۲۴۴۶، ۲۴۴۷، ۲۴۴۸، ۲۴۴۹، ۲۴۵۰، ۲۴۵۱، ۲۴۵۲، ۲۴۵۳، ۲۴۵۴، ۲۴۵۵، ۲۴۵۶، ۲۴۵۷، ۲۴۵۸، ۲۴۵۹، ۲۴۶۰، ۲۴۶۱، ۲۴۶۲، ۲۴۶۳، ۲۴۶۴، ۲۴۶۵، ۲۴۶۶، ۲۴۶۷، ۲۴۶۸، ۲۴۶۹، ۲۴۷۰، ۲۴۷۱، ۲۴۷۲، ۲۴۷۳، ۲۴۷۴، ۲۴۷۵، ۲۴۷۶، ۲۴۷۷، ۲۴۷۸، ۲۴۷۹، ۲۴۸۰، ۲۴۸۱، ۲۴۸۲، ۲۴۸۳، ۲۴۸۴، ۲۴۸۵، ۲۴۸۶، ۲۴۸۷، ۲۴۸۸، ۲۴۸۹، ۲۴۹۰، ۲۴۹۱، ۲۴۹۲، ۲۴۹۳، ۲۴۹۴، ۲۴۹۵، ۲۴۹۶، ۲۴۹۷، ۲۴۹۸، ۲۴۹۹، ۲۵۰۰، ۲۵۰۱، ۲۵۰۲، ۲۵۰۳، ۲۵۰۴، ۲۵۰۵، ۲۵۰۶، ۲۵۰۷، ۲۵۰۸، ۲۵۰۹، ۲۵۱۰، ۲۵۱۱، ۲۵۱۲، ۲۵۱۳، ۲۵۱۴، ۲۵۱۵، ۲۵۱۶، ۲۵۱۷، ۲۵۱۸، ۲۵۱۹، ۲۵۲۰، ۲۵۲۱، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲۴، ۲۵۲۵، ۲۵۲۶، ۲۵۲۷، ۲۵۲۸، ۲۵۲۹، ۲۵۳۰، ۲۵۳۱، ۲۵۳۲، ۲۵۳۳، ۲۵۳۴، ۲۵۳۵، ۲۵۳۶، ۲۵۳۷، ۲۵۳۸، ۲۵۳۹، ۲۵۴۰، ۲۵۴۱، ۲۵۴۲، ۲۵۴۳، ۲۵۴۴، ۲۵۴۵، ۲۵۴۶، ۲۵۴۷، ۲۵۴۸، ۲۵۴۹، ۲۵۵۰، ۲۵۵۱، ۲۵۵۲، ۲۵۵۳، ۲۵۵۴، ۲۵۵۵، ۲۵۵۶، ۲۵۵۷، ۲۵۵۸، ۲۵۵۹، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۲، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۶۶، ۲۵۶۷، ۲۵۶۸، ۲۵۶۹، ۲۵۷۰، ۲۵۷۱، ۲۵۷۲، ۲۵۷۳، ۲۵۷۴، ۲۵۷۵، ۲۵۷۶، ۲۵۷۷، ۲۵۷۸، ۲۵۷۹، ۲۵۸۰، ۲۵۸۱، ۲۵۸۲، ۲۵۸۳، ۲۵۸۴، ۲۵۸۵، ۲۵۸۶، ۲۵۸۷، ۲۵۸۸، ۲۵۸۹، ۲۵۹۰، ۲۵۹۱، ۲۵۹۲، ۲۵۹۳، ۲۵۹۴، ۲۵۹۵، ۲۵۹۶، ۲۵۹۷، ۲۵۹۸، ۲۵۹۹، ۲۶۰۰، ۲۶۰۱، ۲۶۰۲، ۲۶۰۳، ۲۶۰۴، ۲۶۰۵، ۲۶۰۶، ۲۶۰۷، ۲۶۰۸، ۲۶۰۹، ۲۶۱۰، ۲۶۱۱، ۲۶۱۲، ۲۶۱۳، ۲۶۱۴، ۲۶۱۵، ۲۶۱۶، ۲۶۱۷، ۲۶۱۸، ۲۶۱۹، ۲۶۲۰، ۲۶۲۱، ۲۶۲۲، ۲۶۲۳، ۲۶۲۴، ۲۶۲۵، ۲۶۲۶، ۲۶۲۷، ۲۶۲۸، ۲۶۲۹، ۲۶۳۰، ۲۶۳۱، ۲۶۳۲، ۲۶۳۳، ۲۶۳۴، ۲۶۳۵، ۲۶۳۶، ۲۶۳۷، ۲۶۳۸، ۲۶۳۹، ۲۶۴۰، ۲۶۴۱، ۲۶۴۲، ۲۶۴۳، ۲۶۴۴، ۲۶۴۵، ۲۶۴۶، ۲۶۴۷، ۲۶۴۸، ۲۶۴۹، ۲۶۵۰، ۲۶۵۱، ۲۶۵۲، ۲۶۵۳، ۲۶۵۴، ۲۶۵۵، ۲۶۵۶، ۲

بیارے آقا جادار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور قدس شریفین کو بوسہ دیا اور مشرف باسلام ہوئے۔

۸۔ جب (حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ملک شام تشریف لائے تو (حضرت) ابوعبیدہ نے اُن کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ (حضرت) ابوعبیدہ نے آپ کے ہاتھوں کو جو سنے کا یا بوسہ دینے کا ارادہ کیا تو (حضرت) (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے ہاتھ پیچھ لیے۔ سو (حضرت) ابوعبیدہ نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قدموں کا بوسہ لیا۔

۹۔ (حضرت) زید بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے علماء کرام کے احترام کے طور پر (حضرت) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھوں کا اس وقت بوسہ لیا جب کہ وہ سواری پر سوار ہو رہے تھے۔

چنانچہ (حضرت) زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے طور پر اُن کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔

۱۰۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ (حضرت) سلمہ بن الاکوع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پر بیعت کی ہے انہوں نے (حضرت) سلمہ بن الاکوع کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔

قرآن شریف کو چومنا یا اُس کا عہد یا یہ شعائر اللہ کی تعظیم میں سے ہے۔ سورہ حج کی آیت نمبر ۳۲ میں اللہ کا ارشاد ہے کہ ذَلِكُمْ وَ مِمَّنْ احْرَمُوا طَاعَتَهُ وَ تَحْوِيْلُ كَيْدِهِمْ سَابِقَةً غُيُوبِهِمْ فَكُلٌّ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ الْغَیْبِ الْمُنْجُیِّ وَ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ .

اور جو کوئی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ شک یہ دلوں کی برہیز گاری سے۔ اور یہ اللہ رب العزت کی نعمت کے شکر میں سے ہے۔ سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۷ میں ہے: وَ اِذْ نَادٰی رَبُّكُمْ لَیْسَ شَکْرُكُمْ لَیْسَ لَا یَذِکُّكُمْ وَ لَیْنِ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابَ لَّسٰتِیْنِ .

اور اس وقت تمہارے پروردگار نے تم کو خبردار کیا کہ اگر تم میری شکر گزاری کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر نہ شکر کری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

اللہ رب العزت کی نعمتیں بے شمار ہیں جنہیں گناہن ممکن نہیں۔ ان نعمتوں پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا ہم پر واجب ہے۔ شکر گزاری سے اِن میں اضافہ ہوتا ہے۔ یا کم سے کم اللہ انہیں محفوظ رکھتا ہے اور ان میں برکت دیتا ہے۔ کفر یہاں نعمت سے منہ ڈھونے اور ان سے لطف و اندوز ہونے سے انسان محروم ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کو جو سننے اور اُس کا بوسہ لینے سے منع کرنا کہ کلمہ حکم و ارشادیں ہونا چنانچہ یہ مباح ہے اور اگر اس سے قرآن کریم کی تعظیم و توقیر مقصود ہو تو یہ مباح ہے۔ (ذکر یا سر عبدالحقیم، دہلی دارالافتاء مصر، الموضع (۶۳)، الملتقی: بفضلیہ اشخ مطبوعہ، مصری ۱۹۹۷ء)۔

آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت کا بیان:

قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق آثار و تبرکات کا ادب اور ان کی تعظیم کا ضروری ہے۔ ان کے ادب کے سبب اللہ تعالیٰ

سے ثواب کی امید جبکہ ان کی بے ادبی کرنے سے ایمان خارج ہونے کا خدشہ ہے۔ جبکہ بعض دفعہ ان کی بے ادبی کے سبب انسان مسلمان نہیں رہتا۔

قرآن کے مطابق آثار و تبرکات کی تعظیم کا حکم:

(۱) بیٹک سب میں پیلا گھر کو لوگوں کے لئے مقرر فرمایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا اس میں کئی نشان ہیں ابراہیم کے کپڑے ہونے کا پتھر۔ (البقرہ، ۹۷)

امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

کہ یہ معجزہ ایک فضیلت مقام ابراہیم ہے یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا بگڑا ان کے زیر قدم آ کر تڑپ کر نرم ہو گیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پیر گیا اور یہ خاص قدرت الہیہ و معجزہ انبیاء ہے پھر جبرائیل علیہ السلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالیٰ نے دو بار اس ٹکڑے میں پتھر کی تختی پیدا کر دی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا پھر اس تختی سے محمد نے مدہامد باقی رکھا تو یہی اقسام اقسام کے عجیب و غریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ان پتھروں میں ظاہر فرمائے۔ (مفاتیح الغیب، ج ۸ ص ۱۵۵، عامر مصر)

(۲) وَقَالَ لَهُمْ لَبِئْسَ مَا لَكُمُ اِنَّ اَيَّاهُ مَلَكَ اَنْ يَّاتِيَكُمْ التَّابُوتُ فِيْهِ سَكْنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اَبَاؤُكُمْ وَ اَنْ تَزُوْنُوْا نَحْوَهُ الْفَالْيَكْفٰى اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ . (البقرہ، ۲۴۸)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی ہے یہ ہے کہ اسے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بیٹک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

صدر الان فاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک زر اندود صندوق تھا جس کا طول تین باٹھ کا اور عرض دو باٹھ کا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں ان کے مساکن و مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور نبی ہمدانی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضور کی دولت سراے اقدس کی تصویر ایک یا قوت سرخ میں تھی کہ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور گرد آپ کے آپ کے اصحاب حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا یہ صندوق وراثت منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا آپ اس میں تورات بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی، چنانچہ اس تابوت میں الواح تورات سے بکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور ان کی عصا اور خصوصاً اسامی جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو اُٹھا رکھتے تھے اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین دیتی تھی آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں منتقل ہوتا چلا آیا جب

انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور ان کی بدعمری بہت بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کو مسلط کیا تو وہ بنی سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو خشن اور گندے مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی اور ان گستاخیوں کی وجہ سے دوسرے طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے ان کی پانچ بیٹیاں ہلاک ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا باعث ہے تو انہوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بنیوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طاقت کے ظاہر لائے اور اس تابوت کا آئینی اسرائیل کے لئے طاقت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا بنی اسرائیل یہ دیکھ کر اس کی بادشاہی کے مقرر ہوئے اور بے درجہ جہاد کے لئے آمادہ ہو گئے کیونکہ تابوت یا کرائیں اپنی فتح کا یقین ہو گیا طاقت کے لئے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار جوان منتخب کئے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے (جلائین و دحل و دحازن و مدارک وغیرہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر لوگ کے تبرکات کا اعزاز و احترام لازم ہے ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی اور حاجت روا ہوتی ہیں اور تبرکات کی بے حرمتی گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے فائدہ تابوت میں انبیاء کی جو تصویریں تھیں وہ کسی آئینہ کی بنا کی ہوئی تھیں اللہ کی طرف سے آئی تھیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، البقرہ ۲۴۸)

تابوت سیکندہ اور جنگ طاقت و جاہالت کا بیان:

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام فرما رہے ہی کہ حالات کی بادشاہت کی پہلی علامت برکت یہ ہے کہ کھیا ہوا زمین سیکندہ انہیں بھڑل جائے گا جس میں دل و دوزخ و دہشت اور جلالت و رحمت ہے جس میں اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں تم خبر نہ جانتے ہو، بعض کا قول ہے کہ سیکندہ ایک سونے کا طشت تھا جس میں انبیاء کے دل دھوئے جاتے تھے جو حضرت موسیٰ کو عطا تھا اور جس میں آپ نے توراہ کی تختیاں رکھی تھیں، کسی نے کہا ہے اس کا منہ بھی تھا جیسے انسان کا منہ ہوتا ہے اور روح بھی تھی، ہاتھ بھی تھے وہ تھے دوسرے اور زم زم بھی تھی، وہ سب کہتے ہیں مردہ بلی کا سر تھا جب وہ تابوت میں بولتا تو انہیں نصرت کا یقین ہو جاتا اور لڑائی فوج جیتی یہ قول بھی ہے کہ یہ ایک روح شریف تھی اللہ کی طرف سے جب کبھی بنی اسرائیل میں کوئی اختلاف پڑتا یا کسی بات کی اطلاع نہ ہوتی وہ یہودیہ یا کرتی تھی۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے دورے کے باقی جیسے سے مراد لکھنؤ اور توراہ کی تختیاں اون اور کچھ ان کے کپڑے، جوتی ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرشتے آسمان و زمین کے درمیان اس تابوت کو اٹھائے ہوئے سب لوگوں کے سامنے لائے اور حضرت طاقت بادشاہ کے سامنے لا رکھا، اس تابوت کو ان کے ہاں دیکھ کر انہیں نبی کی نبوت اور طاقت کی بادشاہت یقین ہو گیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ گائے کے اوپر لایا گیا، بعض کہتے ہیں کہ کفار نے جب یہودیوں پر غلبہ پایا تو تابوت سیکندہ کو ان سے چھین لیا اور ایما میں لے گئے اور اپنے بڑے بت کے پیچھے رکھ دیا جب اللہ کا واسطہ بنی اسرائیل تک پہنچا تا جب وہ کفار سے جب بت خانے میں گئے تو دیکھا تبھی پیچھے سے اور تابوت اوپر بے،

انہیں سے پھر بت کو اوپر کر دیا لیکن دوسری گھنچ دیکھا کہ پھر وہی معاملہ ہوا انہوں نے پھر بت کو اوپر کر دیا، جمع ہو گئے تو دیکھتے ایک طرف تو ناچھوٹا ہوا ہے تو یقین ہو گیا کہ یہ قدرت کے کرشمے ہیں چنانچہ انہوں نے تابوت کو یہاں سے لے جا کر کسی اور چھوٹی بنی ہستی میں رکھ دیا وہاں ایک وہابی پوری بھیلی، آخر بنی اسرائیل کی ایک عورت نے جو وہابی قیدی تھی، اس نے کہا کہ اسے وہابی بنی اسرائیل پہنچا دو تو تمہیں اس سے نجات ملے گی، ان لوگوں نے دو گائیوں پر تابوت کو رکھ کر بنی اسرائیل کے شہر کی طرف بھیج دیا شہر کے قریب پہنچ کر کھین کو رسیاں تڑوا کر بھاگ گئیں اور تابوت وہیں رہا بنی اسرائیل نے آئے بعض کہتے ہیں دو درو جان اسے پہنچا کے والدہ اطمینان، لیکن الفاظ قرآن میں یہ موجود ہیں کہ اسے فرشتے اٹھا لیں گے (مترجم) یہ بھی کہا گیا کہ بے کھنچ کی بیٹیوں میں سے ایک بنی ہستی تھی جس کا نام ازودہ تھا۔ پھر فرما یہ میری نبوت کی دلیل اور طاقت کی دلیل یہ بھی ہے کہ تابوت فرشتے پہنچا جائیں گے، اگر تمہیں اللہ عزوجل اور قیامت پر ایمان ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ ۲۴۸)

احادیث کے مطابق آثار و تبرکات کی تعظیم کا حکم:

(۱) امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جام کو بلا کر سر مبارک کے دامن جانب کے بال موٹے کا حکم فرمایا پھر ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بادر کدو سبہ بال انہیں عطا فرمادے پھر بائیں جانب کے بالوں کو حکم فرمایا اور وہ ابو طلحہ کو دے کر انہیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔

(صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۲۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) ام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فعل مبارک ہمارے پاس نہ کے براہ میں بندش کے دو تھے تھے ان کے شاگرد شیدائے باطنی نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعل مقدس ہے۔

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے انھوں نے ایک اونٹنی چہرہ روانی ساخت نکالا، اس کی پیٹ دھوئیں تھی اور دووں چاکوں پر شرم کا کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ ہے ام المومنین صدیقہ کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے وجود و کرم یقینوں کو پلاتے اور اس سے شفا پاتے ہیں۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۹۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴) حضرت عثمان بن عبد اللہ بن مویب سے ہے۔ میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مونے مبارک کی ہمیں زیارت کرانی اس پر غصہ کا اثر تھا۔

(صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۵۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اہل سنت و جماعت کی دیگر عوامی تصانیف میں کثیر دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ چیز کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم السلام سے ہوجانے وہ چیز برکت والی ہے اور اس کی تعظیم کی جائے گی۔

منکرین آثار و تیرکات کے دھوکے و فریب:

مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں کہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ حضرت سیدہ کا وصال ہو گیا اپنے اسی چھوٹے اعتقاد کے مطابق اور حضرت سیدہ کو عظیم اور شہیدہ بھی کہہ رہا تھا یہ حقیقت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تہرا ہے صرف اسی ایک موقع پر نہیں بلکہ میں نے بارہا ایرانی راہبوں کے منہ سے یہ سنا ہے۔

یہ بے بخدی حکومت کی حق پرستی کا راضی علیہ مسلسل تہرا کہیں تو ان سے کوئی پریش نہیں لیکن اگر کوئی سنی و ارازمہ شوق ہو کر جالیوں کو بوسہ دے یا منبر اقدس کو بوسہ دے تو اسے جھڑک بھی دیں دھکے بھی دیتے ہیں اور مار بھی دیتے ہیں۔ میں نے حرمین مطہرین جا کر یہ محسوس کیا کہ وہاں مآثر و مزارات کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کے بارے میں کوئی چیز جرم نہیں۔ وائس منڈاؤ ظلم دیکھو گھروں میں ٹیلی ویژن لگاؤ اس پر عریاں فحش خرب اخلاق سین دیکھو، گے شو تصویریں کھنڈاؤ ہاتھ تصویریں بیچو خریدو کوئی چیز جرم نہیں۔ میں نے معلمین کے آفسوں میں دیکھا کہ ٹیلی ویژن لگے ہوئے ہیں ان رات فلمیں چلتی رہتی ہیں۔ بازو زانوں میں علانیہ مصری مشہور مغربی فلمیں اور دنیا کے مشہور گانے والے گانے والیوں کے پاکستانی فلمی گانوں کے کیسٹ بکے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ میں نجدی حکومت کے طرفداروں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ سب چیزیں جائز ہیں؟ قرآن مجید کی جو بے رحمتی میں نے وہاں آنکھوں سے دیکھی وہ کسی چیز کی نہیں دیکھی۔ حجاج بہترین سے بہترین قرآن مجید خرید کر دونوں حرم میں رکھ دیتے ہیں جب ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو بعد عشاء کوڑا پھینکنے والے ٹرکوں میں دروازوں کے باہر پڑے ہوئے طرح بھرتے ہیں جیسے کوڑا بھرا جاتا ہے قرآن مجید کی جھڑوں کو بوسوں میں کس کر کھینٹ کر لے جاتے ہیں اور اٹھا کر ٹرک میں پھینک دیتے ہیں پھر انھیں قرآن مجید پر ٹرک میں بیٹھتے ہیں اور لے جا کر کہیں پھینک آتے ہیں۔

حجاج میں بھی ایسے گنواروں کو دیکھا کہ قرآن مجید کا ٹیکہ لگائے ہوئے سو رہے ہیں مگر کسی نجدی سپاہی یا مطہری کو تو قین نہیں ہوئی کہ ان گنواروں کو کوڑا۔ حجاج بیٹھے تلاوت کر رہے ہیں اور گنوار قرآن کی طرف پاؤں کر کے سو رہے ہیں۔ مگر انھیں کوئی تنبیہ کرنے والا نہیں۔ میں نے کئی جالیوں کو اس پر ٹوکا کچھ تو مان گئے کچھ جھگڑے پڑا دہے ہوئے غرض کہ نجدی حکومت میں یہ سب ناکردنیاں ہوتی ہیں مگر نجدیوں کے وظیفہ خواہ اس پر چون تک نہیں کرتے، مآثر و مزارات کے ہاتھ لگانے و بوسہ دینے پر نجدیوں کے بیچا نقد کا خلیفہ البتہ رت دے رہتے ہیں۔ بہر حال ایرانیوں کو کھلی جھٹی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں حتیٰ کہ انھیں تہرا بکنے کی بھی اجازت ہے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ میں نے جالیوں میں دیکھا شروع کیا کہ خلیفہ و اقدس جالیوں سے کتنے فاصلے پر ہے اور اس کی ساخت کسی ہے کہ مجھے نجدی سپاہی نے شرک شرک حرام حرام کہہ کر دھکا دیا یا حالانکہ میں نے جالیوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا یہ اپنے اسلاف کی ہدایت کے مطابق اپنے ہاتھوں کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتا کہ ان مقدس جالیوں کو کس کریں۔ مجھے بہت ہی غصہ آیا، میں نے اس بد بخت سے کہا انظر الی داخل الباب کہ شرک حرام تو اس درندے نے دونوں ہاتھوں سے میرے منہ زخموں کو پوری حفاظت

سے بکڑا اور اتنے زور سے دھکا دیا کہ اگر وہاں زمرین ٹھکڑے نہ ہوتے تو میں گر پڑتا۔ جی میں تو آیا کہ اس خالم سے دودھ ہاتھ کر لوں اگرچہ چاہتا تھا کہ میرا کیا حال ہوگا مگر کارہا اپنے ہشمان مبارک سے دیکھتے ہیں کہ کفار قریش کے جاشین ان کے غلاموں کے ساتھ ان کے دربار عالی جاہ میں ان کے درویش تانتا ستم ڈھاتے ہیں اور پھر میں جھوم جھوم کر یہ عرض کرتا

بحرم عشق تو ام می کشند غوغا غایت تو نیز بوسرم ہام اکھ خوش تماشا نیست

بوسہ لینے کے عمل میں عدم مفہوم شرک کا بیان:

اہل عقل جلاء کی اس دیدہ و دلیری اور منافقت پر حیران ہیں کہ کیا کسی نبی علیہ السلام یا کسی ولی اللہ کے مزار کو بوسہ دینے سے شرک مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہے؟ کیا جو مزارات انبیاء و اولیاء کو بوسہ دینا شرک سمجھتے ہیں وہ اس عمل میں اللہ کے ساتھ شریک ہونا کس طرح ثابت کرتے ہیں۔ کیا وہ قیامت تک اپنا یہ دعویٰ ثابت کر سکتے ہیں کہ بوسہ دینا شرک ہے؟ اگر وہ یہ عمل شرک کہتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا جسم ثابت کریں گے پھر وہ وصال ثابت کریں گے پھر اس کی قربانیت کریں گے اور پھر جا کہیں شرک ثابت ہوگا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ جسم، وصال، قبر اور بوسہ کے اہل ہونے سے پاک ہے۔ اس کی شان تو "لیس کمثلہ شئی" اس کی شش تو کوئی چیز نہیں ہے۔ اصل میں یہ لوگ منافق ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم السلام کے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ اور ان کا دعویٰ قرآن و سنت کا اسی طرح جنونی دعویٰ جس طرح زمانہ خلافت راشدہ میں خوارج کا دعویٰ تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو انبیاء کرام و اولیاء کرام کے دشمنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

اگر حجر اسود کو صرف چھو نا ممکن ہو تو بھی اسے چھو لے:

قَالَ (وَإِنْ أُمِنْتَ أَنْ يَمَسَّ الْحَجَرَ شَيْئًا فِي يَدِهِ) كَأَلْفِ جُودٍ وَغَيْرِهِ (ثُمَّ قِيلَ ذَلِكَ لِعَلَّ لِمَا رَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ طَافَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَاسْتَلَمَ الْأَنْكَانَ بِمِصْحَانِهِ) وَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ اسْتَقْبَلَهُ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ وَحَمِدَ اللَّهَ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

ترجمہ:

فرمایا: اور اگر حجر اسود کو اس طرح کی چیز سے مس کرنا ممکن ہو جو اس کے ہاتھ میں ہو جس طرح عرجون وغیرہ ہے تو وہ پھر اسے بوسہ دے تو بھی وہ ایسی کرے۔ کیونکہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی سواری پر طواف کیا اور اپنی پٹھری سے ارکان کا سلام کیا اور ان میں سے کوئی صورت بھی ممکن نہ ہو تو پھر وہ استقبال کرے اور تکبیر کرے اور تھک لے کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کہے اور نبی کریم ﷺ پر صلیوٰ علیہ وسلم پڑھے۔

حجر اسود کی اہمیت و فضیلت میں احادیث کا بیان:

(۱) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بلاشبہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یا قوتوں میں سے یا قوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے نور اور روشنی کو قسم کر دیا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس روشنی کو قسم نہ کرتا تو مشرق و مغرب کا درمیان ہو جاتا۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (804)

(۲) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حجر اسود جنت سے نازل ہوا)۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (877) سنن نسائہ حدیث نمبر (2935) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حجر اسود جنت سے آیا تو وہ وہ سے بھی زیادہ سفید تھا اور اسے بنو آدم کے گناہوں نے سیاہ کر دیا ہے)۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (877) مسند احمد حدیث نمبر (2792) اور ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ (219/4) میں اسے صحیح قرار دیا ہے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری (3/462) میں اس کی تائید بیان کی ہے۔

صاحب مرقات لکھتے ہیں کہ آدم کے چھوٹنے کی بناء پر ان کے گناہوں کے سبب سے سیاہ ہو گیا اور وہ پتھر کی جگہ پر تھا جسے کہ اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا جائے، جبکہ اس میں مذکور عقل اور نہی نقل مانع ہے۔ (تختہ الاحوذی (3/525)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے: اور پر گزری ہوئی حدیث پر بعض طہرین نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشرکوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کیسے کر دیا اور وہ عین کن کی اطاعت نے اسے سفید کیوں نہیں کیا؟ جواب میں وہ کہا جاتا ہے جو ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس طرح ہو جاتا اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ سیاہ رنگ ہو جائے اور اس کے نکل نہیں ہو سکتا۔ علامہ محبت الطبری کا کہنا ہے کہ سیاہ رنگ میں اہل بعیثت کے لیے عبرت ہے وہ اس طرح کہ اگر گناہ حق قسم کے چھپرے اثر انداز ہو کر اسے سیاہ کر سکتے ہیں تو دل پران کا اثر ہونا زیادہ سخت اور شدید ہوگا۔ (فتح الباری (3/463)

(۴) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا: اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اسے قیامت کو لائے گا تو اس کی دو آنکھیں ہو گئی جن سے یہ دیکھے اور زبان ہوگی جس سے بولے اور ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کا حقیقی اسلام کیا۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (961) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2944) امام ترمذی نے اس حدیث کو سنن کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (3/462) میں اس کی تائید بیان کی ہے۔ یہ ایسا کام ہے جو طواف کے ابتدائی میں کیا جاتا ہے چاہے وہ طواف صحیح میں ہو یا عمرہ میں یا پھر نفل طواف کیا جا رہا ہو۔

(۵) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حجر اسود کا اسلام کیا اور پھر اس کے دائیں جانب چل پڑے اور تین چکروں میں دل بانی اور بانی کی چار میں آرام سے بیٹ۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر (1218)

(۶) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اسے بوسہ کر کے کہنے لگے: مجھے یہ علم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو نفع دے سکتا اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتا ہے، اگر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتا ہوں تو میں بھی تجھے نہ چو تا۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (1250) صحیح مسلم حدیث نمبر (1720)

(۷) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حجر اسود کا اسلام کیا اور پھر اپنے ہاتھ کو چوما، اور فرمائے گئے ہیں کہ جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے ہوئے دیکھا ہے میں نے اسے نہیں چھوڑا۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر (1268)

(۸) ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور حجر اسود کا چھری کے ساتھ اسلام کر کے چھری کو چومتے تھے۔ صحیح مسلم حدیث نمبر (1275)

(۹) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر طواف کیا تو جب بھی حجر اسود کے پاس آتے تو اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (4987)

(۱۰) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا چھونا گناہوں کا کفارہ ہے۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (959) امام ترمذی نے اسے سنن اور امام حاکم نے (664/1) صحیح قرار دیا اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

اضطباع چادر کا بیان:

قَالَ (ثُمَّ أَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ مِمَّا يَلِي الْبَابَ وَقَدْ اضْطَبَعَ رِءَاءَ هَذَا قَبْلَ ذَلِكَ قَطِطُوفَ بَالِيَتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ) لِمَا رَوَى (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اسْتَمَلَ الْحَجَرَ ثُمَّ أَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ مِمَّا يَلِي الْبَابَ قَطِطَافَ سَبْعَةِ أَشْوَاطٍ) (وَالْاضْطَبَاعُ أَنْ يَجْعَلَ رِءَاءَ هَذَا تَحْتَ إِبْطِهِ الْأَيْمَنِ وَيُلْقِيهِ عَلَى كَتِفِهِ الْأَيْسَرِ) وَهُوَ سُنَّةٌ . وَقَدْ نَقَلَ ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .

ترجمہ:

فرمایا: پھر وہ اپنی دائیں طرف سے ابتداء کر کے جہاں سے متصل دروازہ ہے۔ جبکہ وہ اپنی چادر کا اضطباع کر چکا ہو۔ بعد وہ بیت اللہ کے سمت چکر لگائے۔ کیونکہ اسی طرح روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب طواف کیا تو آپ ﷺ نے حجر اسود کا اسلام کیا اور پھر اپنی دائیں چادر کے سے ابتداء کی۔ تو آپ ﷺ نے طواف کے سمت چکر لگائے۔ اور اضطباع یہ ہے کہ اپنی چادر کو اپنی دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اسے اپنے بائیں کندھے پر ڈالے۔ اور اضطباع سنت ہے کیونکہ وہ رسول ﷺ سے نقل کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

طواف میں اضطباع کرنے کا بیان:

حضرت یحییٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حالت میں طواف کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبز (دھاریوں والی) چادر کے ذریعہ اضطباع کیے ہوئے تھے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)
چادر کو اس طرح اوڑھنا کہ اسے دائیں بغل کے پیچے سے نکل کر بائیں کاندر سے پڑا لیا جائے، اضطباع کہلاتا ہے۔
طواف کے وقت اس طرح چادر اوڑھنے کی وجہی پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

طواف میں اضطباع سنت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے ہر انداز سے کہ جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے عمرہ کیا، چنانچہ سب نے خدا کے بعد کے طواف کے پیچہ تین پیچروں میں مل کر یا نیز امیوں نے طواف میں اپنی چادروں کو دائیں بغل کے پیچے سے نکل کر اپنے بائیں کاندر سے پڑا لیا تھا۔ (ابوداؤد)
اضطباع پورے طواف میں سنت ہے جب کہ رمل یعنی تیز اور کڑکڑ چلنا طواف کے پہلے دو تین پیچروں میں ہوتا ہے باقی بات زمین میں دینی چاہئے کہ اضطباع صرف طواف کے وقت ہی مستحب ہے، طواف کے علاوہ اوقات میں مستحب نہیں ہے، نیز بعض لوگ جو ابتدا و احرام ہی سے اضطباع اختیار کر لیتے ہیں اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ نماز کی حالت میں یہ مکروہ ہے۔

حطیم کعبہ کے باہر سے طواف شروع کرنے:

قَالَ (وَيَجْعَلُ طَوَافَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحِطِيمِ) وَهُوَ اسْمٌ لِمَوْضِعٍ فِيهِ الْمِيْزَابُ، وَسَمَّى بِهِ لِأَنَّهُ حُطِمَ مِنَ الْبَيْتِ: أَيُ كُسِرَ، وَسَمَّى حِجْرًا لِأَنَّهُ حُجِرَ مِنْهُ: أَيُ مُنِعَ، وَهُوَ مِنَ الْبَيْتِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثٍ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا (فَإِنَّ الْحِطِيمَ مِنَ الْبَيْتِ) فَلِهَذَا يُجْعَلُ الطَّوْفُ مِنْ وَرَائِهِ، حَتَّى لَوْ دَخَلَ الْفُرْجَةُ الَّتِي مِثْلُهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّهُ إِذَا اسْتَقْبَلَ الْحِطِيمَ وَحَدَّهُ لَا تَجْزِيهِ الصَّلَاةُ لِأَنَّ فَرْجِيَّةَ التَّوَجُّهِ كَبَتْ بَنْصَ الْكِتَابِ فَلَا تَأْذَى بِمَا كَبَتْ بِخَيْرِ الْوَاحِدِ اخْتِطَاً، وَالْإِخْتِطَاُ فِي الطَّوْفِ أَنْ يَكُونَ وَرَاءَهُ.

ترجمہ:

فرمایا: اور وہ اپنے طواف کو حطیم کے باہر کرے۔ اور حطیم اس جگہ کا نام ہے جس میں میزاب رحمت واقع ہے۔ اور اس کا نام حطیم اس وجہ سے ہے کہ حطیم (کا معنی توڑنا ہوتا ہے) کہ بیت اللہ سے توڑا گیا ہے۔ اور اس کا نام حجر بھی رکھا گیا ہے۔ کیونکہ بیت

المنجور یعنی روک دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بیت اللہ کا حصہ ہے۔ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ حطیم بیت (بیت اللہ) سے ہے۔ لہذا اسی وجہ سے طواف حطیم سے باہر کیا جائے گا حتیٰ کہ طواف کرنے والا اگر اس جگہ وسیع جگہ داخل ہوا جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان ہے جو جائز نہیں۔ اگر نمازی نے حطیم کو قبلہ بنایا تو اس کی نماز جائز نہیں۔ کیونکہ بیت اللہ کے قبلہ ہونے کی فرضیت نفس سے ثابت ہے۔ لہذا بطور احتیاط اس سے ادا نہ ہوگی۔ جس کا ثبوت ہی خبر واحدہ ہے اور طواف میں احتیاط یہ ہے کہ وہ حطیم سے باہر ہوتا چاہیے۔

طواف کو حطیم کے باہر سے شروع کرنے:

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حطیم کے متعلق دریافت کیا فرمایا یہ بیت اللہ کا حصہ ہے میں نے عرض کیا پھر لوگوں نے اسے بیت اللہ میں داخل کیوں نہ کیا فرمایا ان کے پاس (حلال مال میں سے) خرچ نہ تھا میں نے عرض کیا کہ پھر بیت اللہ کا دروازہ اتنا اونچا کیوں رکھا کہ میری کے بغیر چڑھنا مشکل ہو سکتا۔ فرمایا یہ بھی تمہاری قوم نے ہی لے لیا تھا کہ جسے چاہیں اندر جانے دیں اور چاہیں اندر جانے سے روک دیں اور اگر تمہاری قوم کا زمانہ فقر قریب نہ ہوتا (یعنی تو مسلم نہ ہوتی) اور یہ ذرہ نہ ہوتا کہ ان کے دل دور نہ ہو جائیں تو اس میں بات پر غور کرتا کہ کیا میں تہدیل لاؤں اس میں پھر میں جو کی ہے وہ پوری کروں اور اس کا دروازہ زمین پر کر دیتا۔ (مشن ابن ماجہ، حج)

طواف کرنے کے طریقے کا بیان:

جب طواف شروع کریں تو جو حجرہ اسود سے ذرا پہلے احرام کی چادر کو دینی بغل سے نکل کر بائیں کندھے پڑا لے، اسے اہتماماً کہتے ہیں طواف کی نیت کریں، لہیک کہتا ہند کرے اور حجرہ اسود کے سامنے اس طرح کھڑے ہو کہ رخ کعبہ کی طرف ہو پھر چپے نماز میں ہاتھ کا ٹک ٹک اٹھاتے ہیں اس طرح ہاتھ اٹھا کر یہ دے پڑے پھر گردنوں ہاتھوں کو نیٹے کنبے اٹھائیں اور حجرہ اسود کی طرف پھیلا دیں اور تھیلیوں کو بوسہ دیں اور دینی طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریں، طواف کا ایک چکر پورا کر کے جب حجرہ اسود پر آئے پھر بوسہ دیں اس طرح سات چکر پورا کریں تو سات چکر اور آٹھ بوسے ہو گئے اسے استلام کہتے ہیں، طواف کے دوران جو دے پڑے وہ پڑے اور تیسرا چکر پڑے کچھ یا نہ ہو تو اپنی زبان میں جو اللہ سے دعائے کریں، اس کے بعد دو رکعت نماز واجب طواف کی چلیں، مقام ابراہیم کے پیچھے، اگر مشکل ہو تو بھی گھٹی ہو سکتے ہیں، بطواف کے بعد دو رکعت پڑھ لے اگر کمرہ وقت ہو تو ایک دو طواف کر کے نماز ساتھ میں پڑھ سکتے ہیں، پھر آج بزم خوب ہے۔

طواف یہ ہے جس میں سات چکر مکمل کیے جائیں اور حجرہ اسود سے شروع ہو اور حجرہ اسود پر حق ختم کیا جائے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی طواف کیا کیا اور فرمایا: "مجھے اسے اعمال لے لو"

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: طواف کی شرط ہے کہ سات چکر لگائے جائیں اور ہر چکر حجرہ اسود سے شروع ہو کر حجرہ اسود پر حق ختم ہو، اور اگر ایک قدم بھی باقی رہے تو اس کا طواف شمار نہیں ہوگا، چاہے وہ مکہ میں رہے یا مکہ سے نکل کر اپنے وطن چلا جائے، اور

اسے دم وغیرہ بھی پورا نہیں کر سکا۔ (المجموع للنووی ۸/ 21)۔
پہلے تین پکڑوں میں دل کرے:

قَالَ (وَسَمِعْتُ فِي الثَّلَاثَةِ الْأُولَى مِنَ الْأَشْوَاطِ) : وَالرَّمْلُ أَنْ يَهْزُ فِي مَشْيِهِ الْكَفَّيْنِ
كَالْمَبَارِزِ يَنْخُتَرُ بَيْنَ الصَّفَيْنِ وَذَلِكَ مَعَ الْأَضْبَاعِ .

وَكَانَ سَبَبُهُ إِظْهَارَ الْخِلَافِ لِلْمَشْرِكَينَ حِينَ قَالُوا : أَضَنَاهُمْ حُمَى يَثْرِبَ ، ثُمَّ بَقِيَ
النُّحُكُ بَعْدَ زَوَالِ السَّبَبِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَبَعْدَهُ . قَالَ (وَيُمِشِي
فِي الْبَاقِي عَلَى هَيْئَتِهِ) عَلَى ذَلِكَ اتَّفَقَ رَوَاةُ نُسُكِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
وَالرَّمْلُ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ) هُوَ الْمَقْضِيُّ مِنْ رَمْلِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
فَإِنْ زَحَمَهُ النَّاسُ فِي الرَّمْلِ قَامَ .

طواف میں دل کرنے کا بیان:

اور وہ پہلے تین پکڑوں میں دل کرے۔ اور دل یہ ہے کہ وہ چلتے اپنے دونوں کندھوں کو حرکت دے جس طرح کوئی
لڑنے والا مقبوض کے درمیان آکر خان بنا ہوتا ہے۔ اور وہ ایسا اضبطہ کے ساتھ کرے۔ اور دل کا سبب یہ ہے مشرکین کے سامنے
اپنی قوت کا اظہار کرنا ہے کیونکہ جب انہوں نے یہ کہا تھا کہ مسلمانوں کو مدینے کے بخارے نذر کر دیا ہے تو یہ حقیر ذوال سبب کے
بعد بھی باقی ہے۔ کیونکہ جو کہ پہلے تین پکڑوں میں دل کرنا تھا وہ اب بھی اور بعد میں اسی طرح جاری رہا ہے۔

دل کرنے کے عمل کا ہمیشہ کیلئے سنت ہونے کا بیان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج یا عمرہ کا طواف کرتے تو پہلے تین شوط میں تیز
تیز (اور آکر) چلتے (یعنی دل کرتے) اور باقی چار شوط میں اپنی معمولی رفتار سے چلتے پھر طواف کی دو رکعت نماز پڑھتے اور اس
کے بعد صفا وروہ کے درمیان سہی کرتے۔ (بخاری و مسلم)

خانہ کعبہ کے گرد ایک پچیس کے کوشط کہتے ہیں اور سات شوط کا ایک طواف ہوتا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف
کے وقت تین پچیسوں میں تو اس طرح تیز چلتے کہ قدم پاؤں پا کر رکھتے اور جلد اٹھاتے اور دوڑتے اور اچھلتے نہ تھے اور باقی چار
پچیس کے باقی معمولی رفتار سے چل کر کرتے۔

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ کہتے ہیں۔ ابو یوسف نے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت دل کیا اور یہ کہ یہ سنت ہے انہوں نے کہا کہ ایک بات صحیح ہے اور ایک
بات غلط میں نے پوچھا کہ کون سی بات صحیح ہے اور کون سی بات غلط؟ اس پر ابن عباس نے کہا کہ یہ بات تو درست ہے کہ رسول صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل کیا ہے لیکن یہ غلط ہے کہ یہ سنت ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں قریش مکہ نے کہا کہ محمد صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو یہ تو خودی اپنی موت مر جائیں گے جب مسلمانوں کی قریش مکہ سے اس
شرط پر صلح ہوئی کہ وہ آئندہ سال آئیں گے اور تین دن تک مکہ میں رہیں گے پس (اگلے سال) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ
تشریف لائے اور مشرکین بھی تعقیب ان کی طرف سے آئے۔ (تقدیرات ایک پہاڑ کا نام ہے) تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اپنے اصحاب سے فرمایا تین پچیسوں میں دل کرو (سپاہیانہ شان سے آکر چلو) مگر یہ سنت نہیں ہے۔ (ابو یوسف کہتے ہیں کہ) میں
نے پھر کہا کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر صفا وروہ کے درمیان سہی کی ہے اور یہ سنت
ہے۔ انہوں نے کہا۔ انہوں نے ایک بات صحیح کی اور ایک بات غلط۔ میں نے پوچھا صحیح بات کیا ہے اور غلط کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ
کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا وروہ کے درمیان اونٹ پر بیٹھ کر سہی کی ہے لیکن یہ غلط ہے کہ یہ نفس سنت ہے کیونکہ لوگ آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے جاتے نہ تھے اور بیٹے نہ تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر سہی کی تاکہ
لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سن سکیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیں اور لوگوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نکد نہ جائیں۔ (سنن ابوداؤد)

شوکت اسلام کے عروج کے باوجود عمل دل کا حکم:

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں اس حال میں تشریف لائے کہ مدینہ کے
بخارے نے ان کو کمزور کر دیا تھا مشرکین نے کہا تمہارے پاس وہ لوگ آئے ہیں جن کو بخارے کمزور کر دیا ہے اور اس کی وجہ سے بڑی
تکلیف اٹھانی ہے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی ان باتوں سے نبی کو آگاہ فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم
کیا کہ (طواف کرتے وقت) پہلے تین پچیسوں میں دل کر چلیں اور کن یا مانی اور حجر اسود کے درمیان حسب معمول رفتار سے چلیں
جب مشرکین نے صحابہ کو کمزور کر دیا تو ان کو آکر نذر چلتے ہوئے دیکھا تو یوں لگایا کہ میں وہ لوگ جن کے بارے میں میں کہتے تھے کہ ان کو
بخارے کمزور کر دیا ہے یہ تو ہم سے بھی زیادہ توانا اور طاقتور ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ان کو
محض شفقت و مہربانی کی بناء پر تمام پچیسوں میں دل یعنی تین کر چلتے کا حکم نہیں فرمایا تھا۔

احمد بن حنبل، عبد الملک بن عمرو، ہشام بن سعید، زید بن اسلم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر کو یہ فرمایا ہے ہونے سناتے
کہ اب ہم کو دل کی اور موڑنے کو دل کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اب اسلام کو قوت و شوکت عطا فرمادی ہے اور کفر کی کر
توڑ دی ہے اور کافروں کو مٹا دیا ہے لیکن اس کے باوجود ہم اس میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑیں گے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
زمانہ میں کیا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد)

اگر لوگوں کا رش ہو تو دل کا حکم:

فَادَا وَحِدَةً مَسْلُكًا رَمَلًا لَا تَلَهُ لَهْ لَهْ فَيَقِفُ حَتَّى يُقِيمَهُ عَلَى وَجْهِ السُّنَّةِ بِخِلَافِ

الاسْتِغْلَامُ لِأَنَّ الْإِسْتِغْبَالَ بَدَلُ لَهُ. قَالَ (وَيَسْتَلِمُ الْحَجَّزَ كُلَّمَا مَرَّ بِهِ إِنْ اسْتَطَاعَ) لِأَنَّ
أَشْوَابَ الطَّوَافِ كَزَكَاةِ الصَّلَاةِ، فَمَا يَفْتَتِحُ كُلَّ رُكْعَةٍ بِالْكَبِيرِ يَفْتَتِحُ كُلَّ شَوَاطِئِ
بِاسْتِغْلَامِ الْحَجَّزِ.

ترجمہ:

فرمایا: اور وہ اپنے چار پیکروں میں وقار کے ساتھ چلے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے افعال حج روایت کرنے والے رواتے ان کی ہر
اتفاق کیا ہے اور دل رکنا حج سے لیکر حج اسود تک ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فعل کیا گیا ہے۔
اور اگر دل کرنے میں لوگوں کا رش ہو تو وہ کھڑا رہے جب وہ راہ پر تھکے تو دل کرے کیونکہ دل کا کوئی بدل نہیں ہے لہذا اظہر تا ہو
گا تا کہ اس کو سنت کے مطابق صحیح طور پر ادا کیا جاسکے۔ بخلاف استلام کے کیونکہ اس کا بدل ہے۔ اور اگر استطاعت رکھتا ہو ہر مرتبہ
گزرتے ہوئے حج اسود کو بوسہ دے۔ کیونکہ طواف کے پھر نماز والی رکعتوں کی طرح ہیں۔ لہذا جیسے ہر رکعت کی ابتداء کبیر کے
ساتھ کی جاتی ہے اسی طرح ہر پیکر کی ابتداء حج اسود کو بوسہ دینے کے ساتھ کی جائے۔

دل کے سنت ہونے کا بیان:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اضطباع کیا اور پھر استلام کیا (یعنی حج اسود کو بوسہ دیا)
اور کبیر کے پھر تین پھیروں میں دل کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رکن یمانی کے
پاس پہنچے اور قریش کی نگاہوں سے اوجھل ہوئے تو حسب معمول رفتار سے چلے پھر جب آئے سانے آئے پھر چل کر آیا یہاں تک
کہ قریش کہنے لگے کہ گویا یہ ہریش ہیں۔ ابن عباس نے کہا یہی فعل (یعنی دل) سنت ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد)

اگر وہ ہر مرتبہ استلام کی طاقت نہ رکھتا ہو تو حکم فقہی:

وَأِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْإِسْتِغْلَامَ اسْتَقْبَلَ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ عَلَى مَا ذَكَرْنَا (وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ)
وَهُوَ حَسَنٌ فِي ظَاهِرِ الزَّوَايَا، وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ سَنَّهُ، وَلَا يَسْتَلِمُ غَيْرَهُمَا
فَإِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَسْتَلِمُ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ وَلَا يَسْتَلِمُ غَيْرَهُمَا)
وَيُخَيِّمُ الطَّوَافُ بِالْإِسْتِغْلَامِ (يعني استغْلَامِ الْحَجَّزِ).

ترجمہ:

اور اگر وہ استلام کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ استقبال کرے اور کبیر پڑھے۔ اور "لا اله الا الله" پڑھے اسی دلیل کی وجہ سے جو
ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور رکن یمانی کا بھی استلام کرے اور طواف ہر روایت کے مطابق ہی مستحب ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ یہ سنت ہے اور وہ حج اسود اور رکن یمانی کے سوا استلام نہ کرے۔ کیونکہ نبی کریم
ﷺ ان دونوں ارکان کو استلام فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے ان دونوں کے علاوہ کبیر استلام نہیں کیا اور طواف کو استلام
یعنی حج اسود کے استلام پر ختم کرے۔ (امام ترمذی کے سوا الباقی امام نے روایت کی ہے)

رکن یمانی کی فضیلت کا بیان:

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ ابنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ ابن ہشام، عطاء بن ابی رباح سے رکن یمانی کے بارے میں پوچھا جبکہ
وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو فرمایا: گئے مجھ سے ابو ہریرہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رکن یمانی
پر ستر شے مقرر ہیں جو بھی یہاں "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعُفْوَ وَالْعَفَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَتَنَا أَنِّي فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقَدْ عَذَّبَ النَّارُ" اڑے تو فرشتے آئین کہتے ہیں۔ جب عطاء حج اسود پر پہنچے تو ابن ہشام نے کہا یا ابو ہریرہ
آپ کو اس رکن اسود کے بارے میں کیا معلوم ہوا؟ عطانے فرمایا کہ ابو ہریرہ نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں تک سا کہ جو حج اسود کو چھوے گویا وہ اللہ کا ہاتھ چھو رہا ہے۔ تو ابن ہشام نے عرض کیا یا ابو ہریرہ طواف کے متعلق
بھی فرمائیے۔ عطاء فرماتے لگے کہ ابو ہریرہ نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو بیت
اللہ کے گرد سات چکر لگائے اور اس دوران کوئی ننگو نہ کرے صرف "سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" اڑھتا رہے اس کی دس خطائیں مٹا دی جائیں گی اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس
طواف کی بدولت اس کے دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے اور جس نے طواف کیا اور طواف کرتے ہوئے ہاتھ میں کبیر تو وہ
اپنے دونوں پاؤں کے ساتھ رحمت میں گھسیٹے پانی میں آدھی کے پاؤں ڈوب جاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ)

استلام حج اسود اور طواف کی فضیلت کا بیان:

حضرت عبید بن عسیر تابعی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ دونوں رکن یعنی حج اسود اور رکن یمانی کو ہاتھ لگانے میں
نوکوں پر جس طرح بہت حاصل کرتے تھے اسی طرح میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی صحابی کو ان دونوں رکن میں
سے کسی پر بہت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش
کروں تو مجھے محنت روکو، کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان دونوں رکن کو ہاتھ لگانا
گناہوں کے لئے کفارہ ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خاندکبہ کا سات مرتبہ طواف
کرے اور اس کی محافظت کرے (یعنی طواف کے واجبات و سنن اور آداب بجالائے تو اس کا ثواب غلام آزاد کرنے کے ثواب
کے برابر ہے۔ نیز میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ (طواف کرتے وقت) جب بھی کوئی قدم رکھتا ہے اور پھر
اسے اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قدم رکھنے کے عوض تو اس کا گناہ مٹا کر تا ہے اور قدم اٹھانے کے عوض اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے (یعنی
طواف کرنے والے کا جب قدم رکھا جاتا ہے تو اس کے گناہ دور کر دیا جاتا ہے اور جب قدم اٹھاتا ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ ہو

جاتا ہے اس طرح طواف میں اس کے گناہ ختم ہوتے رہتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ (ترمذی)

سبقت حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کے لئے لوگوں کے ہجوم کو جرحہ زکرائے بڑھتے اور ان دونوں رکن کو ہاتھ لگاتے، لیکن ان کی یہ سبقت اس طرح ہوتی تھی کہ لوگوں کو کوئی ایذا نہیں پہنچتی تھی، چنانچہ زکرائے شخص استلام کے لئے لوگوں کو جھکیلا، مگر اتان دونوں رکن تک پہنچے اور لوگ اس کی وجہ سے ایذا محسوس کریں وہ گنہگار ہو گا، لہذا ہجوم کی صورت میں ہاتھ کے ذریعہ دوسرے اشارہ کر لینے ہی پر اکتفا کر لینا چاہئے۔

سات مرتبہ طواف کرے میں تین احتمال ہیں ایک تو یہ کہ سات شوٹ کرے یعنی خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے اور یہ معمول ہی ہے کہ سات شوٹ (چکر) کا ایک طواف ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ سات طواف کرے اور تیسرے یہ کہ سات روز تک طواف کرے۔

رکن یمانی کے استلام کا فقہی مفہوم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رکن یمانی پر دو فرشتے ہیں جو وہاں سے گزرنے والے کی دعا پڑھتے ہیں اور حجر اسود پر تو بے شمار فرشتے ہوتے ہیں۔ (ارزاق، ج ۲، ص ۳۶۱، باب فضل حجر اسود)

رکن یمانی کا استلام مستحبات طواف میں سے ہے۔ بغیر بوسہ دینے اور پیشانی لگانے کے رکن یمانی کا استلام کرنا (یعنی ہاتھ سے مس کرنا) ہر جگہ میں ایسا کرنا مستحب ہے۔ اور استلام سے مراد یہاں یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کی پھیلیوں سے یا صرف دائیں ہاتھ کی پھیلی سے رکن یمانی کو مس کرے یا بائیں ہاتھ کی پھیلی سے مس نہ کرے اس کو بوسہ بھی نہ دے اور نہ اس پر تکیہ کرے یہ ظاہر المراد ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور جب ہجوم کی وجہ سے اس کو مس کرنے سے عاجز نہ ہو تو اشارہ سے اس کا استلام کرنا اس کا قائم مقام نہیں ہے۔ ہجوم نہ ہونے کی صورت میں اور جبکہ وہ مس کرنے سے عاجز نہ ہو تو اشارہ سے استلام کرنا بدرجہ اولیٰ غیر معتبر ہے پس بعض جاہل و متکبر لوگ جو ایسا کرتے ہیں ان کے فعل سے دو گناہیں کھانا چاہئے۔

رکن یمانی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرنا (مکروہ ہے) لیکن امام محمد کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے ملاوہ کسی اور جگہ استلام کرنا مکروہ ہے، پس دوسرے رکن یعنی رکن عراقي اور رکن شامی کا استلام اور ان کی طرف اشارہ کرنا مشروع نہیں ہے بلکہ بالاتفاق ایسا کرنا بدعت مکروہہ ہیں اور یہ کہ امت تبرئیں ہے۔ اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رکن حجر اسود اور رکن یمانی کی طرف اشارہ بھی مجزؤ ہجوم کے بغیر غیر معتبر ہے یعنی مجزؤ ہجوم کے وقت حجر اسود کی طرف اشارہ سے استلام کرنا بالاتفاق جائز بلکہ مست ہے اور رکن یمانی کی طرف امام محمد کی روایت کے مطابق جائز ہے۔ (عمدۃ القاضی، ج ۶، ص ۱۸۶) (شرح الوقایہ)

رکن یمانی میں فقہاء احتیاج کے اختلاف کا بیان:

علامہ ابن سہلان حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لفظ "یمانی" کی تحقیق کے ساتھ ہے کیونکہ اس کی نسبت یمن کی طرف ہے اور ایک یا نہ نسبت کا کالف سے بدل دیا۔ کیونکہ اگر اس کو مشدہ دینا چاہئے تو اس میں بدل منہ بدل کے درمیان جمع کرنا نام آئے گا۔

علامہ کرمانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ رکن یمانی کا بوسہ نہ لیا جائے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کہ میں ان دونوں کے استلام کو نہیں چھوڑا ہے اور وہ رکن یمانی اور حجر اسود ہے۔ کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ان کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس میں اسی طرح کراستہ ہے جس طرح حجر اسود میں سنت ہے۔ اسی طرح شراح بخاری نے ذکر کیا ہے۔ جبکہ صاحب مواہب نے کہا ہے ظاہر الروایت کے مطابق امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مستحب ہے اور صاحبین نے نزدیک سنت ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رکن یمانی کا بوسہ نہ کرتے تھے۔ اور اس پر اپنا ہاتھ مار کر رکھتے۔ اس امر دارقطنی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب رکن یمانی کا استلام کیا تو بوسہ لیا۔ اس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔

مذاہب اربعہ کے نزدیک رکن عراقي اور شامی کا استلام نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ امام ترمذی کے سوا ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ میں سوائے رکن یمانی کے کس کس سے نہیں دیکھا اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے صرف حجر اور رکن یمانی کا استلام کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن یمانی کے سوا استلام کرتے نہیں دیکھا۔ جبکہ رکن عراقي وحشی یہ حقیقت میں رکن نہیں ہیں۔ اور وہ دونوں بیت اللہ کے درمیان میں ہیں۔ کیونکہ بطور قطع کعبہ کا بعض بیت اللہ سے ہے۔ (شرح الوقایہ، ج ۲، ص ۲۵، روت) مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے کا حکم:

قَالَ (ثُمَّ يَأْتِي الْمَقَامَ فَيُصَلِّي عَنْدهُ رَكَعَتَيْنِ أَوْ حَيْثُ تَيَسَّرَ مِنَ الْمَسْجِدِ) وَهِيَ وَاجِبَةٌ عَيْنًا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: سُنَّةٌ لِاتِّعَادِمْ دَلِيلِ الْوُجُوبِ. وَلَسَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَلِيَصِلَ الطَّائِفُ لِكُلِّ أَسْبُوعٍ رَكَعَتَيْنِ) وَالْأَمْرُ لِلْوُجُوبِ (ثُمَّ يُعَوِّذُ إِلَى الْحَجَرِ فَيَسْتَلِمُهُ) لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمَّا صَلَّى رَكَعَتَيْنِ عَادَ إِلَى الْحَجَرِ) وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ طَوَافٍ بَعْدَهُ سَعْيٌ يُعَوِّذُ إِلَى الْحَجَرِ، لِأَنَّ الطَّوَافَ لَمَّا كَانَ يُفْتَتَحُ بِإِسْلَامٍ فَكَيْدًا السَّعْيُ يَفْتَتَحُ بِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَكُنْ بَعْدَهُ سَعْيٌ.

ترجمہ:

پھر وہ مقام ابراہیم کے پاس آئے اور دو رکعت نماز پڑھے۔ یا مسجد حرام میں جہاں جگہ ملے وہاں پڑھے۔ ہمارے نزدیک اگر کرنا واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے کیونکہ اس میں وجوب کی دلیل معدوم ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ طواف کرنے والا ہر سات چکروں کے لئے دو رکعت نماز پڑھے اور یہاں امر و وجوب کیلئے ہے۔ پھر وہ حجر اسود کی طرف لوٹ آئے اور اس کا استلام کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب دو رکعت نماز پڑھی تو آپ ﷺ حجر اسود کی طرف واپس لوٹنے لگے۔ اور یہ اصول (قاعدہ فقہیہ) ہے کہ ہر وہ طواف جس کے بعد کسی کوئی ہوا میں حجر اسود کی طرف لوٹنا ہوگا۔ کیونکہ جس طرح طواف کی ابتداء استلام کے ساتھ ہوتی ہے اسی طرح بھی اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جس کے بعد کسی نہ ہو۔

مقام ابراہیم شعائر اللہ میں سے ہے:

در اصل وہ پتھر ہے جسے حضرت اسماعیل کی بیوی صاحبہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نہانے کے لیے ان کے پاؤں کے نیچے رکھا تھا، لیکن حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں یہ غلط ہے۔ دراصل وہ یہ پتھر ہے جس پر کعبہ ہو کر حضرت ابراہیم کعبہ بناتے تھے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لمبی حدیث میں ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کر لیا تو حضرت عمرؓ نے مقام ابراہیم کی طرف اشارہ کر کے کہا: کیا یہی ہمارے باب ابراہیم کا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں کیا پھر ہم اسے قبلہ کیوں نہ بنائیں؟ اس پر آیت نازل ہوئی ایک اور روایت میں ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال پر کھڑی بیوی دیر گزیر تھی جو حکم نازل ہوا ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر مکہ والے دن مقام ابراہیم کے پتھر کی طرف اشارہ کر کے حضرت عمرؓ نے پوچھا یہی ہے جسے قبلہ بنانے کا حکم ملے ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہی صحیح بخاری شریف میں ہے۔

مقام ابراہیم کو چاہئے نماز بنانے کا بیان:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب سے تین باتوں میں موافقت کی جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھیں میری زبان سے نکلا میں نے کہا حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شک کہ ہم مقام ابراہیم کو قبلہ بنالیں تو حکم آیت (وَاسْتَخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مِصْلًا) نازل ہوا میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شک کہ آپ امہات المؤمنین کو پردے کا حکم دیں اس پر پردے کی آیت اتری جب مجھے معلوم ہوا کہ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے تھا میں تو میں نے جا کر ان سے کہا کہ اگر تم بائند آؤ گی تو اللہ تعالیٰ تم سے اچھی بیویاں تمہارے بدلے اپنے نبیؐ کو دے گا اس پر فرمان باری نازل ہوا کہ آیت (عسی رہے) الخ اس حدیث کی بہت سی اسناد ہیں اور بہت سی کتابوں میں مروی ہے ایک روایت میں بدر کے قیدیوں کے بارے میں بھی حضرت عمرؓ کی موافقت مروی ہے آپ نے فرمایا تھا کہ اس سے فدیہ نہ لایا جائے بلکہ انہیں قتل کر دیا جائے اللہ تعالیٰ کو بھی یہی منظور تھا۔

ابن جریر میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے طواف میں تین مرتبہ لہجی دوڑ کی چال ہے اور چار بجیرے چل کر کے پھر مقام ابراہیم کے پیچھے آ کر دو رکعت نماز ادا کی اور یہ آیت تلاوت فرمائی آیت (وَاسْتَخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مِصْلًا) حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ مقام ابراہیم کو آپ نے اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کر لیا تھا۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کعبہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ بنا رہے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ کو پتھر دیتے جاتے تھے اور آپ کعبہ کی بنا کرتے جاتے تھے اور اس پتھر کو کاتے جاتے تھے جہاں دیوار اونچی کرتی ہوتی تھی وہاں نیچے تھے اسی طرح کعبہ کی دیواریں پوری کیں اس کا پورا بیان حضرت ابراہیم کے واقعہ میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اس پتھر پر آپ کے دونوں قدموں کے نشان ظاہر تھے عرب کی جاہلیت کے زمانہ کے لوگوں نے بھی دیکھے تھے۔ ابوطالب نے اپنے مشہور قصیدہ میں کہا ہے

وَمَوْطِئِ إِبْرَاهِيمَ فِي الصَّخْرِ وَطْبِجَهْ

عَلَى قَدَمَيْهِ حَيَايَا غَيْرِ نَاعِلِ

میں اس پتھر میں ابراہیم علیہ السلام کے دونوں پیروں کے نشان تازہ تیار تھے جن میں جو نبیؐ نہیں بلکہ مسلمانوں نے بھی اسے دیکھا تھا حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے مقام ابراہیم میں حضرت خلیل اللہ کے پیروں کی انگلیوں اور آپ کے ٹکڑے کا نشان دیکھا تھا پھر لوگوں کے چھوئے سے وہ نشان مٹ گئے حضرت قتادہ فرماتے ہیں حکم اس کی جانب نماز ادا کرنے کا ہے تبرک کے طور پر چھوئے اور ہاتھ لگانے کا نہیں اس امت نے بھی اگلی امتوں کی طرح بالکلمہ الدالین بعض کا ہے کہ اسے ذمہ لازم کرنے جو نقصان رساں ہیں وہ نشان لوگوں کے ہاتھ لگانے سے مٹ گئے۔ یہ مقام ابراہیم پہلے دیوار کعبہ کے متصل تھا کعبہ کے دروازے کی طرف حجر اسود کی جانب دروازے سے جانے والے کے دائیں جانب مستقل جگہ پر تھا جو آج بھی لوگوں کو معلوم ہے خلیل اللہ نے! تو اسے یہاں رکھوا دیا تھا یا بیت اللہ بناتے ہوئے آخری صدیق بنایا ہوگا اور وہاں پہلے وہ پتھر کعبہ کے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسے پیچھے ہٹا دیا اس کے ثبوت میں بہت سی روایتیں ہیں پھر ایک مرتبہ پانی کے سیلاب میں یہ پتھر یہاں سے بھی ہٹ گیا تھا خلیفہ ثانی نے اسے پھر اپنی جگہ رکھوا دیا حضرت سفیان فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں ہوا کہ یہ اصل جگہ سے ہٹا گیا یا اس سے پہلے دیوار کعبہ سے کتنی دور تھا ایک روایت میں ہے کہ خود آنحضرت نے اس کی اصلی جگہ سے ہٹا کر وہاں رکھا تھا جہاں اب ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے ٹھیک بات یہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسے پیچھے رکھا۔

طواف قدوم کے فقہی احکام کا بیان:

قَالَ (وَهَذَا الطَّوْفُ طَوَافُ الْقُدُومِ) وَتُسَمَّى طَوَافَ التَّحِيَّةِ (وَهُوَ سُنَّةٌ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِنَّهُ وَاجِبٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ أَتَى الْبَيْتَ فَلْيُحَيِّهِ بِالطَّوْافِ) وَلَنَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَمَرَ بِالطَّوْافِ، وَالْأَمْرُ الْمُطْلَقُ لَا يَقْتَضِي التَّكْرَارَ. وَقَدْ تَعَيَّنَ طَوَافُ الزِّيَارَةِ بِالْإِجْمَاعِ وَفِيمَا رَوَاهُ سَمَاءُ تَحِيَّةً، وَهُوَ ذَلِيلٌ

الاستنجابِ (وَلَيْسَ عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ كَوَافُ الْقُدُومِ) لَا نَعْدَامُ الْقُدُومَ فِي حَقِّهِمْ.

ترجمہ:

صاحبِ قدوری نے کہا ہے کہ یہی طوافِ قدوم کا طواف ہے۔ اور اس کو تہیہ کا طواف بھی کہتے ہیں اور وہ سنت ہے واجب نہیں ہے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیت اللہ میں آئے اسے چاہے کہ وہ طواف کرے۔ (مسلم، ما بن عبد الوادو)

جبکہ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ نے طواف کا مطلق حکم دیا ہے اور جو امر مطلق ہو وہ ہرکار کا تقاضا نہیں کرتا ہے۔ جبکہ طواف زیارت یہ اجماع متعین ہو چکا ہے۔ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کی پیش کردہ حدیث میں جس طواف کا ذکر ہے وہ اس کا نام طواف تہیہ ہے۔ اور اس کا تہیہ نام مستحب ہونے کی دلیل ہے۔ اور کہ والوں پر طوافِ قدوم نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے حق میں قدم معدوم ہے۔

طوافِ قدوم کے سنت و واجب ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان:

علامہ بدرالدین عینی غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک طوافِ قدوم جس کو طواف تہیہ بھی کہتے ہیں سنت ہے واجب نہیں ہے۔ اور حضرت امام شافعی و امام احمد علیہما الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ واجب ہے۔ اور اسی طرح حضرت ابو ثور علیہ الرحمہ نے کہا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس بیت اللہ میں آئے اس کو پیچھے کہ وہ عواف کرے۔ اور مطلق امر و وجوب سبب آتا ہے لہذا واجب طواف واجب ہوا تو ان کے نزدیک اس کے ترک کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔ اور علیہ امام مالک علیہ الرحمہ کا قول بیان کیا گیا ہے کہ جس نے جلدی میں اس کو ترک کیا تو اس پر گناہ لازم نہیں ہے۔ اور جب نے ارادے سے ترک کیا اس پر دم واجب ہے اور یہ حدیث بہت غریب ہے۔

فقہاء و احناف کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَلْيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ" اور جب امر مطلق ذکر کیا جائے تو وہ ہرکار کا تقاضا نہیں کرتا۔ لہذا اس سے مراد ایک طواف ہوگا۔ لہذا طواف کا حکم متعین ہو گیا۔

علامہ ترازنی نے کہا ہے کہ استدلالِ ضعیف ہے۔ کیونکہ جو نے کہا کہ میں نے تسلیم کر لیا کہ امر مطلق ہرکار کا تقاضا نہیں کرتا اور اس سے طواف زیارت مراد ہے۔ یعنی اللہ کے فرمان "وَلْيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ" سے عواف زیارت مراد ہے۔ لیکن اس دلیل کو ہم تسلیم نہیں کرتے کیونکہ وہ طواف سنت نہیں ہے بلکہ وہ دوسری دلیل سے واجب ہے۔ اور دلیل کی وجہ سے ہم کہتے ہیں طوافِ مصدر واجب ہے۔

اس کے جواب کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے اور دلیل حدیث ہے۔ جس میں اس طواف کا نام طواف تہیہ رکھا گیا ہے اور اس سے مراد احتجاب ہے۔ کیونکہ لغت میں تہیہ عزت کیلئے بولا جاتا ہے۔ جس کی ابتداء برکت کے طور پر ہوئی ہے۔ لہذا اس کی

دلائل و وجوب پر نہ ہوگی۔ (البنا شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۸۱، حناہ بیان)

طوافِ قدوم کرنے کا سنت طریقت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزائے کے قریب اپنی سواری بٹھائی اور مسجد میں داخل ہوئے بیت اللہ میں آتے ہیں ہجر اسودہ بوس دیا اور انہیں حرف چتے ہوئے کہے کہ رسوات پکڑا لے اور طواف مکمل فرمایا پہلے تین پکڑ میں مل گیا یعنی آہستہ آہستہ دوڑے اور باقی چار پکڑوں میں عام رفتار سے چلے ہر پکڑ میں رکن یمانی کو ہاتھ سے چھوتے اور ہجر اسودہ کو بوسہ دیتے تھے تین ٹھل کی طرف دو راکان (بیت اللہ کے دونوں کوٹوں) کو ہاتھ نہ لگایا ہر پکڑ میں رکن یمانی اور ہجر اسودہ کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے

وَمَا أَتَانِي فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقَدْ آذَنَّاكَ اللَّهُ (سورة البقرة 201)

"اے میرے رب! میں اس دنیا میں ہر طرح کی بھلائی عطا نہیں فرماؤں اور آخرت میں بھی تمام تر خیرات و حسنات سے دوں اور میں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ" پھر آپ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی، ان میں ایک فاتحہ کے بعد تین رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ سورۃ کافرون اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ سورۃ اخلاص تلاوت فرمائی۔ مقام ابراہیم کی طرف آتے ہوئے آپ بلند آواز سے یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے تھے: وَأَتِىَ حِلْوَ أَمِينٍ مَقَامٍ أَبْوَابِهِ مُصَلِّئًا (سورة البقرة 125)

طواف کے مختلف تحقیقی مفاتیح کا بیان:

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو چاہئے کہ اس کے قدیم (آزاد) گھر کا طواف کریں۔

حقیقت طواف: اس قدر ہے۔ نیت و غایت کا اختلاف حقیقت کی تغیر نہیں کرتا کہ نیت و غایت رکن شے نہیں۔ آخر دین کا گھر کرام نے نیت کو شرط نماز قرار دیا نہ کہ رکن نماز، غایت کا خروج تو غایت ظہور میں ہے۔ غرض جیسے کہ تاہم۔ اور جس طرح انہیں نیت اور جس غرض سے ہو طواف ہی ہے۔ یہ فعل اختیاری کو تصور پر وجہ تاہم نیت و غایت سے چاہئے نہیں مگر فعل بھی غایت اصل تک آپ کو وہی ہوتا ہے کبھی دوسرے فعل کو وہی الی الغایہ کا وسیلہ اول کو مقصود لہذا کہتے ہیں جیسے نماز اور دو سویدہ و مقصود غیر جیسے وضو طواف میں یہ دونوں صورتیں ہیں مثلاً غسل یعنی ترغش و شوم و دواج طیبہ و چست بدن و تسمہ ہوا کے لئے جن کی دونوں میں تمنا پھر تا خواہ و مقصود تسمیم ہو یا مثلاً کسی حوض کے گرد دست پر یہاں طواف مقصود لہذا ہے یا مثلاً کسی شے کی تسمیم و عقد یا مٹھوں پر دورہ کرتا یہاں مقصود غیر ہے۔ پھر طواف کی غایت مقصود تعظیم میں منہض نہیں بلکہ اس کے غیر کے لئے یعنی ہوتا ہے جیسے مسئلہ مذکورہ بلکہ تو تین جہات مذکورہ کے لئے جیسے ذیل کہ یہاں آدھندہ کا طواف ہے مقصود لہذا ہے اور تاہم تسمیم تہیہ سے ہر کی طرف۔ یہ عواف مقصود غیر ہے اور دونوں تعذیب کے لئے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج)

ج قرآن وغرو کے طواف قدم میں نزل کرنے میں فقہ شافعی و حنبلی کا بیان:

افطاح اور دل صرف ج قرآن اور ج مغزوہ کے والے کیلئے طواف قدم اور عمرہ کے طواف میں شروع ہے اس کے علاوہ کسی طواف میں نزل اور افطاح شروع نہیں ہے۔

اس لئے طواف افاضہ میں نہ تو نزل ہے اور نہ ہی افطاح چاہے آپ نے احرام کی حالت میں طواف کیا ہو یا بغیر احرام کے۔ ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم نے طواف افاضہ کے سات چکروں میں نزل نہیں کیا۔ سنن ابوداؤد بخاری ج ۲۰ (۲۰۰)۔

دایاں کندھا ننگ رکھنے کو افطاح کہتے ہیں۔ اور دل ہے کہ چھوٹے قدموں سے تیز تیز چلا جائے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب المجموع میں لکھتے ہیں: افطاح دل کے ساتھ لازم ہے، تو جہاں ہم نے دل کو مستحب قرار دیا ہے اسی طرح افطاح بھی ہے، اور جہاں اسے مستحب نہیں کہا وہاں افطاح بھی لازم نہیں ہے، اور جہاں اختلاف پایا جاتا ہے وہ دل اور افطاح دونوں میں پایا جاتا ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (المجموع للحنوفی ج ۸ ص ۳۳۳)

اور ایک جگہ پر امام نووی کہتے ہیں: لیکن دل اور افطاح ایک چیز میں مختلف ہے، وہ یہ کہ افطاح طواف کے ساتوں چکروں میں مسنون ہے، لیکن دل صرف پہلے تین چکروں میں ہی مسنون ہے اور آخری چار چکروں میں عام حالت میں چلا جائے گا۔ (المجموع للحنوفی ج ۸ ص ۲۰)

اور ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طواف قدم اور عمرہ کے طواف میں دل اور افطاح کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ: جو ہم نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ دل اور افطاح کرنا مسنون نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ایسی میں افطاح اور دل کیا ہے۔ (المختصر ابن قدامہ المقدسی ج ۲ ص ۲۲۱)

مسلمانوں کے دل کو شریکین کا مشاہدہ کرنا حرام ہے۔ (المختصر ابن قدامہ المقدسی ج ۲ ص ۲۲۱)

حضور ﷺ نے قصویٰ پر سوار ہو کر کعبہ کا طواف شروع کیا، اپنی چادر وہی بغل سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لی تھی اصطلاح میں "افطاح" کہتے ہیں۔ سنواری ہی پر سے اپنی کھڑکی سے حجرا خوکہ کا سلام (توسلہ) فرمایا۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ عمرہ قضاء کے لئے مکہ آئے تو قریش نے کہا کہ تم لوگوں کے پاس ایک ایک قوم آ رہی ہے جنہیں عرب کے بخارے کمزور کر دیا ہے، مشرکین ہجر اسود کے قریب بیٹھ گئے، حضور ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا تو وہ بیچیروں میں (یعنی طواف کے) دل کریں (یعنی آواز شائے اور بازو ہلاتے ہوئے آہستہ آہستہ دوڑیں) تاکہ مشرکین اُن کی قوت دیکھ لیں اور یہ کہ دونوں رکعتوں (لیکن غیابی اور کنجریں) کے درمیان جلین، آپ ﷺ کو صرف مسلمانوں کی شفقت میں اس امر سے باز رکھا کہ آپ ﷺ انہیں تمام بیچیروں میں دل کا حکم دیں، جب انھوں نے دل کیا تو قریش نے کہا کہ وہ کمزور نہیں ہوئے (ابن سعد)، جب آپ ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا: کاش کہ آپ ﷺ

مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنا لیتے، اسی وقت وحی نازل ہوئی

ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے توبہ اور امن کی جگہ بنائی، تم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ، ہم نے ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ سے وعدہ کیا کہ تم میرے گھر کا طواف کرنے والوں اور اعکاف کرنے والوں اور کوغ عہدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو۔

(سورہ بقرہ)

نزل وحی کے بعد حضور ﷺ نے اس مقام پر دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر آپ ﷺ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کے لئے تشریف لے گئے، ارکان عمرہ سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے مروہ پر اونٹ ذبح فرمائے اور سر مبارک منڈا و ملا، عمرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ ﷺ دوسرے روز بیت اللہ شریف میں تشریف لائے، کعبہ میں بدستور بت موجود تھے، بابر ہمہ حضرت بالائی کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے دو بڑا صحابہ سمیت تلہر کی نماز ادا کی، یہی کعبہ ہے جس میں انھیں سات برس تک عبادت کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

طواف کے بعد دو رکعت نماز میں پڑھنے میں احادیث:

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مطلب فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب سات چکروں سے فارغ ہوئے تو حجر اسود کے قریب آئے اور مطاف کے کنارے دو رکعتیں ادا کیں اس وقت آپ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی آڑ نہ تھی۔ امام ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ بغیر سترہ کے نماز ادا کرنا مکہ کی خصوصیت ہے۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے اور بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے پھر دو رکعتیں ادا کیں (کوچہ کہتے ہیں کہ مقام ابراہیم کے پاس دو گنا دادا کیا) پھر صغاء کی طرف نکلے۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم میں آئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ ہمارے والد ابراہیم کا مقام ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاصْبِرُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرٰہِیْمَ مُصَلَّی) (کہ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ) حدیث کے راوی یہ کہتے ہیں میں نے اپنے استاذ مالک سے کہا کہ وَاصْبِرُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرٰہِیْمَ مُصَلَّی! (خاء کے سرہ کے ساتھ) پڑھا تھا۔ فرمایا کہی ہاں۔

(سنن ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب یا عمرہ میں آئے کے بعد پہلی مرتبہ طواف کرتے تو پہلے تین بیچیروں میں دو رکعت اور باقی چار بیچیروں میں معمولی چال سے چلتے اس کے بعد دو رکعت نماز ادا فرماتے۔

(سنن ابوداؤد)

صفا مروہ پر چڑھ کر جن اعمال کو بجالانے کا حکم ہے:

قَالَ (ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا فَيَصْعَدُ عَلَيْهِ وَيَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ وَيَحْبِرُ وَيَهْلُلُ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ يَدْعُو اللَّهَ لِحَاجَتِهِ) لَمَّا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَعِدَ الصَّفَا حَتَّى إِذَا نَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ قَامَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُو اللَّهَ) وَلَئِنْ الشَّاءَ وَالصَّلَاةُ يَفْعَلُ شَيْئَانِ عَلَى الدُّعَاءِ تَقَرُّبًا إِلَى الْإِبَاحَةِ كَمَا فِي غَيْرِهِ مِنَ الدُّعَوَاتِ. وَالرَّفْعُ سُنَّةُ الدُّعَاءِ. وَإِنَّمَا يَصْعَدُ بِقَدَرِ مَا يَصِيرُ الْبَيْتُ بِمَرَأَى مِنْهُ، لَأَنَّ الْإِسْتِقْبَالَ هُوَ الْمَقْصُودُ بِالصُّعُودِ، وَيَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا مِنْ أَيِّ بَابٍ شَاءَ. وَإِنَّمَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَابِ بَنِي مَخْرُومٍ، وَهُوَ الَّذِي يُسَمَّى بَابَ الصَّفَا لِأَنَّهُ كَانَ أَقْرَبَ الْأَبْوَابِ إِلَى الصَّفَا لَا أَنَّهُ سُنَّةٌ.

ترجمہ:

فرمایا: اس کے بعد وہ صفا پہاڑی کی جانب نکلے اور اس پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف منہ کرتے ہوئے بکیر و ہلیل پڑھے اور رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے ہوئے اپنی ضرورت کیلئے دعا مانگے۔ (یہ نیکو روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ صفا پر چڑھے تو آپ ﷺ نے بیت اللہ کو دیکھا اور آپ ﷺ نے قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی۔) (مسلم) لہذا آثار و درود ان دونوں کو دعا پر مقدم کیا جائے۔ اور دعا کی قبولیت قریب ہوتی ہے جس طرح دوسری دعاؤں میں ہوتا ہے۔ اور دعا میں ہاتھ اٹھانے سنت ہے۔ اور صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ اس کی نگاہوں میں ہو۔ (یہ نیکو صفا پر چڑھنے کا مقصد استقبال ہے۔ اور وہ صفا کی جانب جس دروازے سے چاہے نکلے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ اب مخروم سے نکلے۔ (طبرانی) اور اسی کو باب صفا کہا جاتا ہے۔ اور یہی دروازہ دوسرے دروازوں کی نسبت قریب ہے۔ اور اس لئے نہیں کہ یہ کوئی سنت (متواترہ) ہے۔

سعی کے دوران صفا سے کعبہ کو دیکھنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب (حج و عمرہ کے لئے) تشریف لائے اور مکہ میں داخل ہوئے تو حجر اسود کے پاس گئے اور اس کو بوسہ دیا، پھر خانہ کعبہ کا طواف کیا اس کے بعد نماز طواف پڑھ کر صفا کی طرف آئے اور اس پر چڑھے یہاں تک کہ جب خانہ کعبہ کی طرف نظر اٹھائی تو دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاے اور جس قدر چاہا اللہ کا ذکر (یعنی بکیر و ہلیل) کرتے رہے اور دعا مانگتے رہے۔ (ابوداؤد)

سعی کے وقت جب صفا پر چڑھا جائے تو وہاں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہئے اور پھر بکیر و ہلیل کرنے اور درود

پڑھنے کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی چاہئے۔

صفا اور مروہ کی سعی اور فتنی مذاہب اربعہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عمرہ دریاقت کرتے ہیں کہ اس آیت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طواف نہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں آپ نے فرمایا پیچھے چھ نہیں سمجھا کر یہ بیان مد نظر ہوتا تو ان لا یطوف بہما ہوتا۔ سنو آیت شریف کا شان نزول یہ ہے کہ مکمل (ایک جگہ کا نام ہے) کے پاس مناتہ تھا اسلئے کہ پہلے انصار اسے پوچھتے تھے اور جو اس کے نام ایک نیک پار کیا رہتا وہ صفا مروہ کے طواف کرنے میں حرج سمجھتا تھا اب بعد از اسلام ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صفا مروہ کے طواف کے حرج کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت اتری کہ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اسی کے بعد حضور علیہ السلام نے صفا مروہ کا طواف کیا اس لئے مستون ہو گیا اور کسی کو اس کے ترک کرنے کا جواز نہ رہا (بخاری مسلم)

ابو بکر بن عبد الرحمن نے جب یہ روایت سنی تو وہ کہنے لگے کہ بیٹک یہ علمی بات ہے میں نے تو اس سے پہلے ہی سنی تھی بعض اہل علم فرمایا کرتے تھے کہ انصار نے کہا تھا کہ میں بیت اللہ کے طواف کا حکم ہے صفا مروہ کے طواف کو جاہلیت کا کام جانتے تھے اور اسلام کی حالت میں اس سے بچتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی،

ابن عباس سے مروی ہے کہ دونوں پہاڑیوں کے درمیان بہت سے ریت تھے اور شیاطین رات بھر اس کے درمیان گھومتے رہتے تھے اسلام کے بعد لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں کے طواف کی بابت تھے اور شیاطین رات بھر اس کے درمیان گھومتے رہتے تھے اسلام کے بعد لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں کے طواف کی بابت مسئلہ دریافت کیا جس پر یہ آیت اتری "اساف" بت صفا پر تھا اور "نانکہ" مروہ پر، مشرک لوگ انہیں چھوئے اور پوچھتے تھے اسلام کے بعد لوگ اس سے الگ ہو گئے لیکن یہ آیت اتری جس سے یہاں کا طواف ثابت ہوا، سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ "اساف" اور "نانکہ" دوسرے دو ریت تھیں ان بدکاروں نے کعبہ میں نہ کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھر بنا دیا، قریش نے انہیں کعبہ کے باہر رکھ دیا تاکہ لوگوں کو ہجرت ہو لیکن کچھ زمانہ کے بعد ان کی عبادت شروع ہو گئی اور صفا مروہ پر لا کر نصب کر دئے گئے اور ان کا طواف شروع ہو گیا، مسلم صحیح کی ایک کپی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ شریف کا طواف کر چکے تو رکن کو چھو کر باب الصفا سے نکلے اور آیت تلاوت فرما رہے تھے پھر فرمایا میں بھی شروع کروں گا اس سے جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم شروع کرو اس سے جس سے اللہ نے شروع کیا یعنی صفا سے چل کر مروہ چلو۔ حضرت حبیبہ بنت جحزہ افراتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صفا مروہ کا طواف کرتے تھے لوگ آپ کے آگے آگے تھے اور آپ ان کے پیچھے تھے آپ قدرے دوڑ لگا رہے تھے اور اس کی وجہ سے آپ کا چہرہ آپ کے ٹخنوں کے درمیان ادھر ادھر ہو رہا تھا اور زبان سے فرماتے جاتے تھے لوگوں کو دوڑ کر چلو اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی لکھ دی ہے (مسند احمد)

اسی کی ہم معنی ایک روایت اور بھی ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے ان لوگوں کی جو صفا مروہ کی سعی کو کج کارکن جانتے ہیں جیسے

حضرت امام شافعی اور ان کے موافقین کا مذہب ہے، امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے۔

امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے، بعض اہل سنت واجب تو کہتے ہیں لیکن حج کارکن نہیں کہتے اگر عدا یا سہوا یا کوئی شخص اسے چھوڑ دے تو ایک جانور ذبح کرنا پڑے گا۔ امام احمد سے ایک روایت اسی طرح مروی ہے اور ایک اور جماعت بھی یہی کہتی ہے اور ایک قول میں یہ مستحب ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ ثوری، شعبی، اہلن بصرین یہی کہتے ہیں۔ حضرت انس ابن مالک اور ابن عباس سے بھی مروی ہے امام مالک سے عتیمہ کی بھی روایت ہے، ان کی دلیل آیت (فمن تطوع خیرا) ہے، لیکن پہلا قول ہی زیادہ رائج ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا مروہ کا طواف کیا اور فرمایا احکام حج مجھ سے لو، پس آپ نے اپنے اس حج میں جو کچھ کیا وہ واجب ہو گیا اس کا کرنا ضروری ہے، اگر کوئی کام کسی خاص دلیل سے واجب ہے ہٹ جائے تو اور بات ہے۔

آزاد خیال نام نہاد دسکالروں کے نزدیک سعی کفیل ہونے کا بیان:

جاوید غامدی لکھتا ہے۔ ان دو پہاڑیوں پر تھے اور صمان ان کی وجہ سے سعی کرنے سے بچا کر رہے تھے تو کعبہ میں تو 350 بت تھے وہاں تو مسلمانوں کا طواف کرنے سے کوئی بچکا ہٹ نہیں تھی۔ یہ محض قصہ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اصل بات یہ تھی کہ صفا اور مروہ کی سعی کے بارے میں یہود نے یہ پروپیگنڈہ کر رکھا تھا کہ یہ کوئی مناسک حج کی چیز ہے ہی نہیں۔ اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ مروہ حضرت اسماعیل کی قربان گاہ ہے اور یہود کے پورے لٹریچر میں اس چیز کو ہدف کی حیثیت حاصل ہے کہ حضرت اسماعیل اور حضرت ابراہیم کا تعلق مروہ یعنی کعبہ اور مکہ سے ثابت نہیں ہونا چاہیے تو وہ اس کا پروپیگنڈہ کرتے تھے۔ قرآن نے اسی کے ضمن میں اس کا ذکر کیا ہے۔ جہاں یہ آیت آئی ہے اس کے فوراً بعد بیان ہے کہ یہ یہود اللہ کے دین کی اس طرح کی خفیتوں کو چھپاتے ہیں اور چاہتے ہوئے چھپاتے ہیں، یہ اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں اس پر یہ سوال پیدا ہوا تو قرآن نے اس کا جواب یہ دیا کہ صفا اور مروہ کی سعی کوئی نئی چیز نہیں ہے یہ ایک خیر کا کام ہے، جو آدمی بھی حج وغیرہ کے لیے آئے وہ اپنی طرف سے کوئی خیر کا کام کرتا ہے تو بالکل ٹھیک کرتا ہے۔ "من تطوع خیرا فان الله شاكر عليم" کے الفاظ بالکل واضح ہیں کہ یہ ایک کفیل عبادت ہے۔ حضور نے یہ کفیل عبادت کی ہے ایسی ہی جیسے آپ نے بڑی باقاعدگی کے ساتھ فجر کی دو رکعتیں پڑھی ہیں فرسوں سے پہلے وہ وہ فجر کی دو رکعتیں آپ کے مسلسل پڑھنے کے باوجود بھی کفیل ہی رہی ہیں فرض میں ہو گئیں۔ تو یہ بھی سعی کفیل ہی ہے اگرچہ حضور سے اتنا ترکہ ساتھ ثابت ہے اور بڑی اچھی عبادت ہے کرنی چاہیے۔ لیکن یہ عمرہ یا حج کا راضی رکھ نہیں ہے، بس یہ بات ملحوظ رہے۔ آپ کی مکہ سے واپس حج کے بعد ہوئی ہے اس میں حضور نے سعی نہیں کی۔ بعض علما نے یہ سمجھا کہ شاید عمرہ سے واپسی کو حضور نے کافی سمجھا ہے حالانکہ آپ نے اپنے عمل سے یہ بتا دیا یعنی پہلے کر کے اور بعد میں نہ کر کے یہ کفیل عبادت ہے چاہے تو کر لیں اور چاہیں تو نہ کریں۔ (المود)

تاریخ اسلام کی پہلی صدی ہجری سے لیکر چودہ سو سال تک ائمہ و فقہاء جو صحیح معنوں میں قرآن و سنت کی تعلیمات کے پاس

ہیں۔ ان کی تعلیمات اور دولہا کے چاہا نہ تھا محنت کرتا چاہے عادی کا خاصہ ہے۔ کیونکہ اسلام کی تعلیمات کو بگاڑ کر پیش کرنے میں غامدی نے یہود و صابرائی سے ٹھیکہ کر لیا ہے۔

صفا مروہ کی سعی کرنے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ:

امام ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سندیک ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت عمرو بن دینار نے، کہا ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے بیت اللہ کا طواف عمرہ کے لیے کیا لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کی، کیا ایسا شخص (بیت اللہ کے طواف کے بعد) اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی، پھر صفا اور مروہ کی سعی کی اور تمہارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہتر یہ نمونہ ہے۔ (الازہاب: 21) (صحیح بخاری، رقم الحديث: ۳۹۵)

بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سعی کا حکم شریعت کے احکام میں سے ہے کیونکہ اس کو حکم شرعی بیان کرنے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قرآن مجید کی آیت پڑھی۔ غامدی صاحب لوگوں کو اختیار ٹھوٹی نہ دیں کہ جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ کیا صحابہ پر کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع غامدی کو راس نہیں ہے؟

میلین انخضرین کے درمیان دوڑنے کا بیان:

قَالَ (ثُمَّ يَسْحَطُ نَحْوَ الْمَرْوَةِ وَيَمْشِي عَلَى هَيْئَتِهِ "فَإِذَا بَلَغَ بَطْنُ الْوَادِي يَسْعَى بَيْنَ الْمَيْسَلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ سَعْيًا، ثُمَّ يَمْشِي عَلَى هَيْئَتِهِ حَتَّى يَأْتِيَ الْمَرْوَةَ فَيَصْعَدُ عَلَيْهَا وَيَقْعَلُ كَمَا قَعَلَ عَلَى الصَّفَا) لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَزَلَ مِنَ الصَّفَا وَجَعَلَ يَمْشِي نَحْوَ الْمَرْوَةِ وَسَعَى فِي بَطْنِ الْوَادِي، حَتَّى إِذَا خَرَجَ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي مَشَى حَتَّى صَعِدَ الْمَرْوَةَ وَطَافَ بَيْنَهُمَا سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ) قَالَ (وَهَذَا شَوْطٌ وَاحِدٌ).

ترجمہ:

فرمایا: اس کے بعد مروہ کی طرف اتر کر سکون کے ساتھ چلے۔ پھر جب وہ وادی بطن میں پہنچے تو وہ دونوں میلین انخضرین کے درمیان دوڑے اور پھر سکون کے ساتھ چلے۔ حتیٰ کہ مروہ پہنچ جائے۔ اور اس پر چڑھے اور اس پر وہی کرے جو کبکھاس نے صفا پر کیا تھا۔ کیونکہ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ صفا سے اتر کر مروہ کی جانب چلے گئے اور آپ ﷺ نے وادی بطن میں سعی فرمائی یہاں تک کہ جب آپ ﷺ وادی بطن سے نکلے تو آپ ﷺ چل کر مروہ پر چڑھے۔ (بخاری و مسلم) اور وہ ان دونوں کے درمیان سات چکر لگائے اور یہ ایک شوط ہے۔

صفا مروی کہ سنی و دعاؤں کا بیان:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب طہن صل پر بیٹھے (درمیان صفا مرویہ) تو یہ پڑھا، یعنی ملین اخضر بن کس پاس "اللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ وَأَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ"۔

حضرت ابن مسعود کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ صفا کے نیچے آئے تو یہ پڑھنے لگے: رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ۔ اے رب ہماری مغفرت فرما اور رحم فرما تو ہی عزت والا کریم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۰، ص ۷۱۷)

حضرت جابر کی ایک طویل حدیث جس میں آپ ﷺ کے حج کی تفصیل ہے کہ آپ ﷺ جب باب صفا کی طرف آئے تو آپ ﷺ نے پڑھا: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ اَبَدًا لَا يَمُوتَانِ اِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

پھر صفا پر چڑھے صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے اہم نشان ہے شروع کرتا ہوں اس سے جس سے اللہ نے شروع کیا۔ حضرت اسمٰئیلؑ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ سنی میں یہ پڑھ رہے تھے۔ رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ وَاهْدِنِي السَّبِيلَ الْاَقْوَمَ (الفصوحات، ج ۳، ص ۳۹) اے میرے رب ہماری مغفرت فرما اور رحم فرما اور درست راستے کی رہنمائی فرما۔

سنی کی ابتدا صفا سے جبکہ اختتام مروہ پر کرے:

قَبْطُوفٌ سَبْعَةُ اَشْوَاطٍ يَبْدَأُ بِالصَّفَا وَيَنْتَهِي بِالْمَرْوَةِ وَيَسْعَى فِي بَطْنِ الْوَادِي فِي كُلِّ شَوْطٍ لِمَا رَوَيْنَا، وَإِنَّمَا يَبْدَأُ بِالصَّفَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِيهِ (اَبَدًا وَلَا يَمُوتَانِ) اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بِهِ، ثُمَّ السَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاجِبٌ وَلَيْسَ بِرُكْنٍ۔

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اِنَّهُ رُكْنٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ عَلَيْكُمْ السَّعْيَ فَاَسْعَوْا)۔

وَكُنَّا قَوْلَهُ تَعَالٰى (فَلَا جَنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا) وَمِنْهُ يُسْتَعْمَلُ لِلْبَاحَةِ فَيَنْفِي الرُّكْنِيَّةَ وَالْبَاحَةَ اِلَّا اَنَّكَ عَدَلْنَا عَنْهُ فِي الْبَاحَةِ۔ وَلَآَنَّ الرُّكْنِيَّةَ لَا تَنْبَغُ اِلَّا بِدَلِيلٍ مَقْطُوعٍ بِهِ وَلَمْ يُوْجَدْ۔ ثُمَّ مَعْنَى مَا رَوَى حَكِيمٌ اسْتِجَابًا كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى (حُجِّبْ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدُكُمْ الْمَوْتُ) (الآيَةِ)۔

ترجمہ:

لہذا وہ سات اشواط پورے کرے۔ وہ صفا سے ابتدا کرے اور مروہ پر ختم کرے۔ اور شوط کرتے وقت وہ وادی طہن میں سنی

کرے۔ اسی حدیث کی بناء پر جو ہم نے روایت کی ہے۔ اور صفا سے شروع کرنے کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اسی سے شروع کرے جس سے اللہ نے شروع کیا ہے۔ اور صفا اور مروہ کے درمیان سنی کرنا واجب ہے۔ اور رکن نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ سنی رکن ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سنی کو لکھ دیا ہے لہذا تم سنی کرو۔ (طہرائی، حاکم، دارقطنی)

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حج یا عمرہ کرنے والے پر کوئی حرج نہیں کہ وہ صفا مروہ کا طواف کرے۔ یہ کلام اہانت میں استعمال ہوا کرتا ہے۔ لہذا اس رکنیت کو جو دوں ختم ہو جائیں گے۔ البتہ ہم نے وجہ میں اس کے شروع کیا تاکہ اس کی رکنیت ثابت نہ ہو سوسے دلیل قطعی کے۔ حالانکہ ایسی دلیل نہیں پائی گئی۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی پیش کردہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ مستحب ہوتا لکھ دیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان "حُجِّبْ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدُكُمْ الْمَوْتُ" میں ہے۔

صفا مروی کہ سنی کے درمیان تیز چلنے کا بیان:

اس کے دلائل میں سابقہ عبارت کی شرح میں مذاہب اربعہ ہم بیان کر چکے ہیں وہاں مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ البتہ صفا مروہ خواتین سے متعلق سنی میں حدیث نقل کر رہے ہیں۔

حضرت منیہ بنت شداد کہتی ہیں کہ ابوجراہ کی بیٹی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں قریش کی عورتوں کے ساتھ آل ابوسن کے گھر گئی تاکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفا اور مروہ کے درمیان سنی کرتے ہوئے دیکھیں (اور اس طرح ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال پاکمال سے شرف اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل و برکت سے مستفید ہوں) چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفا اور مروہ کے درمیان اس طرح سنی کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہ بند سنی دوڑنے میں تیزی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروں کے گرد گھوم رہا تھا، نیز میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے کہ سب لوگ سنی کر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سنی کو لکھ دیا ہے، (شرح السنہ) اس روایت کو احمد نے بھی کی بیشی کے ساتھ نقل کیا ہے۔

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سات مرتبہ چکر لگانے کو سنی کہتے ہیں کہ جو جگہ ایک اکہم رکن ہے صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اب باقی نہیں رہی ہیں دونوں کٹ کر ختم ہو گئی ہیں صرف ان کی نگاہیں متعین ہیں جہاں چند بڑے چٹان باندی گئی ہیں، دونوں میں آپس کا فاصلہ تقریباً دو ہزار فٹ کا لگ کا ہے۔ یہ بھی پہلے بتایا جا چکا ہے یہ سنی درحقیقت حضرت جابر علیہ السلام کی اس بھگ دوڑ اور اضطراب کی یادگار ہے جس میں وہ اپنے شیرخوار بچے حضرت اسماعیل کی پیاس بجھانے کے لیے پانی کی تلاش میں ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان جھلا ہوئی تھیں، اس کے بعد اللہ نے زمزم شریف پیدا فرمایا تھا، اسلام سے قبل عربوں نے ان دونوں پہاڑیوں پر ایک ایک بت رکھ دیا تھا۔ صفا کے بت کا نام ابہانف تھا اور مروہ کے بت کا نام ناکھ تھا۔ صفا کی پہاڑی جبل ابوقیس کے

دائیں میں تھی وہیں سے کسی شروع کی جاتی ہے، صفادورود کے درمیان وہ راستہ جس پر کسی کی جاتی ہے اور جسے کسی کہتے ہیں بیت اللہ کے شرقی جانب ہے، یہ پہلے مسجد حرام سے باہر تھا، اب اس کے ساتھ ہی شامل کر دیا گیا ہے۔

حدیث کے الفاظ فان الله كعب عليكم السعي کے معنی حضرت شافعی تو یہ مراد لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کسی کو فرض کیا ہے، چنانچہ ان کے نزدیک صفادورود کے درمیان فرض سعي ہے اگر کوئی شخص کسی نہیں کرے گا تو اس کا حج باطل ہو جائے گا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں چونکہ کسی فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے اس لئے وہ اس جملہ کے یہ معنی مراد لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کسی کو واجب کیا ہے۔ حنفی مسلک کے مطابق اگر کوئی شخص سعي ترک کرے تو اس پر دم یعنی ذبیہ وغیرہ ذبح کرنا واجب ہو جاتا ہے حج باطل نہیں ہوتا۔

سعی کرنے کے بعد حالت احرام میں مکہ مقیم رہے:

قَالَ (ثُمَّ يُقِيمُ بِمَكَّةَ حَرَامًا) لِأَنَّهُ مُحَرَّمٌ بِالْحَجِّ فَلَا يَتَحَلَّلُ قَبْلَ الْإِتْيَانِ بِأَفْعَالِهِ ، قَالَ (وَيَطُوفُ بِالنَّبِيِّ كَلِمًا بَدَلًا) لِأَنَّهُ يُغَيِّبُ الصَّلَاةَ . قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الطَّوْفُ بِالنَّبِيِّ صَلَاةٌ . وَالصَّلَاةُ خَيْرٌ مَوْضُوعٍ ، فَكَلِمَا الطَّوْفُ) لِأَنَّهُ لَا يَسْمَعُ غَوِيْبَهُ هَذِهِ الْأَطْوَفَةُ فِي هَذِهِ الْمَدِينَةِ لِأَنَّ السَّعْيَ لَا يَجِبُ فِيهِ إِلَّا مَرَّةً . وَالتَّنْفُلُ بِالسَّعْيِ غَيْرُ مَشْرُوعٍ . وَيُصَلِّي لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكَعَتَيْنِ ، وَهِيَ رَكَعَتَا الطَّوْفِ عَلَى مَا بَيَّنَّا .

ترجمہ:

اس کے بعد وہ احرام کی حالت میں مکہ میں ٹھہرے کیونکہ وہ حج کرنے والا عمر ہے لہذا وہ حج کے منسک کرنے سے پہلے حلال نہیں ہوگا اور جتنی بار اس کا دل چاہے وہ طواف کرے۔ کیونکہ طواف نماز کے مشابہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیت اللہ کا طواف کرنا نماز ہے۔ اور نماز نیکی کیسے بنائی گئی ہے لہذا اسی طرح طواف بھی نیکی کیلئے بنایا گیا ہے۔ (ابن حبان بر ترمذی طبرانی) ہاں البتہ اس دوران نفل طواف کرنے کے بعد کسی نہیں کرے گا۔ کیونکہ ایک مرتبہ سعي کرنا حج واجب ہے۔ بطور نفل کے سعي کرنا مشروع نہیں ہے اور ہر سات پھر لگانے کے بعد یہ دو رکعت نماز پڑھے اور یہ طواف کی دو رکعتیں ہیں اسی دلیل کی وجہ سے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔

نماز و طواف میں مماثلت کا فقہی بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنا نماز کی مانند ہے اگرچہ تم اس میں کلام نہ کرتے ہو لہذا جو شخص طواف میں کلام کرے تو وہ لغو لائینی اوقات پر بند ہو گا مگر نہ ہو بلکہ نیک کلام ہی کرے۔ (ترمذی، نسائی، دارمی) اور امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ کچھ لوگ اس روایت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف کرتے ہیں

یعنی یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

نماز و طواف میں مماثلت کا تعلق ثواب سے ہے کہ جیسے نماز کا ثواب بہت زیادہ ہے ویسے ہی خانہ کعبہ کا طواف بھی کثیر ثواب حاصل ہے۔ البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ جس طرح نماز میں بات چیت اور کلام مفید ہے۔ اس طرح طواف میں کلام مفید نہیں ہے۔ لہذا حدیث کی مراد یہ ظاہر کرتا ہے کہ کلام اور جو چیزیں کہ کلام کے حکم میں آتی ہیں جیسے کھانا پینا اور افلاں کثیرہ وغیرہ طواف کے لئے مفید نہیں ہیں۔

حدیث کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ نماز اور طواف دونوں یکساں ہیں کیونکہ ایک فرق تو خود حدیث نے بتا دیا ہے اس کے علاوہ بھی بعض چیزیں ایسی ہیں جو دونوں کے ظاہری فرق کو واضح کرتی ہیں، مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی طرح نماز میں استقبال قبلہ اور وقت شرط ہے اسی طرح طواف میں قبلہ رو ہونا اور کسی خاص وقت کا متین ہونا شرط نہیں ہے۔

اسی طرح نماز کی اور شرطیں جیسے طہارت، ھتفہ اور رکوع اور ستر کا چھپنا ہونا، اگرچہ امام شافعی کے نزدیک طواف کے لئے اسی درجہ ہیں جس درجہ میں نماز کے لئے ہیں جس طرح یہ چیزیں نماز کی شرائط میں سے ہیں کہ ان کا بغیر نماز ادا ہی نہیں ہوتی اسی طرح طواف کے لئے بھی شرط ہیں لیکن حنیفہ کے ہاں یہ چیزیں طواف کے لئے صرف واجب کے درجہ میں ہیں شرط نہیں۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ طواف کرنا نماز کی مانند ہے، سے یہ لازم نہیں آتا کہ طواف بغیر نماز کے درجہ کا عمل ہو جائے، بلکہ طواف کو نماز کی مانند کہا خود اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ نماز طواف سے افضل ہے۔

طواف وسیعی کے کہہ میں حالت احرام میں قیام کرنے کا بیان:

علامہ بدرالدین عینی رضی اللہ عنہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف کا یہ لکھنا کہ وہ طواف وسیعی کرنے کے بعد مکہ میں احرام کی حالت میں ٹھہرے۔ اصل میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چچہ الوداع کے موقع ہم میں سے بعض حج والے تھے اور بعض عمرے والے تھے اور میں عمرے والوں میں سے تھا اور میں ذوالحجہ کی چوتھی تاریخ کی صبح کو مکہ میں داخل ہوا۔ جب میں ہم نے طواف وسیعی کر لی تو آپ ﷺ نے میں حکم دیا کہ حج والوں کے ساتھ حلال ہو جائیں تو ہم حلال ہوئے۔ اور ہم جماع کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں تھے جب لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کرتے تھے۔ جبکہ بعد میں اس طرح یہ حکم نہ رہا۔ (اللبانہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۹۰، ۹۱، حقاہی، لبنان)

سات چکروں کے بعد نماز پڑھنے میں مذہب فقہاء:

علامہ بدرالدین عینی رضی اللہ عنہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہر سات چکروں کا ایک طواف ہے۔ اور اس کے بعد نماز پڑھنے میں اختلاف ہے

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے کہ وہ دو طوافوں کو جمع کرے اور پھر دو رکعتیں پڑھے۔ امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے لیکن امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک وتر یعنی عین، پانچ یا سات سے پھرے والا ہے۔

حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک دو طوافوں کو جمع کرنا مکروہ ہے۔ اور امام مالک علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک دو طوافوں کے درمیان دو رکعتوں کے ساتھ فصل کرنا افضل ہے۔

(الہدایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۹۱، مضافہ بکلیان)

حنابلہ و اہل طحاویہ کے نزدیک فتح حج کا بیان:

علامہ ابن حاتم علیہ الرحمہ لکھتے ہیں صاحب ہدایہ نے حالت احرام میں مکہ میں پھرے کر بیان اس لئے کیا ہے کہ اس طرح حرم حج جہاں سے حلال نہ ہوگا۔ جسکاس میں حنابلہ اور اہل طحاویہ اور امام اہل حدیث نے اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ حج کا فتح کرنے میں کہ جب کوئی شخص عمرے کی طرف سے طواف قدم کرے۔ اور یہ نہ ہرے کہ ان کے نزدیک یہ واجب ہے۔

اور بعض حنابلہ نے کہا ہے کہ ہم اللہ کے ہاں حاضر ہیں اور یہ شک اگر ہم حج کے ساتھ حرم ہوئے تو آپس اس کو عمرے کی طرف فتح کرنا قادیہ ادا کریں اور حضرت براہ، ابن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اوز آپ ﷺ کے اصحاب لکھے تو ہم نے حج کا احرام بندھا جس جب ہم مکہ میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو عمرہ بنا لو۔ تو لوگوں نے عرض کیا یہ رسول اللہ ﷺ ہم نے حج کا احرام باندھا ہے اس کو عمرہ کس طرح بنا سکیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس میں غور کرو جو میں نے تم کو حکم دیا ہے۔ تو انہوں نے اسی طرح کیا۔ اور دوسرا قول پر بولنے تو آپ نے تاریخ کی کا اظہار کیا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے آپ ﷺ کے چہرے پر تاریکی کے اثر دیکھے تو کہا جس نے آپ کو تاریکی کیا اس کو اللہ ناراض کرے۔

حج فتح کر کے عمرہ کرنے کے بیان میں اختلاف:

جو کوئی بھی حج یا عمرہ کا احرام بندھ لے اور تب تک کہ اس پر حج اور عمرہ مکمل کرنا واجب ہو جاتا ہے چاہے وہ حج اور عمرہ نفل ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو)۔

اور جس نے بھی احرام کی نیت کر لی اور بغیر کسی شرعی عذر کے حج یا عمرہ مکمل نہ کیا وہ ایک موعود کا مکرکب ہوا ہے۔

ہے: جب کسی نے احرام کی چادر پہن لی لیکن حج یا عمرہ کی نیت نہیں کی اور تب تک نہیں کہا اسے اختیار ہے چاہے تو وہ حج یا عمرہ کی نیت کرے اور اگر چاہے تو اسے متوشع کر دے، اور اگر وہ قرینہ ہے یا فرض عمرہ ادا کر چکا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں، لیکن اگر اس نے حج یا عمرہ کی نیت کر لی اور تب تک کہ لیا ہو تو پھر اسے فتح کرنے کا حق نہیں رہتا بلکہ اس نے جس چیز کا بھی احرام باندھا ہے اسے شرعی طریقہ پر مکمل کرنا واجب ہوگا۔

میکونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو)۔ اور اس طرح آپ کے لیے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ:

جب مسلمان شخص نیت کرے کہ حج یا عمرہ کے احرام میں داخل ہو جائے تو اسے شتم کرنے کا حق نہیں بلکہ جس چیز کو شروع کر چکا ہے اس پر وجہ بالا آیت کی بنا پر مکمل کرنا واجب ہے، لیکن اگر اس نے احرام باندھنے سے قبل شرط لگا لی ہو اور اسے کوئی مانع پیش آجائے جس کا اسے خدشہ تھا تو پھر وہ احرام سے حلال ہو سکتا ہے۔

کیونکہ جب ضابطہ بنت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ کیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حج کرنا چاہتی ہوں لیکن بیمار ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

تم حج کا احرام باندھ لو اور یہ شرط رکھو کہ جہاں میں روک دی جاؤں وہیں میرے حلال ہونے کی جگہ ہے۔ اسے امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

تو اس بنا پر آپ نے جو عمرہ ادا کیا یہ وہ اس عمرہ کے بدلے میں ہوگا جس کا احرام آپ نے پہلی بار باندھا تھا۔ اور آپ نے جو کچھ ان ایام میں احرام کے موعود کام کیے ہیں وہ حلال ہیں کیونکہ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ آپ کا یہ عمرہ کی نیت کرنے کے بعد احرام سے قطع کرنا حرام ہے۔

اس کا عمل صحیح نہیں، کیونکہ جب انسان عمرہ یا حج میں داخل ہو جائے تو اس پر کسی سبب کے بغیر فتح کرنا حرام ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور تم اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو، اور اگر تم روک دیے جاؤ تو جو قرنی میسر ہو وہ یہ دو

تو اس صورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے لیے پر اللہ تعالیٰ سے توبہ یا استغفار کرے، اور اس کا عمرہ صحیح ہے اگر چاہے نے عمرہ کو دیا تھا لیکن عمرہ فتح نہیں ہوتا، بلکہ یہ حج کے خصائص میں سے ہے، اور حج کے عجیب و غریب خصائص ہیں جو کسی دوسری چیز میں نہیں پائے جاتے لہذا جب حج کو باطل اور ترک کرنے کی نیت کریں تو وہ باطل نہیں ہوتا، لیکن جب آپ دوسری عبادت کو چھوڑنے کی نیت کر لیں تو وہ باطل ہو جاتی ہیں۔

لہذا اگر کوئی روزے کے داخل ضرر یا روزہ چھوڑنے کی نیت کرتا ہے تو اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی شخص وضوء کے درمیان وضوء باطل کرنے کی نیت کرتا ہے تو اس کا وضوء باطل ہو جائے گا۔

اور اگر کوئی عمرہ ادا کرنے والا شخص عمرہ کی نیت کرنے کے بعد عمرہ باطل کرنے کی نیت کرتا ہے تو وہ باطل نہیں ہوگا، یا پھر کوئی شخص حج شروع کرنے کے بعد حج کو باطل کرنے کی نیت کرے تو اس کا حج باطل نہیں ہوگا۔

اس لیے علماء کرام کا کہنا ہے کہ: نسک (حج اور عمرہ) چھوڑنے سے نہیں چھوڑنا تو اس بنا پر ہم یہ کہیں گے کہ: اس صورت سے جب احرام کی نیت کر لی تھی تو عمرہ مکمل کرنے تک یہ احرام کی حالت میں ہی تھی، اور اس کا نیت فتح کرنا مؤثر نہیں ہوگا، بلکہ وہ اپنی نیت پر باقی رہے گی۔

اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ: عورت کے بارہ میں ہم یہ کہیں گے، اس کا عمر صحیح ہے، اور اسے چاہیے کہ وہ آنکھ اور ازم کو چھوڑنے والا کام دوبارہ نہ کرے، کیونکہ اگر اس نے احرام کو چھوڑا تو وہ اس سے بیلاصلی نہیں پاسکتی گی۔

اور اس نے جو احرام کے منوعہ کام کا ارتکاب کیا ہے مثلاً ہم فرض کرتے ہیں کہ اس کے خاندانے اس سے جماعت کر لی تو حج عمرہ میں جماعت کا سب سے بڑی ممنوعہ چیز ہے، اور اس عورت کے ذمہ کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ وہ اس سے جاصلی نہیں اور جہالت کی بنا پر یا بھول کر یا جس پر جبر کیا گیا ہو اس کا کسی ممنوعہ چیز کا ارتکاب کرنے والے شخص پر کچھ لازم نہیں آتا۔

حج فتح کر کے عمرہ کرنے کے بارے میں احادیث کا بیان:

ام بخاری عبید الرحمن اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بتی سے ایک روایت میں ہے کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے چلے اور میں صرف حج کا خیال تھا (یعنی حج کا احرام باندھا تھا) پھر جب ہم مکہ پہنچے اور کعبہ کا طواف کر چکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس کے ساتھ قربانی نہیں وہ (حج کے) احرام سے باہر ہو جائے پس جن لوگوں کے پاس قربانی نہیں تھی وہ احرام سے باہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس بھی قربانی نہیں تھی لہذا وہ احرام سے باہر ہو گئیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا قربانی ہیں کہ میں حاضر ہو جانے کی وجہ سے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی جب ٹھیک کی رات آئی تو میں نے کہا یا رسول اللہ! لوگ تو عمرہ اور حج دونوں کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو جب مکہ کی آبی تھی تو طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے بھائی کے ساتھ پیچھے نکلا، وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ لے پھر عمرہ سے فارغ ہو کر کھان چکے ہیں۔ ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اپنے آپ کو ترسب کا روکنے والا سمجھتی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، کچھ کیا تم نے قربانی والے دن طواف نہیں کیا؟ صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کبھی حج نہیں چلو۔ حدیث نمبر: 791 حدیث نمبر: 792

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بتی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع کے سال (مکہ کی طرف) چلے تو ہم تم سے بعض لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض لوگوں نے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھا تھا اور بعض لوگوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا وہ احرام سے باہر نہیں ہوا، یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (اپنی خلافت میں) حج اور عمرہ کے اکٹھا کرنے سے منع کرتے تھے چنانچہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو حج و عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا اور کہا کبھی عمرہ و حج (یعنی قرآن کیا) اور کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کسی کے کہنے سے ترک نہیں کر سکتا۔ حدیث نمبر: 793

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (دور جاہلیت میں) لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کو تمام دنیا کی برائیوں

سے بڑھ کر اور وہ لوگ ماہ محرم کو ماہ صفر قرار دے لیتے تھے اور کہتے تھے کہ جب اونٹ کی پیٹھ کا زخم (جو سفر حج میں اس پر کیا و باندھنے سے آنکڑ آتا ہے) اچھا ہو جائے اور شتان بالکل مٹ جائے اور صفر گزر جائے تو اس وقت عمرہ حلال ہے اس شخص کے لیے جو عمرہ کرنا چاہے۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ذی النجود کی چوتھی تاریخ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے مکہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس احرام کو (توڑ کر اس کی بجائے) عمرہ (کا احرام) کر لیں پس یہ بات ان لوگوں کو بری معلوم ہوئی اور وہ لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! کون سی بات احرام سے باہر ہونے کی کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب جائیں۔ (حدیث نمبر: 794)

ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا بتی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کر کے احرام سے باہر نہیں ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بال جمائے اور اپنی قربانی کے گلے میں بار ڈال دیا، لہذا میں جب تک قربانی نہ کروں احرام سے باہر نہیں آ سکتا۔ (حدیث نمبر: 795)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے حج کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا کہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسے حکم دیا کہ تم عطیمان سے حج کر۔ اس آدمی نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ حج بھی عمرہ ہے اور عمرہ بھی مقبول ہے۔ پس میں نے یہ خواب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے (حقوق کے)۔ حدیث نمبر: 796

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ قربانی لے گئے تھے اور سب صحابہ نے حج مفرد کا احرام باندھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم لوگ کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے احرام سے باہر آ جاؤ اور بال کتراؤ والو پھر احرام سے باہر رو کھڑے رہو یہاں تک کہ جب آنکھوں میں تاریخ ہو تو لوگ حج کا احرام باندھ لیتا اور احرام جس کے ساتھ تم آئے ہو اس کو تنج کر دو۔ صحابہ نے عرض کی کہ ہم اس کو تنج کریں حالانکہ ہم حج کا نام لے چکے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ میں تم کو حکم دیتا ہوں وہی کرو اگر میں قربانی نہ دیتا ہوتا تو میں بھی ویسا ہی کرتا جس طرح تم کو حکم دیتا ہوں لیکن اب مجھ سے احرام ٹیکھو نہیں ہو سکتا جب کہ قربانی اپنی اپنی قربان کا ہر ہونے لگی ہے۔ (بخاری، شریف، حدیث نمبر: 797 کتاب الحج)

حج فتح کر کے عمرہ کرنے کی جماعت کا بیان:

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت سلیم بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابودریش اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے حج کی نیت کی اور پھر اس کو فتح کر کے عمرہ میں بدل دیا تو یہ درست نہ ہوگا بلکہ یہ امر ان لوگوں کے لیے خاص تھا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

مِنَ الصَّلَاةِ يَعْرِفَاتٍ وَالْوُقُوفَ وَالْبِصَافَةَ وَالْحَاصِلُ أَنَّ فِي الْحُجَّ ثَلَاثَ خُطَبٍ :
أَوَّلُهَا مَا ذَكَرْنَا ، وَالثَّانِيَةَ يَعْرِفَاتٍ يَوْمَ عَرَفَةَ ، وَالثَّالِثَةَ يَمْنَى فِي يَوْمِ الْحَادِي عَشَرَ ،
فَيَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ خُطْبَتَيْنِ يَوْمٌ . وَقَالَ زَكَرِيَّا رَحِمَهُ اللَّهُ : يَخْطُبُ فِي ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مَثَلِهَا
أَوَّلُهَا يَوْمَ التَّرْوِيَةِ لِأَنَّهَا أَيَّامُ الْمُؤَسِّمِ وَمَجْتَمَعِ الْحَاجِّ . وَلَكِنَّا أَنْ الْمَقْصُودُ مِنْهَا التَّعْلِيمُ
وَيَوْمَ التَّرْوِيَةِ وَيَوْمَ النَّحْوِ يَوْمًا اشْتِغَالًا ، فَكَانَ مَا ذَكَرْنَاهُ أَنْفَعُ وَفِي الْقُلُوبِ أَنْجَعُ

ترجمہ:

فرمایا: یوم ترویہ سے ایک دن پہلے خطیب لوگوں کو خطبہ دے اور اس میں لوگوں کو نئی کی طرف نکلنے اور عرفات میں نماز اور
وقوف اور وہاں سے روانگی کے احکام سکھائے۔ الحاصل یہ کہ حج میں تین خطبات ہیں۔ پہلا خطبہ منیٰ ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے اور
دوسرا خطبہ عرفہ کے دن میدان عرفات میں ہے اور تیسرا خطبہ یہ رہ تاریخ کو نئی منیٰ ہے۔ لہذا وہاں ہر دو خطبوں کے درمیان ایک دن کا
فاصلہ رکھے۔

حضرت امام زعفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ مسلسل تین خطبات پڑھے۔ اور وہ پہلا خطبہ ترویہ کے دن دے گا کیونکہ یہ دن حج اور
الحج کے خاص ایام ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ان خطبات سے مقصد حج کے افعال کی تعلیم ہے اور ترویہ کا دن اور عمر کا دن
مصرورت کے دن ہیں۔ لہذا جو ہم نے ذکر کر دیا ہے وہی زیادہ نفع بخش اور لوگوں میں اثر کرنے والا ہے۔

شرح

امام نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں منیٰ میں چار خطبات ارشاد فرمائے جیسا کہ امام نووی شرح مسلم میں لکھتے
ہیں کہ ہمارے نزدیک چار خطبات ہیں: پہلا کہ مکہ کے بعد کے نزدیک ذوالحجہ کے ساتویں دن، دوسرا مسجد عمرہ میں عرفہ کے دن، تیسرا
منیٰ میں حجر کے دن، چوتھا ایام تشریق کے دوسرے دن منیٰ میں۔ (مسلم شرح نووی، کتاب الحج)

ساتویں دن سے متعلق امام تہجدی سنن الکبریٰ میں ابن عمرؓ کا یہ فرمان ذکر کرتے ہیں: کما قال رسول الله ﷺ إذا كان قبل
التروية خطب الناس فأخبرهم بمناسكهم (تہجدی)

(رسول اللہ ﷺ نے یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) سے پہلے (سات ذوالحجہ) لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں ان کو ان کے
مناسک کے بارے میں خبر دی۔

عرفات میں وقوف کا حکم:

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ قریش اور وہ لوگ جو قریش کے طریقہ کے پابند تھے عز ولفہ میں قیام کرتے
تھے اور قریش کو جس یعنی بہادر و شجاع کہا جاتا تھا۔ (قریش کے علاوہ) اور تمام اہل عرب میدان عرفات میں وقوف کرتے تھے، لیکن

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا حج مکہ
کرنا ہمارے لیے خاص ہے یا ہمارے بعد کے لوگوں کے لیے بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صرف تم لوگوں کے
لیے خاص ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الحج)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال کی توجیہ:

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابوالفضلؓ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباسؓ سے کہا کہ
آپ کا کیا خیال ہے طواف میں تین بار مل کر اور چار بار چنانہ سنت ہے؟ اس لئے کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ وہ سنت ہے۔
انہوں نے کہا کہ وہ ہے بھی کچھ تو بھی ہیں۔ میں نے پوچھا اس کا کیا مطلب کہ انہوں نے حج کو لا اور جھوٹ کہا؟ انہوں نے کہا کہ
رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے تو مشرکوں نے کہا کہ محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب بیت اللہ شریف کا طواف طواف
اور لاغری و کثوری کے سبب نہیں کر سکتے اور وہ آپ ﷺ سے حد کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تین بار مل کر کریں اور چار
عادت کے موافق چلیں۔ پھر میں نے کہا کہ ہمیں صفا اور مردہ کے درمیان میں سوار ہو کر سنی کرنے کے بارے میں بتائیے کہ کیا
سنت ہے؟ کیونکہ آپ کے لوگ اسے سنت کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ ہے بھی کچھ تو بھی ہیں اور جھوٹ بھی۔ میں نے کہا کہ ان کا
مطلب؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے تو لوگوں کی بھیڑ ایسی ہوئی کہ کوٹاری عورتیں تک باہر
آئیں اور لوگ کہنے لگے کہ یہ محمد ﷺ ہیں یہ محمد ﷺ ہیں اور رسول اللہ ﷺ (کی خوش فہمی ایسی تھی کہ آپ ﷺ کے آگے لوگ
مارے نہ جاتے تھے) یعنی بونچو، جیسے امرائے دنیا کے واسطے ہوتی ہے، ویسی آپ ﷺ کے لئے نہ ہوتی تھی) پھر جب لوگ
بڑی بھیڑ ہوئی تو آپ ﷺ سوار ہو گئے اور پیدل ہی کرنا افضل ہے (صحیح مسلم، ۲۹۵)

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ القاطع کے بظاہر تقاض میں فقہاء نے کہا ہے کہ روئے کے
سنت ہونے کا مقام یہ ہے جس طرح کفار کو اس وقت دیکھنا مقصود تھا۔ اب کافروں میں وہ دیکھنے کا خیال نہیں ہے۔ تاہم سنت کا
جگہ پر موجود ہے جس طرح ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف بیان کر آئے ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ نے عمل کر دیا
ہمارے سنت بن گیا۔

سوار ہو کر طواف کرنے کا بیان:

حضرت سیدنا جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی اونٹنی پر بیت اللہ کا طواف کیا اور حجر اسود کو اپنی چمڑا
سے چھوتے تھے۔ (سوارا لے ہوئے) تاکہ لوگ آپ کو دیکھیں اور آپ اونچے ہو جائیں اور آپ ﷺ سے مسائل پوچھ سکیں
لئے کہ لوگوں نے آپ ﷺ کو بہت گھیرا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم)

سات ذوالحجہ کو امام کے خطبہ پڑھنے کا بیان:

قَالَ (لِإِذَا كَانَ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ يَوْمَ حَطَبِ الْإِمَامِ خُطْبَةً يَعْلَمُ فِيهَا النَّاسُ الْخُرُوجَ إِلَى

جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ میدان عرفات میں آئیں وہاں وقوف کریں اور پھر وہاں سے واپس ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد- اَمَّا بَعْدُ (ہم البعضوا من حیث الافاض الناس)۔ پھر جہاں سے لوگوں کو واپس ہوتے ہیں وہیں سے تم بھی واپس ہو۔ کے یکجہتی معنی ہیں۔ (بخاری و مسلم)

مزدلفہ حدود حرم میں واقع ہے، جب کہ عرفات حرم سے باہر ہے۔ چنانچہ قریش اور ان کے حواری دوسرے لوگوں کو پہاڑ برتری اور ذوق جتانے کے لئے مزدلفہ میں وقوف کیا کرتے تھے اور کتبے کے تمام اہل اہل اند ہیں اور اللہ کے حرم کے باشندہ ہیں اس لئے ہم حرم سے باہر وقوف نہیں کر سکتے قریش کے علاوہ اقوام اہل عرب قاعدہ کے مطابق میدان عرفات ہی میں قیام کرتے تھے چنانچہ جب اسلام کی روشنی نے طبقاتی اور اوچ نیچ کی تاریکیوں کو ختم کر دیا اور قبیلہ و ذات کے دنیاوی فرق و امتیاز کو مٹا دیا تو یہ بھی گمایا کہ جس طرح تمام لوگ میدان عرفات میں وقوف کرتے ہیں اسی طرح قریش بھی میدان عرفات ہی میں وقوف کریں اور اس طرح اپنے درمیان امتیاز و ذوقیت کی کوئی دیوار کھڑی نہ کریں۔

ترویہ کے دن صبح کی نماز کے بعد مٹی میں آنے کا حکم:

(فَإِذَا صَلَّى الْفَجْرُ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ بِمَكَّةَ خَرَجَ إِلَى مِثَى فَيَقِيمُ بِهَا حَتَّى يُصَلِّيَ الْفَجْرَ مِنْ يَوْمٍ عَرَفَةَ) "لَمَّا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَّى الْفَجْرُ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ بِمَكَّةَ ، فَلَمَّا طَلَعَتِ الشَّمْسُ رَاحَ إِلَى مِثَى فَصَلَّى بَيْنَى الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْفَجْرَ ثُمَّ رَاحَ إِلَى عَرَفَاتٍ) (وَلَوْ بَاتَ بِمَكَّةَ لَكَلَّةٌ عَرَفَةَ وَصَلَّى بِهَا الْفَجْرَ ثُمَّ عَدَا إِلَى عَرَفَاتٍ وَمَرَّ بَيْنَى أَجْزَاهُ لِأَنَّهُ لَا يَتَعَلَّقُ بَيْنِي فِي هَذَا الْيَوْمِ إِقَامَةُ نُسْلِكَ ، وَلَكِنَّهُ أَسَاءَ بِتَوَكُّرِهِ الْإِقْفَاءَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:

جب وہ یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کو مکہ میں صبح کی نماز پڑھ لے تو وہ مٹی کی طرف روانہ ہو جائے اور یوم عرفہ (نو ذوالحجہ) کی صبح کی نماز پڑھ لینے تک وہیں قیام کرے گا۔ کیونکہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آٹھ ذوالحجہ کو فجر کی نماز مکہ میں پڑھی اور اس کے بعد جب سورج نکلا تو آپ ﷺ مٹی کی طرف روانہ ہوئے اور مٹی میں ٹھہرے، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی اس کے بعد عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اگر گرج کرنے والے نے عرفہ کی رات مکہ میں گزار لی۔ اور مکہ میں صبح کی نماز پڑھتے ہیں صبح عرفات کو روانہ ہوا اور مٹی سے صرف گزر گیا تو اس بھی قیامت کرنے والا ہے۔ کیونکہ یہ دن مٹی میں کسی مناسک ج سے متعلق نہیں ہے۔ البتہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کو ترک کرنے کی وجہ سے برا کیا ہے۔

مٹی میں نمازیں پڑھنے اور وقوف کی فضیلت کا بیان:

امام ابن ماجہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آٹھ ذی الحجہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھہرے، عصر، مغرب عشاء اور فجر مٹی میں ادا کی پھر عرفات کی طرف چلے آئے۔

حضرت ابن عباس نے چنانچہ نمازیں مٹی میں ادا کر کے پھر ان کو خبر دیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ سیدہ عائشہ سے مروی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ایک گھر نہ بنا دیں مٹی میں۔ آپ نے فرمایا نہیں! مٹی میں جو آگ بجھ جائے اسی کا ٹھکانہ (مک) ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

حضور اکرم ﷺ کے عہد ادا کر چکنے کے بعد دوسرے لوگ جو قربانی کا جانور سناٹھ نہیں لائے تھے احرام کو چلے، اس وقت حضرت علیؓ نے بھی اسے کہہ کر شریف لائے، انہوں نے حضرت فاطمہؓ کو کپڑوں میں بلبوس دیکھا تو اسے اچھا نہیں سمجھا، حضرت فاطمہؓ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے حکم سے یہ لباس پہنا ہے جس پر حضرت علیؓ نے حضور ﷺ سے درپاست کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: فاطمہؓ نے سچ کہا ہے، حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ "میرے پاس قربانی کا جانور ہے اور تمہارے پاس بھی ہے اس لئے احرام نہ کھولو"

۸ ذی الحجہ ۱۰ اجری روزِ اربعہ اور یوم ترویہ کو سب نے مقامِ اٹھ میں احرام باندھا اور تلبیہ کہتے ہوئے مکہ سے مٹی کی طرف روانہ ہوئے، مٹی میں ٹھہرے، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں، ذی الحجہ کو حضور ﷺ نے عرفہ کی رات مٹی میں بسر فرمائی، نماز گزریں اور ادا کی، سورج نکلا تو عرفات روانہ ہوئے،

قریش کا معمول تھا کہ بجائے عرفات کے مشعر حرام (جو مزدلفہ میں واقع تھا) ٹھہرتے کیونکہ وہ حدود حرم میں واقع تھا، انہوں نے خیال کیا کہ آپ ﷺ بھی وہیں ٹھہریں گے لیکن آپ ﷺ نے میدان عرفات میں مقامِ نمرہ پر نصب شدہ مکمل کے خیمہ میں قیام فرمایا، زوال کے بعد اپنی قصویٰ پر سوار ہو کر عرفہ کے مقدس وطن وادی میں تشریف لائے اور بعد میں خطبہ ارشاد فرمایا:

لوگو: میری بات غور سے سنو، میرا خیال ہے کہ اس سال کے بعد اس جگہ پر ہم سے نسل سکوں اور نہ شاید اس سال کے بعد آئندہ جگہ کر سکوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدمی سے پیدا کئے گئے تھے، زمانہ جاہلیت کی تمام رکھیں میرے قدموں کے نیچے روندنی لگی ہیں، زمانہ جاہلیت کے تمام خون معاف ہیں، میں اس سلسلہ میں سب سے پہلے اپنے ہی نانا کا ایک خون جو کہ بیدہ بن الحارث کے بیٹے کا ہے معاف کرتا ہوں، دور جاہلیت کا ہر سود معاف ہے اور اپنے عم حمزہؓ کو معاف کرتا ہوں، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں، تمہارے غلام! جو خود نکاحا ہو ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنچا ہو ان کو پہناؤ

لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اور اسی طرح تم پر تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں، (آج تک عورتیں ایک جائیداد منقولہ تھیں جو تمہاری بازی اور داؤں پر چڑھادی جا سکتی تھیں، آج پہلادان سے کہ یہ گروہ مظلوم، یہ صنف نازک، یہ جوہر

نازک قدر دانی کا تاج پہنتا ہے) تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی کو تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں جسے تم پسند نہ کرتے ہو اور ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ کھلے سے بیانی کا کوئی کام نہ کریں لیکن اگر وہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ اجازت دی ہے کہ ان کے سونے کی جگہ اپنے سے الگ کر دو، (اگر اس سے بھی باز نہ آئیں تو) پھر تمہیں اجازت ہے کہ انہیں ایسی جگہ یا مارا جو مس سے بدن پر نشان نہ پڑیں اور اگر وہ اپنی ناز یا باحرکتوں سے باز آجائیں تو حسب دستور ان کا کھانا اور کپڑا تمہارے ذمہ ہے،

خبردار! کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دے، عورتوں کے ساتھ چھاپنا و ترا کرنے سے ہمیشہ پابند رہو کیوں کہ وہ تمہاری زیر نگرانی ہیں اور اس حیثیت سے نہیں کہ اپنے معاملات خود چاہیں، عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے حکمت کے ذریعہ ان کے لئے جائز اور حلال کیا ہے۔

عرفات کی طرف متوجہ ہو کر قیام کرنے کا بیان:

قَالَ لَمْ يَنْزِعْهُ إِلَى عَرَفَاتٍ فَيَقِيمُ بِهَا) لَا رَوْنًا، وَهَذَا بَيَانُ الْأَوَّلِيَّةِ. أَمَّا لَوْ دَفَعَ قِبْلَةً جَاوَزَ لِأَنَّهُ لَا يَتَعَلَّقُ بِهَذَا الْمَقَامِ حُكْمٌ. قَالَ فِي الْأَصْلِ: وَيَنْزِلُ بِهَا مَعَ النَّاسِ لِأَنَّهُ لَا يَنْفَادُ تَجَسُّرٌ وَالْحَالُ حَالٌ تَضَرُّعٌ وَالْإِجَابَةُ فِي الْجُمُعِ أَرْجَى. وَقِيلَ مُرَادُهُ أَنَّهُ لَا يَنْزِلُ عَلَى الطَّرِيقِ حَتَّى لَا يَضَيِّقَ عَلَى الْمَأْوَةِ.

ترجمہ:

اس کے بعد وہ عرفات کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس میں قیام کرے۔ اسی روایت کی بناء پر جو ہم روایت کر چکے ہیں۔ اور اس کی اولیت کی دلیل ہے ہر حال اگر وہ سورج نکلنے سے پہلے عرفات کو روانہ ہوا تو جب بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس مقام کے متعلق کوئی حکم بیان نہیں ہوا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مسوط میں لکھا ہے کہ عرفات میں لوگوں کے ساتھ اترے۔ کیونکہ اس کا اکیلا رہنا تکبر ہے جبکہ حالت عاجزی و انکساری والی ہونی چاہیے۔ اور جماعت کے ساتھ قبولیت کی زیادہ توقع ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص راستے میں نہ اترے تاکہ گزرنے والوں کیلئے مشقت کا سبب نہ بنے۔

صبح سویرے مٹی سے عرفات جانے کا بیان:-

امام ابن عبد البر علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ ہم علی الصبح نبی کے ساتھ آج ہی کے دن (یعنی نوین ذی الحجہ کو) مٹی سے عرفات گئے۔ ہم مٹی سے کوئی تکبیر بٹھا کر کوئی تہلیل۔ نہ اس نے اس پر عجب کیا نہ اس نے اس پر ہلکا یوں کہا کہ نہ انہوں نے عیب کیا نہ ان پر نہ انہوں نے ان پر۔ بروائی ذکر الہی میں مصروف تھا کبھی دعا کی اور کبھی ہو۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی عرفات میں (مقام) کوادی نمرہ میں اترتے تھے جب تھاجان نے عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا تو ابن عمر سے پوچھنے بھیجا کہ نبی آج کے دن کون سے وقت پر نکلے تھے؟ ابن عمر نے کہا جب یہ وقت آئے گا تو ہم خود چلیں گے۔ تھاجان نے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ دیکھتا رہے کہ ابن عمر کب نکلتے ہیں۔ جب حضرت ابن عمر نے کوچ کا ارادہ کیا تو پوچھا کیا سورج وصل ہے؟ لوگوں نے کہا ابھی نہیں وصل ہوا۔ پھر پوچھا کیا سورج وصل گیا؟ لوگوں نے کہا نہیں وصل ہوا۔ (یہ سن کر وہ بیٹھ گئے پھر پوچھا سورج وصل گیا؟ لوگوں نے کہا ہاں! اینا تو وہ چل پڑے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات میں ٹھہرے اور یہ موقف ہے بلکہ عرفہ تمام مقام موقف ہے۔

یزید بن شہبان سے ایک روایت ہے کہ ہم عرفات میں ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے لیکن ہم اس کو دور رکھتے تھے۔ ٹھہرنے کی جگہ سے اٹھتے میں سر مریع کے بیٹے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے۔ میں نبی کا پیغام لایا ہوں تمہاری طرف لوگ ہم اپنے اپنے مقاموں میں رہے۔ آج تم وارث ہو حضرت امیرا علیہ السلام کے۔

حضرت قاسم بن عبداللہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عرفہ سب کا سب موقف ہے۔

قبولیت دعا سے عرفات اور ابلیس کا رونا:

عباس بن مرداس سلمی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لئے دعائے مغفرت کی تیسرے پہر کو تو آپ کو جاب ملا کہ میں نے بخش دیا تیری امت کو مگر جو ان میں خاں مل ہو اس سے تو میں مظلوم کا بدلہ نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اے مالک! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے اور ظالم کو بخش کر اس کو راضی کر دے لیکن اس شام کو اس کا جواب نہیں ملا جب مردلفہ میں صبح ہوئی تو آپ نے پھر دعا فرمائی۔ اللہ عزوجل نے آپ کی درخواست قبول کی تو آپ سکرانے یا آپ نے تقسیم فرمایا تو ابو بکر و عمر نے عرض کیا ہمارے مال باپ آپ پر فدا ہوں آپ اس کو بھی نہیں ہشتے تھے تو آج کیوں ہے؟ اللہ عزوجل آپ کو ہنستا رکھے۔ آپ نے فرمایا اللہ کے دشمن ابلیس نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی اور میری امت کو بخش دیا تو اس نے مٹی اٹھائی اور اپنے سر پر ڈالنے لگا اور پکارنے لگا یہ خرابی اہلے جہان تو مجھے نہیں آگئی۔ جب میں نے اس کا تہنہ دیکھا۔

امام ابن عمر سیدہ عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دن بھی اللہ تعالیٰ دوزخ سے اپنے اپنے زیادہ بندوں کو رہائی نہیں عطا فرماتے جتنے بندوں کو عرفہ کے روز (دوزخ سے) رہائی عطا فرماتے ہیں) اور اللہ عزوجل قریب ہوتے ہیں پھر ملا کہ کے سامنے اپنے بندوں پر فخر فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے کیا ارادہ کیا۔ (سنن ابن ماجہ)

مٹی سے عرفات چلنے وقت تلبیہ اور تکبیر کا بیان:-

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات کی طرف چلے تو ہم

میں سے کوئی بیک پکارتا تھا اور کوئی تکبیر کہتا تھا۔ (صحیح مسلم، رقم: 708)

حضرت سیدنا محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا انس بن مالک سے پوچھا اور وہ دونوں ہی سے عرفات کو جا رہے تھے کہ تم لوگ آج کے دن نبی ﷺ کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ سیدنا انس نے کہا کہ کوئی ہم میں سے لا الہ الا اللہ کہتا تھا تو اس کو کوئی منع نہ کرتا تھا اور کوئی ہم میں سے اللہ اکبر کہتا تھا تو اس کو کوئی منع نہ کرتا تھا۔ (صحیح مسلم، رقم: 709)

فیضان عرفات میں نمازوں کو جمع کرنے کا بیان:

قَالَ (وَإِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ يُصَلِّيُ الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ فَيَتَدَبَّعُ فَيَخُطُبُ خُطْبَةً يُعَلِّمُ فِيهَا النَّاسَ الْوُفُوقَ بِعَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةَ وَرَمَى الْجِمَارَ وَالنَّحْرَ وَالْحَقْلَ وَطَوَافَ الزُّبَيْرَةِ، يَخُطُبُ خُطْبَتَيْنِ فَيُفَصِّلُ بَيْنَهُمَا بِحِلْسَيْهِ كَمَا فِي الْجُمُعَةِ) هَكَذَا فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَخُطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ، لِأَنَّهَا خُطْبَةٌ وَعُظٌّ وَتَذَكِيرٌ فَأَشْبَهَ خُطْبَةَ الْيُعْدِي. وَلَنَا مَا رَوَيْنَا، وَلَئِنْ الْمَقْصُودُ مِنْهَا تَعْلِيمُ الْمَنَاسِكِ وَالْجَمْعُ مِنْهَا. وَكُنِيَ ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ: إِذَا صَعِدَ الْإِمَامُ الْمِنْبَرَ فَجَلَسَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ كَمَا فِي الْجُمُعَةِ. وَعَنْ أَبِي يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ يُؤَذِّنُ قَبْلَ حُرُوجِ الْإِمَامِ، وَعَنْهُ أَنَّهُ يُؤَذِّنُ بَعْدَ الْخُطْبَةِ.

وَالصَّوْحُوحُ مَا ذَكَرْنَا لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمَّا خَرَجَ وَاسْتَوَى عَلَى نَاقَتِهِ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ. وَيُقِيمُ الْمُؤَذِّنُ بَعْدَ الْفَرَاعِ مِنَ الْخُطْبَةِ لِأَنَّهُ أَوَّلُ الشَّرُوعِ فِي الصَّلَاةِ فَأَشْبَهَ الْجُمُعَةَ.

ترجمہ:

فرمایا: جب سورج بادل چل جائے تو امام لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھائے۔ اور خطبے سے شروع کرے۔ لہذا وہ اس طرح کا خطبہ پڑھے جس میں لوگوں کو وقف عرفہ، وقف مزدلفہ، زری جبار قربانی، حلق کرانا اور طواف زیارت کرنا سکھائے۔ امام دو خطبے پڑھے گا۔ ان دونوں کے درمیان بیٹھ کر فاصلہ کرے جس طرح جمعہ میں کیے جاتے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا۔

حضرت امام کا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں نماز کے بعد خطبہ پڑھے کیونکہ اس کا یہ خطبہ وعظ و نصیحت ہے لہذا یہ عید کے خطبے کا مشابہ ہو گیا۔

ہماری دلیل ہماری بیان کردہ وہی حدیث ہے کہ یہ خطبہ مناسک حج سکھانے کیلئے ہوتا ہے اور نمازوں کو جمع کرنا بھی مناسک میں سے ہے اور نبی تو ظاہری مذہب ہے کہ امام خبر پر پیشگی تو مؤذن اذان دے جس طرح جمعہ میں ہوتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ امام کے نکلنے سے پہلے اذان دے۔ اور آپ ہی سے روایت کی گئی ہے کہ خطبہ کے بعد اذان دے۔ جبکہ جمعہ وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب غنیمہ سے نکل کر اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر جلوہ گر ہوئے تو مؤذنوں نے آپ ﷺ کے سامنے اذان دی۔ (مسلم، باب ماجاء ابو داؤد) اور خطبے کے بعد مؤذن اقامت پڑھے۔ اس لئے کہ نماز شروع کرنے کا طریقہ اسی طرح ہے لہذا یہ جمعہ کے مشابہ ہو گیا۔

شرح

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے کعب جزا سے حضرت سالم رحمۃ اللہ نے مجھے بتایا کہ حجاج ابن یوسف نے جس سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قتل کیا اسی سال اس نے (مکہ آنے کے بعد) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم عرفہ کے دن وقف کے دوران کیا کریں۔ (یعنی عرفات میں اس دن ظہر عصر کی نماز وقف سے پہلے پڑھ لیں یا وقف کے دوران یا وقف کے بعد) اس کا جواب سالم نے دیا کہ اگر تو سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو عرفہ کے دن (ظہر عصر کی نماز) سویرے پڑھ (جو اب سن کر) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سالم ٹھیک کہتے ہیں، کیونکہ صحابہ طہارہ سنت کو اختیار کرنے کے لئے ظہر عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم سے پوچھا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا؟ حضرت سالم نے فرمایا۔ ہم اس معاملہ میں (یعنی اسی طرح نماز پڑھنے میں) صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے طریقہ کی پیروی کرتے ہیں۔ (بخاری)

جو شخص اسلامی تاریخ سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہے وہ حجاج بن یوسف کے نام سے بخولی واقف ہوگا۔ یہ نام ظلم و بربریت کی داستانوں میں اپنی ایک ہی بڑی وحشت ناک داستان کا حال ہے۔ حجاج بن یوسف جس کے نام کا جزای ظالم، ہم چکا ہے، کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں کو باندھ کر قتل کر دیا تھا۔ عبدالملک بن مروان کی طرف سے اسی ظالم نے مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کی تھی اور ان جلیل القدر صحابی کو اس نے سولی پر چڑھا دیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد اسی سال عبدالملک بن مروان نے اس کو حجاز کا امیر مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ تمام افعال حج میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے افعال و اقوال کی پیروی کرنا، ان سے حج کے مسائل کو پچھتے رہنا اور کسی معاملہ میں ان کی مخالفت نہ کرنا، چنانچہ حجاج نے اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا مسئلہ بھی پوچھا۔

امام ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھائے:

قَالَ (وَيُصَلِّيُ بِهِمُ الظُّهْرَ الْعَصْرَ فِي وَقْتِ الظُّهْرِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَتَيْنِ) وَقَدْ وَدَّ النُّقْلُ

الْمُسْتَفِیْضُ بِاتِّفَاقِ الرُّوَاةِ بِالْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ ، وَفِيْمَا رَوَى جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهُمَا بِأَذَانٍ وَاقَاتَيْنِ ، ثُمَّ بَيَّأَهُ أَنَّهُ يُؤَدُّ لِلظُّهْرِ
وَيُعِيْمُ لِلظُّهْرِ لَأَنَّ الْعَصْرَ يُؤَدَّى قَبْلَ وَفِيهِ الْمَعْتُوْدُ فَيُفْرَدُ بِالْإِقَامَةِ إِعْلَامًا
لِلنَّاسِ

ترجمہ:

فرمایا: اور وہ ان کو ظہر اور عصر کی نماز ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائے۔ اور نمازوں کو جمع کرنے والی روایات کے رواد کے اتفاق کے ساتھ یہ بھی کیا گیا ہے۔ اور وہ حدیث جس کو حضرت چاہر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ وہ ظہر کیلئے اذان دے اور ظہر کیلئے اقامت کہے اور پھر عصر کیلئے اقامت کہے۔ کیونکہ عصر اپنے مقررہ وقت سے پہلے ادا کی جاتی ہے لہذا لوگوں کو انتباہ کرنے کیلئے صرف اقامت ہی کافی ہے۔

عرفات کی دو نمازوں میں ایک تکبیر دو اقامتوں میں مدعا جب اربعہ:

جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات میں ظہر و عصر کی نماز ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ پڑھی تھی چنانچہ حضرت امام شافعی حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں مزدلفہ میں یہ دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک تکبیر کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں کیونکہ اس موقع پر عشاء کی نماز چونکہ اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہے اس لئے زیادتی اعلام کے لئے علیحدہ ہے تکبیر کی ضرورت نہیں برخلاف عرفات میں عصر کی نماز کے وہاں عصر کی نماز چونکہ اپنے وقت میں نہیں ہوتی بلکہ ظہر کے وقت ہوتی ہے اس لئے وہاں زیادتی اعلام کے لیے علیحدہ تکبیر کی ضرورت ہے، صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہی روایت منقول ہے اور ترمذی نے بھی اس کی تائید صحیح کی ہے۔ عرفات و مزدلفہ کے علاوہ نمازوں کو جمع کرنے میں فقہ حنفی کے دلائل:

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: سیدنا حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ حدیث پہنچی کہ امیر المؤمنین امام عادلین ناطق بالحق والاصواب عرفا و فراق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام اذان میں فرمان واجب الاذعان نافذ فرمائے۔ کو کوئی شخص ایک وقت میں دو نمازیں نہ جمع کرنے پائے اور ان میں ارشاد فرمایا: ایک وقت میں دو نمازیں ملانا گناہ کبیرہ ہے۔ الموطا لمحمد، الجمع بین الصلوٰتین ۶۷

امام احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

الحمد لله، امام عادل فاروق الحق والاطل من حق واضح فرمایا: اور ان کے فرمانوں پر کہیں سے انکار نہ آنے نہ گویا مسئلہ درجہ

اجماع تک مترقی کیا۔ اقول: یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید جہت ہے۔ علاوہ بن الحارث تابعی صدوق فقیر رجال صحیح مسلم و ابن اربعہ سے ہیں۔ نیز علاء کا تعلق ہونا ہمارے نزدیک مضمر نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس اختلاط سے بعد لی گئی ہے۔ کیونکہ شافعیان ہمارے نسخ القدر کتاب الصلوٰۃ باب اشہد میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جس کا ایک راوی عطاء بن من سب ہے اور عطاء بن من سب کا تعلق ہوتا سب کو معلوم ہے۔ مگر ابن ہمام نے کہا میں امید ہے کہ حاد بن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی۔ پھر اس کی دلیل بیان کی کہ اگر ہاں یہاں بھی جائے تو حسن کے درجے سے کم نہیں۔ اور امام بخاری نے فقہیہ حافظ عیسیٰ القدر بھی رجال مسلم و ابن اربعہ سے ہیں۔

نیز مرسل ہمارے اور مجہور کے نزدیک جہت ہے۔ ہاں امام محمد کے اساتذہ کا مذہب یہ تھا تو ہمیں یہی توفیق ہمارے نزدیک مقبول ہے جبکہ امام غفرہ میں ہے۔ خصوصاً جب توفیق کرنے والی امام محمد ہی تھی ہو۔

اور اس سے قطع نظر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ متعدد اسنادوں سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ خاصی دور ہو گئی ہے۔ فتح الحنفیہ میں منقول کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشائخ بخاری میں احمد بن عدی سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے ابن عدی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دیگر علما نے بھی اور ابن عدی کے اساتذہ کا مذہب یہ ہوتا مضمر نہیں کیونکہ انکی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہے۔

حضرت ابو یوسف و عہدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امیر المؤمنین عرفا و فراق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شفقہ و فرمان سنا کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں۔ دو نمازیں جمع کرنا۔ جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنا۔ اور کسی کا مال لوٹ لینا۔ (کنز العمال للمصنف)

امام احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس کے سب رجال اسمعیل بن ابراہیم ابن علیہ سے آخر تک ائمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں۔ ولفہ الحمد، طبع: حدیث موطا کے جواب میں تو بلا توجہ کوئی ان کا تکرار مضمری عارض ہوا کہ متع کرنا کما حال اقامت میں باذخر تھا۔

اقول: اگر ہر جگہ ایسی ہی تخصیص تراش لینے کا دروازہ کھلے تو تمام احکام شرعیہ سے یہ قیدوں کو سبلی چھیننے ملے۔ جہاں چاہیں کہہ دیں یہ حکم خاص کلاں لوگوں کیلئے ہے۔ حدیث صحیحین کو تین طرح میں رو کر دیا جاوے۔

اول: ان کا جمع اس سے بطور مفہوم نکالنا ہے اور حنفیہ کا مفہوم نہیں۔ اس جواب کی حکایت خود اس کے دیش کفایت ہے۔ اس سے اگر بطور مفہوم نکلتی ہے تو مزید فائدہ کی جمع کہ مابعد اللہ ہمارے نزدیک مسکوت عند ہے۔ انکار جمع تو اس کا صریح منطوق و مدلول مطاعی و مضمون عبارتہ عنہ ہے۔

اقول: اولاً: اسکی نسبت اگر بعض اہلہ شافعیہ کے قلم سے ہے براہ شریعت لفظ مفہوم نکل گیا۔ ملا مدعی اجتہاد و حرمت تقلید ابو

خفیہ و شافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم دو کتب کے لیے ایسی بدیہی غلطی میں ایک مفسر متقدم کی تقلید مکر کرتے۔ شاید روایات حدیث صحیحہ میں یہ شرک مرتجع یا زوج صحیح ہوگا۔ اب نہ اس میں شائبہ شرعیت ہے نہ استخدا و احبار ہم و رہبانہم ارادہا من دون اللہ کی آفت۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔

ثانیاً: بغرض غلط فہم ہی کی اب یہ بات مسلم کہ حدیث اس کے قائل نہیں۔ صرف عبارات شارع غیر متعلقہ بقویات میں اکی لئی کرتے ہیں۔ کلام صحابہ و من بعدہم من العلماء میں مفہوم مخالف ہے خلاف مرعی و معتبر۔ کما نص علیہ فی تحریر الاصول والنہر الفائق والدر المختار وغیرہا من الاسفار، قد ذکرنا نصوصہا، فی رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ ۵

دوم: ایک راہپوری ملائے نقل کیا کہ ابن مسعود سے منہ ابی بعلی میں روایت یہ بھی ہے کہ کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلح بین اہلہ و بینہ فی السفر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازیں جمع کرتے تھے۔ تو موجود ہے کہ حدیث میں سخن کو احاطہ نزول اور روایت ابی بعلی کو احاطہ سیر پر عمل کریں۔ یہ مذہب امام مالک کی طرف غور کرنا چاہیگا۔

اقول: اولاً: ملائی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے ہیں کہ شاہ صاحب نے منہ ابی بعلی کو بطریقہ عائشہ میں جس میں سب اقسام کی حدیث صحیح، حسن، غریب، معروف، منکر، شاذ، منقول و موجود ہیں فقہا ابیہ۔ پھر خود ہی اس طبقے کی کتاب کو کہہ کر اس کتاب کی حدیث بدو صحیح کسی محدث کے یا پیش کرنے سے منکر کیکر تسلیم کی جاوے۔ یہ کتاب اس طبقے کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیث صحیح اور قریب مخط ہیں۔ یہ کیا حرم ہے کہ اردوں پر منہ آو اور اپنے لئے ایک راہپوری ملا کی تقلید سے حلال بناؤ۔ استخدا و احبار ہم و رہبانہم

ثانیاً: ملائی، کسی ذی علم سے التماس کر دے کہ وہ جنہیں مرتبہ و مجمل اور متعین و مجمل کا فرق سکھائے۔ حدیث صحیحین انکار باری حقیقی میں نص صریح ہے اور روایت ابی بعلی حقیقی جمع کا اصلاً یہ نہیں دیتی۔ بلکہ احادیث جمع صوری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری بتاتی ہیں۔ تمہاری ذی ہوشی کہ نص و مجمل کو کرا اختلاف بحال سے راہ و توفیق دھونڈتے ہو۔

لطیفہ اقول: ملائی کا بغرض قابل تماشا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہیں راوی جمع بخبر کا عدد رواۃ چترہ بتاتے ہیں۔ کہیں ثانی سمجھ کر چودہ۔ صدر کلام میں جہاں راویان جمع گئے صاف صاف کہہ ابن مسعودی احدی الروایتین، اب راہپوری ملا کی تقلید سے وہ احدی و ابین بھی گئی۔ ابن مسعود سے مجاہد جمع مذکور گئے۔

سوم: جسے ملائی بہت ہی علق نہیں سمجھے ہوئے ہیں۔ ان دو کو عربی میں بولے تھے۔ یہاں چمک چمک کر اردو میں چمک رہے ہیں کہ۔

اگر کو جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو ہم یہ پہاڑ صمیمیت کا ڈیرہ کہہ کر جمع بین الظہور اور مکر عرفت میں کیوں درست کہتے ہو یا جو یکہ اس قول ابن مسعود سے تو نئی جن فی العرفان کی بھی مفہوم ہوتی ہے۔ پس جو جمع جواب

رکتے ہو اس کو ہماری طرف سے سمجھو یعنی اگر کہو نہ ذکر نہ ان بن مسعود کا جمع فی العرفان کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بقرن صحابہ میں مشہور بھی۔ کیونکہ چودہ صحابی بن مسعود کے اسے ناقل ہیں۔ تو اسی واسطے ابن مسعود نے اسکا استثناء نہ کیا۔ اور اب مجمل ثانی کا جمع بالاعداد ہوگی۔ اور اگر کہو کہ جمع فی العرفان بالاعتقاد معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے متقاض سے۔ و علی ہذا التماس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے۔

معارف الخ مہنفہ میاں نذر حسین ملائی اس جواب کو ملائی بھی سرسبز بنا کر سب سے اول ذکر کیا۔ ان دو کی تو امام نووی و سلام اللہ راہپوری کی طرف نسبت کی۔ مگر اسے بہت پسند کر کے بلا نقل و نسبت اپنے نامدا عمل میں ثبت رکھا حالانکہ یہ بھی کلام امام نووی میں مذکور ہے اور جمع الہادی وغیرہ میں ماثور تھا۔ شہرت جمع عرفات سے جو جواب امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام وغیرہ علماء اعلام خذیہ کرام نے افادہ فرمایا۔ اس کا نقیض و جلیل مطلب ملائی کی فہم تک میں اسلامہ دھنسا۔ اجتہاد کے نشہ میں ادعاے باطل شہرت جمع سزا کا آوارہ کسا، اب فقیر غفر اللہ القدر سے تحقیق حق سنئے۔

اولاً: قائل و دجول رہی اصول۔ ملائی جواب علماء عامہ میں طلب سمجھنے کے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھیں تو تین نمازیں غیر وقت میں نہ کر دے دوئیں۔ مغرب جمع مؤلفہ، اور تیسری بھی عصر عرذ کو بوجہ شہرت ذکر نہ فرمایا۔ جس پر آپ نے یہ کہنے کی گنجائش بھی کی کہ نبی جمع سبھی بوجہ شہرت ترک کی۔ اس ادعاے باطل کا کافرا تو مجھ اللہ او پر کھل چکا

کہ شہرت ذکر نہ کرنا شہوت کے لالے پڑے ہیں۔ حضرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام لیا پھر آپ ہی دس سے دست بردار ہوئے۔ چار باقی نامہ میں دو کی روایتیں نری بے علاقہ اتر گئیں۔ رہے دو، وہاں جو نہ تعالیٰ وہ قابر جواب پائے کہ جی ہی جاتا ہوگا۔

اگر بالفرض دوسے شہوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرن صحابہ میں شہرت سے مگر یہاں تو کلام علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پر نوسید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف انہیں دو نمازوں صریح و مغرب و عرذ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت۔ انہیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا۔ انہیں دو کو صحابہ کہہ کر یہاں ارشاد فرمایا۔ اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تا مایک کا نام لیا۔ صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا۔ ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع۔

قال عز وجل۔ وجعل لکم صوابیل فقیہکم اللہ۔ اور تمہارے لئے صوابیل بنائے جو تمہیں گری سے بچاتے ہیں۔ خود انہیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد دیکھئے۔ کہ پوچھا گیا۔ کیا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے۔

فرمایا: لا الا بجمع، نہ مگر مزدلفہ میں، کما قد متنا عن سنن النسائی، یہاں بھی کہہ دیجو کہ جمع سفر کو شہرہ چھوڑ دیا ہے۔ اور سننے، امام ترمذی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں۔

العمل علی هذا عند اہل العلم ان لا یجمع بین الصلاۃ الا فی السفر او بعرفة۔

اہل علم کے یہاں عمل اسی پر ہے کہ بغیر سفر اور عرذ دو نمازیں جمع نہ کریں۔ امام ترمذی نے صرف نماز عرذ کا استثناء کیا

نماز مزدلفہ کو چھوڑ دیا۔ تو یہ ہے کہ دونوں جمعین متلازم ہیں اور ایک کا ذکر دوسری کا تقییداً نہ کر۔ خصوصاً نماز عرفہ کا ظہر و اشیر۔ تو مزدلفہ کا ذکر دونوں کا ذکر ہے۔ غرض ان صلاتین کی دوسری نماز ظہر عرفہ سے نہ فجر تک۔ وہ مسئلہ جدا گانہ افادہ ہے۔ کہ دو نمازیں جو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے مختصر نہ کی ہیں، اور بلاشبہ اجماع امت ہے کہ فجر حقیقہ وقت سے پہلے یعنی، نہ ہرگز کہیں بھی اس کا جواز اور خود اسی حدیث ابوسعید الخدری عن الانعمش، قال قبل وقتها بغلس اس پر مشابہہ، اگر رات میں پڑھی جاتی تو کر غلس کے کیا معنی تھے۔ صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گیا۔ پھر ہم مزدلفہ آئے تو آپ نے دو نمازیں جمع کیں ایک ہی اذان و اقامت سے۔ درمیان میں رات کا کھانا کھایا۔ پھر طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز پڑھی۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج ادا فرمایا پھر ہم مزدلفہ آئے جب عشا کی اذان کا وقت ہو چکا تھا قریب تھا۔ ایک شخص کو اذان و اقامت کا حکم دیا اور نماز مغرب ادا کی اور بعد کی دو رکعتیں بھی۔ پھر شام کا کھانا کھا کر تناول فرمایا۔ پھر عرش کی دو رکعتیں پڑھیں جب صبح صادق ہوئی تو فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس نماز فجر کے علاوہ دن اور اس مقام کے سوا کبھی نماز فجر اتنے اول وقت میں نہیں پڑھتے تھے۔

الجامع للبخاری المناسک، / الجامع الصحيح للبخاری، المناسک، /

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی اجماع موافق و مخالف ہے کہ عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ حقیقہ غیر وقت میں پڑھیں۔ تو فجر تک مزدلفہ کا حکم یقیناً مختلف ہے۔ ہاں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ متحد احکام اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انہیں کے ساتھ خاص۔ اور جب تک حقیقت فنی جو نماز کی طرف عدول جائز نہیں۔ نہ حج بین اقصیٰ والجماع ممکن۔ خصوصاً ملا جی کے نزدیک تو جب تک باغ ظنی موجود ہو ظاہر پر حمل واجب۔

اور ترک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر ہوتا رہی معنی ہیں جو ان عصر و مغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع ہو۔ تو واجب ہوا کہ جملہ صلی الفجران سویتین کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مستقل ہے اور صلوتین سے وہی عصر و مغرب مراد۔ تو ان میں اصلاہر گزری کا ذکر متروک نہیں۔ ہاں تفصیل میں بچے کیلئے ایک ہی کا نام لایا جی کمال اشتہار۔ دوسری کا ذکر مطوی کیا۔

نحمدہ اللہ یہ معنی ہیں جواب علماء کے جس سے ملائی کی فہم بے اس اور ناحق آنچہ انسانی کی کند کی ہوں۔ ملائی اب اس برابری کے بڑے بول کی خبریں کہنے کہ جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا سمجھے۔ خدا کی شان۔

ع، اوگمال برودہ کہ من کردم چو اہم را کے پیوند آں استیز جو فادہ: یہ معنی نہیں فیض فتح عظیم جل مجدہ سے قلب فقیر پر القا ہوئے۔ پھر ارکان اربعہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مظاہر اللہ آئی دیکھا تو تعجب یہی معنی افادہ فرماتے ہیں۔ واللہ

تایا: اقول: واللہ اللہ توفیق۔ اگر نظر تنقید جو لاں دیکھتے تو بعون تعالیٰ واضح ہو کہ یہ جواب علماء محض تنزیل تھا۔ ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع عرفات بھی ذکر فرما چکے۔ یہ حدیث شہن نسا کی کتاب المناسک باب الجمع بین الظہر والصریرہ میں ملتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے کہ مزدلفہ اور عرفات میں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ملائی اب کہئے: مصیبت کا پہاڑ کس پر ٹوٹا؟ ملائی ابھی آگے ناک چھاتی پر دی کی پہاڑی آتی ہے۔ سخت جانی کے آسے پر سانس باقی ہو تو سر پائے کے حقیر یہ کہ پہاڑ اڑھتیں آتا ہے۔ ملائی ادغوی اجتہاد پر ادھا رکھے پھر تے ہو اور علم حدیث کی ہوانہ گی احادیث مرید بالسنی صحیحین وغیرہ صحاح و سنن، مسانید و معاجم، جوامع و اجزاء وغیرہ ہاں دیکھتے ہوا حدیثیں اس کی پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو روا تابعی کسی کس کس متون عور سے روایت کرتے ہیں۔ کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح، کوئی کسی طرح۔ جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے۔

والہذا انما الشان ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں: جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اسکی حقیقت نہ پتہ لگتا۔

یہاں بھی مخرج اعشش بن عمارہ عن عبدالرحمن بن عبد اللہ ہے۔ اعشش کے بعد حدیث متفق ہوئی۔ ان سے حفص بن غیاث، ابو عادیہ، ابو ہریرہ، عبدالواحد بن زید، جریر بن عیین، داؤد، شعبہ وغیرہ ہم اجلہ سے روایت کی۔

یہ روایتیں الفاظ و اطوار، بسط و اختصار، اور ذکر و اقتصار میں طرق شنی ہر آئیں۔ کسی میں مغرب و فجر کا ذکر ہے۔ ظہر عرفہ مذکور نہیں۔ کروایۃ الصحیحین، کسی میں ظہر عرفہ و مغرب کا بیان ہے فجر مزدلفہ ماثور نہیں۔ کروایۃ النسائی، کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے ظہر فجر و صبیحہ مارایت، وغیرہ کچھ مسطور نہیں کحدیث النسائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں جمع کیا۔ (مذاوی رضویہ)

شیخہ پانچ نمازوں کو تین اوقات میں کیوں پڑھتے ہیں؟

اہل تشیع کے ناموس قیقت لکھتے ہیں۔ بہتر ہے کہ اس بحث کی وضاحت کے لئے سب سے پہلے اس بارے میں فقہاء کے نظریات بیان کر دیے جائیں۔ سارے اسلامی فرسے اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ میدان عرفات میں ظہر کے وقت نماز ظہر اور نماز عصر کو اکٹھا اور پھر صبح کے پڑھا جا سکا ہے اسی طرح مزدلفہ میں عشا کے وقت نماز مغرب اور عشا کو ایک ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

حقی فرقہ کا کہنا ہے کہ: نماز ظہر وعصر اور نماز مغرب وعشاء کو اکٹھا ایک وقت میں پڑھنا صرف دو ہی مقامات میدان عرفات اور مدینہ میں جائز ہے اور باقی جگہوں پر اس طرح ایک ساتھ نماز میں نہ پڑھی جائیں۔

مطبی، مالکی اور شافعی فرقوں کا کہنا ہے کہ نماز ظہر وعصر اور نماز مغرب وعشاء کو ان گزشتہ دو مقامات کے علاوہ مشرک حالت میں بھی ایک ساتھ ادا کیا جاسکتا ہے ان فرقوں سے کچھ لوگ بعض اضطراری موقعوں جیسے بارش کے وقت یا نمازیں کے بیمار ہونے پر یا پھر دشمن کے ڈر سے ان نمازوں کو ساتھ میں پڑھنا جائز قرار دیتے ہیں۔

شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نماز ظہر وعصر اور نماز مغرب وعشاء کے لئے ایک خاص وقت ہے اور ایک مشترک وقت (الف) نماز ظہر کا خاص وقت شرعی ظہر (ذوال آفتاب) سے لیکر اذان تک ہے جس میں چار رکعت نماز پڑھی جاسکتے (ب) نماز عصر کا مخصوص وقت وہ ہے کہ جب غروب آفتاب میں اتنا وقت باقی بچا ہو کہ اس میں چار رکعت نماز پڑھی جاسکے (ج) نماز ظہر وعصر کا مشترک وقت نماز ظہر کے مخصوص وقت کے ختم ہونے اور نماز عصر کے مخصوص وقت کے شروع ہونے تک ہے۔

شیعہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان تمام مشترک اوقات میں نماز ظہر وعصر کو اکٹھا ادا کرنے کے بغیر پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کہتے ہیں کہ نماز ظہر کا مخصوص وقت شرعی ظہر (ذوال آفتاب) سے لیکر اس وقت تک ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اس وقت میں نماز عصر تکیں پڑھی جاسکتی اور اس کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک نماز عصر کا مخصوص وقت ہے اس وقت میں نماز ظہر نہیں پڑھی جاسکتی۔ (د) نماز مغرب کا مخصوص وقت شرعی مغرب کی ابتداء سے لے کر اس وقت تک ہے (الفقہ علی المذاہب الاربعہ کتاب الصلوۃ الجمع بین الصلاتین تقدیمًا و تاخیرًا، سے اقتباس)

کہ جس میں تین رکعت نماز پڑھی جاسکتی ہے اس وقت میں صرف نماز مغرب ہی پڑھی جاسکتی ہے۔ نماز عصر کا مخصوص وقت یہ ہے کہ جب آدھی رات میں صرف اتنا وقت رہ جائے کہ اس میں چار رکعت نماز پڑھی جاسکے تو اس کو وہ وقت میں صرف نماز عصر ہی پڑھی جائے گی۔

مغرب وعشاء کی نمازوں کا مشترک وقت نماز مغرب کے مخصوص وقت کے ختم ہونے سے لے کر نماز عصر کے مخصوص وقت تک ہے۔

شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس مشترک وقت کے اندر مغرب وعشاء کی نمازیں ایک ساتھ اور بغیر فاصلے کے ادا کی جاسکتی ہیں لیکن اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ نماز مغرب کا مخصوص وقت غروب آفتاب سے لے کر مغرب کی سرفی زائل ہونے تک ہے اور اس وقت میں نماز عصر نہیں پڑھی جاسکتی پھر مغرب کی سرفی کے زائل ہونے سے لیکر آدھی رات تک نماز عصر کا خاص وقت ہے اور اس وقت میں نماز مغرب ادا نہیں کی جاسکتی

نتیجہ: یہ لکھنا ہے کہ شیعوں کے نظریے کے مطابق شرعی ظہر کا وقت آجائے پر نماز ظہر بجالانے کے بعد بلا فاصلہ نماز عصر ادا کر سکتے ہیں نماز ظہر کو اس وقت نہ پڑھ کر نماز عصر کے خاص وقت تک پڑھتے ہیں۔ اس طرح کہ نماز ظہر کو نماز عصر کے خاص وقت

کے پہنچنے سے پہلے ختم کر دیں اور اس کے بعد نماز عصر پڑھ لیں اس طرح نماز ظہر وعصر کو جمع کیا جاسکتا ہے اگرچہ مستحب یہ ہے کہ نماز ظہر کو روال کے بعد ادا کیا جائے اور نماز عصر کو اس وقت ادا کیا جائے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔

اسی طرح شرعی مغرب کے وقت نماز مغرب کے بجالانے کے بعد بلا فاصلہ نماز عصر پڑھ سکتے ہیں یا پھر اگر چاہیں تو نماز مغرب کو نماز عصر کے خاص وقت کے قریب پڑھیں وہ اس طرح کہ نماز مغرب کو نماز عصر کے خاص وقت کے پہنچنے سے پہلے ختم کر دیں اور اس کے بعد نماز عصر پڑھ لیں اس طرح نماز مغرب وعشاء کو ساتھ میں پڑھا جاسکتا ہے اگرچہ مستحب یہ ہے کہ نماز مغرب کو شرعی مغرب کے بعد ادا کیا جائے اور نماز عصر کا مغرب کی سرفی کے زائل ہوجانے کے بعد بجالایا جائے یہ شیعوں کو نظر یہ تھا۔

لیکن اہل سنت کہتے ہیں کہ نماز ظہر وعصر یا مغرب وعشاء کو کبھی جگہ اور کبھی وقت میں ایک ساتھ ادا کرنا صحیح نہیں ہے اس اعتبار سے بحث اس میں ہے کہ کیا ہر جگہ اور ہر وقت میں دو نمازیں ایک ساتھ پڑھی جاسکتی ہیں ٹھیک اسی طرح جیسے میدان عرفات اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک ساتھ ایک ہی وقت میں پڑھا جاتا ہے۔

سارے مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے دو نمازیں ایک ساتھ پڑھی تھیں لیکن اس روایت کی تفسیر میں دو نظریے پائے جاتے ہیں۔

الف: شیعہ کہتے ہیں کہ اس روایت سے مراد یہ ہے کہ نماز ظہر کے ابتدائی وقت میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد نماز عصر کو بجالایا جاسکتا ہے اور اسی طرح نماز مغرب کے ابتدائی وقت میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد نماز عصر کو پڑھا جاسکتا ہے اور یہ مسئلہ کی خاص وقت اور کسی خاص جگہ یا خاص حالات سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر جگہ اور ہر وقت میں ایک ساتھ دو نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں۔

ب: اہل سنت کہتے ہیں مذکورہ روایت سے مراد یہ ہے کہ نماز ظہر کو اس کے آخری وقت میں اور نماز عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے اور اسی طرح نماز مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور نماز عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے اب ہم اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے ان روایات کی تحقیق کر کے یہ ثابت کریں کہ ان روایات میں دو نمازوں کو جمع کرنے سے وہی مراد ہے جو شیعہ کہتے ہیں۔ یعنی دو نمازوں کو ایک ہی نماز کے وقت میں پڑھا جاسکتا ہے اور یہ روایتیں ہے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے۔

دو نمازوں کو جمع کرنے میں اہل تشیع کے دلائل:

(۱) جابر بن زید کا بیان ہے کہ انہوں نے ابن عباس سے سنا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے: میں نے پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعت نماز (ظہر وعصر) اور سات رکعت نماز (مغرب وعشاء) کو ایک ساتھ پڑھا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ سے کہا: میرا یہ گمان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے نماز ظہر کو تاخیر سے پڑھا ہے اور نماز عصر کو جلد ادا کیا ہے اسی طرح نماز مغرب کو بھی تاخیر سے پڑھا ہے اور نماز عصر کو جلد ادا کیا ہے ابوہریرہ نے کہا میرا بھی یہی گمان ہے۔ (مسند احمد ابن حنبل)

اس روایت سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ اور بغیر فاصلے کے پڑھا تھا۔ اجماع بن جمل نے عبد اللہ بن شقیق سے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

(۲) ایک دن عصر کے بعد ابن عباس نے ہمارے درمیان خطبہ دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ستارے چمکنے لگے اور لوگ نماز کی ندائیں دینے لگے ان میں سے بنی تمیم قبیلہ کا ایک شخص، ز نماز کہنے لگا کہ ابن عباس نے غصے میں کہا کیا تم مجھے سنت پیغمبر کی تعلیم دینا چاہتے ہو؟ میں نے خود رسول خدا ﷺ کو ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے دیکھا ہے عبد اللہ نے کہا اس مسئلے سے متعلق میرے ذہن میں شک پیدا ہو گیا تو میں ابو ہریرہ کے پاس گیا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے ابن عباس کی بات کی تائید کی۔

(۳) اس حدیث میں دو صحابی ہیں عبد اللہ بن عباس اور ابو ہریرہ اس حقیقت کی گواہی دے رہے ہیں کہ پیغمبر اکرم (ص) نے نماز ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھا ہے اور ابن عباس نے بھی پیغمبر اکرم ﷺ کے اس عمل کی پیروی کی ہے۔

(۴) مالک بن انس کا اپنی کتاب موطا میں بیان ہے: رسول خدا (ص) نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نماز میں ایک ساتھ پڑھی تھیں جبکہ نہ تو کسی قسم کا خوف تھا اور نہ ہی آپ ﷺ ستر میں تھے۔

(۵) مالک بن انس نے معاذ بن جبل سے یہ روایت نقل کی ہے: رسول خدا (ص) نماز ظہر وعصر اور نماز مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھا لاتے تھے۔

(۶) مالک بن انس نے نافع سے اور انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے یوں روایت نقل کی ہے: پیغمبر اکرم ﷺ جب دن میں سفر کرتے چاہتے تھے تو ظہر اور عصر کی نمازوں کو اکٹھا اور کرا لیا کرتے تھے اور جب رات میں سفر کرتے پڑھا تھا تو مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ (موطا مالک کتاب الصلوٰۃ ص ۴۵ حدیث۔)

(۷) تھمزرقی نے موطا کی شرح میں ابن شعثا سے یوں روایت نقل کی ہے بے شک ابن عباس نے بصرہ میں نماز ظہر وعصر کو ایک ساتھ اور بغیر فاصلے کے پڑھا تھا اور اسی طرح نماز مغرب وعشاء کو بھی اکٹھا اور بغیر فاصلے کے پڑھا تھا۔ زرقانی نے طبرانی سے اور انھوں نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے:

(۸) پیغمبر اکرم ﷺ نے جب نماز ظہر وعصر اور نماز مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھا تو آنحضرت ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا (موطابہ زرقانی ص ۴۱ شرح، جزو اولیٰ باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر والسفر سے طبع مصر۔ جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس عمل کو اس نے انجام دیا ہے تاکہ میری امت مشقت میں نہ پڑ جائے۔

(۹) مسلم بن حجاج نے ابوزیر سے اور انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس سے یوں روایت نقل کی ہے: پیغمبر اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں بغیر خوف و سرف کے نماز ظہر وعصر کو ایک ساتھ پڑھا تھا۔ اس کے بعد ابن عباس نے پیغمبر اکرم ﷺ کے اس عمل کے بارے میں کہا کہ: آنحضرت ﷺ چاہتے تھے کہ ان کی امت میں سے کوئی بھی شخص مشقت میں نہ پڑے۔

(۱۰) پیغمبر اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں بغیر خوف اور بارش کے نماز ظہر وعصر اور نماز مغرب وعشاء کو اکٹھا پڑھا تھا۔ اس وقت سعید بن جبیر نے ابن عباس سے پوچھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس طرح کیوں کیا؟ تو ابن عباس نے کہا آنحضرت ﷺ اپنی امت کو رحمت میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔

(۱۱) ابو عبد اللہ بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اس سلسلے میں باب فیہما الظہر الیٰ العصر کے نام سے ایک مستقل باب قرار دیا ہے۔ یہ خود عنوان اس بات کا بہترین گواہ ہے کہ نماز ظہر میں تاخیر کر کے اسے نماز عصر کے وقت میں اکٹھا پڑھا جاسکتا ہے اس کے بعد بخاری نے اسی موضوع پر باب میں درج ذیل روایت نقل کی ہے:

(۱۲) ایک شخص نے ابن عباس سے کہا: نماز تو ابن عباس نے کچھ نہ کہا اس شخص نے پھر کہا نماز پھر بھی ابن عباس نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس شخص نے پھر کہا نماز لیکن ابن عباس نے پھر کوئی جواب نہیں دیا جب اس شخص نے چوتھی مرتبہ کہا: نماز اب ابن عباس بولے اور ابے اصل اتم میں نماز کی تعلیم دینا چاہتے ہو؟ جبکہ ہم پیغمبر خدا ﷺ کے زمانے میں دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا جاتا کرتے تھے۔

(۱۳) مسلم نے یوں روایت نقل کی ہے: پیغمبر خدا ﷺ نے غزوہ تبوک کے سفر میں نمازوں کو جمع کر کے نماز ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھا تھا سعید بن جبیر نے کہا کہ میں نے ابن عباس سے آنحضرت ﷺ کے اس عمل کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا آنحضرت ﷺ چاہتے تھے کہ ان کی امت مشقت میں نہ پڑے۔

(۱۴) مسلم ابن حجاج نے معاذ سے اسی طرح نقل کیا ہے: ہم پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک کی طرف نکلے تو آنحضرت ﷺ نے نماز ظہر وعصر اور نماز مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھا۔ مالک بن انس کا اپنی کتاب الموطا میں بیان ہے کہ: ابن شہاب نے سالم بن عبد اللہ سے سوال کیا کہ کیا حالت سفر میں نماز ظہر وعصر کو ایک ساتھ پڑھا جاسکتا تھا؟ سالم بن عبد اللہ نے جواب دیا ہاں اس کا میں کوئی حرج نہیں ہے کیا تم نے عرفہ کے دن لوگوں کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا ہے؟

یہاں چراس نکتے کا ذکر ضروری ہے کہ عرفہ کے دن نماز ظہر وعصر کو نماز ظہر کے وقت میں پڑھا جائے تو سب مسلمان جائز سمجھتے ہیں اس مقام پر سالم بن عبد اللہ نے کہا تھا کہ جیسے عرفہ کے دن دو نمازوں کو اکٹھا پڑھتے ہیں اسی طرح عام دنوں میں بھی دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔ متقی ہندی اپنی کتاب کنز العمال میں لکھتے ہیں: عبد اللہ ابن عمر نے کہا: کہ پیغمبر خدا ﷺ نے بغیر سفر کے نماز ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو اکٹھا پڑھا تھا ایک شخص نے ابن عمر سے سوال کیا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ تو ابن عمر نے جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ اپنی امت کو مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے تاکہ اگر کوئی شخص چاہے تو دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا لے۔ (کنز العمال کتاب الصلوٰۃ)

نتیجہ:

اب ہم گزشتہ روایات کی روشنی میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے سلسلے میں شیعوں کے نظریہ کے صحیح ہونے پر چند دلیل پیش

کریں گے۔

دو نمازوں کو ایک وقت میں ایک ساتھ بجالانے کی اجازت نمازوں کی سہولت اور انہیں مشقت سے بچانے کے لئے دی گئی ہے۔ متعدد روایات میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر نماز ظہر عصر یا مغرب (کنز العمال، کتاب الصلوٰۃ) عشاء کو ایک وقت میں بجالانا جائز نہ ہوتا تو یہ مسلمانوں کے لئے زحمت و مشقت کا باعث بننا ہی وجہ سے پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلمانوں کی سہولت اور آسانی کے لئے دو نمازوں کو ایک وقت میں بجالانے کو جائز قرار دیا ہے۔

واضح ہے کہ اگر ان روایات سے یہ مراد ہو کہ نماز ظہر کو اسکے آخری وقت (جب ہر چیز کا سایہ اسکے برابر ہو جائے) تک تاخیر کے پڑھا جائے اور نماز عصر کو اسکے اول وقت میں بولا جائے اس طرح ہر دو نمازیں ایک ساتھ گرا اپنے اوقات میں ہی پڑھی جائیں (اہل سنت حضرات ان روایات سے یہی مراد لیتے ہیں) تو ایسے کام میں کسی طرح کی سہولت نہیں ہوگی بلکہ یہ کام مزید مشقت کا باعث بنے گا جبکہ دو نمازوں کو ایک ساتھ بجالانے کی اجازت کا یہ مقصد تھا کہ نمازوں کیلئے سہولت ہو۔ اس بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ گزشتہ روایات سے مراد یہ ہے کہ دو نمازوں کو ان کے مشترک وقت کے ہر حصے میں بجالا جاسکتا ہے اب نماز گزار کو اختیار ہے کہ وہ مشترک وقت کے ابتدائی حصے میں نماز پڑھے یا اس کے آخری حصے میں اور ان روایات سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری کو اس کے اول وقت میں ادا کیا جائے۔

روز عرفہ دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کے حکم سے باقی دنوں میں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے تمام اسلامی فرقوں کے نزدیک عرفہ کے دن ظہر عصر کی نمازوں کو ایک وقت میں بجالانا جائز ہے۔

مزید براں گزشتہ روایات میں سے بعض اس بات کی گواہ ہیں کہ میدان عرفات کی طرح باقی مقامات پر بھی نمازوں کو اکٹھا بجالایا جاسکتا ہے اب اس اعتبار سے روز عرفہ اور باقی عام دنوں کے درمیان یا عرفات کی سرزمین اور باقی عام مقاموں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لہذا جس طرح مسلمانوں کے متفقہ نظریے کے مطابق عرفہ میں ظہر عصر کی نمازوں کو ظہر کے وقت پر ایک ساتھ پڑھا جاتا ہے اسی طرح عرفہ کے علاوہ بھی ان نمازوں کو ظہر کے وقت اکٹھا پڑھنا بالکل صحیح ہے۔

سفر کی حالت میں دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کے حکم سے غیر سفر میں بھی نمازوں کے ایک ساتھ بجالانے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ ایک طرف سے منی، ماکہ، اور شافعی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حالت سفر میں دو نمازوں کو اکٹھا بجالایا جاسکتا ہے اور دوسری طرف گزشتہ روایات صراحت کے ساتھ کہہ رہی ہیں کہ اس اعتبار سے سفر اور غیر سفر میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے دونوں حالتوں میں نمازوں کو اکٹھا پڑھا تھا۔ لیسفہ علی المذاہب الاربعہ، کتاب الصلوٰۃ، الجمع بین المصلوبین تقدیماً و تاخیراً۔ نمازوں کو اکٹھا بجالانا صحیح ہے اسی طرح عام حالات میں بھی دو نمازوں کو اکٹھا پڑھا جاسکتا ہے۔

اضطراری حالت میں دو نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کے حکم سے عام حالت میں بھی نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کا جواز معلوم ہو جاتا

ہے۔ اہل سنت کی صحیح اور مستند کتابوں میں سے بہت سی روایات اس حقیقت کی گواہی دیتی ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کے اصحاب نے چند اضطراری موقعوں پر جیسے بارش کے وقت یا دشمن کے خوف سے یا بیماری کی حالت میں نمازوں کو ایک ساتھ اور ایک ہی وقت میں (تحفک اسی طرح جیسے شیعہ کہتے ہیں) پڑھا تھا اور اسی وجہ سے مختلف اسلامی فرقوں کے فقہاء نے بعض اضطراری حالات میں دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا جائز قرار دیا ہے جب کہ گزشتہ روایات اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کر رہی ہیں کہ اس سلسلے میں اضطراری اور عام حالت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور پیغمبر اکرم ﷺ نے دونوں حالتوں میں اپنی نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا ہے۔

اہل تشیع کا نمازوں کو جمع کرنے کا روشنی کتب کی روشنی میں:

اسلام میں پانچ وقت کی نمازوں کا حکم ہے لیکن شیعہ حضرات صرف 3 وقت کی نمازوں کا احکام کرتے ہیں فجر، ظہر، عین اور مغرب، لیکن خود ان کا مذہب اس سلسلے میں کیا کہتا ہے اس پر آج روشنی ڈالی جائے گی۔

میں نے امام ع سے پوچھا کہ خطلہ آپ کی طرف وقت لایا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ ہم پر جھوٹ نہیں بولا ہوگا میں نے کہا کہ آپ نے ان سے بیان کیا ہے کہ پہلی نماز اللہ نے اپنے نبی پر اس آیت کے ذریعے سے نازل کی نماز پڑھو زوال میں اس کے بعد سے تو یہ وقت ظہر ہے جب سایہ قدر آدم نہ ہو وقت ظہر ہے جب یہ ہو جائے تو عصر ہے یہ آخر وقت عصر کا ہے حضرت نے فرمایا کہ اب اس سے۔ (فروع کافی جلد دوم باب 4)

شیعہ عصر کی نماز چھوڑ دیتے ہیں لیکن خود ان کتب میں لکھا ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد عصر کی نماز پڑھنی چاہیے دیکھیں فروغ کافی جلد دوم باب 4 میں ہی میں نے حضرت سے کہا کہ میں ظہر کی نماز پڑھوں تو فرمایا آٹھ رکعت ظہر کی نماز پڑھ پھر عصر کی نماز پڑھ۔

اسی طرح عشاء کا ذکر بھی موجود ہے جب سورج ڈوب جائے تو دونوں نمازوں کا وقت آ جاتا ہے مغرب پہلے ہوگی اور عشاء بعد میں۔ (فروع کافی جلد دوم باب 4)۔

یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیعہ ان کتب کو اپنے لیے حتم کر بیٹھے ہیں ان کا وہ ہے کہ ہم نے براہ راست احادیث خاندان نبوی ص سے لیے ہیں اپنی کتب میں اپنے اکابرین کے قول کی نقل کرتے نظر آتے ہیں جو شیعہ حضرات کے لیے یقیناً ایک لمحہ فکریہ ہے۔ میرے مضمون کا مقصد اگر یہ ہیں کہ کوئی شیعہ حضرات ہو تو ان کی دل آزاری نہیں بلکہ حقیقت بیانی ہے کہ ان کی اور صفائی کتب کو شیعہ حضرات قرآن سے بھی پڑھ کر کہتے ہیں۔ تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نہ رسالہ میں یہ باہر ہیں امام کی تصدیق شدہ اس کتب کی ان روایات کو شیعہ حضرات آخر کیوں نظر انداز کرتے ہیں۔

اہل تشیع کی مستند روایات کا تخصیص پر محمول ہونا:

ہم نے اہل تشیع کے دلائل سن و عن بیان کر دیے ہیں۔ لیکن ان کے استدلال میں کثیر روایات مروی ہیں۔ جو تخصیص پر

دلالت کرتی ہیں۔ جبکہ اس سے پہلے فقہ فنی کے مطابق کثرت روایات جو قرآنی اصول کے موافق ہونے کے ساتھ تو اتر کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کی دلالت عموم پر ہے۔ اہل تشیع حضرات اگر درجن تو کیا ہزاروں بھی روایات پیش کریں تو پھر بھی وہ ایک ایسی روایت پیش نہیں کر سکتے جس میں زمان و مکان کی تخصیص کے بغیر نمازوں کو جمع کرنے کا مسئلہ بیان ہوا ہو۔ محض یہی نہ کہ امام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم سے تعصب کرتے ہوئے جاہلانہ استدلال سے مسائل کا استنباط کرنا کسا قدر قرآن و سنت کے احکام پر ڈاکڑ بنانا ہے۔

اہل تشیع کو استدلال کرنے سے پہلے اس اصول کو مد نظر رکھنا چاہیے تھا کہ جب کسی عمل کے خلاف قول آجائے تو عمل تخصیص کا اہل نظر رکھنے والا ہوتا ہے۔ پوری امت مسلمہ کا چودہ سو سالہ اجماع ہے کہ نمازوں کو جمع کرنے کی تخصیص صرف عرفات و مزدلفہ میں ان خاص ایام میں ہے۔ اس کے سوا دنیا کے کسی ملک، شہر، گاؤں، گلی یا مکان کو یہ تخصیص حاصل نہیں ہے۔ لہذا اگر کسی نے کہیں تخصیص ثابت کرنے کی کوشش کی تو وہ قطعاً غلطی ہے۔ مگر ہوگا۔ کیونکہ قرآن کی اس نص میں تصریح کے ساتھ اوقات نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جب نص سے صراحت ثابت ہو جائے تو کسی طرح بھی محتمل نہیں ہوتی۔ لیکن اس نص کی صراحت کے باوجود کوئی تخصیص کو ثابت کرے تو اس کو سوائے اسلام دشمنی کے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اہل سنت کے موقف میں کثیر احادیث بیان ہو چکی ہیں۔ لیکن ہم مزید تردید کیلئے فقہ کا اصول پیش کر دیتے ہیں تاکہ شک و شبہ بھی ختم ہو جائے اور روز روشن کی طرح اہل سنت کی حقانیت واضح ہو جائے۔

حکم خاص سے استدلال کرتے ہوئے عمومی حکم کو ثابت نہیں کیا جائے گا:

اس قاعدہ کا ماخذ یہ ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ میدان عرفات سے واپس لوٹے تو میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا، جب آپ گھٹی پر آئے تو آپ نے سواری بٹھائی اور قضاء و جنت کیلئے نیچا اتر گئے جب واپس آئے تو میں نے برتن سے پانی نیکر آپ کو دھو کر دیا، پھر آپ سوار ہو کر مزدلفہ آئے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھا۔ (مسلم، ج ۱ ص ۴۱۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں نماز مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنے کا ثبوت ہے جو کہ ایام حج میں اس کے احکام کے ساتھ خاص ہے لہذا اس حدیث سے کوئی یہ استدلال کرے تو بے بنیاد کہہ سکتا کہ نماز مغرب اور عشاء کو جہاں چاہیں جمع کر کے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ حکم خاص سے عمومی حکم کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

حکم عام کے استدلال سے حکم خاص کی تفصیص:

ترجمہ۔ جب تک نماز منومنوں پر وقت مقررہ نہ ہو فرض ہے۔ (النساء) اس آیت میں بیان کردہ حکم کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر نماز کو اس کے مقررہ وقت کے اندر ادا کرنا ضروری ہے اس سے معلوم ہوا کہ دو نمازوں کو جمع کرنے والا حکم ایام حج میں اس کے مناسک ادا کرنے والے کے ساتھ خاص ہے لہذا اس عام حکم کو اس سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ دو نمازوں کو جمع کرنے کے باوجود اس عمومی حکم

جن ہر نماز کو اس کے وقت کے اندر پڑھا جائے اس پر بھی عمل ہوگا۔

جمع ہونے والی ظہر و عصر درمیان نفل پڑھنے کی ممانعت کا بیان:

(وَلَا يَتَوَقَّعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ تَحْصِيلاً لِمَقْصُودِ الْوُقُوفِ وَلِهَذَا قُدِّمَ الْعَصْرُ عَلَى وَقْتِهِ، فَلَوْ أَنَّهُ فَعَلَ فَعَلًا مَكْرُوهًا وَأَعَادَ الْأَذَانَ لَلْعَصْرِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، خِلَافًا لِمَا رَوَى عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ

لَأَنَّ الْأَشْغَالَ بِالْخَطَرِ أَوْ يَعْمَلُ آخِرَ يَقْطَعُ قَوْلَ الْأَذَانِ الْأَوَّلِ فَيُعِيدُهُ لِلْعَصْرِ (فَإِنْ صَلَّى بِغَيْرِ خُطْبَةٍ أَجْزَأُهُ لَئِنْ هَذِهِ الْخُطْبَةُ لَيْسَتْ بِقَرِيبَةٍ .

ترجمہ:

اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نفل نہ پڑھے۔ تاکہ وہ قوف عرفہ کا مقصد حاصل ہو جائے۔ اسی دلیل کی بنیاد پر تو عصر کو اس کے وقت سے مقدم کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس نے اس طرح کیا تو مکروہ ہوگا۔ اور ظاہر الروایات سمجھے مطابق وہ عصر کی اذان کو لوٹے گا۔ یہ خلاف اس کے جو امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے کیونکہ نفل یا کسی دوسرے عمل میں مصروف ہونا اذان اول کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ اس لئے اسے اذان اول عصر لوٹانی پڑے گی۔

شرح

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا (یعنی عشاء کے وقت دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا) اور ان میں سے ہر ایک کے کے بغیر کبھی گئی (یعنی مغرب کے لئے عمدہ تعمیر ہوئی اور عشاء کے لئے عمدہ) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوافل دونوں کے درمیان نفل نماز پڑھی اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے بعد۔ (بخاری)

ان نمازوں کے بعد نفل پڑھنے کی جگہ کی گئی ہے تو اس سے ان دونوں کے بعد سنتیں اور وتر پڑھنے کی نفی لازم نہیں آتی۔ باب قصۃ حبۃ الدواع میں حضرت جابر کی جو طویل حدیث گزری ہے اس کے ان الفاظ لسم یسبح بینہما شیا کی وضاحت میں ملاحظہ فرمائیے کہ جب مزدلفہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھ چکے تو مغرب و عشاء کی سنتیں اور نماز وتر بھی پڑھی۔ چنانچہ ایک روایت میں بھی یہ منقول ہے کہ تیر شیخ عابد سنجدی نے درختنا کے حاشیہ میں اس بارہ میں علامہ کے اختلافی اقوال نقل کرنے کے بعد یہی لکھا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز کے بعد سنتیں اور وتر پڑھی۔ (شرح الوکات)

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز اپنے وقت کے

علاوہ کسی اور وقت میں پہلی ہوسوائے دوئم زوں کے کہ وہ مغرب و عشاء کی ہیں جو زمانہ میں پہلی گئی تھیں (یعنی مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پہلی) اور اس دن (یعنی مزدلفہ میں قربانی کے دن) فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت سے پہلے پہلی تھی۔ (بخاری و مسلم)

یہاں صرف مغرب و عشاء کی نمازوں کو ذکر کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت پہلی، حاجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات میں ظہر و عصر کی نماز میں ایک ساتھ اسی طرح پہلی تھی کہ عصر کی نماز مقدم کر کے ظہر کے وقت ہی پڑھ لی گئی تھی، لہذا یہاں ان دونوں نمازوں کو اس سبب سے ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ دن کا وقت تھا، سب ہی جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز کو مقدم کر کے عصر کے وقت پڑھا ہے اس لئے اس کو بطور خاص ذکر کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ "فجر کی نماز وقت سے پہلے پہلی" کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن فجر کی نماز وقت معمول یعنی اذان پہلے سے پہلے تار کی میں پڑھ لی تھی، یہاں میرا اندیش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کے وقت سے پہلے پہلی تھی کیونکہ تمام ہی علماء کے نزدیک فجر کی نماز، فجر سے پہلے پڑھنی جائز نہیں ہے۔

ظہر کی نماز گھر میں تنہا پڑھنے والے کی عصر کا حکم:

قَالَ (وَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ فِي رَحْلِهِ وَخَذَهُ صَلَّى الْعَصْرَ فِي وَفَيْهِ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ
اللَّهُ تَعَالَى. وَقَالَ: يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا الْمُتَفَرِّدُ لَأَنَّ جَوَازَ الْجَمْعِ لِلْحَاجَةِ إِلَى امْتِدَادِ
الْوُقُوفِ وَالْمُتَفَرِّدُ مُحْتَاجٌ إِلَيْهِ.

وَلَأَبَى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْمُحَافَظَةَ عَلَى الْوُقُوفِ قَرَضٌ بِالْأُصُولِ فَلَا يَجُوزُ تَرْكُهُ
إِلَّا فِيمَا وَرَدَ الشَّرْعُ بِهِ، وَهُوَ الْجَمْعُ بِالْجَمَاعَةِ مَعَ الْإِمَامِ وَالتَّقْدِيمُ لِصَيَانَةِ الْجَمَاعَةِ
لَأَنَّهُ يَعْسُرُ عَلَيْهِمُ الْاجْتِمَاعُ لِلْعَصْرِ بَعْدَ مَا تَفَرَّقُوا فِي الْمَوْقِفِ لَا لِمَا ذَكَرَهُ إِذْ لَا
مُسَافَاةَ، ثُمَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: الْإِمَامُ شَرْطٌ فِي الصَّلَاتَيْنِ جَمِيعًا. وَقَالَ زُفَرٌ
رَحِمَهُ اللَّهُ: فِي الْعَصْرِ خَاصَّةً لَأَنَّهُ هُوَ الْمُعْزَرُ عَنْ وَفَيْهِ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْإِحْرَامُ
بِالنَّحْجِ. وَلَأَبَى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ التَّقْدِيمَ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ عُرِفَ شَرْعُهُ فِيمَا إِذَا
كَانَتْ الْعَصْرُ مُرْتَبَةً عَلَى ظُهُرٍ مُؤَدَّى بِالْجَمَاعَةِ مَعَ الْإِمَامِ فِي خَالَةِ الْإِحْرَامِ بِالنَّحْجِ
فَيَقْتَصِرُ عَلَيْهِ، ثُمَّ لَا بَدَلَ مِنَ الْإِحْرَامِ بِالنَّحْجِ قَبْلَ الزَّوَالِ فِي رَوَايَةٍ تَقْدِيمًا لِلْإِحْرَامِ عَلَى
وَقْتِ الْجَمْعِ، وَهِيَ أُخْرَى يَكْفِي بِالتَّقْدِيمِ عَلَى الصَّلَاةِ لَأَنَّ الْمُقْصُودَ هُوَ الصَّلَاةُ

ترجمہ:

اور جس شخص نے نماز ظہر کو اپنی واحد میں اکیلے پڑھ لیا تو امام عظیم علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ شخص عصر کی نماز کو اس کے اپنے وقت مقررہ میں پڑھے گا۔ جبکہ صائمین نے کہا کہ ایسا نماز پڑھنے والا بھی ان دونوں نمازوں کو جمع کرے گا۔ کیونکہ جمع کرنے کا سبب وُقُوف عرفہ کو لیا کرتا ہے۔ اور یہ ضرورت کی وجہ سے ہے۔ اور اس کی بھی اسی طرح ضرورت ہے۔

حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ وقت کی حفاظت کا حکم قرآنی انصاف سے لازم کیا گیا ہے اور اس کو ان کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ جس پر حکم شرعی بیان ہوا ہے۔ اور وہ امام کے ساتھ جمع کرنا ہے اور تقدیم عصر بھی جماعت کی حفاظت کیسے ہے۔ کیونکہ وُقُوف میں الگ الگ ہو جانے کی صورت میں عصر کیلئے اکٹھا ہونا مشکل ہے۔ اور وہ فہم نہیں ہے جو صائمین نے بیان کی ہے۔ کیونکہ اس میں کچھ منافات نہیں ہے۔

حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں نمازوں میں امام شرط ہے۔ جبکہ امام ذفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عصر میں خاص کر شرط ہے۔ کیونکہ اپنے وقت سے بدلے والی وہی ہے۔ اور اسی اختلاف پر حج کا احرام ہے۔

حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ عصر کو مقدم کرنا خلاف قیاس اس حالت میں مشروع ہونا معلوم ہوا ہے جبکہ عصر تہر کے درمیان میں ہو۔ جو حج احرام میں امام کے ساتھ جماعت سے ادا کی جائے۔ پس اس کا انحصار کیا ہوگا۔

ایک روایت کے مطابق احرام کا زوال سے پہلے پہلے ہونا ضروری ہے تاکہ احرام جمع کے وقت سے مقدم کیا جائے۔ اور دوسری روایت میں احرام کو نماز پر مقدم کرنا کافی ہے اس لئے کہ مقصد نماز ہے۔

شرح

قال العلامة ابن محمود البابر بن الحنفی علیہ الرحمة وَقَوْلُهُ (وَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ فِي رَحْلِهِ) أَيْ فِي
مَنْزِلِهِ (وَخَذَهُ صَلَّى الْعَصْرَ فِي وَفَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَقَالَ: الْمُتَفَرِّدُ وَغَيْرُهُ يَتِمُّانِ فِي الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا (وَمَنْتَى
الْإِخْلَافِ عَلَى أَنَّ تَقْدِيمَ الْعَصْرِ عَلَى وَفْيِهِ لِأَجْلِ مُحَافَظَةِ الْجَمَاعَةِ أَوْ لِامْتِدَادِ الْوُقُوفِ، فَعِنْدَهُ لِلزَّوَالِ
وَعُسْرُهُمَا لِلثَّانِي).

لَهُمَا أَنَّ جَوَازَ الْجَمْعِ لِلْحَاجَةِ إِلَى امْتِدَادِ الْوُقُوفِ بِدَلِيلِ أَنَّهُ لَا جَمْعَ عَلَى مَنْ لَيْسَ عَلَيْهِ الْوُقُوفُ، وَأَنَّ
النَّحْجَ يَخْتِاجُ إِلَى الدُّعَاءِ فِي وَقْتِ الْوُقُوفِ، فَشَرْعٌ الْجَمْعُ لِئَلَّا يَشْتَغَلَ عَنِ الدُّعَاءِ. وَالْمُتَفَرِّدُ وَغَيْرُهُ فِي
عَلَيْهِ الْحَاجَةُ سَوَاءً فَيَسْتَوِيَانِ فِي جَوَازِ الْجَمْعِ (وَلَأَبَى حَنِيفَةَ أَنَّ الْمُحَافَظَةَ عَلَى الْوُقُوفِ قَرَضٌ بِالْأُصُولِ)
لَقَدْ لَمْ تَعَالَى (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْاُوسْطَى) (إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
كُنُفًا مُؤَفًوَةً) وَكُلُّ مَا هُوَ كَذَلِكَ لَا يَجُوزُ تَرْكُهُ إِلَّا بِدَلِيلٍ قَطْعِيٍّ، وَذَلِكَ فِيمَا وَرَدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مَعَ وَقُوفِ الصَّحَابَةِ مِنَ الْجَمْعِ بِالْجَمَاعَةِ مَعَ الْإِمَامِ فَلَا يَجُوزُ يَدْوِيهِ.

وَقَوْلُهُ (وَالْتَقْدِيمُ لِصَيَانَةِ الْجَمَاعَةِ) جَوَابٌ عَنْ قَوْلِهِمَا وَتَقْرِيرُهُ لَا نُسَلِّمُ أَنَّ جَوَارَ الْجَمْعِ بِالْمَقْدِيمِ لِامْتِنَادِ الْوُفُوفِ بَلْ لِصَيَانَةِ الْجَمَاعَةِ، لِأَنَّهُ يُعَسَّرُ عَلَيْهِمْ الْاجْتِمَاعُ لِلْعَصْرِ بَعْدَ تَقَرُّوهِ لِأَنَّ الْمُؤَقِّفَ مُرَاجٍ وَاسِعٌ دُوْرٌ طَوِيلٌ وَعَرْضٌ قَلِيلٌ يُمْكِنُهُمْ إِقَامَةُ الْجَمَاعَةِ إِلَّا بِالْاجْتِمَاعِ وَأَنَّهُ يَتَعَدَّى مَرَّتَيْنِ فِي الْعَادَةِ فَعَلِمَا الْعَصْرَ لِيَتَلَا تَقَوُّتَهُمْ فَصِيْلَةُ الْجَمَاعَةِ لِحَقِّ الْوُفُوفِ، لِأَنَّ الْجَمَاعَةَ تَقُوْثُ لَا إِلَى خَلْفٍ، وَحَقُّ الْوُفُوفِ يَتَأَدَّى قَبْلَ تَعَدُّ وَتَمَعُّ، إِذْ لَا مَسَافَةَ بَيْنَ الْوُفُوفِ وَالصَّلَاةِ لِأَنَّ الْوُفُوفَ، لَا يَنْقَطِعُ بِالِاشْغَالِ بِالصَّلَاةِ كَمَا لَا يَنْقَطِعُ بِالْأَكْلِ وَالشَّرْبِ وَالنَّوْشِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، وَفِي كَلَامِهِ تَسَامُحٌ لِأَنَّهُ جَعَلَ عِلَّةَ تَقْدِيمِ الْعَصْرِ تَحْصِيلَ مَقْصُودِ الْوُفُوفِ حَيْثُ قَالَ: وَلِهَذَا قُدِّمَ الْعَصْرُ عَلَى وَفِيهِ، وَهَاهُنَا جَعَلَ عِلَّتَهُ صَيَانَةَ الْجَمَاعَةِ، فَإِنْ كَانَ الْمَقْصُودُ مِنَ الْوُفُوفِ صَيَانَةُ الْجَمَاعَةِ صَحَّ الْكَلَامُ، لَكِنْ لَيْسَ كَذَلِكَ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ آدَاءُ أَكْثَرِ عَظَمِ وَخُشْيِ الْجَمْعِ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ تَنَاقُضٌ كَلَامُهُ وَتَوَارَدَ عِلَّتَانِ عَلَى مَعْلُولٍ وَاجِدٍ بِالشَّخْصِ وَذَلِكَ غَيْرُ جَائِزٍ، وَلِيُمْكِنَ أَنْ يُجَابَ عَنْهُ بِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الْوُفُوفِ شَيْنَانِ أَحَدُهُمَا عَاجِلٌ وَالثَّانِي آجِلٌ، وَالْأَوَّلُ هُوَ امْتِنَادُ الْمُكْنِ لِأَجْلِ الدُّعَاءِ لِمَصَالِحِ دِينِهِ وَدُنْيَاهُ، وَالثَّانِي آدَاءُ الرُّكْنِ وَصَيَانَةُ الْجَمَاعَةِ، فَجَوَزُ أَنْ يَكُونَ تَقْدِيمُ الْعَصْرِ مَعْلُولًا لِتَحْصِيلِ مَقْصُودِ الْوُفُوفِ مِنْ حَيْثُ الْمَقْصُودُ الْأَوَّلُ، وَلِصَيَانَةِ الْجَمَاعَةِ مِنْ حَيْثُ الثَّانِي، وَإِنَّا اخْتَلَفْتُ الْجِهَةَ اذْتِمَامُ التَّنَاقُضِ وَتَوَارَدُ الْعِلَّتَيْنِ، وَالْحَاصِلُ أَنَّهُمْ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ لِلْمُكْنِ هُوَ اِلْمْتِنَادُ فِي الْمُسْكَنِ لِأَجْلِ الدُّعَاءِ، وَلِكِنَّهُمْ اِخْتَلَفُوا فِي وَجُودِ غَيْرِهِ فَقَالَا: مَا شَكَّةَ غَيْرُهُ، وَفِيهِ الْمُنْقُذُ وَالْجَمَاعَةُ سَوَاءٌ، وَقَالَ: بَلْ شَكَّةَ غَيْرُهُ، وَهُوَ مَا لَهُ مِنَ صَيَانَةِ الْجَمَاعَةِ، وَلَيْسَ الْمُنْقُذُ فِيهِ كَالْجَمَاعَةِ ثُمَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ: الْإِمَامُ شَرْطٌ فِي الصَّلَاتَيْنِ جَمِيعًا.

وَقَالَ زُفَرٌ: فِي الْعَصْرِ خَاصَّةٌ لِأَنَّهُ هُوَ الْغَيْرُ عَنْ وَفِيهِ) وَاشْتَرَطَ الْإِمَامُ لِلتَّغْيِيرِ (وَلَا بِي خِيفَةَ أَنْ التَّقْدِيمَ عَلَى خِلَافِ الْفِقَاسِ غَرَفَ شُرْعُهُ فِيمَا إِذَا كَانَتْ الْعَصْرُ مُرْتَبَةً عَلَى ظَهْرِ مُؤَدَى بِالْجَمَاعَةِ مَعَ الْإِمَامِ فِي حَالَةِ الْبَاحِرَامِ بِالْحَجِّ) وَكُلُّ مَا كَانَ شُرْعُهُ عَلَى خِلَافِ الْفِقَاسِ بِالنَّصِّ يَنْقُصُ عَلَى مُرَوِّهِ (وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْبَاحِرَامُ بِالْحَجِّ) قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: الْبَاحِرَامُ شَرْطٌ فِيهِمَا جَمِيعًا، وَقَالَ زُفَرٌ: هُوَ شَرْطٌ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ وَتَمَرُّتُهُ تَطْهَرُ فِي حِلَالِ مَحْطَى صَلَّى الظُّهْرُ مَعَ الْإِمَامِ ثُمَّ أَخْرَجَ بِالْحَجِّ فَصَلَّى الْعَصْرَ مَعَهُ، أَوْ الْمُنْمُودَ بِالْمُنْمُودِ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَخْرَجَ فَصَلَّى الْعَصْرَ مَعَ الْإِمَامِ ثُمَّ يُخْرِجُهُ الْعَصْرُ لَا فِي وَفِيهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ.

وَعِنْدَ زُفَرٍ تَقَوُّوْ (ثُمَّ لَا يَلْزَمُ مِنَ الْإِحْرَامِ بِالْحَجِّ قَبْلَ الزَّوَالِ فِي رَوَايَةٍ) لِأَنَّ الْبَاحِرَامَ شَرْطٌ جَوَارَ الْجَمْعِ وَشَرْطُ الشَّيْءِ يَسْبِقُهُ، وَجَوَارِ الْجَمْعِ يَتَحَقَّقُ إِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ مُقَارِنًا، وَالْمَقْدَمُ عَلَى أَحَدِ الْمُتَقَارِنِ مُقَدَّمٌ عَلَى الْآخَرِ (وَفِي) رَوَايَةٍ أُخْرَى يُكْتَفَى بِالتَّقْدِيمِ عَلَى الصَّلَاةِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الصَّلَاةُ (عِنَايَةً)

عرفات میں جبل رحمت کے پاس ٹھہرنے کا بیان:

قَالَ (ثُمَّ يَتَوَجَّهْ إِلَى الْمُؤَقِّفِ فَيَقِفُ بِقُرْبِ الْجَبَلِ وَالْقَوْمُ مَعَهُ عَقِيبَ أَنْصَرِ فَيَهْمُ مِنَ الصَّلَاةِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَاحَ إِلَى الْمُؤَقِّفِ عَقِيبَ الصَّلَاةِ وَالْجَبَلِ يُسَمَّى جَبَلِ الرَّحْمَةِ، وَالْمُؤَقِّفُ الْأَعْظَمُ.

ترجمہ:

فرمایا: اس کے بعد وہ مؤقف کی طرف متوجہ ہوئیں وہ پہاڑ کے قریب کھڑے ہو اور نماز سے فارغ ہوتے ہی لوگ بھی اس کے ساتھ ہوں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اُس کے بعد مؤقف کی طرف تشریف لائے۔ اور اس پہاڑ کا نام جبل رحمت رکھا گیا ہے۔ اور وہی مؤقف اعظم ہے۔ (مسلم ابوداؤد ابن ماجہ)

جبل رحمت کے پاس ٹھہرنے کی فضیلت:

جبل رحمت عرفات کا ایک پہاڑ ہے۔ یہ زمین سے تقریباً تین سو فٹ اونچی اور سطح سمندر سے تین ہزار فٹ بلند ہے، اسے مؤقف اعظم بھی کہتے ہیں۔ اسی کے قریب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقف فرمایا۔

جبل رحمت دور ہونے میں نام نہاد مذہبی سکارلز:

غیر مقلدین اور انتہا پسند روش خیل لوگوں میں سے بنی دو تہات پھیلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ جبل رحمت پاس ٹھہرنے کی فضیلت نہیں ہے ثابت نہیں ہے۔ حاکم دیکھ ریٹ میں نبی کریم ﷺ کا وہاں ٹھہرنا ثابت ہے۔ اور آپ ﷺ کے وہاں ٹھہرنے کی وجہ سے وہ جبل رحمت بنائے۔ وہاں پر شیطان بھی بھیج دیا کہ راجھ منہ پیٹنے کیونکہ شیطان بھی رحمت سے دور ہو لیکن جب وہاں امت مسلمہ کی بخشش کو انعام نازل ہوا تو وہ افسرہ ہوا ہے۔ آج جو لوگ مسلمانوں کی وہاں پر عقیدت دیکھ کر افسرہ ہوتے ہیں وہ غور کریں۔ اور یاد رکھیں کہ ملت مشترکہ کی وجہ سے کہیں حکم ایٹس والا ان کی طرف لوٹ آیا تو کوئی سی تنفیحات بچائیں گیں۔ قارئین ان کے الفاظ کو لا حظ کر لیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

عرفات میں بعض لوگ جبل رحمت کے پاس وقف کو ضروری سمجھتے اور اس پر اصرار کرتے ہیں۔ یہ بھی قطعاً درست نہیں ہے۔ عرفات کے پورے میدان میں آوی جہاں چاہے، وقف کر سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میں نے یہاں (جبل رحمت کے پاس) وقف کیا ہے۔ تاہم یہ واضح رہے کہ وقف عرفات کے پورے میدان میں کہیں بھی کیا جاسکتا ہے۔

(ابوداؤد، رقم ۱۹۰۴)

عرفات میں بعض لوگ دعا دو نمازات کرتے ہوئے اُس پہاڑ کی طرف رخ کر لیتے ہیں جو جبل رحمت کے نام سے معروف ہے۔ یہ معلوم ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر وقف عرفہ کے دوران میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پہاڑ کے پاس کھڑے ہو کر دعا

دعا جات تھی۔ تاہم دن میں اس کی طرف رخ کرنا اور لوگوں کو اس کی ہدایت کرنا آپ سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ لوگوں کے اس عمل کے لیے بھی دین میں کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔ (ابن عثیمین، مجمع بئر غیر مقلدین)

عرفات یقیناً سارے کا سارا وقف ہے لیکن کب جہل رحمت کی غفلت کی وجہ سے اس کا وقف ختم ہو جائے گا کتنی جہالت کے سے پرانہ ہیں۔ اگر غفلت کی کسی دوسرے چیز کے وجود کو ختم کرنی تو شب قدر سے تمام راتوں کی عبادت کو ختم کر دیتی۔ فانی و اخیر۔

سارا عرفات ہی مقام وقف ہے:

قَالَ (وَعَرَفَاتُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ عَرْنَةَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (عَرَفَاتُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَارْتَفَعُوا عَنْ بَطْنِ عَرْنَةَ، وَالْمَرْكُزَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَارْتَفَعُوا عَنْ وَادِي مُحَسَّرٍ).

قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ يَقِفَ بَعْرَةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَفَ عَلَى نَاقَتِهِ (وَأَنْ وَقَفَ عَلَى قَدَمَيْهِ جَارًا) وَالْأَوَّلُ أَفْضَلُ لِمَا بَيَّنَّا (وَيَنْبَغِي أَنْ يَقِفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَفَ كَذَلِكَ، وَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (خَبِرَ الْمَوَاقِفَ مَا اسْتَقْبَلْتُ بِهِ الْقِبْلَةَ) (وَيَذْعُو وَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْمَنَاسِكَ) لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَذْعُو يَوْمَ عَرَفَةَ مَادًّا يَدَيْهِ كَمَا اسْتَطَاعَ الْمُسْكِينُ وَيَذْعُو بِمَا شَاءَ) وَإِنْ وَرَدَ الْآثَارُ بِبَعْضِ الدَّعَوَاتِ، وَقَدْ أَوْرَدْنَا تَفْصِيلَهَا فِي كِتَابِنَا الْمُتَرَجِّمِ (بُعْدَةُ النَّاسِكِ فِي عِدَّةٍ مِنَ الْمَنَاسِكِ) بِتَوْفِيقِ اللَّهِ تَعَالَى.

ترجمہ:

فرمایا: وادی بطن کے سوا عرفات سارا ہی موقف ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عرفات سارا موقف ہے اور بطن عرنہ سے اونچے پر جاو اور عرنہ سارا موقف ہے اور وادی محسر سے بلند رہو۔ (طبرانی، معجم، ابن حبان، مستدرک)

امام کہتے مناسب یہ ہے کہ وہ عرف میں اونٹ پر سوار ہو کر وقف کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی اونٹ پر وقف فرمایا تھا۔ اور اگر وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا بھی جائز ہے۔ جبکہ فضیلت پیسے صورت کو ہے۔ اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے اور یہ بھی مناسب ہے کہ وہ عقبہ رخ ہو کر کھڑا ہوا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح قیام فرمایا تھا۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین موقف وہ ہے جس کے ساتھ قبلہ کیا ہو۔ اور وہ دعا مانگے اور لوگوں کو مناسب کچھ سکھائے۔ کیونکہ یہ روایت بیان کی گئی ہے

نبی کریم ﷺ نے عرفہ کے دن اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر دعا مانگی۔ (اس دعا کا طریقہ اس طرح ہو) جس طرح کوئی مسکین کھانا کھانے کیلئے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اور جسے چاہے اسی کی دعا کرے۔ اگرچہ دعاؤں کے متعلق کئی آثار بیان ہوئے ہیں۔ اور ہم نے ان کی وضاحت اپنی کتاب ”بُعْدَةُ النَّاسِكِ فِي عِدَّةٍ مِنَ الْمَنَاسِكِ“ جس نام ہے اللہ کی توفیق سے بیان کیے ہیں۔

عرفات کے منصرف و غیر منصرف ہونے کا بیان:

عرفات کو منصرف (یعنی تعریف کر کے) پڑھا گیا ہے حالانکہ اس کے غیر منصرف ہونے کے دو سبب اس میں موجود ہیں یعنی طم اور تائید، اس لئے کہ دراصل یہ بت ہے جیسے مسلمان اور مومن تک ایک خاص جگہ کا نام مقرر کر دیا ہے اس نے اصلیت کی رعیت کی گئی اور منصرف پڑھا گیا عرفہ جگہ ہے جہاں کا شہر تاج کا بیہدی رکن ہے مسند احمد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حج عرفت ہے عن مرہ جو رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا جو سورج نکلنے سے پہلے عرفات میں پہنچ گیا اس نے حج کو پایا۔

عرفات کو عرفات کہنے کا اور وقف عرفات کا بیان:

عرفہ ایک مخصوص جگہ کا نام ہے اور یہ زمان کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے بایں طور کہ نویں دن الحجہ کو عرفہ کا دن کہتے ہیں۔ لیکن عرفہ حج کے لفظ کے ساتھ صرف اس مخصوص جگہ کی لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ جمع اطراف و جواب کے اعتبار سے ہے۔

عرفات مکہ مکرمہ سے تقریباً ساڑھے پندرہ میل (بچیس کلومیٹر) کے فاصلہ پر واقع ہے یہ ایک وسیع وادی یا میدان ہے جو اپنے تین طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، درمیان میں اس کے شمالی جانب جبل الرحۃ ہے۔

عرفات کی وجہ تسمیہ کے متعلق بہت اقوال ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت حوا جب جنت سے اتر کر اس دنیا میں آئے تو وہ دونوں سب سے پہلی ایک جگہ ملے۔ اس تعارف کی مناسبت سے اس کا نام عرفہ پڑ گیا ہے اور یہ جگہ عرفات کہلائی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ حج کی تعلیم دے رہے تھے تو وہ اس دوران اس سے پوچھتے کہ عرفت (یعنی جو تعلیم میں نے دی ہے) تم نے اسے ایا کیا؟ حضرت ابراہیم جواب میں کہتے عرفت (ہاں میں ہوں) لہذا اور ارشاد کرنا کہ وہ اس سوال و جواب میں اس جگہ کا استعمال اس جگہ کی وجہ تسمیہ بن گیا۔ ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

وقف عرفت یعنی نویں ذی الحجہ کو ہر حاجی کا میدان عرفات میں پہنچنا اس کی ادائیگی کے سلسلہ میں ایک سب سے بڑا رکن ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا، چنانچہ حج کے دو رکنوں یعنی طواف الافہ اور وقف عرفات میں وقف عرفات چونکہ حج کا سب سے بڑا رکن ہے اس لئے اگر یہ ترک ہو گیا تو حج ہی نہیں ہوگا۔

مقام عرفہ یا عرفات، مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں جبل رحمت کے دامن میں واقع ہے۔ جہاں وقف عرفات جیسا حج کا لازمی رکن ادا کیا جاتا ہے۔ یہ میدان کے سے تقریباً 16 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

اجد کہ فرمایا کہ حج اکبر آج ہی کا دن ہے دیکھو شرک اور بت پرست تو یہاں سے جب دھوپ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس طرح ہوتی تھی جس طرح لوگوں کے سروں پر عمامہ ہوتا ہے تو سورج غروب ہونے سے پیشتر ہی لوٹ جاتے تھے لیکن ہم سورج غروب ہونے کے بعد یہاں سے واپس ہوں گے وہ مشعر الحرام سے سورج نکلنے کے بعد چلتے تھے جیسا کہ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر دھوپ اس طرح نمایاں ہوتی تھی جس طرح لوگوں کے سروں پر عمامے ہوتے ہیں لیکن ہم سورج نکلنے سے پہلے ہی چل دیں گے ہمارا طریقہ مشرکین کے طریقے کے خلاف ہے (ابن مرویہ مستدرک حاکم) امام حاکم نے اسے شرط بخشن پر اور بالکل صحیح بتلایا ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے ان لوگوں کا قول ٹھیک نہیں جو فرماتے ہیں کہ حضرت مسور نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے لیکن آپ سے کچھ نہیں سمجھا حضرت عمرو بن سہید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عرفات سے لوٹتے ہوئے دیکھا گویا اب تک بھی وہ منظر میرے سامنے ہے، آپ کے سر کے اگلے حصے پر پال تھتھے آپے اذت پر تھے اور فرما رہے تھے ہم واضح روشنی میں لوٹے صحیح مسلم کی حضرت جابر والی ایک مظلوم حدیث جس میں بقیۃ الوداع کا پورا بیان ہے اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج کے غروب ہونے تک عرفات میں ٹھہرے جب سورج چھپ گیا اور قدرے زردی ظاہر ہو گئی تو آپ نے اپنے پیچھے اپنی سواری پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کیا اور اونٹنی کی نکیل تان لی یہاں تک کہ اس کا سر پالان کے قریب پہنچ گیا اور واپس ہاتھ سے لوگوں کو اشارہ فرماتے جاتے تھے کہ لوگو! ہستہ ہستہ چلو مژنی اطمینان و سکون اور دلجمعی کے ساتھ چلو جب کوئی پہاڑی آئی تو نکیل قدرے دھکیل کر تے تاکہ جانور بے آسانی اوپر چڑھ جائے، مزولفہ میں آ کر آپ نے مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی اذان ایک ہی کھلوائی اور دونوں نمازوں کی تکبیریں الگ الگ کھلوائیں مغرب کے فرضوں اور عشاء کے فرضوں کے درمیان سنت تو اٹھ کھڑے ہوئے پھر لیٹ گئے، صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد نماز فجر ادا کی جس میں اذان و اقامت ہوئی پھر خصوصی نامی اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر الحرام میں آئے قبل کی طرف متوجہ ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے اور اندھا کبر الاء اللہ اور اللہ کی توحید بیان کرنے لگے یہاں تک کہ خوب سویرا ہو گیا، سورج نکلنے سے پہلے ہی پہلے آپ یہاں سے روانہ ہو گئے،

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہاں سے چلے تو کیسی چال چلتے تھے فرمایا: اور درمیان درمیسی چال سواری چلا رہے تھے ہاں جب راستہ میں کشادگی دیکھتے تو ذرا تیز کر لیتے (بخاری و مسلم)

پھر فرمایا عرفات سے لوٹتے ہوئے مشعر الحرام میں اللہ کا ذکر کر لیتے یہاں دونوں نمازیں جمع کر لیں، عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مشعر الحرام کے بارے میں دریافت فرماتے ہیں تو آپ خاموش رہے ہیں جب قافلہ مزولفہ میں جا کر اتار تے تو فرماتے ہیں اسل کہاں ہے یہ مشعر الحرام، آپ سے یہی بھی مروی ہے کہ مزولفہ تمام کا تمام مشعر الحرام ہے، پہاڑ بھی اور اس کے آس پاس کی کل جگہ، آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ جرح پر بھیڑ بھاڑ کر رہے ہیں تو فرمایا یہ لوگ بھیڑ بھاڑ کر رہے ہیں؟ یہاں کی سب جگہ مشعر الحرام ہے، اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی فرمایا ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان کی کل جگہ مشعر الحرام

عرفت سہل کے 354 دن غیر آباد رہتا ہے اور صرف ایک دن کے 8 سے 10 گھنٹوں کے لیے (9 ذی الحج) ایک عظیم الشان شہر بن جاتا ہے۔ یہ 9 ذی الحج کی صبح آباد ہوتا ہے اور غروب آفتاب کے ساتھ ہی اس کی تمام آبادی رخصت ہو جاتی ہے اور ہر ایک ایک کیلئے روزانہ میں قیام کرتے ہیں۔ دور جاہلیت میں قریش نے حرم سے متعلق دیگر بدعات کے علاوہ مناسک حج سے ذوق عرفت کو بھی خارج کر دیا تھا۔ قبل از اسلام دیگر لوگ تو عرفات تک جاتے تھے لیکن قریش مزولفہ آگے نہ بڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں اس لیے حرم کی حدود سے باہر نہیں نکلیں گے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بقیۃ الوداع)) کے موقع پر انہوں نے خداوندی کے تحت عام لوگوں کے ساتھ دو گھنٹہ عرفات تک گئے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عرفات کو پالنے والے کالج ہو گیا:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے کہ مروی کی حجر سے پہلے جو شخص عرفات میں پہنچ جائے اس نے حج پالیا، حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ شہر نے ایک وقت عرفہ کے دن کے شروع سے ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزولفہ میں نماز کے لئے نکلے تو ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور اس پر چپ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اہل بی بی پہاڑوں سے آ رہا ہوں اپنی سواری کو میں نے تھکا دیا اور اپنے نفس پر بڑا سخت اٹھائی واللہ ہر پرہیزگار شہر آباد کیا ہوں کیا میرا حج ہو گیا؟ آپ نے فرمایا جو شخص ہمارے یہاں کی اس نماز میں پہنچ جائے ہمارے ساتھ چلتے وقت تک ٹھہرا رہے اور اس سے پہلے وہ عرفات میں بھی ٹھہر چکا ہو خواہ رات کو خواہ دن کو اس کا چوراہا ہو گیا اور فریضہ سے فارغ ہو گیا۔ (مسند احمد و سنن) امام ترمذی اسے صحیح کہتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے آپ کو حج کیا یہاں عرفات میں پہنچے تو چھپا کر (عرفت) کیا تم نے پہچان لیا؟

حضرت غنبل علیہ السلام نے جواب دیا (عرفت) میں نے جان لیا کیونکہ اس سے پہلے یہاں آ چکے تھے اس لئے اس کا نام اہل عرفہ ہو گیا، حضرت عطاء، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت ابو جحش سے بھی یہی مروی ہے واللہ اعلم۔

"مشعر الحرام" مشعر اقصیٰ اور "اللال" بھی ہے اور اس پہاڑ کو بھی عرفات کہتے ہیں جس کے درمیان جبل الرحمہ ہے، اللہ طالب کے ایک مشہور تفسیر سے میں بھی ایک شاعرانہ مثنوی کا ہے، اہل جاہلیت بھی عرفات میں ٹھہرتے تھے جب پہاڑ کی دھوپ چوٹیوں پر اسی باقی رہ جاتی جیسے آدمی کے سر پر عمامہ ہوتا ہے تو وہ ہر سے چل پڑتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں سے اگر وقت چھے جب سورج بالکل غروب ہو گیا، پھر مزولفہ میں پہنچ کر یہاں پڑاؤ کیا اور سویرے ہی اندھیرے ہی بالکل اول وقت میں رات کے اندھیرے اور صبح کی روشنی کے ملے چلتے ہیں آپ نے یہیں نماز جمعہ ادا کی اور جب روشنی واضح ہوئی تو صبح کی نماز کے آخری وقت میں آپ نے وہاں سے کوچ کیا۔

حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عرفات میں خطبہ سنایا اور حسب عادت حمد و ثنا کے بعد

$\frac{1}{2}$

حضرت عطاء سے سوال ہوتا ہے کہ مخالف کہاں سے آپ فرماتے ہیں جب عرفۃ سے پہلے اور میدانِ عرفۃ کے دونوں کنارے چھوٹے پھر مخالف شروع ہو گیا وہاں تو خیر لیکن میں تو فوج سے ادھر ہی ٹھہرنے پندرہ گتا ہوں تاکہ راستے سے کیسویں ہو جائے، عشت کے یہاں جاری نشہ نون کو مخالف کو ششِ اخرام لائے کہتے ہیں کہ حرم میں داخل ہے، سفہ صالحین کی ایک جماعت کا اور بعض اصحابِ شفیق کا مثلاً قتیل اور ان خیر کا خیال ہے کہ یہاں کا ٹھہرنے کا حج کر کے بغیر یہاں ٹھہرے حج صحیح نہیں ہوتا کیونکہ ایک حدیث حضرت عمرؓ کے منظر سے اسٹی کی مروی ہے بعض کہتے ہیں یہ ٹھہرنا جوابدہ ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہ بھی ہے اگر کوئی کہیں نہ ٹھہرا تو قربانی دینی پڑے گی، امام صاحب کا دوسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اگر نہ بھی ٹھہرا تو کچھ خرچ نہیں، پس یہ حق قول ہوئے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ عرفہ کا سارامیدان ٹھہرنے کی جگہ ہے، عرفہ سے بھی ٹھہرا و مزارف کی کل حد بھی ٹھہرنے کی جگہ ہے ہاں وادی حمر نہیں۔

لوگ میدان عرفات میں امام کے پس کھڑے ہوں:

قَالَ (وَيَنْبَغِي لِلنَّاسِ أَنْ يَقِفُوا بِقُرْبِ الْإِمَامِ) لِأَنَّهُ يَدْعُو وَيُعَلِّمُ فَيَقِفُوا وَيَسْمَعُوا (وَيَنْبَغِي أَنْ يَقِفَ وَرَاءَ الْإِمَامِ) لِيَكُونَ مُسْتَقْبِلَ الْفِيلَةِ، وَهَذَا بَيَانُ الْأَفْضَلِيَّةِ لِأَنَّ عَرَفَاتٍ كُلَّهَا مَرَّقَتْ عَلَى مَا ذَكَرْنَا.

ترجمہ:

فرمایا: لوگوں کیلئے منہب یہ ہے کہ امام کے قریب کھڑے ہوں اس لئے امام دعا کرے گا اور انہیں احکام سکائے گا۔ لہذا لوگ قحبہ سے تھان کی عزت کریں اور بد کریں۔ اور ان کیلئے منہب یہ ہے کہ وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں تاکہ وہ عقیدہ رب جائے۔ اور یہ فضیلت کیلئے بیان ہے۔ کیونکہ عرفہ سے سارے کعبہ راقوف ہے اسی دلیل کی وجہ سے ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ عرفات میں (مقام) وادی غمرہ میں اترتے تھے جب حاج نے عبداللہ بن زہیرؓ کو سید کیا تو ابن عمرؓ سے پوچھنے بھیجا کہ نبی کریم ﷺ آج کے دن کون سے وقت پر نکلے تھے؟ ابن عمرؓ نے کہا جب بوقت آئے گا تو خود غم میں گئے۔ حاج نے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ دیکھتا ہے کہ ابن عمرؓ کب نکلے ہیں۔ جب حضرت ابن عمرؓ کو حج کا ارادہ کیا تو چھاپا کیسا سورج؟ وصل کیا؟ لوگوں نے کہا انہیں دھوا، وہ بیٹھنے کے پھر پوچھا کیسا سورج؟ وصل کیا؟ کیسا سورج؟ وصل کیا؟ لوگوں نے کہا انہیں دھوا۔ (یہ سن کر وہ بیٹھنے کے پھر پوچھا سورج وصل کیا؟ لوگوں نے کہا انہیں دھوا اور پھر پوچھا چل بڑے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفہ میں ٹھہرے اور یہ موقف ہے بلکہ عرفہ تمام کا

تمام موقف ہے۔

یزید بن شیبان سے ایک روایت ہے کہ ہم عرفات میں ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے لیکن ہم اس کو دور سمجھتے تھے۔ ٹھہرنے کی جگہ سے اتنے میں مربع کے بجائے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے: میں نبی کریم ﷺ کا بیٹا ہوں تمہاری طرف تم لوگ اپنے اپنے مقاموں میں رہو۔ آج تم وارث ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے۔ (سنن ابن ماجہ)

ہم کو کس طرح وقوف کرنا چاہیے:

قَالَ (وَيُسَحِّبُ أَنْ يَغْسِلَ قَبْلَ الْوُضُوءِ وَيَجْتَهِدَ فِي الدُّعَاءِ) أَمَّا الْإِغْتِسَالُ فَهُوَ سَنَةٌ
وَكَيْسٌ بِوَاجِبٍ، وَلَوْ اتَّخَذَ بِالْوُضُوءِ جَارًا كَمَا فِي الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ وَعِنْدَ الْأَحْرَامِ.
وَأَمَّا الْإِجْتِهَادُ فَلَا تَنَاصُلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهْدَهُ فِي الدُّعَاءِ فِي هَذَا الْمَوْقِفِ لِأَمْنِهِ
فَاسْتَحْبَبَ لَهُ إِلَّا فِي الدُّعَاءِ وَالْمَطَالِمِ

آزمایش:

فرمایا: وقتِ عَزْمِ پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔ اور دعاؤں میں بڑی محنت کرے۔ البتہ غسل کرنا سنت ہے جبکہ واجب نہیں ہے۔ اور اگر اس نے صرف وضو کیا تو بھی جائز ہے۔ جس طرح محمد بن عبد بن اور احرام کے وقت کا غسل ہے۔ اور خوب محنت سے دعا کرے گا نکلے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح وقت کا جس میں اپنی امت کیسے دعا فرمائی۔ یہود و دہاد خانوں اور مظالم کے سامنے قبول ہوتی ہے۔

شرح

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے پہلے ناول کے مطابق مکمل کتبہ منتخب کیا ہے اور اس کے بعد مستحب کہا ہے۔ کیونکہ انہوں نے امام مقدری کے کلام کی شرح کی ہے۔ اور یہ کیا ہے کہ مکمل منتخب ہے لہذا مصنف نے اسی طرح نقل کر دیا ہے اور اگرچہ کہا کہ مستحب ہے کیونکہ ہر مستحب منتخب ہوتی ہے لیکن ہر مستحب مستحب نہیں ہوتا۔ اور عدم وجوب کی قید سے بیان کر دیا ہے کہ یہاں مستحب سے مراد مستحب مودکہ نہیں ہے۔ کیونکہ مستحب مودکہ قوت میں واجب کی طرح ہوتی ہے۔ اور میں نے شارحین میں کی کو بھی یکتہ بیان کرنے نہیں دیکھا ہے۔ (الہامیہ شرح الہدایہ، ص ۵۱۹، حقتان ملتان)

امام ابن علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ کہتے ہیں کہ عباس بن مرداس سلمیٰ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لئے دعا ہے مغفرت کی تیسرے پہر کو جو آپ کو جواب ملا کہ میں نے بخش دیا تیسری یا چوتھی کو اگر جوان میں ظلم ہو اس سے تو میں مظلوم کا بدلہ ضرور لوں گا۔ آپ نے فرمایا اے مالک! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے اور ظلم کو کشتن کر اس کو راضی کر لے لیکن اس شام کو اس کا جواب نہیں ملا جب زعفر بن حبیج ہوئی تو آپ نے پھر دعا فرمائی۔ اللہ عزوجل نے آپ کی درخواست

قبول کی تو آپ مسکرائے یا آپ نے تمہیں فرمایا تو ابوبکر وعمر نے عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ اس وقت بھی نہیں جنت تھے آج کیوں نہ؟ اللہ عزوجل آپ کو پہنچا ہی رکھے۔ آپ نے فرمایا اللہ کے دشمن ابلیس نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی اور میری امت کو بخش دیا تو اس نے منی اٹھائی اور اپنے سر پر ڈالنے لگا اور پکارتے لگے خرابی اہائے جہنم تو مجھے ہنسی آگئی۔ جب میں نے اس کا ترنہ پادیکھا۔ (سنن ابن ماجہ)

دورانِ وقوف تلبیہ کہنے کا حکم:

(وَلْيُكَبِّرْ فِي مَوْضِعِهِ سَاعَةً بَعْدَ سَاعَةٍ) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ كَمَا يَقِفُ يَعْرِفُهَا لِأَنَّ الْإِبَاحَةَ بِاللَّسَانِ قَبْلَ الْإِسْتِغْنَاءِ بِالْأَرْكَانِ.
وَلَسَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا زَالَ يُكَبِّرُ حَتَّى آتَى حِمْرَةَ الْعَقْفَةِ
وَلَأَنَّ التَّلْبِيَةَ فِيهِ كَالْتَكْبِيرِ فِي الصَّلَاةِ فَيَأْتِي بِهَا إِلَى آخِرِ جُزْءٍ مِنَ الْإِحْرَامِ.

ترجمہ:

اور وہ کچھ کچھ دیر کے بعد تلبیہ پڑھتا رہے۔ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا: عرفہ میں وقوف کرتے ہی تلبیہ کر دے۔ کیونکہ زبان سے جواب دینا ارکان میں معروف ہونے پر مقدم ہے۔

ہماری دلیل یہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک تلبیہ کہتی کہ آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ شریف لائے۔ (بخاری مسلم) اور تلبیہ میں جس طرح ہر نماز میں تکبیر ہوتی ہے۔ ہذا وہ اس کو احرام کے آخری حصے تک پڑھتا رہے گا۔

شرح

اس مسئلہ کی تحقیق اور فتنی اختلاف تلبیہ کے ابتدائی و انتہائی اوقات میں گزر چکا ہے۔

غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کی طرف جانے کا حکم:

قَالَ (فَإِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ أَفَاضَ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ مَعَهُ عَلَى هَيْئَتِهِمْ حَتَّى يَأْتُوا الْمَزْدَلِفَةَ)
لَأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ دَفَعَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، وَلَأَنَّ فِيهِ إِظْهَارَ مُخَالَفَةِ الْمُشْرِكِينَ، وَكَانَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْهِ فِي الطَّرِيقِ عَلَى هَيْئَتِهِ، فَإِنْ خَافَ الرَّحَامَ دَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ وَلَمْ يُجَاوِزْ حُدُودَ عَرَفَةَ أَجْزَأُ لَأَنَّهُ لَمْ يُفِضْ مِنْ عَرَفَةَ، وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَقِفَ فِي مَقَامِهِ حَتَّى لَا يَكُونَ أَحَدًا فِي الْأَدَاءِ قَبْلَ وَفَيْتِهِ، وَلَوْ مَكَتَ قَلِيلًا بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ وَإِفَاضَةِ الْإِمَامِ لَعَوِفَ الرَّحَامَ فَلَا بَأْسَ بِهِ.

لَسَا رَوَى أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بَعْدَ إِفَاضَةِ الْإِمَامِ دَعَتْ بِشَرَابٍ فَاقْفَرَتْ ثُمَّ أَفَاضَتْ.

ترجمہ:

فرمایا: اور جب سورج غروب ہو گیا تو امام واپس آئے اور لوگ بھی وقار کے ساتھ اس کے ساتھ ہوں حتیٰ کہ مزدلفہ میں آج نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ غروب کے بعد روانہ ہوئے تھے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مشرکین کے ساتھ مخالفت کا اظہار ہے۔

نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر اسے آرام کے ساتھ چلتے تھے۔ (ابوداؤد و ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، ابن ابی شیبہ)

اگر اس کو بھیڑ کا خوف ہو اور وہ امام سے پہلے چل دیا اور عرفہ کی حدود سے باہر نہیں گیا تو جائز ہے۔ اس نے کہ وہ عرفہ سے نہیں ہے۔ اور فضیلت یہ ہے کہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے تاکہ وہ وقت سے پہلے اور انگلی شروع کرنے والا نہ ہو۔ اور اگر حاجی سورج غروب ہونے اور امام کے روانہ ہونے کے بعد پیشروی وجہ سے کچھ پڑھ گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ روایت ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ عاتق رضی اللہ عنہما نے امام کے روانہ ہونے کے بعد پانی طلب کیا۔ اس کے بعد روزہ افطار کیا اور پھر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

عرفات سے لوٹنے اور مزدلفہ میں نماز کا بیان:

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ کہتے ہیں کہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ قریش اور وہ لوگ جو قریش کے دین پر تھے، مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور اپنے قوس کہتے تھے (ابوالمثنیٰ نے کہا ہے کہ پیٹا قریش کا ہے اور ان کی اولاد کا اور نکانہ اور جدہ قوس کا اس لئے کہ وہ اپنے دین میں جس رکھتے تھے یعنی تشرذاد و خنجر کرتے تھے) اور کئی عرب کے لوگ عرفہ میں وقوف کرتے تھے۔ پھر جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم فرمایا کہ عرفہ میں آئیں اور وہاں وقوف فرمائیں اور وہیں سے لوٹیں۔ اور یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ وہیں سے لوٹو جہاں سے سب لوگ لوٹتے ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج)

حضرت سیدنا جبریل مرتضیٰ علیہ السلام کہتے ہیں کہ میرا ایک اونٹ کوگیا، میں عرفہ کے دن اس کی تلاش میں نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہیں تو میں نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ قوس کہے گا کہ لوگ یہیں ہیں یہاں تک کہ آگئے؟ (بخاری قریش تو مزدلفہ سے آگئے ہیں آتے تھے) اور قریش میں جس شاعر نے جانتے تھے (جو لوگ مزدلفہ سے باہر نہ جاتے تھے)۔

مسلم، کہ یہ سب روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا اسامہ بن زیدؓ سے پوچھا کہ جب تم عرفہ کی شام رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جا رہے تو تم نے کیا کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس گھاٹی تک آئے جہاں لوگ نماز مغرب کے لئے اونٹوں کو بٹھاتے ہیں، پس رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی کو بٹھایا اترے اور پیٹا بٹھا گیا۔ اور پانی بہانے کا ذکر سیدنا اسامہؓ نے نہیں کیا۔ پھر وضو کا پانی دنگا اور ملکا سا

وضو کی پورا نہیں (یعنی ایک بار اعضا دھوئے) اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے آگے ہے۔ پھر آپ ﷺ سوار ہوئے یہاں تک کہ ہم مزدلفہ آئے اور مغرب کی نماز کی تکبیر ہوئی اور لوگوں نے اذان بٹھے اور کونے نشیں یہاں تک کہ عشاء کی تکبیر ہوئی اور آپ ﷺ نے نماز عشاء پڑھائی پھر اذان کھل دیے۔ میں نے کہا کہ تم نے صبح کو کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ پھر سیدنا فضل بن عباسؓ آپ ﷺ کے ساتھ پیچھے سوار ہوئے اور میں قریش کے پہلے چلے والوں کے ساتھ پیدل چلا۔ (صحیح مسلم)

عرفات سے واپسی پیر چلنے کا بیان:

ہشام بن عروہ سے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا (میں بھی وہی موجود تھا) کہ تینہ اوداع کے موقع پر عرفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس ہونے کی چال کیا تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں اٹھا کر چلتے تھے ذرا تیز، لیکن جب جگہ پاتے تو ہجوم نہ ہوتا تو تیز چلتے تھے، ہشام نے کہا کہ علی تیز چنا اور انھیں عقب سے زیادہ تیز چنے کو کہتے ہیں۔ جگہ کے معنی کثرت وہ جگہ، اس کی جمع ثلوات اور فیء ہے جیسے زکوۃ مفروز کا اس کی جمع اور سورۃ میں من ص کا جو لفظ آ ہے اس کے معنی بھگا ہوا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم ۱۶۶۶)

علامہ بدرالدین عینی علیہ غیہ ارحمہ لکھتے ہیں کہ۔۔۔ اس سے نص مشتق نہیں جو حدیث میں مذکور ہے، یہ تو ایک ادنیٰ جہی عمر کی عربیت سے ذرا سی استعداد ہو بھگت سکتا ہے کہ من اس کو نص سے کیا علاقہ، نص مضاعف ہے اور مناس معنی ہے۔ اب یہ خیال کرنا کہ لام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے من کو نص سے مشتق سمجھا ہے اس لیے یہاں اس کے معنی یون کر دیئے جسے عینی نے نقل کیا ہے یہ بالکل کفری ہے، اصل یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں یہ عبارت ہی نہیں ہے اور جن نسخوں میں موجود ہے ان کی توجیہ یوں ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کو کم استعدادی سے یہ وہم ہوا ہوگا کہ من ص اور نص کا وہ ایک ہی ہے امام بخاری نے مناس کی تفسیر کر کے اس وہم کا رد کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عرفہ کے دن (میدان عرفات سے) وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آتے تھے اسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے پشتور (اونٹ بانٹنے کا) اور اونٹوں کی مار دھڑکی اور آوازیں تو آپ نے ان کی طرف اپنے کوزے سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ لوگو! آہنگی دو قار اپنے اوپر لازم کرو، (اونٹوں کو) تیز دوڑانا کوئی نیکی نہیں ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ (سورۃ بقرہ میں) اَوْضَعُوا کُمُفًّی رِیْثَہُ رُودُ نِیْاں کریں، خلا لکم کا معنی تمہارا سچ ہے، ابی سے (سورۃ کہف) میں آیا ہے فَجَعَلْنَا خِلَافَہِیْنِیْ اَنْعَکَ مِیْنِیْ۔ (صحیح بخاری، رقم ۱۶۷۱)

چونکہ حدیث میں ایضاً کاف لفظ آیا ہے تو امام بخاری نے اپنی حدیث کے موافق قرآن کی اس آیت کی تفسیر کر دی جس میں وَلَا اَوْضَعُوا خِلَافَہِیْ اَنْعَکَ مِیْنِیْ۔ اور اس کے ساتھ ہی حلالکم کے بھی معنی بیان کر دیئے پھر سورۃ کہف میں بھی خِلَافَہِیْ کاف لفظ آیا تھا اس کی بھی تفسیر کر دی۔

مزدلفہ میں جبل قزح کے پاس ٹھہرنے کا احتیاب:

قَالَ (وَإِذَا أَتَى مُزْدَلِفَةَ فَلَمْ يَسْتَحِبَّ أَنْ يَقِفَ بِقَرْبِ الْجَبَلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْمُقَيْدَةُ يُقَالُ لَهُ قُزَحٌ) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَفَ عِنْدَ هَذَا الْجَبَلِ، وَكَذَا عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَتَحَرَّزُوا فِي النُّزُولِ عَنِ الطَّرِيقِ كَمَا لَا يَصُرُّ بِالْمَارَّةِ فَيَنْزِلُ عَنْ يَمِينِهِ أَوْ يَسَارِهِ. وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَقِفَ وَرَاءَ الْإِمَامِ لِمَا بَيَّنَّا فِي الْوُفُوفِ بِعَرَفَةَ.

ترجمہ:

فرمایا: جب وہ مزدلفہ آئیں تو ان کیلئے پہاڑ کے قریب کھڑے ہوں وہ پہاڑ جو وہاں موجود ہے جس کو جبل قزح کہا جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی پہاڑ کے پاس وقوف فرمایا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا ہے۔ اور راستے میں اترنے سے بچنے کا گزرنے والوں کو نقصان نہ ہو کہ وہ دائیں یا بائیں اترے اور اس کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ امام کے پیچھے اترے اسی دلیل کی بنیاد پر جو ہم وقوف عرفہ میں بیان کر چکے ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب (مزدلفہ میں) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قزح (پہاڑ کا نام) کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا یہ قزح ہے اور یہ وقوف کی جگہ ہے اور سارا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے (اور مئی تحریف لائے تو فرمایا) میں نے یہاں فرمایا اور مئی نخری جگہ ہے تم اپنے اپنے ٹھکانوں پر نحر (قربانی) کرو۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں عرفات میں یہاں پر کھڑا اور عرفات مارا کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے اور میں مزدلفہ میں یہاں پر ٹھہرا اور سارا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے (اور مئی میں فرمایا کہ) میں نے یہاں قربانی کی اور سارا مئی قربانی کی جگہ ہے تم اپنے اپنے ٹھکانوں پر قربانی کرو۔ (سنن ابوداؤد)

امام مغرب وعشاء کی نماز ایک اذان و اقامت کے ساتھ پڑھائے:

قَالَ (وَيُصَلِّي الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ) وَقَالَ زُفَرٌ رَجَمَهُ اللَّهُ: بِأَذَانٍ وَإِقَامَتَيْنِ اٰغْتِبَارًا بِالْجَمْعِ بِعَرَفَةَ. وَلَسْنَا وَرَأَيْتُ جَابِرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَهُمَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ) وَلَآنَ الْعِشَاءَ هِيَ وَفِيهِ قَلْبُ الْفَرْدِ بِإِقَامَةٍ اٰغْلَامًا، بِخِلَافِ الْعَصْرِ بِعَرَفَةَ لِأَنَّهُ مُقَدَّمٌ عَلَى وَفِيهِ فَأَقْرَدَ بِهَا لِرِزَاةِ الْبَاغِلَامِ.

ترجمہ:

فرمایا: امام کو لوگ مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان و اقامت کے ساتھ پڑھائے۔ جبکہ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کے ہر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائے۔ کیونکہ اس کو ظہر و عصر کو جمع کرنے پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔ کیونکہ عشاء اپنے وقت سے مقدم ہے۔ اس لئے خبردار کرنے کیلئے الگ اقامت کہنے ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ عصر عرفہ میں حکم مختلف ہے۔

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کو ایک ساتھ پڑھنے میں احادیث کا بیان:

حضرت سیدنا ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھی اور ان دونوں (نمازوں) کے درمیان ایک رکعت بھی نہیں پڑھی اور مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور سیدنا عبداللہؓ بھی اسی طرح (مغرب اور عشاء) جمع کر کے پڑھتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے مل گئے۔ مسلم: 714

حضرت سیدنا سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ ہم سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ لوٹ کر مزدلفہ میں آئے تو وہاں انہوں نے ہمیں مغرب اور عشاء ایک تکبیر سے پڑھائی۔ پھر لوٹے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہی اس مقام پر اسی طرح نماز پڑھائی تھی۔

حضرت سید عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ نماز وقت پڑھتے دیکھا مگر دو نمازیں: ایک مغرب و عشاء کمزدلفہ میں آپ ﷺ نے ملا کر پڑھیں اور (دوسری) اس کی جمع کو نماز فجر اپنے (معروف) وقت سے پہلے پڑھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کیا (یعنی عشاء کے وقت دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا) اور ان میں سے ہر ایک کے لئے تکبیر کہی گئی (یعنی مغرب کے لئے عیدہ تکبیر ہوئی اور عشاء کے لئے عیدہ) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان نفل نماز پڑھی اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے بعد۔ (بخاری)

ان نمازوں کے بعد نفل پڑھنے کی جوفی کی گئی ہے تو اس سے ان دونوں کے بعد سنتیں اور وتر پڑھنے کی نفی لازم نہیں آتی۔

باب قصۃ حجۃ الوداع میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جوطول حدیث گزری ہے اس کے ان الفاظ لہم یسبح بہنہما شکیا وضاحت اس طرح ہے۔

معروف حنفی عقائد علامہ علی بن سلطان لکھتے ہیں۔ کہ جب مزدلفہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھ چکے تو مغرب و عشاء کی سنتیں اور نماز وتر بھی پڑھی۔ چنانچہ ایک روایت میں بھی یہ منقول ہے کہ تیرہ شیخ عابد نجدی سے دریافت کرے حاشیہ میں اس بارہ میں عشاء کے اختلافی اقوال نقل کرنے کے بعد نبی لکھا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ عشاء کی نماز کے بعد سنتیں اور وتر پڑھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز اپنے وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں پڑھی ہو سوائے دو نمازوں کے کہ وہ مغرب و عشاء کی ہیں جو مزدلفہ میں پڑھی گئی تھیں (یعنی مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی) اور اس دن (یعنی مزدلفہ میں قربانی کے دن) فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت سے پہلے پڑھی تھی۔ (بخاری و مسلم)

یہاں صرف مغرب و عشاء کی نمازوں کو ذکر کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت پڑھی، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات میں ظہر و عصر کی نماز بھی ایک ساتھ اسی طرح پڑھی تھی کہ عصر کی نماز مقدم کر کے ظہر کے وقت ہی پڑھ لی تھی، لہذا یہاں ان دونوں نمازوں کو اس سبب سے ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ دن کا وقت تھا، سب ہی جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز کو مقدم کر کے ظہر کے وقت پڑھا ہے اس لئے اس کو بطور خاص ذکر کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

فجر کی نماز وقت سے پہلے پڑھی کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن فجر کی نماز وقت معمول یعنی اجالا پھیلنے سے پہلے تاریکی ہی میں پڑھ لی تھی، یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کے وقت سے پہلے پڑھی تھی کیونکہ تمام ہی علماء کے نزدیک فجر کی نماز، فجر سے پہلے پڑھنی جائز نہیں ہے۔

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عرفات سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوٹے جب مزدلفہ میں پہنچے تو انہوں نے ہم کو مغرب کی تین اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھائیں ایک ہی تکبیر سے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ ہم سے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو اسی جگہ اسی طرح نماز پڑھائی تھی (یعنی دونوں نمازوں میں ایک ہی تکبیر سے)

سلم بن کہیل سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے مزدلفہ میں تکبیر کہی اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں پھر عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اس کے بعد فرمایا میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا انہوں نے اس جگہ اسی ہی کیا تھا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ اسی ہی کیا تھا۔

اشعث بن سلیم سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عرفات سے مزدلفہ کو آیا راستے میں وہ برابر تکبیر و تہلیل میں مشغول رہے یہاں تک کہ ہم مزدلفہ پہنچ گئے پس انہوں نے ان اذان دی اور اقامت کیا یہ کہ انہوں نے کسی شخص کو کھڑ کیا اس نے اذان دی اور اقامت کیا اس کے بعد انہوں نے ہم کو مغرب کی تین رکعت پڑھائیں اور پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ایک اور نماز پڑھو اور انہوں نے ہم کو عشاء کی دو رکعتیں پڑھائیں اس کے بعد انہوں نے اپنا رات کا کھانا طلب کیا اشعث کہتے ہیں کہ علاج بن عمرو نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا جس طرح میرے والد سلم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ جب اس طریقہ کے

متعلق ابن عمر سے کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسی طرح نماز پڑھی ہے۔ (سنن ابوداؤد)

مغرب وعشاء کے درمیان ٹوٹل پڑھنے کی ممانعت کا بیان:

(وَلَا يَتَكَوَّنُ بَيْنَهُمَا) لِأَنَّهُ يُجْعَلُ بِلَجْمَعٍ، وَكَوْنِ تَكْوَعٍ أَوْ تَشَاغَلٍ بِشَيْءٍ أَعَادَ الْإِقَامَةَ لِوُقُوعِ الْفَضْلِ، وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يُعِيدَ الْأَذَانَ كَمَا فِي الْجُمُعِ الْأَوَّلِ بِعَرَفَةَ، لِأَنَّ أَتَا اخْتَفَيْنَا بِإِعَادَةِ الْإِقَامَةِ، لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِمُزْدَلِفَةَ ثُمَّ تَعَسَّى ثُمَّ أَقْرَأَ الْإِقَامَةَ لِلْعِشَاءِ)

ترجمہ:

اور وہ ان دونوں نمازوں کے درمیان ٹٹل نہ پڑھے۔ کیونکہ ان کی جمعیت میں خلل انداز ہوں گے۔ اور اگر ٹٹل یا کسی چیز میں مصروف ہوا تو وہ اقامت کا اعادہ کرے۔ کیونکہ ان کے درمیان فاصلہ ہو چکا ہے۔ جبکہ مناسب یہ تھا کہ وہ اذان کو بھی تو تاجس طرح عز و دل پہلی جمع میں حکم ہے۔ لیکن ہم نے اقامت کے پونانے کو کافی اس سے سمجھ ہے۔ کہ روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور فجر اس کے بعد آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور پھر عشاء کیلئے الگ اقامت کہلائی۔

مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نماز کو جمع کرنے کا بیان:

حضرت کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شام کو سوار ہو کر آئے تھے تو تم نے کیا کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس گھٹی میں آئے جہاں لوگ رات کو اتارنے اور سونے کے لیے اپنے اونٹوں کو بٹھاتے ہیں پس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا اونٹ بٹھا یا پھر پیشاب کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ اسامہ نے نبی ہمارے کا ذکر نہیں کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا پانی منگایا اور وضو کیا لیکن وضو میں زیادہ مہانتیں کی (کیا وضو کیا یعنی اعضا وضو کو ایک مرتبہ دھو تین مرتبہ دھو) اسامہ کہتے ہیں پھر میں نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ لیجئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگے چل کر پڑھیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے یہاں تک کہ ہم مزدلفہ میں آئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھی پھر لوگوں نے اپنے اپنے ٹھکانوں میں اونٹ بٹھائے اور ابھی ان کی پیٹھ سے بوجھ اتار رہی نہ پائے تھے کہ عشاء کی تکبیر ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی اس کے بعد لوگوں نے اپنے اونٹوں سے بوجھ اتارے محمد بن کثیر نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ کہ یہ کہ میں نے اسامہ سے پوچھا کہ پھر جب صبح ہوئی تو تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فضل بن عباس سوار ہوئے اور میں قریش کے لوگوں کے ساتھ پیدل روانہ ہوا۔ (سنن ابوداؤد)

مزدلفہ میں جمع شدہ نمازوں کے درمیان ٹٹل نہ پڑھنے کا بیان:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات سے لوٹے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھٹی میں اتارے اور پیشاب کیا اور وضو کیا لیکن مکمل وضو نہیں کیا (اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو نہیں کیا بلکہ وضو کوئی کیا یعنی ہاتھ منہ دھو لیا یہ کہ اعضا وضو کو تین تین مرتبہ دھو یا بلکہ ایک مرتبہ دھوئے براکتا دیں) میں نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ لیجئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگے چل کر پڑھیں گے پھر سوار ہوئے جب مزدلفہ میں پہنچے تو وہاں اسے اور پورا وضو کیا نماز کی تکبیر ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر ایک آدمی نے اپنا اونٹ اپنے ٹھکانے میں بٹھایا اس کے بعد عشاء کی تکبیر ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی اور مغرب وعشاء کے درمیان میں کوئی ٹٹل نماز نہیں پڑھی۔ (سنن ابوداؤد)

امام عظیم کے نزدیک مغرب وعشاء کی نماز میں جماعت کی عدم شرط کا بیان:

وَلَا تُسْتَرْطُ الْجَمَاعَةُ لِهَذَا الْجَمْعِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الْمَغْرِبَ مُؤَخَّرَةٌ عَنْ وَقْفِهَا، بِخِلَافِ الْجُمُعِ بِعَرَفَةَ لِأَنَّ الْعَصْرَ مُقَدَّمٌ عَلَى وَقْفِهِ.

ترجمہ:

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس جمع میں جماعت شرط نہیں ہے کیونکہ مغرب اپنے وقت سے مؤخر ہے جبکہ عشاء کی جمع میں ایسا نہیں ہے کیونکہ عصر اپنے وقت سے مقدم ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر پڑھی۔

حضرت زہری سے اسی سند و مفہوم کی روایت مذکور ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ الگ الگ تکبیر سے اور اسامہ نے کعب سے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں نمازیں ایک ہی تکبیر سے پڑھیں۔

حضرت زہری سے سابقہ سند و مفہوم کے ساتھ روایت مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ ہر نماز کے لیے ایک تکبیر کہی اور پہلی نماز کے لیے اذان ندی اور ندان دونوں نمازوں میں سے کسی نماز کے بعد ٹٹل پڑھنے کا حکم ہے کہ کسی نماز کے لیے اذان ندی۔

حضرت مہد اللہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مغرب کی تین اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں تو مالک بن حارث نے پوچھا یہ کی طرح کی نماز ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان دونوں نمازوں کو ایک جگہ تکبیر سے پڑھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مالک سے روایت ہے کہ ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک بجیر کے ساتھ پڑھی اس کے بعد ابن کثیر کی حدیث (سابقہ حدیث) کا مضمون ذکر کیا۔

حضرت سلمہ بن کھیل سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے مزدلفہ میں تکبیر کی اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں پھر عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اس کے بعد فرمایا میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا انہوں نے اس جگہ ایسی کیا تھا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ ایسی کرنا تھا۔

حضرت اشعث بن سلیم سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عرفات سے مزدلفہ کو آیا راستے میں وہ برابر تکبیر و تہلیل میں مشغول رہے یہاں تک کہ ہم مزدلفہ پہنچے پھر انہوں نے اذان دی اور اقامت کہی یا یہ کہا کہ انہوں نے کسی شخص کو حکم کیا اس نے اذان دی اور اقامت کہی اس کے بعد انہوں نے ہم کو مغرب کی تین رکعت پڑھائیں اور پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ایک اور نماز پڑھو اور انہوں نے ہم کو عشاء کی دو رکعتیں پڑھائیں اس کے بعد انہوں نے انیارات کا کھانا طلب کیا اشعث کہتے ہیں کہ کھانا ابن عمرو نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا جس طرح میرے والد سلیم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ جب اس طریقہ کے متعلق ابن عمر سے کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسی طرح نماز پڑھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی غیر وقت پر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے مزدلفہ کے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب و عشاء کی نماز جمع کی اور اگلے دن صبح کی نماز معمول کے وقت (اسفار) سے پہلے پڑھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب (مزدلفہ میں) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قزح (جہاڑ کا نام) کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا قزح ہے اور یہ وقف کی جگہ ہے اور سارا مزدلفہ وقف کی جگہ ہے (اور منی شریف لائے تو فرمایا) میں نے یہاں تک فرمایا اور منی کی جگہ ہے جس تم اپنے ٹھکانوں پر فجر (قربانی) کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں عرفات میں یہاں پر کھڑا اور عرفات سارا کا سارا بھر نے کی جگہ ہے اور میں مزدلفہ میں یہاں پر بٹھرا اور سارا مزدلفہ بھر نے کی جگہ ہے (اور منی میں فرمایا کہ) میں نے یہاں قربانی کی اور سارا منی قربانی کی جگہ ہے جس تم اپنے ٹھکانوں پر قربانی کرو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سارا عرفات بھر نے کی جگہ ہے اور سارا منی بھر نے کی جگہ ہے اور سارا مزدلفہ بھر نے کی جگہ ہے اور مکہ کے تمام راستے چھنی جگہ ہیں اور قربانی کی جگہ ہیں۔

حضرت عمرو بن عبس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو رکعتوں کے لوگ (مزدلفہ سے) نہیں لوٹتے تھے تا وقتیکہ شہیر پہاڑ پر سورج کو نہ دیکھ لیتے تھے پس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی مخالفت کی

اور سورج نکلنے سے پہلے (مزدلفہ سے لوٹ آئے)۔

راستے میں مغرب ادا کرنے والے کی نماز کا حکم:

قَالَ (وَمَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ فِي الطَّرِيقِ لَمْ يُجْزِهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، وَعَلَيْهِ إِعَادَتُهَا مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ) وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُجْزِيهِ وَقَدْ أَسَاءَ، وَعَلَى هَذَا الْإِخْلَافِ إِذَا صَلَّى بِعَوَاقِبِ.

لَا يَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ أَذَاهَا فِي وَفَّيْهَا فَلَا تَحِبُّ إِعَادَتُهَا كَمَا بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، إِلَّا أَنَّ التَّأَخِيرَ مِنَ السَّنَةِ فَيَصِيرُ مُسَيِّئًا يَتْرُكُوهُ.

وَلَهُمَا مَا رَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ لِإِسْمَاعِيلَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي طَرِيقِ الزُّمُرِ ذَلِكُمْ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ مَعْنَاهُ: وَقْتُ الصَّلَاةِ.

وَهَذَا إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ التَّأَخِيرَ وَاجِبٌ، وَإِنَّمَا وَجَبَ لِيُجْمِعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالزُّمُرِ ذَلِكُمْ لَكَ أَنَّ عَلَيْهِ الْإِعَادَةَ مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ لِيَصِيرَ جَامِعًا بَيْنَهُمَا، وَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُجْمَعُ الْجَمْعُ فَسَقَطَتِ الْإِعَادَةُ.

ترجمہ:

اور حضرت امام اعظم اور حضرت امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک راستے میں نماز مغرب پڑھنے والے کی نماز کافی نہ ہوگی۔ اور طلوع فجر سے پہلے تک اس پر نماز کو لوٹنا واجب ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کی نماز کافی ہے۔ لیکن اس نے برا کیا ہے۔ اس کا وہی اختلاف ہے جو مغرب عرفات میں پڑھے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اس شخص نے مغرب کی نماز کو اپنے وقت میں پڑھا ہے۔ جس طرح طلوع فجر کے بعد ہے البتہ متوجہ نماز کا وقت ہے۔ لہذا اگر تکبیر سنت کی وجہ سے برا ہو۔

طریقین کی دلیل وہی حدیث ہے جس کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسامہ بن زید کو مزدلفہ کے راستے میں فرمایا۔ نماز تیرے سامنے ہے۔ اس سے مراد نماز کا وقت ہے۔ اور یہی اشارہ ہے کہ متوجہ کرنا واجب ہے اور اس کی تاخیر کی دلیل یہ ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کرنا ممکن ہو جائے۔ لہذا جب تک طلوع فجر نہ ہو اس پر مغرب کو لوٹنا واجب ہے۔ تاکہ مغرب و عشاء کو جمع کرنے والا ہو جائے۔ اور جب فجر طلوع ہو جائے تو جمع کرنا ممکن نہیں۔ لہذا اعادہ ساقط ہو گیا۔

مزدلفہ کے راستے میں نماز پڑھنے سے متعلق مذاہب اربعہ:

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جس نے مغرب راستے میں پڑھی تو وہ کافی نہیں ہے۔ اور بطور فجر سے پہلے تک اس پر اعادة واجب ہے۔ امام زفر اور سن بن زبیر علیہما الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہی نماز کافی ہوگی البتہ اس نے مخالفت سنت کی وجہ سے برا کیا ہے۔ حضرت امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد عہم الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ البتہ یہ اختلاف فقہاء احناف کے نزدیک مابین طرفین امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے۔ (الہدایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۱۱۹، حقاہی لکھنؤ)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شارح کلام بھی ہیں اور شارح قوانین بھی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تشریحی اختیار سے نوں ذی الحجہ کو وقف عرفہ کے بعد نماز مغرب مزدلفہ میں پہنچ کر عشاء کے وقت میں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ آنکھی ادا فرمائی ہے اس لئے نماز مغرب کا وقت حجاج کے حق میں سورج غروب ہونے کے بعد شروع نہیں ہوتا بلکہ مزدلفہ میں نماز عشاء کا وقت داخل ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے، اب حکم شریعت یہی کہ حجاج کرام مزدلفہ پہنچ کر عشاء کا وقت شروع ہونے کے بعد مغرب وعشاء ایک اذان، ایک اقامت کے ساتھ ادا کی سنت سے پڑھیں، تاہم ازدحام یا کسی ضروری بناء پر اگر یہ اندیشہ ہو کہ مزدلفہ پہنچنے تک عشاء کا وقت فوت ہو جائیگا اور صبح صادق نمودار ہو چکی تو راستے میں یا جہاں کہیں ہوں مغرب وعشاء ادا کر لی جائے، فقہائے کرام نے صراحت کی ہے کہ جب مغرب وعشاء کو جمع کرنے کا وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز اصل وقت میں ادا کر لی ضروری ہے۔

جیسا کہ مناسک ملا علی قاری مع حاشیہ ارشاد الساری باب احکام المزدلفۃ ص میس ہے (ولایصلی ای احداہما (خارج المزدلفۃ) ای مطلقا (الا اذا خاف طلوع الفجر فیصلی) ای فیہ کما فی نسخہ (حیث ہو) ای للضرورة ادراک وقت اصل الصلوۃ وفوت وقت الواجب للجمع ولو کان فی الطريق ابو عرفات اومنی ونحوہا۔

اگر عشاء کا وقت ختم ہونے سے پہلے مزدلفہ پہنچ جائیں تو ضروری ہے کہ مغرب وعشاء پھر سے پڑھ لی جائے۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری ج، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ہے: ولو صلی المغرب بعد غروب الشمس قبل ان یاتی المزدلفۃ فعلیہ ان یمیدھا اذا اذی بمنزلة فی قول ابی حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ وکذلک لو صلی العشاء فی الطريق بعد دخول وقتہا۔

حجاج کرام اس بات کا لازمی طور پر اہتمام کریں کہ جلد از جلد وقف واجب کے لئے مزدلفہ پہنچیں، وقف مزدلفہ صحت صادق سے طلوع آفتاب سے پہلے تک ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہو واجب ہے اگر اس کو ترک کر دیا جائے تو دم دینا لازم ہے، جو حجاجی

ما جان وقف عرفہ کے بعد ادا کیے کی وجہ یا نزدیک کی مجبوری کے باعث طلوع آفتاب سے پہلے تک مزدلفہ نہ پہنچ سکیں ان پر ترک واجب کے سبب دم دینا لازم ہے۔

دوئیں ذوالحجہ میں فجر کو اندھیرے میں پڑھنے کا بیان:

قَالَ (وَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِالنَّاسِ الْفَجْرَ بَعْلَسَ) لِوَالِيَةِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَّاهَا يَوْمَئِذٍ بِمِثْلِ بَعْلَسَ) وَلَا نَ فِي التَّغْلِيسِ دَفْعَ حَاجَةِ الْوُقُوفِ فَيَجُوزُ كَتَقْدِيمِ الْعَصْرِ بِعَرَفَةَ

ترجمہ:

فرمایا: اور جب فجر طلوع ہو جائے تو امام لوگوں کو فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھائے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس دن اندھیرے میں نماز پڑھائی (بخاری، مسلم) اور یہ دلیل بھی ہے کہ اندھیرے میں نماز پڑھنا وقت کی ضرورت کو پورا کرنے والا ہے لہذا یہی اس طرح جائز ہوگا جس طرح عرفہ میں عصر کو مقدم کرنا جائز ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز اپنے وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں پڑھی ہو سوائے دو نمازوں کے کہ وہ مغرب وعشاء کی ہیں جو مزدلفہ میں پڑھی گئی تھیں (یعنی مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی) اور اس دن (یعنی مزدلفہ میں قربانی کے دن) فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت سے پہلے پڑھی تھی۔ (بخاری، مسلم)

یہاں صرف مغرب وعشاء کی نمازوں کو ذکر کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت پڑھی، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات میں ظہر وعصر کی نماز بھی ایک ساتھ اسی طرح پڑھی تھی کہ عصر کی نماز مقدم کر کے ظہر کے وقت ہی پڑھ لی گئی تھی، لہذا یہاں ان دونوں نمازوں کو اس سبب سے ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ دن کا وقت تھا، سب سے بڑھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز کو مقدم کر کے ظہر کے وقت پڑھا ہے اس لئے اس کو بطور خاص ذکر کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

فجر کی نماز وقت سے پہلے پڑھی کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن فجر کی نماز وقت معمول یعنی اچالا پہلے سے پہلے تاریکی میں پڑھ لی تھی، یہاں یہ رائے نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کے وقت سے پہلے پڑھی تھی کیونکہ تمام علماء کے نزدیک فجر کی نماز، فجر سے پہلے پڑھی جائز نہیں ہے۔

الذہاب من مزدلفۃ عند المذہب الاربعہ:

لا نعلم خلافاً فی أن السنة الدفع قبل طلوع الشمس وذلك لأن النبي صلى الله عليه وسلم كان يفعل (قال عمر : إن المشركين كانوا لا يفيضون حتى تطلع الشمس ويقولون : أشرق ثبير كيما نغري وإن رسول الله صلى الله عليه وسلم خالفهم فافاض قبل أن تطلع الشمس) رواه البخاري والسنة أن يقف حتى يسفر جدا وبهذا قال الشافعي وأصحاب الرأي وكان مالك يرى الدفع قبل الاسفار

ولنا ما روى جابر (أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يزل وفاقا حتى أسفر جدا دفع قبل أن تطلع الشمس) وعن نافع أن ابن الزبير أخر في الوقت حتى كادت الشمس تطلع قال ابن عمر : إني أراه يريد أن يصنع كما يصنع كما صنع أهل الجاهلية دفع ودفع الناس معه وكان ابن مسعود يدفع كاتصرف القوم المسفرين من صلاة الغداة انصرف ابن عمر حين أسفر وأبصرت الإبل موضع أخفافها ويستحب أن يسير وعليه السكينة كما ذكرنا في سيرة من عرفات (قال ابن عباس لم أروى النبي صلى الله عليه وسلم الفضل بن عباس وقال : يا أيها الناس إن البر ليس بأجفاف الخيل والإبل فعليكم بالسكينة فما رأيها رافعا حتى أتى منى) (المعنى، ۳، ۵۲، ۵۳، بيروت)

وسویں کے خطبہ میں شوافع و احناف کا اختلاف:

حضرت عمرو بن احوض فرمے ہیں کہ میں نے جیزہ اوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے لوگو! بتاؤ کون سا دن سب سے زیادہ حرمت والا ہے۔ تین بار بھی فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا حج اکبر کا دن آپ نے فرمایا تمہارے خون، اموال اور عزتیں تمہارے جسم و دین ان اسی طرح حرمت والی ہیں جس طرح تمہارا آج کا دن اس ماہ میں اس شہر میں حرمت والا ہے۔ غور سے سو کوئی جرم جرم نہیں کرتا مگر اپنی جان پر (ہر جرم کا مجاہد کرنے والے ہی سے ہوگا دوسرے سے نہیں) باپ کے جرم کا مواخذہ والد سے ہوگا شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ کبھی تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش ہو۔ لیکن بعض اعمال جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو ان میں شیطان کی اطاعت ہوگی وہ اسی پر خوش اور ارضی ہو جائے گا غور سے سونا جائیت کا ہر خون باطل اور حرم کر دیا گیا (اب اس پر گرفت نہ ہوگی) سب سے پہلے میں حارث بن عبدالمطلب کا خون ساقہ کرتا ہوں یہ نبوت میں دودھ پیتے تھے کہ ہڈی لے کر ان کو قتل کر دیا (دعا باشم ہڈی لے کر ان کے خون کا مطالبہ کرتے تھے) راہدو جائیت کا ہر سو ختم کر دیا گیا تمہیں صرف تمہارے اصل اموال (سودا میں کئے بغیر) ملیں گے نہ تم قلم کرو گے نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ توجہ کرو اسے میری امت کیا میں نے دین پہنچا دیا؟ تمین بارہی فرمے یا صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے کہا اسے اللہ گواہ رہے تین بار بھی فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ)

ش فبیہ کے نزدیک ایک ایسے حجر کے پیدے دن یعنی دوسری ذی الحجہ کو خطبہ پڑھنا مستحب ہے، جب کہ خنیف کے ہاں آخر کے دوسرے دن یعنی گیارہویں ذی الحجہ کو مستحب ہے، چنانچہ خنیف مسلک کے مطابق ایک خطبہ تو ذی الحجہ کی ساتویں کو، ایک خطبہ تو گیارہویں کو اور ایک خطبہ گیارہویں کو پڑھا جاتا ہے اور ان خطبات میں حج کے احکام بیان کئے جاتے ہیں جن احادیث صحیحہ میں دوسرے دن (یعنی

گیارہویں) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ خنیف مسلک کی مؤید ہیں لہذا اس حدیث کے بارے میں کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور تذکرہ و تیسیر یہ خطبہ دیا ہوگا اور اصل خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری دن ارشاد فرمایا تھا۔

نماز فجر کے بعد وقوف و دعا کرنے کا بیان:

(ثُمَّ وَقَفَ وَوَقَفَ مَعَهُ النَّاسُ وَدَعَا) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَفَ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ يَدْعُو حَتَّى رَوَى فِي حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا (فَاسْتَجِيبَ لَهُ دُعَاؤُهُ لِأَمْنِهِ حَتَّى الدَّمَاعُ وَالْمَطَالِمُ)

ترجمہ:

اس کے بعد امام وقوف کرے اور لوگ بھی اس کے ساتھ وقوف کریں اور وہ دعا کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر وقوف فرمایا اور دعا فرمائی یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے حق میں قول ہوئی تھی کہ خون اور مطالبہ کے بارے میں بھی قبول ہوگی۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)

دعا کے خون و مطالبہ کے حمل کا بیان:

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ کی شام کو اپنی امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی، جو قبول کی گئی اور حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو بخش دیا۔ علاوہ بندوں کے حقوق کے کہ میں خاتمہ سے مظلوم کا حق لوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا کہ میرے پروردگار! اگر تو چاہے تو بے مظلوم کو اس حق کے بدلہ میں کہ جو ظالم نے کیا ہے جنت کی نعمتیں عطا فرما دے اور ظالم کو بھی بخش دے۔ مگر عرفہ کی شام کو یہ دعا قبول نہیں کی گئی، جب بدلتے صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھڑکی دعا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز دیکھی وہ عطا فرمادی گئی راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹے یارو نے یہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سکرے۔ (یہ دیکھ کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میرا باپ اور میری ماں آپ پر قربان! یہ ایسا وقت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بیٹے تھے۔ (یعنی یہ وقت پنشنے کا تو نہیں ہے) پھر کس چیز نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادعاؤں کو نجات دے (یعنی اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، و شئن خدا اٹھیں کہ جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ بزرگ و بڑے سے میری دعا قبول کر لی ہے اور میری امت کو بخش دیا تو اس نے منیٰ کی اور اسے اپنے سر پر ڈالنے کا اور داہنہ کرے اور اپنے چپے چلانے لگا چنانچہ اس کی بدعت اس اور اطربان نے مجھے سننے پر مجبور کر دیا۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

چونکہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امت کو مغفرت عام سے نوازا گیا ہے کہ حقوق اللہ بھی بخش دیے ہیں اور حقوق العباد بھی اس لئے بہتر یہ ہے کہ حدیث کے مفہوم میں یہ تید لگا دی جائے کہ اس مغفرت عام کا تعلق ان لوگوں کے ساتھ جو اس سال حج کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، یا یہ بات اس شخص کے حق میں ہے جس کا حج مقبول ہو یا یہ طور کہ اس کے حج میں فسق و فجور کی کوئی بات نہ ہو۔

یا پھر یہ کہ مفہوم اس ظالم پر محمول ہے جس کو توبہ کی توفیق ہوئی اور اس نے صدق نیت اور اخلاص کے ساتھ توبہ کی مگر حق واپسی سے عاجز و معذور رہا۔ پھر یہ کہ رحمت خداوندی جسے چاہے اپنے دامن میں چھپا سکتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور مغفرت عام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہر مسلمان کو حاصل ہوگی خواہ وہ صالح ہو یا گنہگار، اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے جنت میں صالح اور نیکو کار لوگوں کے تودرات بلند کرے گا اور اگر گنہگاروں کو بخش کر جنت میں داخل کرے گا۔ اب رہے وہ لوگ جو دوزخ میں ہوں گے تو ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا اثر یہ ہوگا کہ ان کے عذاب میں تخفیف اور مدت عذاب میں کمی کر دی جائے گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بخشش بھی اللہ ہر مسلمان کو حاصل ہوگی خواہ وہ صالح ہو یا گنہگار۔ بایں طور کہ جنت میں صالح و نیکو کاروں کے درجہ پر اس جزاء و انعام سے زیادہ بلند ہوں گے جس کا وہ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے مستحق ہوگا۔ اور فاجر و گنہگار کے حق میں اس کی مغفرت یہ ہوگی کہ یا تو انہیں اپنے فضل و کرم سے بغیر عذاب ہی کے جنت میں داخل کر دے گا یا پھر ان کے عذاب کی شدت میں کمی کر دے گا جو مغفرت ہی کی ایک نوع ہے۔

وقوف مزدلفہ کی شرعی حیثیت کا بیان:

قَدْ هَذَا الْوُفُوفُ وَاجِبٌ عِنْدَنَا وَلَيْسَ بِرُحْنٍ، حَتَّى تَلُوْ تَرَكَهُ بِغَيْرِ غُذِي يَلْزُمُهُ الدَّمُ.
وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِنَّهُ رُحْنٌ لِّقَوْلِهِ تَعَالَى (فَادْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ)
وَيَسْمِيهِ تَنْبُتُ الرُّحْنِيَّةُ.

وَلَسْنَا مَا رَوَيْ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَّمَ صَفْعَةً أَهْلُهُ بِاللَّيْلِ، وَلَوْ كَانَ رُحْنًا لَمَا فَعَلَ ذَلِكَ، وَالْمَذْكُورُ فِيمَا تَلَا الذِّكْرَ وَهُوَ لَيْسَ بِرُحْنٍ بِالْإِجْمَاعِ، وَإِنَّمَا عَرَفْنَا الْوُجُوبَ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ وَقَفَ مَعَنَا هَذَا الْوُفُوفَ وَقَدْ كَانَ أَقْصَى قَبْلِ ذَلِكَ مِنْ عَرَفَاتٍ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ) عَلَّقَ بِهِ تَسَامُ الْحَجِّ، وَهَذَا يَصْلُحُ أَمَارَةً لِلْوُجُوبِ، غَيْرَ أَنَّهُ إِذَا تَرَكَهُ بِغَيْرِ بَأْنٍ يَكُونُ بِهِ ضَعْفٌ أَوْ عِلَّةٌ أَوْ كَانَتْ امْرَأَةٌ تَخَافُ الرِّجَامَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ

لَمَّا رَوَيْنَا.

ترجمہ:

ہمارے نزدیک یہ وقوف واجب ہے رکن نہیں ہے کیونکہ اگر حج کرنے والے نے اس کو ترک کیا تو اس پر دم لازم آئے گا۔ جبکہ حضرات امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ یہ رکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔ اور اس طرح کے حکم سے رکن ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل میں کمزوروں کو رات میں پہلے ہیحج دیا اور اگر وقوف مزدلفہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس طرح حکم دیتے۔ اور تمہاری خلاوت کردہ آیت میں ذکر مذکور ہے جو بہ اجماع رکن نہیں ہے۔ اور وقوف مزدلفہ کا وجوب ہم نے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے پہنچا تا کہ جس نے ہمارے ساتھ اس موقف میں وقف کیا وہ راکد اس سے پہلے وہ عرفات سے ہوا یا ہو۔ تو اس کا حج مکمل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے تمام حج کو وقوف مزدلفہ کے ساتھ معلق کیا ہے اور یہی واجب ہونے کی علامت کے قیل ہے بایں البتہ جب حاجی نے اس کو عذر کی بناء پر ترک کیا یعنی اس وجہ سے کہ اس میں کمزوری یا بیماری یا وہ عورت جو بھیڑ سے ڈرنے والی ہو تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اسی حدیث کی بناء پر جو ہم نے روایت کی ہے۔

وقوف مزدلفہ کے وجوب میں فقہی اختلاف کا بیان:

علامہ طبری بن سلطان ماطی قاری حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مزدلفہ کا وقوف واجب ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے یہ وقوف مزدلفہ کیا تو اس کا حج مکمل ہو گیا ہے اس حدیث کو اصحاب سنی نے روایت کیا ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ عروہ بن معمر نے روایت کیا ہے اور اس کے ساتھ حج کی تکمیل کو مقصود کیا ہے۔ لہذا اس سے وجوب ثابت ہوگا رکبتہ ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ خبر واحد ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل و کمزوروں کو رات کو روانہ کر دیا۔ لہذا اگر وقوف مزدلفہ رکن ہوتا تو اہل و ضعیفہ وغیرہ کو رات کو ہی روانہ نہ کیا جاتا۔ لہذا اس سے ایسے نہ سہرا قول بھی دور ہو گیا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فَإِذَا أَقَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ" اس میں "مور" لفظ مذکور ہے۔ لہذا بہ اجماع وقوف مزدلفہ رکن نہ ہوا۔ کیونکہ اس کے ترک پر کچھ واجب نہیں ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے وقوف سنت ہے۔ اور مزدلفہ میں رات گزارنے کے بارے امام شافعی کے دو اقوال ہیں۔ ایک وجوب کا ہے اور ایک سنت کا ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور علامہ عینی نے "شرح تھذیب الملوك" میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک وقوف مزدلفہ رکن ہونے کا قول جس کی اتباع صاحب ہدایہ نے کی ہے صحیح نہیں ہے بلکہ

صراحت کے ساتھ وہم ہے۔ (شرح الوکایہ، ج ۲، ص ۳۰، بیروت)
 وادی بحر کے سوا مزدلفہ سارے کا سارا وقف ہے:

قَالَ (وَالْمَزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا وَادِي مُحْصَرٍ) لِمَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ. قَالَ (فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ أَقْصَى الْإِيمَامِ وَالنَّاسُ مَعَهُ حَتَّى يَأْتُوا إِيَّانِي) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ عَصَمَةُ اللَّهِ تَعَالَى: هَكَذَا وَقَعَ لِي نَسِخُ الْمُحْصَرِ وَهَذَا غَلَطٌ.
 وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ إِذَا أَسْفَرَ أَقْصَى الْإِيمَامِ وَالنَّاسُ رِثَاءَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ دَفَعَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ.

ترجمہ:

فرمایا: وادی بحر کے سوا مزدلفہ سارے کا سارا وقف ہے۔ اس روایت کی وجہ سے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ فرمایا: جب سورج طلوع ہو تو امام چلے اور لوگ اس کے ساتھ چلیں یہاں تک وہ منی میں آجائیں۔ عبد ضعیف عصمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ قدوری کے نسخوں میں اس طرح ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ جب خوب روشنی ہو جائے تب امام اور لوگ روانہ ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ سورج طلوع ہونے سے پہلے روانہ ہوتے تھے۔

حدود مزدلفہ آثار تابعین کی روشنی میں:

حضرت اثر عطاء بن ابی رباح: ابن جریج سے مروی ہے کہ منی سے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ مزدلفہ کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب تم عرفہ کے دووں چاہتے ہو تو ان دووں کے درمیان میں آ جاؤ گے۔ ان دووں کے درمیان میں آ جاؤ گے۔ لیکن عرفہ کے دووں سے دووں تکنا سے مزدلفہ کا حصہ نہیں ہیں، لیکن ان دووں کا حصہ جہاں سے کوچ کا آغاز ہوتا ہے وہ مزدلفہ میں شامل داخل نہیں ہے۔

حضرت عطاء نے بتایا: جب تم عرفہ کے دووں سے دووں تکنا سے کوچ کر جاؤ تو تم اس میں دائیں بائیں اور جہاں بھی چاہو دوں کر سکتے ہو۔ میں نے کہا: آپ مجھے بتائیے کہ اگر میں لوگوں کی منازل سے الگ تھلک رہوں؟ اور اس حرف (کنارہ والے حصہ میں چلا جاؤں جو عرفہ سے آنے والے کے دائیں واقع ہے اور کسی کے نزدیک نہ رہوں؟) آپ نے فرمایا: کہ اس میں کوئی کراہت نہیں سمجھتا ہوں۔ (الخریجہ الفکاہی، (والا زرقی)۔ وسندہ صحیح۔

حضرت حبیب بن ابی ثابت کا بیان ہے کہ عطاء بن ابی رباح سے مزدلفہ میں موقف کے متعلق استفسار کیا گیا، انہوں نے جواباً کہا: کیطین وادی بحر کے آگے مزدلفہ کا موقف ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ جہل قریح تک ہے۔ اس کے بعد سارا خط مشرحام ہے۔ (الخریجہ الفکاہی)۔ وسندہ صحیح۔ اپنے زمانہ میں کہ اندر مفتی حرم مطہر القدر تابعی امام عطاء بن ابی رباح کے دو امام ترین نص

ہیں۔

پہلے میں آپ عرفہ سے متصل شرق سے منی سے متصل مغرب تک مزدلفہ کے حدود کو بیان کیا۔ آپ نے شرق میں عرفہ کے دووں مآزم یعنی تنگ حصہ سے وادی بحر تک اس کی حدود متین کیا۔
 سب سے اہم سوال اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ عرفہ کے دووں مآزم سے کیا محاذ ہے؟ اکثر لوگوں حتیٰ کہ بعض اہل بحث و تحقیق حضرات کا یہ گمان ہے کہ المآزمان سے مراد دو پہاڑ ہیں۔ درحقیقت وہ کھڑے مآزم کے سینہ نشینے دھوکھا کھا گئے۔
 مآزم کی لغوی تحقیق:

چنانچہ وہ کہتے ہیں مآزمان درحقیقت وہی دوں پہاڑ ہیں جن کا اس وقت آشیان نام ہے جو اہل کتبہ نشینے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں گمان اور غلط فہمی موجود حال میں مزدلفہ کے حدود کی کجی کا سبب ہے لہذا اس اہم مسئلہ کی توضیح و تشریح لازم ہے اس کی وضاحت جو حق الہی حسب ذیل ہے۔

أولاً: مآزمان کا معنی جہان، دو پہاڑ سے ہے ہی نہیں اس سے مراد نہ تو وہ دوں پہاڑ ہیں جو آشیان سے موسوم ہیں نہ ان دووں کے علاوہ کوئی دوسری دو پہاڑ مراد ہیں۔
 درحقیقت مآزم کا لغوی معنی و مطلب دو چیزوں کے درمیان تنگ مقام ہے خواہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان یا کسی وادی کے دو چہرے کے درمیان ہو۔ اس کو صرف لفظاً تنہی استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ وہ دو چیزوں کے درمیان واقع ہے۔ تنگ درست اور قی بات ہے، علماء لغت کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں: ابن منظور نے لسان العرب میں کہا: والمآزم المضيق مثل المآزل مآزم کا معنی تنگ جگہ جیسے نازل۔

اس کا امام اسمعی نے بیان کیا ہے اور انہوں نے اس پر ابوہریرہ کے قول سے استنباط کیا: هذا طريق يأزم المآزم۔
 وعضوات تمشق للمآزما۔

والمآزم: كحل طريق ضيق بين جبلين: مآزم، ہر وہ تنگ راستہ جو دو پہاڑوں کے مابین واقع ہو۔ اسی سے ساعدہ بن جویہ ذہلی کا قول ہے: ومقامهن اذا حبس بمآزم. ضيق الفٔ وصلتهن الأخشب شاعران اونٹنیوں کی قسم لہا رہا ہے، جو مآزم یعنی تنگ راہ میں روک لی گئیں۔ والمازیم: جزو منی وادی کا تنگ راستہ (لسان العرب)،
 اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مآزم تنگ راہ کو کہتے ہیں خواہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان ہو خواہ وادی کے دو کناروں کے درمیان ہو۔ وادی کے تنگ راستہ کو مآزم کہا جاتا ہے، بسا اوقات اسے دووں کناروں کی وجہ سے لفظاً تنہی استعمال کیا جاتا ہے اور مآزمان بولا جاتا ہے۔

لسان العرب میں ہی ابن منظور رقم طراز ہیں
 اور اسی معنی کے پیش نظر وہ جگہ جو اہل طہر الحرام اور عرفہ کے درمیان واقع ہے مآزمان سے موسوم ہے، امام اسمعی نے

فرمایا: روایت میں وارد المازم مزدلفہ اور عرفہ کے درمیان ایک تنگ راستہ ہے۔

یہ صاحب لسان العرب ابن منظور الافریقی کی صراحت ہے جس کو انہوں نے علامۃ العرب اور یوان لاؤ دین امام عبدالملک بن قریب الاسمعی سے نقل کیا ہے کہ المازم زمانہ درحقیقت مزدلفہ اور عرفہ کے درمیان فاصل تنگ راستہ کا نام ہے۔

یہ نام چنے ہیں کہ فاصل تنگ راستہ درحقیقت وہی وادی عرفہ ہے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں جیسا کہ صحابہ کرام کے ساتھ کلام میں اس کا بیان پہلے آچکا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے مآثرین سے مراد عطاء بن ابی رباح اور ان کے علاوہ دوسرے کے نزدیک عرفات اور مزدلفہ کے درمیان فاصل وادی کا تنگ راستہ ہی ہے، جو مزدلفہ کا حصہ ہے نہ ہی وہ عرفات کا حصہ ہے۔

ثانیاً: عطاء بن ابی رباح اور ان کے علاوہ کے سابق نص میں مازن کی اضافت عرفہ کی طرف کی گئی ہے۔ یعنی مازنی عرفہ کی گئی ہے۔ یہ اضافت اس لئے ہے کیونکہ مازن اسی عرفہ سے متصل ہے اس لئے اس کی جانب اضافت درست ہے اور عرفہ سے متصل وادی عرفہ کے تنگ راستے کے سوا کچھ اور نہیں ہے اور مازن سے یہی مراد ہے اسی نے نبی ﷺ نے لوگوں کو متنبہ کیا کہ وہ چٹن عرفہ سے دور ہیں کیونکہ وہ عرفہ سے حد درجہ قریب اور بالکل متصل اور اسی سے لگے ہوا ہے۔ اس کا احتمال تھا کہ کوئی اس وادی عرفہ کو بھی عرفات کا حصہ سمجھ بیٹھے۔

ثالثاً: سابقہ معنی و مراد کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اگر مازن سے مراد اہل اشہان نامی دو پہاڑ ہوتے تو زیادہ مناسب بات یہ ہوتی کہ ان دونوں مازنی مزدلفہ کہا جائے نہ کہ مازنی عرفہ اس لئے یہ دونوں پہاڑ عرفہ سے دور ہیں اور مزدلفہ سے بیکر قریب اور متصل ہیں، بلکہ ان دونوں پہاڑوں کے دونوں مغربی کنارے تو موجودہ حدود کے مطابق مزدلفہ کے اندر ہیں۔

رابعاً: اگر مازن سے مراد اہل اشہان نامی دونوں پہاڑ ہی مان لیا جائے اور یہ کہ مزدلفہ کے حدود ان دونوں کے مغربی کناروں سے شروع ہوتے ہیں تو اس صورت میں تجان ایک بہت بڑی مسافت سے غرورہ جاتے ہیں جو قطعی طور پر مشعر حرام کا حصہ ہے جب کہ اس کا بیان ہو چکا ہے واضح رہے کہ یہ مسافت رنج کل بعض اطراف و جہات میں تقریباً سات کلو میٹر ہے۔ اتنی بڑی مسافت اور یہ طویل رقبہ یوں ہی بیکار اور برباد باقی رہتا ہے بلا دلیل و برہان۔

خامساً: اس سابقہ توضیح شدہ مسئلہ کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ امام عطاء کے دوسرے نص مغرب سے مشرق تک مزدلفہ کی حد بیان کی گئی ہے انہوں نے مغرب میں وادی حمر کے اوپر سے اس کی حد بیان کی اور مشرق کی طرف رنج کیا ان سے کہنے والے نے کہا کہ جبل قریح تک؟ تو اس پر انہوں نے کہا اس کے بعد جو کچھ ہے وہ مشعر حرام ہے۔ اس طرح مزدلفہ کا سلسلہ مشرق میں جب تک حرم خلد میں ہوں اس تنگ وادی تک جاری رہتا ہے جو عرفہ اور مشعر حرام کے درمیان فاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

سادساً: مورخ ابن الکواکب الاولیاء لاری نے کہا: اور نہ وہ عرفہ پہاڑ ہے جس پر حرم کی علامات ہیں جو آپ کے دائیں واتی ہوتے ہیں جب آپ عرفہ کے تنگ راستہ سے نکلے ہیں موقف کا ارادہ کریں اور نہ پہاڑ کے نیچے پانچ فرسات ہیں جن کا طول و عرض پانچ

گزیلا اور چنگر چڑا ہے۔

اس نص سے یہ بخوبی واضح ہے کہ مازن عرفہ خود عرفہ سے بہت قریب ہے اور وہ اس نمرہ نامی پہاڑی کے مقابل ہے جس پر حرم کی علامات نصب ہیں جو خطہ ارض حرم کے آغاز پر دلالت کرتی ہیں۔

حدود مزدلفہ و عرفہ کے اقوال کی روشنی میں:

حدود مزدلفہ کے بیان میں علامہ وقتیا کے بہت سارے اقوال ہیں، جو اس مقصود پر دلالت کرتے ہیں، اس بحث میں چند سادہ فقہاء کے اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) امام مفسر ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ کا قول: امام طبری نے فرمایا: جہاں تک مشعر کا معاملہ ہے وہ تمام جگہ ہے جو مزدلفہ کے دونوں پہاڑوں کے مابین واقع ہے، عرفہ کے تنگ راستہ سے شروع ہو کر وادی حمر تک۔ البتہ عرفہ کا تنگ راستہ مشعر کا حصہ نہیں ہے۔ مآثرین عرفہ کا معنی و مراد اس سے نقل بیان کیا جا چکا ہے۔

(۲) امام فقہ ابو یوسف عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ کا قول: امام ابن قدامہ المقدسی نے فرمایا: مزدلفہ کے تین نام ہیں۔ مزدلفہ، مشعر اور جمع اس کی حد عرفہ کے تنگ راستہ سے لیکر قرن حمر تک ہے اس کے دائیں بائیں جو گھاٹیاں ہیں ان میں سے کسی جگہ پر حاجی توقف کر لے اس کے لئے کافی ہوگا۔ اس کا قوفہ درست ہوگا۔ البتہ یاد رہے وادی حمر مزدلفہ کا حصہ نہیں ہے۔ (المعنی ۱۰)۔

چنانچہ عرفہ کے تنگ راستہ سے وادی حمر تک طویل و عرض تمام گھاٹیاں نشیب و فراز مقامات اور پہاڑیاں سبھی مزدلفہ ہیں جہاں مزدلفہ کا قوفہ درست ہے۔

اور امام ابو یوسف ابن قدامہ المقدسی کے رائے میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جس کا اشتہار کیا جائے سوائے ناظن وادی حمر کے۔ اور حمر انتہائی چھوٹی اور حد درجہ تنگ وادی ہے۔

آخر عرفہ سے حدود مزدلفہ تک پہنچتی ہوئی وہ مسافت جو آج یوں ہی رکھ پھڑکی گئی ہے مزدلفہ کا حصہ نہیں ہے تو حد درجہ تنگ وادی حمر کے متعلق اس پر متنبہ کرنا زیادہ بہتر تھا۔

(۳) امام محمد بن ابی الدین یحییٰ بن اشرف النوذی الشافعی رحمہ اللہ کا قول: امام نووی نے فرمایا: معلوم ہوتا چاہئے کہ پورا مزدلفہ حرم ہے امام اوزنی نے تاریخ حرم میں، امام مندنجی اور مارودی صاحب الحادی نے اپنی کتاب فی الاقدام کا مسئلہ نیز دوسرے شوافع میں ان دونوں کے علاوہ دیگر اکثر نے فرمایا:

مزدلفہ کی حد وادی حمر اور عرفہ کے تنگ راستے کے مابین سے اور دونوں حد۔ یعنی مازنی عرفہ اور ناظن حمر مزدلفہ میں شامل وہ داخل نہیں ہے۔ آئے سنا منے آئے پیچھے کی ساری گھنٹیاں اور مذکورہ حدیں داخل تمام پہاڑوں مزدلفہ میں داخل شریعت ہو گئی۔ باب وادی حمر ایک ایسی جگہ ہے جو مشرق اور مزدلفہ کے مابین حد فاصل ہے۔ وہ دونوں میں سے کسی کا حصہ نہیں ہے۔ (المجموع شرح المہند ہے) امام نووی کا قول کہ مزدلفہ پورا حرم ہے قابل غور نہ رہے ہیں یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ حرم عرفات کے بعد رواج شروع ہوا چنانچہ

ہے۔ ان کا یہ قول بھی قابل تامل ہے کہ انہوں نے تمام شباب (گھنٹیوں) اور اس سے متصل پہاڑوں کو مزدلفہ کا حصہ بتایا ہے اور سوائے وادی حمر کے کسی بھی جگہ کا استثناء نہیں کیا، بخیر نہ مشعر ہے نہ مزدلفہ کا حصہ ہے اور نہ ہی کا۔

(۴) ابن تیمیہ نے فرمایا: پورے مزدلفہ کو مشعر حرام کیا جاتا ہے اور وہ ما زمان عرفہ سے ملن تک دروازے ہے، ہر دو مشعر کے درمیان ایک ایسی حد ہے جو دونوں ہی مشعر کا حصہ نہیں ہے، عرفہ اور مزدلفہ کے مابین ملن عرفہ اور مزدلفہ اور مٹی کے ملن حمر حد فاصل ہے۔ **نویسندہ** نے فرمایا: عرفہ کلھا موقف وارفعو عن بطن عرفہ و مزدلفہ کلھا موقف وارفعو عن بطن محسر، مومنئ کلھا منحرو و فجاج مکہ کلھا طریق (مجموع الفتاویٰ)

اور اس حدیث کو امام احمد نے مستند روایت کیا ہے، افس نصل میں ابن تیمیہ نے مزدلفہ مشعر حرام کی حد کو جیسا پہلے بھی اور ابن سے منقول ہو چکا ہے۔ عرفہ کے نکلے راستے سے لے کر وادی حمر تک بیان کیا ہے۔ اور شیخ الاسلام نے تشریح کرتے ہوئے ما زمان عرفہ کے معنی و مراد کو بیان کیا اور یہ بھی ذکر کیا ہے وہ کہاں ہے؟ اور کہاں شروع ہوتا ہے؟

آپ نے وضاحت کر کے بتلایا کہ مشعر عرفہ اور مشعر مزدلفہ کے درمیان ایک فاصل ہے جو نہ اس کا حصہ ہے نہ اس کا وہ حد فاصل کیا ہے؟ ابن تیمیہ نے واضح طور پر فرمایا: کہ وہ صرف ملن عرفہ کی وادی ہے نہ کہ کوئی چیز آپ نے اس پر دلالت کرنے والی حدیث سے استدلال کیا یہ امر آپ کے کلام سے بالکل واضح ہے اور اس رائے کے بالکل موافق ہے جس کو پہلے ثابت کیا چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۵) حافظ امام ابن قیم الجوزیہ کا قول: آپ نے فرمایا: وادی حمر مٹی اور مزدلفہ کے درمیان ایک قدرتی حد فاصل ہے جو اس میں شامل ہے نہ اس میں۔ اور وادی عرفہ اور مشعر حرام کے درمیان ایک قدرتی حد فاصل ہے۔ اس طور پر ہر دو مشعر کے درمیان ایک ایسا قدرتی حد فاصل جو دونوں کا حصہ نہیں ہے۔ مٹی: حرم کا حصہ ہے اور مشعر بھی، وادی حمر حرم کا حصہ ہے اور یہ مشعر نہیں ہے۔ اور مزدلفہ حرم بھی ہے اور مشعر بھی۔ وادی عرفہ: نہ ہی مشعر ہے اور نہ حرم بلکہ حد محل ہے، عرفہ فعل ہے اور یہ مشعر ہے (زاد المعاد) حافظ ابن قیم کے کلام میں بڑی وضاحت اور صراحت ہے اس میں پانچ جگہوں کا بیان ہے۔

(۱) عرفہ: یہ وہ مشعر ہے جہاں پر حجاج توہین و دلجو کو وقف کرتے ہیں یہ ارض حرم نہیں ہے بلکہ صل ہے۔ (۲) عرفہ: یہ عرفہ کے مغرب ٹھیک اس کے سامنے اسی ملے ہوئی ننگ وادی ہے یہ مشعر نہیں ہے، وہاں پر وقف جائز نہیں ہے، نبی ﷺ کا فرمان وارفعو عن بطن عرفہ ووقوف عرفہ کے وقت عرفہ کی وادی سے دور رہو۔ (مقدم تخریج الحدیث) یہ عرفہ محل ہے۔ (۳) مزدلفہ: یہ مشعر بھی ہے اور ہر بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فذا ذکر و اللہ عند المشعر الحرام (البقرہ) اس کو عرفات سے صرف وادی عرفہ الگ کرتی ہے۔ (۴) وادی حمر: یہ حرم ہے لیکن مشعر بالکل نہیں ہے **نویسندہ** نے فرمایا: وارفعو عن بطن محسر (تقدم تخریجہ) (۵) مٹی: یہ حرم ہے اور مشعر بھی اور اسے مزدلفہ سے صرف وادی حمر جدا کرتی ہے۔

صحابہ تابعین علماء اور فقہاء ارجحہم اللہ تعالیٰ سے منقول آثار و اقوال کی روشنی میں یہ امر یوں بخوبی واضح ہو جاتا ہے جس میں کی

چن وچا کر، کوئی غمناک نہیں ہے۔

درحقیقت مشعر حرام مزدلفہ خوب کشادہ ہے اور وہ بلاشبہ مشرق میں وادی عرفہ سے شروع ہوتا ہے اور یہ وادی وہ طبعی و قدرتی حد ہے جو مزدلفہ کو عرفات سے جدا کرتی ہے اور اسی طرح مزدلفہ مغرب کی جانب وادی حمر تک دراز ہے اور یہ وادی قدرتی حد ہے جو اسے سے جدا کرتی ہے۔ الحمد للہ یہ کافی بڑی مسافت ہے اور بڑا قہر ہے جس میں اللہ کی جانب سے حجاج کے لئے کافی کشادگی ہے۔

مزدلفہ سے روانگی کا وقت طلوع شمس سے پہلے ہے:

حضرت محمد بن قیس بن خازم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایام جاہلیت میں (یعنی اسلام سے پہلے) لوگ عرفات سے اس وقت واپس ہوتے جب آفتاب غروب ہونے سے پہلے مردوں کے چہروں پر پگڑیوں کی طرح نظر آتا (یعنی عرفہ سے غروب آفتاب سے پہلے جتے) اور مزدلفہ سے طلوع آفتاب کے بعد اس وقت روانہ ہوتے جب آفتاب مردوں کے چہروں پر پگڑیوں کی طرح نظر آتا مگر ہم ہر فست اس وقت تک نہیں نکلتے جب تک کہ آفتاب غروب نہ ہو جائے اور مزدلفہ سے ہم سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہوں گے کیونکہ ہمارا طریقہ بت پرستوں اور مشرکین سے مختلف ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

مطلب یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں لوگ عرفات سے ایسے وقت پتے تھے جب آفتاب آدھا تو غروب ہو چکا ہوتا اور اس کا آدھا حصہ باہر ہوتا آفتاب کی اسی صورت کو پگڑی سے مشابہت دی گئی ہے کہ آفتاب آدھا کر وہ پگڑی کی شکل کا ہوتا ہے، اسی طرح مزدلفہ سے ایسے وقت روانہ ہوتے جب آفتاب کا آدھا حصہ طلوع ہو چکا ہوتا اور آدھا حصہ اندر ہوتا۔

صاحب مشکوٰۃ کو اس کی تحقیق نہیں ہو سکی تھی کہ یہ روایت کس نے نقل کی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ سے سل نسخہ میں لفظ رواہ کے بعد جگہ چھٹی ہوئی ہے البتہ ایک دوسرے صحیح نسخہ کے حاشیہ میں لکھ ہوا ہے کہ رواہ البیہقی فی شعب الامان و قال خلطنا و ساقہ نحوہ۔ ثُمَّ اَفِضُوا مِنْ حَيْثُ اَقْصَى النَّاسِ وَاسْتَفِيزُوا اللّٰهَ اِنِّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس اور خدا سے بخشش مانگو جبکہ خدا بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ "ثم" یہاں پر خبر کا خبر پر عطف ڈالنے کے لئے ہے تاکہ ترتیب ہو جائے، مگویا کہ عرفات میں ٹھہرنے والے لوگوں کو کہ وہ یہاں سے مزدلفہ جائے تاکہ مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالیٰ کی ذکر کر سکے، اور یہ بھی فرمایا کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے، جیسے کہ عام لوگ یہاں ٹھہرتے تھے البتہ تخریثوں نے فقرہ و تکبر اور شان امتیاز کے طور پر یہ خبر اہل تھا کہ وہ حرم سے باہر نہیں جاتے تھے، اور حرم کی آخری حد پر ٹھہر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اللہ سے ہیں اسی کے شہر کے رہن ہیں اور اس کے گھر کے مجاور ہیں، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ قریش اور ان کے ہم خلیل لوگ مزدلفہ میں ہی رک جاتے تھے اور اپنا نام

میں رکھتے تھے باقی کل عرب عرفات میں جا کر ٹھہرتے تھے اور وہیں سے لوٹتے تھے اسی لئے اسلام نے حکم دیا کہ جہاں سے وہ لوگ لوٹتے ہیں تم وہی سے لوٹا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت مجاہدؒ، حضرت عطاءؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت سدی رضی اللہ عنہم وغیرہ یہی فرماتے ہیں اور ابن جریر بھی اسی تفسیر کو پسند کرتے ہیں اور اسی پر اجماع بتاتے ہیں، مسند احمد میں ہے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا وفات عرفات میں کم ہو گیا میں اسے ڈھونڈنے کے لئے نکلا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاں ٹھہرے ہوئے دیکھ لیا گھبرا گیا کہ یہ کون ہے کہ یہیں ہر جہاں حرم کے باہر آ کر ٹھہرے ہیں،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ افاضہ سے مراد یہاں مزدلفہ سے رہی جہاد کے لئے منیٰ کو جاتا ہے، والد اعلم، اور ان سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں، بعض کہتے ہیں مراد امام ہے، ابن جریر فرماتے ہیں اگر اس کے خلاف اجماع کی جہت نہ ہوتی تو یہی قول راجح رہتا۔ پھر استغفار کا ارشاد ہوتا ہے جو عموماً عبادات کے بعد فرمایا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے (تفسیر ابن کثیر)

جمہور عقیدہ سے رہی کی ابتداء کرنے کا بیان:

قَالَ (فَيَسْتَدِ بِجُمُورَةِ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ خَصَايَثٍ مِنْ خَضَى الْحَذَفِ) لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَتَى مَنَى لَمْ يَرْجَعْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى رَمَى جُمُورَةَ الْعَقَبَةِ) ، وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (عَلَيْكُمْ بِخَضَى الْحَذَفِ لَا يُؤْدِي بَعْضُكُمْ بَعْضًا) .

وَلَوْ رَمَى بِأَكْبَرٍ مِنْهُ جَارَ لِحُصُولِ الرَّمْيِ ، عَنِ أَنَّهُ لَا يُرْمَى بِالْكِبَارِ مِنَ الْأَحْجَارِ كُنَى لَا يَنَاقِزُ بِهِ غَيْرُهُ (وَلَوْ رَمَاهَا مِنْ فَوْقِ الْعَقَبَةِ أَجْزَأُ) لِأَنَّ مَا حَوْلَهَا مَوْضِعُ النَّسْلِ ، وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَكُونَ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي لِمَا رَوَيْنَا

(وَيُكْبَرُ مَعَ كُلِّ خَصَاةٍ) كَذَا رَوَى ابْنُ مَسْعُودٍ وَابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا (وَلَوْ سَبَحَ مَكَانَ التَّكْبِيرِ أَجْزَأُ) لِحُصُولِ الذِّكْرِ وَهُوَ مِنْ آدَابِ الرَّمْيِ (وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا) لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقِفْ عِنْدَهَا (وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ مَعَ أَوَّلِ خَصَاةٍ) لِمَا رَوَيْنَا عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ .

وَرَوَى جَابِرٌ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ التَّلْبِيَةَ عِنْدَ أَوَّلِ خَصَاةٍ رَمَى بِهَا

جُمُورَةُ الْعَقَبَةِ) . ثُمَّ كَيْفِيَّةُ الرَّمْيِ أَنْ يَضَعَ الْخَصَاةَ عَلَى طَهْرٍ إِبْهَامِهِ الْيُمْنَى وَيَسْتَعِينُ بِالْمِصْبَحَةِ . وَمَقْدَارُ الرَّمْيِ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الرَّمَايَةِ وَبَيْنَ مَوْضِعِ السَّقُوطِ خَمْسَةُ أَذْرُعٍ قَصَاةً ، كَذَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ مَا دُونَ ذَلِكَ يَكُونُ طَرَحًا . وَلَوْ طَرَحَهَا طَرَحًا أَجْزَأُ لِأَنَّهُ رَمَى إِلَى قَدَمَيْهِ إِلَّا أَنَّهُ مُسِيءٌ لِمَخَالَفَتِهِ السُّنَّةَ ، وَلَوْ وَضَعَهَا وَضَعًا لَمْ يَجْزِهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِرَمِيٍّ ، وَلَوْ رَمَاهَا فَوَقَفَتْ قَرِيبًا مِنَ الْجُمُورَةِ يَخْفِيهِ لِأَنَّ هَذَا الْقَدْرَ مِمَّا لَا يُمَكِّنُ لِإِحْزَارِ عَنْهُ ، وَلَوْ وَقَفَتْ بَعِيدًا مِنْهَا لَا يَجْزِيهِ لِأَنَّهُ لَمْ يَعْرِفْ قُرْبَهُ إِلَّا فِي مَكَانٍ مَخْصُوصٍ .

ترجمہ:

امام قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس کے بعد وہ جمہور عقبہ سے شروع کرے۔ پس وہ وادی بطن سے اس پر ٹھکری کی طرح ساتھ ٹھکریاں پھینکے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ جب منیٰ تشریف لائے تو کسی چیز پر توقف نہیں کیا حتیٰ کہ جمہور عقبہ کی طرف نہ گئے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر ٹھکریاں نہ رنا لازم ہے البتہ تمہارے بعض بعضوں سے تکلیف نہ ہو۔ (طبرانی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مسلم)

اور اگر حج کرنے والے نے اٹھنے کے پورے سے بڑی ٹھکری پھینکی تو جائز ہے اس لئے کہ اس طرح بھی رمی حاصل ہوئی۔

ہاں البتہ دوسروں کو اذان پڑھانے سے بچنے کیلئے بڑا پتھر نہ پھینکے۔ اور اگر اس نے عقبہ کے اوپر سے رمی کی تو بھی کافی ہے۔ کیونکہ جمہور کے گرد و نواح میں مقام نیک ہے اور ہماری روایت کردہ حدیث کی بنیاد پر وادی کے اوپر سے رمی کرنا افضل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ہر ٹھکری ہانے کے ساتھ تکبیر کہے۔ اور اگر اس نے تکبیر کے مقام پر بیٹھ پڑھی تو بھی کافی ہے کیونکہ اللہ کا ذکر اس طرح بھی حاصل ہو گیا۔ اور اللہ ذکر کرتا یہ رمی کے آداب میں سے ہے۔

نبی کریم ﷺ جمہور عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرے تھے اور وہ پہلی شیع کے ساتھ ہی تلبیہ ختم کر دے اسی حدیث کی بنا پر جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہم تک پہنچی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب جمہور عقبہ کی رمی فرمائی تو آپ ﷺ نے پہلی ٹھکری کے وقت تلبیہ ختم کر دیا تھا۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، بخاری)

یا قیامت کرنے والا نہ ہوگا کیونکہ یہ نبی نہیں ہے۔

اور اگر اس نے نبی کی اور جبرہ کے قریب گری تو اس کیلئے کافی ہے کیونکہ اتنی مقدار سے بچنا ممکن نہیں ہے اور اگر وہ جبرہ سے دور گری تو کافی نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس طرح اس کی عبادت پر پچائی زندگی ہاں البتہ ایک خاص مقام تک ہے۔

رہی جرات کا مفہوم:

جمار اور اصل نگر بیڑوں اور نگر بیڑوں کو کہتے ہیں اور ہمارے ان نگر بیڑوں اور نگر بیڑوں کا نام ہے جو مناروں پر مارے جاتے ہیں اور جن مناروں پر نگر بیاں ماری جاتی ہیں انہیں ہمارے مناسبت سے جرات کہتے ہیں۔

جرات یعنی وہ منارے جن پر نگر بیاں بھینگی جاتی ہیں تین ہیں۔ (۱) جبرہ اولیٰ۔ (۲) جبرہ وسطیٰ۔ (۳) جبرہ عقبہ۔ یہ تینوں جرات مٹی میں واقع ہیں اور غیر عرصے کے جو یعنی دسویں ذی الحجہ کو صرف جبرہ عقبہ پر نگر بیاں بھینگی جاتی ہیں، پھر گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں کو تینوں جرات پر نگر بیاں مارنا واجب ہے۔

رہی جمار کرنے کے وقت میں مذاہب فقہاء:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن کو چاشت کے وقت (یعنی زوال سے پہلے) منارے پر نگر بیاں بھینکیں اور بعد کے دنوں میں دو پہر ڈھنسنے کے بعد نگر بیاں بھینکیں۔ (بخاری و مسلم)

یعنی دن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب سے پہلے تک ہوتا ہے، بعد کے دنوں سے مراد ایام تشریق یعنی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخیں ہیں۔ ان دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زوال آفتاب کے بعد رومی کی۔

علامہ ابن ہام غنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دوسرے دن یعنی گیارہویں تاریخ کو رومی جمار کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہوتا ہے اسی طرح تیسرے دن یعنی بارہویں تاریخ کو بھی رومی کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اب اس کے بعد اگر کوئی شخص مکہ یا چاہے توہ تیرہویں تاریخ کو طلوع فجر سے پہلے جا سکتا ہے اور اگر طلوع فجر کے بعد کہ جاتا چاہے گا تو فجر اس پر اس دن کی رومی جبرہ واجب ہو جائے گی اب اس کے لئے رومی جمار بغیر مکہ جانا درست نہیں ہوگا ہاں اس دن یعنی تیرہویں تاریخ کو زوال آفتاب سے پہلے بھی رومی جمار جائز ہو جائے گی۔

اس موقع پر ایک یہ مسئلہ بھی جان لیجئے کہ اگر کوئی شخص نگر بیاں مناروں پر بھینکتا ہے بلکہ ان پر زوال دے تو یہ کافی ہو جائے گا مگر یہ چیز غیر پسندیدہ ہوگی بخلاف مناروں پر نگر بیاں رکھ دینے کے یہ اس طرح کافی نہیں ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو پہلے سے روانہ کر دیا اور ان سے فرمایا کہ رومی جبرہ عقبہ آفتاب طلوع ہونے کے بعد ہی کرنا، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسک یہی ہے کہ رومی جبرہ عقبہ کا وقت دسویں ذی الحجہ کو

مورج نکلنے کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن بعض روایت میں یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے اس اتفاق فرمایا تھا کہ جاؤ اور رومی جبرہ عقبہ کرو، اس روایت میں طلوع آفتاب کی قید نہیں ہے، چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد نے اسی روایت پر عمل کیا کہ ان کے ہاں رومی جبرہ عقبہ کا وقت نصف شب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔

رہی جمار کے واسطے نگر بیاں مازلفہ یا راستہ سے لے لی جائیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے جو (مزدلفہ سے مٹی آتے ہوئے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، بیان کیا کہ جب عرفہ شام کو (عرفات سے مزدلفہ آتے ہوئے) اور مزدلفہ کی صبح (مزدلفہ سے مٹی جاتے ہوئے) لوگوں نے سواریوں کو تیزی سے ہٹا کر اور مارنا شروع کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اطمینان و آہستگی کے ساتھ چلنا تمہارے لئے ضروری ہے اور اس وقت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی کو دیکھ کر ہوئے بوجہا رہے تھے، یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی حمر میں ہو گئے (کے قریب مزدلفہ کے آخری حصہ) میں سے پہنچے تو فرمایا کہ تمہیں (اس میدان سے) خذف کی نگر بیاں اٹھانی چاہئیں جو جبرہ (یعنی مناروں) پر ماری جائیں گی۔ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رومی جبرہ تک برابر لیک کہتے رہے تھے (یعنی جبرہ عقبہ پر پہلی نگر بیاں ماری تو لیک کہنا موقوف کر دیا)۔ (مسلم)

عرفہ کے دن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میدان عرفات سے مزدلفہ کو چلے تو اس وقت حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

خذف اصل میں تو چھوٹی نگر بیاں یا جھوکی گھٹلی دونوں شہادت کی انہیوں میں رکھ کر بھینکتے کہتے ہیں۔ اور یہاں خذف کی مانند نگر بیاں سے مراد یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی نگر بیاں جو بننے کے برابر ہیں ہیں یہاں سے اٹھا لوجومی جبرہ کے کام آئیں گی۔

اس بارہ میں مسئلہ یہ ہے کہ رومی جمار کے واسطے نگر بیاں مزدلفہ سے روانگی کے وقت وہیں سے یا راستہ میں سے اور یا جہاں سے لی چاہے لے لی جائیں یا جبرہ کے پاس سے وہ نگر بیاں نہ لی جائیں جو جبرہ پر ماری جائیں گی کیونکہ یہ مکروہ ہے ویسے اگر کوئی شخص جبرہ کے پاس ہی سے پہلے بھینگی کی نگر بیاں اٹھا کر مارے تو یہ جائز ہو جائے گا مگر خلاف اولیٰ ہوگا۔ چنانچہ شیخ نے شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ ان نگر بیڑوں سے رومی کافی ہو جائے گی مگر ایسا کرنا برا ہے۔

اس بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں کہ نگر بیاں کتنی اٹھانی چاہئیں؟ یا صرف اسی دن رومی جبرہ عقبہ کے لئے سات نگر بیاں اٹھانی چاہئیں یا ستر نگر بیاں اٹھانی چاہئیں جن میں سات تو اسی دن رومی جبرہ عقبہ کے کام آئیں اور تیرہ بعد کے تینوں دنوں میں تینوں جرات پر بھینگی جائیں گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مٹی کے لئے) مزدلفہ سے چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رقی میں سکون و وقار تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو بھی سکون و اطمینان کے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ ہاں

میدانِ محرم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنی کو تیز رفتاری کے ساتھ ڈارا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ خذف کی نکر یوں چیں (یعنی چنے کی برابر) سات نکر یوں سے ری کریں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) یہ بھی فرمایا کہ شاید اس سال کے بعد میں تمہیں نہیں دیکھوں گا۔ (صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ) میں نے یہ حدیث بخاری، مسلم میں پائی نہیں۔ ہاں ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ تقدیم و تاخیر کے ساتھ مذکور ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ سال میری دنیاوی زندگی کا آخری سال ہے، آئندہ سال میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، اس لئے تم لوگ مجھ سے دین کے احکام اور حج کے مسائل سمجھ لو۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے کہ اسی حج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کے احکام پر سے طور پر لوگوں تک پہنچا دیئے اور اپنے صحابہ رخصت و وداع کیا، پھر اگلے سال یعنی بارہ ہجری کے وہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وداع ہوا۔

صاحب مشکوٰۃ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ صاحب مصاحف نے اس حدیث کو پہلی فصل میں نقل کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیحین یعنی بخاری و مسلم کی ہے حالانکہ ایک نہیں ہے۔ بلکہ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ اس لئے صاحب مصاحف نے چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اس روایت کو پہلی فصل کی بجائے دوسری فصل میں نقل کرتے۔ اگرچہ اس صورت میں تقدیم و تاخیر کا اعتراض پھر بھی باقی رہتا۔

ری جمار کے وقت تکبیر کہنے کا بیان:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ (ری کے لئے) ہجرہ کبریٰ (یعنی ہجرہ عقبہ) پر پہنچے تو (اس طرح کھڑے ہوئے کہ) انہوں نے خانہ کعبہ کو اپنی بائیں طرف کیا اور منی کو دائیں طرف اور پھر انہوں نے سات نکر یوں (اس طرح) پھینکیں کہ ہر نکر ی پھینکتے ہوئے تکبیر کہتے تھے، پھر انہوں نے فرمایا کہ اسی طرح اس ذات گرامی (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی کی جس پر سورہ بقرہ نماز ہوئی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہجرہ عقبہ پر اس طرح کھڑے ہوئے کہ خانہ کعبہ کو ان کی بائیں سمت میں تھا اور منی دائیں سمت لیکن دوسرے حرات پر اس طرح کھڑا ہونا مستحب ہے کہ منہ قبل کی طرف ہو۔

ری ہجرہ میں سات نکر یں پھینکی جاتی ہیں اور ہر نکر ی پھینکتے ہوئے تکبیر کہی جاتی ہے چنانچہ بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نکر ی کے ساتھ اس طرح تکبیر کہتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر دعا (اللہم اجعلہ حجاً مبروراً و ذبحاً مغفوراً علماً مشکوٰۃ)۔

یوں تو پورا قرآن ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا لیکن اس موقع پر خاص طور پر سورہ بقرہ کا ذکر اس مناسبت سے کیا گیا ہے کہ اس سورت میں حج کے احکام و افعال مذکور ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مناروں پر

نکر یوں بار بار اور صفاً اور مروہ کے درمیان پھر خدا ذکر اللہ کے قیام کے لئے ہے (ترمذی، دارمی، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ظاہری طور پر یہ فعل ایسے ہیں کہ ان کا محاذات ہو تا معلوم نہیں ہوتا اس لئے فرمایا کہ یہ دونوں فعل اللہ تعالیٰ کے ذکر کو قائم کرنے کے لئے مقرر ہوئے ہیں، چنانچہ یہ معلوم ہی ہے کہ ہر نکر ی بارے میں وقت تکبیر سنت اور سعی کے دوران وہ دہائیں نہیں پڑھنی چکتی تھیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

ری کی نکر یوں میں کمی یا زیادتی کرنے کا بیان:

ری جمار کے وقت وجاہت سے ہے، جن حرات کی ری کی جاتی ہے ان میں سے ہر ایک کی ری کے وقت سات کا عدد پورا کرنا ری کا رکن ہے، تاہم چار یا اس سے زیادہ نکر یوں مانے سے بھی یہ رکن ادھوبن تا ہے، لیکن یا اس سے کم نکر یوں یا اس کا جائیں تو ری کا رکن اور ان میں ہونا ہی لئے اگر کسی حاجی صاحب نے تین یا اس سے کم نکر یوں ماری ہوں تو ان پر دم واجب ہوگا جس طرح مطلقاً ری نہ کرنے والے پر واجب ہوتا ہے، اگر وہ دوبارہ سات نکر یوں (ریس تو دم واجب نہ ہوگا، اس طرح چار یا اس سے زائد نکر یوں ماری جائیں تو ری کا رکن اور دم واجب نہ ہوگا، تاہم چھ نکر یوں کم ہوگی ہر ایک کے بدلہ صدقہ واجب ہوگا۔

صدقہ کی مقدار گیارہوں دینے کی صورت میں آدھا صاع یعنی ساوا کلو اور جو یا کھجور دینے ہیں تو ایک صاع یعنی ڈھائی کلو ہے ایک صاع 2 کلو، 212 گرام کے برابر ہوتا ہے اور آدھا صاع ایک کلو 104 گرام کے معادل ہوتا ہے، بطور احتیاط آدھے صاع کیلئے ساوا کلو اور ایک صاع کیلئے ڈھائی کلو صدقہ کرنا چاہئے۔ شہابی بند کے علاوہ کے پاس آدھا صاع ایک کلو 590 گرام اور ایک صاع تین کلو، 180 گرام ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کو اس امر میں شک ہو کہ اس نے چھ نکر یوں ماری ہیں یا سات، اور شک دور کرنے کیلئے اس نے ایک اور نکر ی ماری جبکہ سات نکر یوں یا چار نکر یوں کا تھا تو کوئی حرج نہیں بالارادہ سات سے زائد نکر یوں ماریا تا کہ وہ تین ہی ہے۔

جیسا کہ مناسک مطلق قاری مع حاشیہ ارشاد الساری، فصل فی احکام الرمی و اشرار و واجباتہ، ص 275، میں ہے: (والسابع اتمام العدد او اتیان اکثرہ) وفيه ان هذا ركن الرمي لاشروطه (فلنقص الاقل منها) ای من السبعة بان رمی اربعة وتركن ثلاثة او اقل (لزمه جزاؤه) ای كسمايساتی (مع الصلحة) ای مع صلحة رمية لحصول ركنه (ولو ترك الاكثر) ای بان رمی ثلاثة او اقل (فكانه لم يرم) ای حیث انه یجب علیه دم كما لو ترك الكل نیز اس کے ص 277، میں ہے: (ولو رمی اكثر من سبعة بركه) ای اذا رماه عن قصد و اما اذا شلت فی السابع و رماه و فبین ان ثلثه فانها لا یضرح هذا صدقة کے متعلق ص 436، میں ہے: (فالمراد نصف صاع من بر او صاع من غیره) كالتمرو والشعیر۔

رمی کی نیابت میں اہل تشیع کا نظریہ:

مسئلہ ۱۰۰- جیسا کہ پہلے بھی اشارہ ہوا جو لوگ عذر کی وجہ سے دن میں رمی نہیں کر سکتے ہیں شب میں رمی کریں اور اگر شب میں بھی اس سے عاجز ہیں یا خوف خطر اور ضرر ہوگی تو نائب کریں تا کہ دن میں ان کی جگہ رومی کرے۔

مسئلہ ۱۰۱- رمی دوسرے طبقہ سے بلا مانع ہے مخصوص بوقت ازدحام، اور یہ کام نائب اختیار کرنے پر مقدم ہے۔

مسئلہ ۱۰۲- لازم ہے کوئی شخص بچوں، بیماروں اور ان لوگوں کی نیابت میں جو عذر کی وجہ سے نفس نہیں دے سکتے ہیں، رمی حرات انجام دے، البتہ یہ کام لازم ہے ان افراد کی اجازت سے و اور غیر متمیز بچوں کے سلسلے میں ان کے ولی کی اجازت شرط ہے کہ ان کے اذن سے یہ کام ان کی نیابت میں انجام دے۔

مسئلہ ۱۰۳- اگر نائب کے رمی حرات کرنے کے بقیہ بار بار اچھا ہو جائے لازم نہیں ہے رمی کو دوبارہ خود انجام دے۔ لیکن اس شخص کے سلسلے میں جو بیش تھا، چونکہ اجازت کی ضرورت ہے (اور نائب نے اس کی اجازت کے بغیر یہ کام کیا ہے) احتیاط یہ ہے کہ خود دوبارہ انجام دے۔ لیکن اگر نائب کے رمی کرنے کے درمیان مریض اچھا ہو جائے یا بیہوش ہو ش میں آ جائے، لازم ہے خود از سر نو ہوائے اور جس قدر نائب نے انجام دیا ہے اس پر اکتفا نہ کرے (توضیح المسائل، نیابت رمی)

ایک ہی مرتبہ سات کنکریاں پھینکنے کا حکم:

وَلَوْ رَمَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ جُمْلَةً فَهَذِهِ وَاحِدَةٌ لِأَنَّ الْمَنْصُوصَ عَلَيْهِ تَقَرُّقُ الْأَفْعَالِ،
وَيَأْخُذُ الْحَصَى مِنْ أَيْ مَوْضِعٍ شَاءَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْجُمُوعَةِ فَإِنَّ ذَلِكَ يُكْرَهُ لِأَنَّ مَا عِنْدَهَا
مِنَ الْحَصَى مَرْدُودٌ، هَكَذَا جَاءَ فِي الْأَثَرِ قَبْلَ شَاءَ مِنْهُ، وَمَعَ هَذَا لَوْ فَعَلَ اجْزَأَهُ لَوْ جُودَ
فِعْلُ الرَّمَى.

وَيَحْجُوزُ الرَّمَى بِكُلِّ مَا كَانَ مِنْ اجْزَاءِ الْأَرْضِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ
الْمَقْصُودَ فِعْلَ الرَّمَى وَذَلِكَ يَحْصُلُ بِالطَّبْعِ كَمَا يَحْصُلُ بِالنَّحَجِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا
رَمَى بِالذَّهَبِ أَوْ الْفِضَّةِ لِأَنَّهُ يَسْمَى نِزَارًا لَا رَمِيًا.

ترجمہ:

اور اگر اس نے ایک ہی مرتبہ سات کنکریاں پھینک دیں تو وہ ایک ہی کنکری شمار ہوگی۔ کیونکہ اس حکم میں فعل کا الگ الگ کرنا ہے۔ جمرہ کے سوا جہاں سے چاہے وہ کنکریاں پکڑے گا کیونکہ جمرہ کنکریاں پکڑنا مکروہ ہے۔ اس لئے جمرہ کے پاس جو کنکریاں ہیں وہ پھینک دیں گیں۔ اس بارے میں اگرچہ اسی طرح بیان ہوا ہے لہذا ان کے لینے میں نعمت ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود اگر وہ اس طرح کرتا ہے تو اس کیلئے کافی ہوگا کیونکہ رمی کا فعل پایا جا رہا ہے۔

تقہا احناف کے نزدیک ہر چیز جو زمین کی جنس سے ہے اس سے رمی کرنا جائز ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اہل تشیع کے یہاں نے کہا ہے کہ اصل مقصد پھینکنا ہے جس طرح جمرہ سے حاصل ہو جائے اسی طرح مٹی سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ جب کوئی سوئے یا چاندی کے ساتھ رمی کرے۔ کیونکہ اس کا یہ عمل تکبیر کا کہلانے کا اس کا یہ عمل رمی کرنا نہیں کہلانے گا۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقبہ کی صحیح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھوٹی چھوٹی کنکریاں جن لاؤ، میں چھوٹی چھوٹی سات کنکریاں جن لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا: ہاں انہی سات کنکریاں مارو۔ پھر فرمایا: اسے لوگو! تم دین میں زیادتی سے بچو کیونکہ تم سے پہلے امتیں دین میں زیادتی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ (ابن ماجہ، السنن، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمی، 480:3، رقم: 3029)

اس لئے رمی کرنے والے کو چاہئے کہ وہ راہ اعتدال اختیار کرتے ہوئے چھوٹی کنکریاں مارے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو بیا کے دانہ کے برابر چھوٹی کنکریاں ماریں اور لوگوں سے فرمایا کہ نو بیا کے دانہ کے برابر کنکریاں حاصل کرنا کہ جمرہ کو ہلکی کی جاسکے۔ لہذا کنکری، جو تے یا بڑے کنکر مارنے سے گزر کرے کیونکہ ایسا کرنے سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ کنکری، جو تباہ یا بڑا کنکر کسی شخص کو بھی گھسکتا ہے اور شہید نقصان کا موجب بن سکتا ہے۔ اسی لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ معاملہ نما اعتدال اور نما ندوی کا حکم دیا ہے۔

حرات پر پھرنے کے جواز وعدم جواز کا بیان:

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پیسے دوئوں متاروں کے نزدیک بہت دیر تک ٹھہرتے اور (وہاں اللہ کی تکبیر، اللہ کی تسبیح اور اللہ کی حمد یہ مشغول رہتے، نیز (انھما تھاکر) اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور جمرہ عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے۔ (ماک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن آخری حصہ میں اس وقت فرض غلاف کیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد مٹی میں داخل آگے اور مٹی میں ایسا ہتھ پرت (یعنی گودھوئیں، بار بار مٹی اور تیرہ ہتھ پرتوں) کی راتیں بسر کیں، ان ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمرہوں پر اس وقت کنکریاں مارتے جب دو پہر وصل جاتی ہر جمرہ پر سات سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہتے اور پہلے دوسرے جمرہ (یعنی تراوی اور جمرہ وسطی) دعا و اذکار کے لئے دیر تک ٹھہرتے اور اس وقت مختلف دعاؤں اور عرض حاجات کے لئے تصرع اختیار کرتے اور پھر جب تیسرے جمرہ (یعنی جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارتے تو اس کے پاس نہ ٹھہرتے۔) (ابوداؤد)

یہ حدیث اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دسویں ذی الحجہ کو ظہر کی نماز تک میں پڑھی مٹی میں

نہیں پڑھی تھی۔

لہذا یقیناً خدا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ عقبہ کے پاس یا اس کے بعد ذکر و دعا نہیں کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح دعا واذکار کے لئے حجرہ داوی اور حجرہ وسطی کے پاس دیر تک کھڑے رہتے تھے اس طرح دعا واذکار کے لئے حجرہ عقبہ کے پاس کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ وہاں چلتے چلتے ہی دعا وغیرہ کر لیا کرتے تھے۔ پچھروں منا روں سے مراد حجرہ داوی اور حجرہ وسطی ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب ان دونوں حجروں پر دی گئی تھیں وہاں ٹھہر کر دعا وغیرہ میں مشغول رہتے، چنانچہ ابن عمر جرات پر وقف کرتا اور قوف کے دوران دعا واذکار اور نیجات وغیرہ مشغول رہتا، مانسون ہے۔ مدت قوف کے بارے میں ۷۰۰ سال ہے کہ ابن عمر پر اپنی دیر تک ٹھہرنے کا پتہ بھی نہیں ملتا۔ حجرہ داوی چلی جاتی ہے۔ یعنی بعض اہل اللہ کے بارے میں تو یہ متفق ہے کہ وہ ان حجرات پر اپنی دیر تک کھڑے رہے ہیں یہ کون سے پاس درم کر گئے تھے۔

اور حجرہ عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے کا مطلب یہ ہے کہ حجرہ عقبہ کی کے بعد دعا کے لئے اس حجرہ پر نہ تو قربانی کے ٹھہرتے تھے اور نہ دوسرے ہی دنوں میں قوف کرتے تھے تاہم اس سے دعا کا بالکل ترک کرنا لازم نہیں آتا یا اب آخر میں روایت آئے گی جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ وضاحت کی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حرم سے گئے ہوئے دیکھا ہے۔

ذبح، بقی اور قصر کرانے کا بیان:

قَالَ (ثُمَّ يَذْبَحُ) اِنْ أَحَبَّ ثُمَّ يَحْلِقُ أَوْ يَقْصُرُ (لِمَا رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ (إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَرْمِيَ ثُمَّ يَذْبَحُ ثُمَّ يَحْلِقُ) (وَلَا نَ: الْحَلْقُ مِنْ أَصْبَابِ الْحَلِّ، وَكَذَا الذَّبْحُ حَتَّى يَحْلَلَ بِهِ الْمُحَصَّرُ فَيَقْدَمَ الرَّمْيُ عَلَيْهِمَا، ثُمَّ الْحَلْقُ مِنْ مَحْظُورَاتِ الْإِحْرَامِ فَقَدْ مَعْنَى الذَّبْحِ، وَإِنَّمَا عَلِقَ الذَّبْحُ بِالْمَحْبَةِ لِأَنَّ الْقَمَ الَّذِي يَأْتِي بِهِ الْمُفْرَدُ تَطَوُّعٌ وَالْكَلَامُ فِي الْمُفْرَدِ

ترجمہ:

فرمایا: اس کے بعد اگر حج کرنے والا چاہے تو وہ ذبح کرے اور پھر حجرہ حلق کرانے یا قصر کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آج کے دن ہمارا پہلا کام قربانی کرنا ہے کہ ہم ہری کریں پھر قربانی کریں پھر حلق کریں۔ اور اس وجہ سے حلق کو اذان احرام سے ٹکے کے اسباب میں سے ہے۔ اور اسی طرح قربانی کرنا بھی ہے کیونکہ جو بندہ دائرے احرام سے رو گیا تھا وہ قربانی کرنے سے حلال ہو گیا ہے۔ لہذا اسی کو ان دونوں پر مقدم کیا جائے گا۔ اور حج کو اذان احرام کے ممنوعات میں

ہے۔ لہذا اس حق قربانی پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور یہاں (مصنف کی عبارت میں) قربانی کو پہلے کے ساتھ اس سے قطعاً یہ ہے۔ کیونکہ قربانی جو اکیلا حاکم کرتا ہے وہ قطعی ہے جبکہ کلام مفرد حج کے بارے میں ہے۔

ربی ذی الحج اور حلق کی ترتیب میں وجوب وعدم وجوب کا بیان:

ربی ذی الحج اور حلق میں ترتیب امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے اور باقی تین محدثات کے نزدیک مستحبہ اہتمام حلق کے ضروری ہے کہ وہ حتی الامکان اس ترتیب کا پورا کرے تاکہ اس شخص بالخصوص ذبح سے پہلے حلق نہ کریں کیونکہ نص قرآنی:

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ

اس کو بالکل ناظر بقراءت دینی ہے اور اس غرض کے لئے حج کے رد میں تو کیا یہی ثابت کہ وہ اپنے سر کو پستھان سے قربانی کا اہتمام کریں، تاکہ قربانی تکلیفی طور پر حلق سے پہلے ہو تاہم اگر کسی شخص سے یہ واقعتاً یہ کسی شدید عذر کے تحت نہ ہو۔ ترتیب کی مخالفت (جو) تو وہ تو بدو استغفار کر اور حسب وجہت ہو تو وہ بھی وہ اہتمام جو غریب حق اس کی استقامت مت نہ رہتا ہواں کے لئے صاحبین اور مجاہد کے مذہب پر عمل کی گنجائش ہے۔

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ نے سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ! سر منڈانے والوں کو بخش دے۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ! اور چال کھانے والوں کو بھی آپ نے فرمایا اللہ! حلق کرانے والوں کو بخش دیجئے تین بار یہی فرمایا صحابہ نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ! ہاں! انے والوں کو بھی۔ آپ نے فرمایا اور بال کھانے والوں کو بھی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الحج)

حلق و تقصیر کے نیک ہونے میں مذاہب اربعہ:

والحلق والتقصير نسك في الحج والعمرة في طاهر مذهب أحمد وقول الخريفي وهو قول مالك وأبي حنيفة والشافعي وعن أحمد أنه ليس بنسك وإنما هو إطلاق من محذور كان محرماً عليه بالاحرام فأطلق فيه عند الحل كاللباس والطيب وسائر محظورات الإحرام فعلى هذه رواية هـ شيء عني تاركه (يحصل الحل بدونه وجهها أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بالحل من العمرة قبله ف (روى أبو موسى قال: قدمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي: بم أهلتي؟ قلت: لبكت باهلاً كاهلاً رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أحسنت فأمرني فطقت بالبیت بين الصفا والمروة ثم قال لي: أحل) متفق عليه (المعنى، ۱۳، ص ۲۶۵، بیروت)

حلق کروانے کی فضیلت کا بیان:

(وَالْخَلْقُ أَفْضَلُ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (رَحِمَ اللَّهُ الْمُحْلِقِينَ) الْحَدِيثُ،

ظَاهِرٌ بِالسَّخَرِ عَلَيْهِمْ، لِأَنَّ الْخَلْقَ أَكْمَلَ فِي قَضَاءِ النَّفْسِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ، وَفِي التَّقْصِيرِ بَعْضُ التَّقْصِيرِ فَاشْبَهَ الْاِغْتِسَالَ مَعَ الْوُضُوءِ. وَتَكْنِيفُ فِي الْخَلْقِ بَرْنِعِ الرَّأْسِ اِغْتِسَاً بِالسَّخَرِ، وَخَلَقَ الْكُلَّ أَوَّلَى اِفْتِدَاءِ بِرَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّقْصِيرُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ رُءُوسِ شَعْرِهِ وَمَقْدَارِ الْأُنْمَالَةِ.

ترجمہ:

اور طے فضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے خلق کروانے والوں پر رحم فرمایا۔ اس حدیث میں ان پر رحم ظاہر ہے۔ کیونکہ خلق کروانے میں کبیل کنگان ہے اور تقصیر بھی یہی ہے۔ اور بال کتروانے میں کچھ کی ہے لہذا یہ غسل مع وضو کے مشابہ ہو گیا۔ کہ سر پر قیاس کرتے ہوئے سر منڈانے میں چوتھا ہی حصہ پر اکتفا کرنا پڑے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے مکمل منڈوانا افضل ہے۔ اور کتروانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سروں سے ایک انگلی کی مقدار کے برابر تراشے۔

سر منڈانے کی فضیلت کے بیان میں احادیث:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبہ الوداع میں اپنا سر منڈایا اور صحابہ میں سے جو نے تو آپ سے سر منڈائے اور کچھ نے اپنے بال کتروائے۔ (بخاری و مسلم)

جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے سر منڈائے انہوں نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے جذبے اور حصول الفضیلت کو پیش نظر رکھا اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے بال کتروائے پر اکتفا کیا (انہوں نے گویا جواز پر عمل کیا کہ بال کتروانا بھی جائز ہے)۔ صحیحین وغیرہ میں یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرۃ القضاء میں سر منڈانے کی بجائے بال کتروائے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دونوں چیزیں ثابت ہیں لیکن افضل سر منڈانا ہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال مردہ کے قریب تیر کی پکان سے کترے۔ (بخاری و مسلم)

مشق کے معنی ہیں تیر کی پکان لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ مشق بڑی چھنی کو کہتے ہیں اور یہ معنی زیادہ مناسب اور زیادہ صحیح ہیں۔

احادیث سے چونکہ یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر کے بال کتروائے نہیں بلکہ منڈائے تھے اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس بیان کا تعلق حج سے نہیں بلکہ عمر سے ہے، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ عمرۃ المروءہ (مردہ کے قریب) بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال حج میں کترتے تو مردہ کے قریب نہ کہتے بلکہ یہ کہتے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال حج

میں کترے۔

سر منڈانے والوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے رحمت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبہ الوداع میں فرمایا۔ اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بال کتروانے والوں کے لئے دعا رحمت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے جب پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بال کتروانے والوں کے لئے دعا رحمت کیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اے اللہ!) اور بال کتروانے والوں پر بھی رحم فرما۔ (بخاری و مسلم)

اس بات سے سر منڈانے کی فضیلت ثابت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لئے تو کئی بار دعاء رحمت کی اور بال کتروانے والوں کے لئے بھی بارے کے بعد ایک ہی مرتبہ دعا رحمت کی۔

حضرت یحییٰ بن حصین (تابعی) اپنی وادی محترمہ سے (کہ جن کی کنیت ام الحصین ہے) نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے جبہ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سر منڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ اور بال کتروانے والوں کے لئے آخر میں ایک مرتبہ دعا کرتے سنا۔ (مسلم)

اس حدیث سے پہلے بخاری و مسلم کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لئے دو مرتبہ دعا کی اور تیسری مرتبہ میں بال کتروانے والوں کو بھی شامل فرمایا، نیز بخاری و مسلم ہی کی ایک اور روایت میں یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوتھی مرتبہ میں بال کتروانے والوں کو شامل فرمایا، جب کہ مسلم کی یہ روایت بخاری سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لئے تو تین مرتبہ دعا کی اور بال کتروانے والوں کے لئے ایک مرتبہ، اب چاہے تو ان کو تیسری ہی مرتبہ میں شامل کیا ہو، چاہے چوتھی مرتبہ ان کے لئے علیحدہ سے دعا کی۔

بہر کیف ان تمام روایتوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے علماء لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعائیں محسوس میں کی ہوگی، چنانچہ کئی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لئے دو مرتبہ اور تیسری مرتبہ میں بال کتروانے والوں کے لئے دعا کی اور کئی مجلس میں تین مرتبہ سر منڈانے والوں کے لئے اور چوتھی مرتبہ بال کتروانے والوں کے لئے دعا کی ہوگی، یا پھر یہ کہ جس راوی نے جو سنا اور اس پر جو حقیقت ظاہر ہوئی اس نے اسی کو ذکر کیا۔

سر منڈانے میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں آنے کے بعد عمرہ عقبہ کے پاس تشریف لائے اور وہاں سنگریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور اپنی ہدی کے جانور کو ذبح کیا، اس کے بعد سر منڈانے والے کو

نقل کی گاتام معمر بن عبد اللہ تھا) بلایا اور اپنے سر کا دایاں حصہ اس کے سامنے کیا، چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کے اس دایبے حصہ) کو موٹا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو اپنے وہ موٹے ہوئے بال دیئے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر کا بائیں حصہ موٹے والے کی طرف کر کے فرمایا کہ اب اسے موٹو، چنانچہ اس نے موٹو دیا، یہ بال بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالب انصاری رضی اللہ عنہ کو دے دیئے اور فرمایا کہ یہ بال لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سر منڈانے میں دائیں طرف سے ابتدا کرنا سنت ہے، نیز اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دائیں طرف میں منڈوانے والے کا اعتبار ہے کہ وہ اپنے سر کو دائیں طرف سے منڈوانا شروع کرے، جب کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ موٹے والے کی دائیں طرف کا اعتبار یعنی موٹے والا اپنی دائیں طرف سے سر موٹنا شروع کرے۔

سوائے عورت کے تمام ممنوعات کی حلت کا بیان:

قَالَ (وَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَإِلَّا الطَّيِّبَ أَيْضًا لِأَنَّهُ مِنْ قَوَائِمِ الْجَمَاعِ. وَلَسْنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِيهِ (حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ) وَهُوَ مُقَدَّمٌ عَلَى الْفَيَاسِ. وَلَا يَحِلُّ لَهُ الْجِمَاعُ فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ عِنْدَنَا، خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ بِالنِّسَاءِ فَيُؤْخَرُ إِلَى تَمَامِ الْإِحْلَالِ

ترجمہ:

فرمایا: اور اس کیلئے سوائے عورت کے ہر چیز حلال ہوئی۔ جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے سوائے خوشبو کے کیونکہ وہ جماع کی طرف بلائے والی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کیلئے سوائے عورت کے ہر چیز حلال ہوئی اور یہی دلیل قیاس پر مقدم ہے۔ اور ہمارے نزدیک فرج کے سوا میں جماع حلال نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ یہ عورتوں کے ساتھ ہوتے کو پورا کرنا ہے لہذا اس کو پورے حلال ہونے تک مؤخر کیا جائے گا۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی رومی جمرہ عقبہ سے فارغ ہو جاتا ہے اور سر منڈوا لیتا ہے یا بال کترا لیتا ہے تو اس کے لئے عورت کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے یعنی بوی کے ساتھ جماع، ان چیزوں کے بعد بھی حال نہیں ہوتا، بلکہ یہ طواف زیارت سے فراغت کے بعد ہی حلال ہوتا ہے اس روایت کو صاحب مصابح نے شرح السنہ میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد ضعیف ہے۔ اور احمد و نسائی نے اس روایت کو حضرت ابن عباس رضی

اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رومی جمرہ عقبہ کی تو سر منڈوانے یا بال کترانے کے بعد اس کے لئے عورت کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے۔

دوسری ذی الحجہ جمرہ عقبہ پر ننگریاں مارنے کے بعد بخلی ہی میں ہدی ذبح کی جاتی ہے اس کے بعد سر منڈا کر یا بال کترا کر احرام کو حل یا با تا ہے اس طرح رنٹ (عورت سے جماع وغیرہ) کے علاوہ ہر وہ چیز جو احرام کی حالت میں منع تھی، جائز ہو جاتی ہے۔

احرام سے باہر نکلنے کیلئے رومی سبب ہونے یا نہ ہونے کا بیان:

(ثُمَّ الرَّمِيُّ لَيْسَ مِنْ أَسْبَابِ التَّحْلِيلِ عِنْدَنَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ. هُوَ يَقُولُ: إِنَّهُ يَنْقُضُ يَوْمَ النَّحْرِ كَالْحَلْقِ فَيَكُونُ بِمَنْزِلِهِ فِي التَّحْلِيلِ. وَلَسْنَا أَنَّ مَا يَكُونُ مُحَلَّلًا يَكُونُ حَبَائِلًا فِي غَيْرِ أَوَانِهِ كَالْحَلْقِ، وَالرَّمِيُّ لَيْسَ بِحَبَائِلًا فِي غَيْرِ أَوَانِهِ، بِخِلَافِ الطَّوْافِ لِأَنَّ التَّحْلِيلَ بِالتَّحْلِيلِ السَّابِقِ لَا بِهِ.

ترجمہ:

فقہاء احناف کے نزدیک رومی احرام سے نکالنے والے اسباب میں سے نہیں ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں رومی بھی حلق کی طرح نحر کے دن کے ساتھ صحت ہے لہذا وہ حلال کرنے کے مرتبے میں ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو چیز حلال کرنے والی ہوتی ہے وہ حلال ہونے سے پہلے اگر کی تو وہ جرم ہوگا۔ جس طرح حلق کرنا ہے اور رومی جرم نہیں ہے بخلاف طواف کے کیونکہ اس کا حلال ہونا پہلے حلق کی وجہ سے حلال ہونے سے پہلے نہیں ہے۔

شرح باری

(ثُمَّ الرَّمِيُّ لَيْسَ مِنْ أَسْبَابِ التَّحْلِيلِ عِنْدَنَا) بِغَيْرِ إِذَا رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ لَا يَتَحَلَّلُ عِنْدَنَا حَتَّى يَخْلُقَ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَتَحَلَّلُ وَيَحِلُّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ (هُوَ يَقُولُ إِنَّهُ يَنْقُضُ يَوْمَ النَّحْرِ) وَكُلُّ مَا هُوَ كَذَلِكَ فَهُوَ مُحَلَّلٌ كَالْحَلْقِ (وَلَسْنَا أَنَّ مَا يَكُونُ مُحَلَّلًا يَكُونُ حَبَائِلًا فِي غَيْرِ أَوَانِهِ كَالْحَلْقِ، وَالرَّمِيُّ لَيْسَ بِحَبَائِلًا فِي غَيْرِ أَوَانِهِ) وَتَوْفِيقُ يَدِهِ الْإِخْضَارُ فَإِنَّهُ مُحَلَّلٌ وَلَيْسَ بِمَحْظُورٍ الْإِحْرَامِ، وَأُجِيبَ أَنَّ الْفَرَادَةَ مَا كَانَ مُحَلَّلًا فِي الْأَصْلِ وَدَمَ الْإِخْضَارُ لَيْسَ كَذَلِكَ، وَإِنَّمَا صِيرَ إِلَيْهِ لِضَرُورَةِ النَّمَسِ. وَقَوْلُهُ (بِخِلَافِ الطَّوْافِ) جَوَابٌ عَمَّا يُقَالُ الطَّوْافُ مُحَلِّلٌ فِي حَقِّ النِّسَاءِ وَلَيْسَ بِمَحْظُورٍ الْإِحْرَامِ وَإِنَّمَا هُوَ رُكْنٌ وَتَقْوِيرُهُ أَنَّ التَّحْلِيلَ لَمْ يَكُنْ بِالتَّوْافِ بَلْ بِالتَّحْلِيلِ السَّابِقِ. (العناية شرح الهداية، ج ۴، ص ۴۰، بیروت)

دوسری ذی الحجہ کوٹھنی میں رومی کرنے کے بعد مکہ میں آنے کا بیان:

قَالَ (ثُمَّ يَأْتِي مَكَّةَ مِنْ يَوْمِهِ ذَلِكَ أَوْ مِنْ الْعُدَا أَوْ مِنْ بَعْدِ الْعِدِ، فَيَطُوفُ بِالنَّبِيتِ طَوَافَ

الرِّزْقَارَةُ سَبْعَةُ أَشْوَاطٍ) لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمَّا حَلَقَ أَفَاضَ إِلَى مَكَّةَ كَطَافٍ بَالَيْتٍ ثُمَّ عَادَ إِلَى مِثْنَى وَصَلَّى الظُّهْرَ بَيْتِي) .

ترجمہ:

فرمایا اس کے بعد وہ اسی دن یا گیارہ یا بارہ کو مکہ میں آئے اور وہ طواف زیارت کرے اور اس کے سات پتھر ہیں۔ کیونکہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب حلق کروایا تو آپ ﷺ مد تشریف لائے۔ پس آپ ﷺ نے بیت (اللہ) کا طواف کیا۔ اس کے بعد نبی واپس آئے اور مٹی میں ظہر کی نماز پڑھی۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، مستدرک) علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حج مفرد کرنے والا اسی دن یعنی یوم غمر میں مکہ آئے۔ یا وہ دوسرے دن آئے یا اس کے بعد والے یعنی بارہویں کے دن آئے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب حلق کروایا تو آپ ﷺ مد تشریف لائے پس آپ ﷺ نے طواف کیا اور اس کے بعد نبی کی طرف گئے اور ظہر کی نماز وہاں ادا فرمائی اس حدیث کو امام مسلم علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ یوم نحر کو چلے اور پھر لوٹ کر آپ ﷺ نے ظہر ظہری میں پڑھی۔

ابو نعیم شری نے اپنی سیرت میں کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی دن لوٹ مٹی میں غمر کی نماز پڑھی۔ (ابن اسیر شرح ابیہ، ۵، ص ۴۱) حقیقہ مان

گیارہویں اور بارہویں کو رمی کرنے میں فقہی مذاہب:

حضرت ذہبہ (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں (یہ ربویں اور بارہویں ذی الحجہ کو) رمی جہادس وقت کروں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جس وقت تمہارا امام رمی کرے، اسی وقت تم بھی رمی کرو (یعنی رمی میں اس شخص کی پیروی کرو جو رمی کے وقت کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہو) میں نے ان کے سامنے پھر یہ مسئلہ رکھا (یعنی میں نے ان سے رمی کے وقت کی مزید وضاحت چاہی) انہوں نے فرمایا کہ ہم رمی کے وقت کا انتظار کرتے تاکہ جب وہ پہرہ وصلیٰ تو ہم سنگریاں مارے۔ (بخاری)

حضرت سالم، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ (یعنی ابن عمر) نزدیک کے حجرہ یعنی حجرہ اولیٰ پر سات سنگریاں مارنے اور ہر سنگری کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر آگے بڑھتے یہاں تک کہ جب نرم زمین پر پہنچتے تو دیر (یعنی بقدر تلوار سورہ بقرہ) قبلہ رو کھڑے رہتے اور دعا مانگتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے، پھر حجرہ وسطیٰ پر سات سنگریاں مارے اور ہر سنگری مارے وقت اللہ اکبر کہتے، پھر بائیں جانب کو بڑھتے اور نرم زمین پر پہنچ کر قبلہ رو کھڑے ہو جاتے اور دعا مانگتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور دیر تک کھڑے رہتے، پھر وہ وہاں سے واپس ہوتے اور کہتے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رمی کرتے ہوئے دیکھا۔ (بخاری)

ذکرہ بالا ترتیب کے مطابق رمی اگر چہ خنیہ کے ہاں سنت ہے لیکن احتیاطاً کا قہ ضد یہی ہے کہ اس ترتیب کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ ترتیب حضرت امام شافعی وغیرہ کے نزدیک واجب ہے اموالات یعنی تمام حمرات پر پے در پے رمی بھی سنت ہے جب کہ یہ حضرت امام مالک کے مسلک میں واجب ہے۔

میں اہل الوادی (ظن وادی سے) یہ بات معلوم ہوئی کہ رمی حجرہ عقبہ بطن وادی سے (یعنی نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بوکر) کی جائے چنانچہ خنیہ میں کھڑے ہو کر نماز سنوں ہے۔ لیکن ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر اوپر کی چوب سے حجرہ عقبہ پر سنگریاں پھینکی جائیں تو اس طرح بھی رمی کی جائے گی مگر یہ خلاف سنت ہے۔

حجرہ اولیٰ اور حجرہ وسطیٰ کے پاس ٹھہرا اور حجرہ وسطیٰ اور وہاں دعا میں مشغول ہونا تو ثابت ہے لیکن تیسرے حجرہ یعنی حجرہ عقبہ کے پاس ٹھہرا اور دعا مانگنا ثابت نہیں ہے اور اس کی کوئی وجہ مستقول نہیں ہے اگرچہ بعض علماء نے اس بارے میں کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔

طواف زیارت کا وقت نحر کے دن ہیں:

وَوَقَّتْهُ آيَاتُ النَّحْرِ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَطَفَ الطَّوَافَ عَلَى الذَّنْبِ قَالَ (فَكُلُوا مِنْهَا) ثُمَّ قَالَ (وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ) فَكَانَ وَقْفُهُمَا وَاحِدًا. وَأَوَّلُ وَفْقِهِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ، لِأَنَّ مَا قَبْلَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَفْتُ الْوُقُوفِ بِعَوَاقِبِ الطَّوَافِ مَرَّتَبٌ عَلَيْهِ، وَأَفْضَلُ هَذِهِ الْآيَاتِ أَوَّلُهَا كَمَا فِي التَّضْحِيَةِ. وَفِي الْحَدِيثِ (أَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا) .

ترجمہ:

اور طواف کا وقت قربانی کے دن ہیں۔ کیونکہ اللہ نے طواف کا عطف قربانی پر ڈالا ہے اور فرمایا: ”كُلُوا مِنْهَا“ پھر فرمایا: ”لْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ“ لہذا ان دونوں کا وقت ایک ہے۔

اور اس کا وقت دسویں کے دن طلوع فجر کے بعد سے شروع ہوتا ہے کیونکہ اس سے پہلے رات ہے جو وقت مفرد اللہ کا وقت ہے اور طواف کو اس پر مرتب کیا گیا ہے۔ اور ان دنوں میں سے پہلا دن افضل ہے جس طرح قربانی میں ہے اور حدیث میں بھی اسی طرح ہے کہ ان میں پہلا دن افضل ہے۔

طواف زیارت کے ابتدائی وقت میں شوافع و احناف کا اختلاف:

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سنہ کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف زیارت میں رات تک تاخیر کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے بعض اہل علم نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے طواف زیارت میں رات تک تاخیر کی اجازت دی ہے بعض اہل علم کہتے ہیں کہ نحر کے دن طواف

زیارت کرنا مستحب ہے بعض علماء نے منیٰ میں قیام کے آخر تک بھی طواف زیارت کی اجازت دی ہے۔ (جامع ترمذی، ابواب ابنی حضرت عائشہ و حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف زیارت میں قربانی کے دن تک تاخیر کی۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے لئے یا یہ کہ سب ہی کے لئے طواف زیارت میں قربانی۔ دن رات تک تاخیر جو جائز قرار دیا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے طواف زیارت میں رات تاخیر کی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہوی تو یہ صراحت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے وقت طواف زیارت کیا اور اس کے بعد مکہ میں یا منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی۔

علامہ طبری شافعی کہتے ہیں کہ طواف زیارت کا وقت امام شافعی کے نزدیک بقرعید کی آدھی رات کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے جب کہ دیگر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کا وقت بقرعید کے دن طلوع فجر کے بعد شروع ہوتا ہے اور آخری وقت کا کوئی تعین نہیں ہے جب بھی کیا جائے گا جائز ہو جائے گا لیکن امام ابوحنیفہ کے ہاں طواف زیارت کی ادائیگی ایامِ حج میں واجب ہے لہذا اگر کوئی شخص تاخیر کرے کہ ایامِ حج پورے گزر جائیں گے اور پھر وہ بعد میں طواف زیارت کرے تو اس پر دم یعنی بطور جزاء جانور ذبح کرنا واجب ہوگا۔

طواف قدوم کے بعد سعی کرنے والے کا بیان:

(قَبْلَ أَنْ تَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَقِيبَ طَوَافِ الْقُدُومِ لَمْ يَزُلْ فِي هَذَا الطَّوَافِ وَلَا سَعَى عَلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ لَمْ يَقْدَمْ السَّعَى رَمَلَ فِي هَذَا الطَّوَافِ وَسَعَى بَعْدَهُ) لِأَنَّ السَّعَى لَمْ يُشْرَعْ إِلَّا مَرَّةً وَالرَّمْلُ مَا شُرِعَ إِلَّا مَرَّةً فِي طَوَافِ بَعْدَهُ سَعَى (وَيُضَلِّي رَكَعَتَيْنِ بَعْدَ هَذَا الطَّوَافِ) لِأَنَّ حَتَمَ كُلِّ طَوَافٍ بِرَكَعَتَيْنِ قَرُصًا كَانَ لِلطَّوَافِ أَوْ نَفْلًا لِمَا بَيَّنَّا.

قَالَ (وَقَدْ خَلَّ لَهَ النِّسَاءُ) وَلَكِنْ بِالْحَلْفِ السَّابِقِ إِذْ هُوَ الْمُحَلَّلُ لَا بِالطَّوَافِ، إِلَّا أَنَّهُ أَخَّرَ عَمَلَهُ فِي حَقِّ النِّسَاءِ.

ترجمہ:

اگر وہ شخص طواف قدوم کے بعد صفا مروہ کی سعی کر چکا ہے تو وہ طواف زیارت میں رمل نہیں کرے گا۔ اور اس پر سعی کرنا بھی لازم نہیں ہے۔ اور اگر اس نے صفا مروہ کے درمیان پہلے سعی نہیں کی تو وہ طواف زیارت میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی کرے کیونکہ سعی اور رمل ایک ہی مرتبہ شروع ہوئے ہیں۔ لیکن ان کا ایک ہونا اس طرح کے طواف کے بعد ہے جس کے بعد سعی کی جائے

اور طواف زیارت کے بعد دو رکعات نماز پڑھے کیونکہ طواف کا اختتام دو رکعتوں کے ساتھ ہے۔ خواہ وہ طواف فرض ہو یا نفل ہو اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور حلق سابق کی وجہ سے جو تیس حلال ہو گئی ہیں۔ کیونکہ حلال کرنے والا (حلق) ہے طواف حلال کرنے والا نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ عمل عورتوں کے حق میں موقوف کر دیا گیا ہے۔

سعی کے وجوب اور تقدیم کا بیان:

علامہ بدر الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "اور وہ طواف زیارت سے پہلے صفا مروہ کی سعی کر چکا ہے تو اب وہ طواف زیارت میں رمل نہیں کرے گا کیونکہ سعی دو بار شروع نہیں ہے اور اسی طرح رمل بھی دو بار شروع نہیں ہے۔ اور یہاں پر اصل یہ ہے کہ سعی واجب ہے اور اس کا مقام طواف زیارت کے بعد ہے کیونکہ طواف زیارت حج کا رکن ہے۔ لہذا جو اس کے تابع خواہ وہ بھی واجب ہو۔ جب طواف قدوم میں ایسا نہ ہوگا کیونکہ طواف قدوم سنت ہے لہذا اس کے تابع بھی واجب واجب نہ ہوگا۔ اور اعلیٰ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ واجب سنت سے بڑا ہوتا ہے لہذا واجب کا سنت کی اتباع کرنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ سعی کا مقدم کرنا یعنی طواف قدوم کے ساتھ کر لینا جائز ہے کیونکہ اس میں آسانی ہے۔ اور یہ بھولت کے پیش نظر مباح ہے۔

طواف میں رمل نہ ہونے کی علت کا بیان:

اور یہ بھی دلیل ہے کہ پوم خراشل حج کی مصروفیت کا نہ ہے۔ لہذا اس میں تخدیم سعی کی اجازت نہ ہوگی پس وہ طواف زیارت کے بعد سعی کرے گا کیونکہ وہ عزیمت ہے۔ اور رمل میں اصل یہ ہے کہ طواف کے سعی ہو اور اس میں رمل ہو۔ جبکہ ہر طواف کے بعد سعی نہیں ہے لہذا اس میں رمل بھی نہ ہوا۔ (البنائے شرح الہدایہ، ص ۵۵، ۱۳۳، تھانی بیان)

علامہ بدر الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "قدوری کے بعض نسخوں میں قد حل لہ النساء بعد الطواف" یعنی طواف کے بعد وہ حلال ہوگا البتہ عورتوں کیسے اس کو مؤخر کیا گیا ہے کیونکہ طواف حلت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور یہ مستطابق دینی کی طرح ہے کہ بے شک وہ حرم ہے لیکن عتِ ختم ہونے تک اس کا رمل مؤخر ہے۔ لہذا فرق اس طرح واضح ہوگا کہ قضاء کی اضافت طواف کی طرف کی گئی ہے جبکہ اس کی اضافت القضاء کی طرف نہیں ہے۔

طواف زیارت کی شرعی حیثیت میں فقہی بیان:

قَالَ (وَهَذَا الطَّوَّافُ هُوَ الْمَقْرُوضُ فِي الْحَجِّ) وَهُوَ رُكْنٌ فِيهِ إِذْ هُوَ الْمَقْرُوضُ بِهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ) وَيُسَمَّى طَوَافَ الْفَائِضَةِ وَطَوَافَ يَوْمِ النَّحْرِ (وَلْيُحْجِرْهُ تَأْخِيرُهُ عَنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ مَوْقُوتٌ بِهَا (وَإِنْ أَخَّرَهُ عَنْهَا لَزِمَهُ دَمٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) وَبُسْبُوبُهُ فِي بَابِ النِّجَاتِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ:

فرمایا: حج میں یہ طواف فرض ہے۔ اور یہی اس میں رکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **فَرِيطُوا فَاِیَّائِنِیْتُ**۔ اس میں اسی طواف کا ذکر ہے۔ اور اس کا نام طواف افاض بھی رکھا گیا ہے اور یومِ نحر کا یہی طواف ہے۔ اور اس طواف کو ان دنوں سے مؤخر کرنا مکروہ ہے اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ یہ طواف انہی دنوں کے ساتھ موقت ہے۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر اس نے اس کو مؤخر کیا تو اس پر دم لازم ہے۔ اور احمد باب الجنایات میں ہم اس کو ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

شرح

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یومِ آخر کی شام (کے بعد آنے والی) رات وہی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اتنے میں وہ جب بنو زید اور ان کے ساتھ ایک اور شخص ابو امیہ کی نسل میں سے کرتا چپے ہوئے آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہب سے لوچا اے ابو عبد اللہ تم طواف افاض نہ کر چکے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخدا (ابھی نہیں کی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی قمیض اتار ڈالو انہوں نے اپنی قمیض اتار ڈالی اور ان کے ساتھی نے بھی اتار ڈالی پھر دریا یافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہ دن ہے جب تم اس میں ننگریاں مارو کہ تو تم پر وہ سب چیزیں حل ہو جائیں گی جو احرام کی حالت میں حرام تھیں سو ان عورتوں کے پس اگر تم نے طواف سے پہلے شام (رات) کی (یعنی رات سے پہلے طواف نہ کیا) تو تمہارا احرام باقی رہے گا جیسا کہ ننگریاں مارنے سے قبل تھا یہاں تک کہ تم طواف کرو۔

تمام احکام کو پورے کریں اور صحیح طور پر بنلائیں اور بیت اللہ شریف کا طواف کریں جو یومِ آخر کو واجب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حج کا آخری کام طواف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا جب آپ ذی الحجہ کو کسی کی طرف واپس آئے تو سب سے پہلے شیطانوں کو سات سات ننگریاں ماریں۔ پھر قربی کی، پھر سر منڈوایا، پھر لوٹ کر بیت اللہ کا طواف بیت اللہ کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ لوگوں کو حکم کیا گیا ہے کہ ان کا آخری کام طواف بیت اللہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو کہا: یا کران کو پیش آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شاید وہ ہمیں روکنے والی ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ طواف افاض نہ کر چکی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تب پھر کوئی بات نہیں۔ (ابوداؤد)

طواف زیارت کے بعد منیٰ میں جانے کا بیان:

۴۹

قَالَ (ثُمَّ يَعُوذُ إِلَىٰ مَنَىٰ فَيَقِيمُ بِهَا) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَجَعَ إِلَيْهَا كَمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ بَقِيَ عَلَيْهِ الرَّمْيُ وَمَوْضِعُهُ يَمْنَىٰ (فَإِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِي مِنْ أَيَّامِ النَّحْرِ وَزَمَى الْجَمَارَ الثَّلَاثَ فَيَبْدَأُ بِالنَّبِيِّ تَلَىٰ مَسْجِدِ الْحَنِيفِ فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يَكْبُرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ وَيَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَرْمِي إِلَيْهَا مِثْلَ ذَلِكَ وَيَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَرْمِي حُمْرَةَ الْعَقَةِ كَذَلِكَ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا) هَكَذَا رَوَى جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِيمَا نَقَلَ مِنْ نُسْخِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مُفسِّراً، وَيَقِفُ عِنْدَ الْجُمُورَتَيْنِ فِي الْمَقَامِ الَّذِي يَقِفُ فِيهِ النَّاسُ وَيَحْمَدُ اللَّهَ وَيُسَبِّحُ عَلَيْهِ وَيَهْتَلِ وَيُكَبِّرُ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَيَدْعُو بِحَاجَتِهِ.

میں

ترجمہ:

فرمایا: اس کے بعد وہ منیٰ کی طرف جائے اور وہاں ٹھہرے کیونکہ نبی کریم ﷺ منیٰ تشریف لائے تھے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں کیونکہ اس پر ہر جہاد باقی ہے۔ اور اس کا مقام منیٰ ہے۔ اس کے بعد قربی کی ہے دنوں میں دوسرے دن جب سورج زوال پڑے ہو جائے تو وہ تین جرات کی رمی کرے۔ اور مسجد حنیف کے پاس والے جمرہ سے ابتداء کرے اور اس پر سات ننگریاں مارے اور ہر ننگری کے ساتھ تین گھیرے اور اسی کے پاس ٹھہرے۔ اس کے بعد جو اس سے ملا ہو اسے اس جمرہ کی رمی کرے اسی طرح کرے اور اس کے پاس ٹھہرے اور پھر اسی طرح جمرہ عقیق کی رمی کرے اور اس کے پاس نہ ٹھہرے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فقیر کے ساتھ اس حدیث میں بیان کیا ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قربی کے بارے میں روایت کی ہے۔ اور وہ دونوں جردوں میں وہاں ٹھہرے جہاں لوگ ٹھہرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے اور اللہ اللہ کہے اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اور اپنی حاجت کیلئے دعا مانگے۔ (مسلم، بخاری، ابوداؤد، حاکم، مابن حبان)

منیٰ میں نماز پڑھنے کے بارے میں احادیث:

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت عبد الرحمن بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار کعبتیں پڑھیں پس عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو رکعت ہی نماز پڑھی میں (یعنی فقیر کی) اور ابو بکر کے ساتھ اور عمر رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی دو رکعتیں ہی پڑھیں (اور مسدد نے) حفص کے والد سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ اور حضرت عثمان کے آغاز خلافت میں خود ان کے ساتھ بھی دو رکعتیں پڑھی ہیں

مگر وہ بعد میں پورے پڑھنے لگے تھے (اس کے بعد مسندوں کے واسطے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اداۃ صلوة کے سلسلہ میں پھر تمہارے طریقے مختلف ہو گئے (یعنی کچھ لوگوں نے اتمام کو اختیار کیا اور کچھ لوگ قصر ہی کرتے رہے اور مجھے تو چار کے مقابلہ میں وہ دو رکعت ہی پیاری ہیں جو قبول ہوں آغش کہتے ہیں کہ معاویہ بن قرد نے اپنے بعض شیوخ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ (ایک مرتبہ) عبداللہ بن مسعود نے بھی (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار رکعتیں پڑھی ہیں اس پر کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ تم نے (اتمام صلوة کے سلسلہ میں) حضرت عثمان پر پٹن کیا تو اور اب تم خود چار پڑھنے لگے فرمایا (امام کی) خلاف ورزی بری ہے۔

حضرت زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان نے مثنیٰ میں چار رکعتیں اس لیے پڑھی تھیں کیونکہ انہوں نے نجی اقامت کی نیت کر لی تھی۔
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چار رکعتیں اس لیے پڑھی تھیں کیونکہ انہوں نے نکی وطن بنالیا تھا۔

حضرت زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان نے طائف میں مکانات بنا لیے اور وہیں اقامت کا ارادہ کر لیا تو انہوں نے چار رکعتیں پڑھیں اس کے بعد لوگوں نے بھی طریقہ اختیار کر لیا۔
حضرت زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مثنیٰ میں پوری نماز اس لیے پڑھی تھی کہ اس سال بدوی لوگ بہت آئے تھے پس انہوں نے چار رکعتیں پڑھیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کامل میں اس نماز میں رکعتیں جاری ہیں۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الحج)

چترتین کے پاس رفع یدین کرنے کا بیان:

وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَرْفَعُ الْأَيْدِيَ إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ) وَذَكَرَ مِنْ جُمْلَتِهَا عِنْدَ الْجُمْرَتَيْنِ. وَالْمُرَادُ رَفْعُ الْأَيْدِي بِاللِّدْعَاءِ.
وَيَسْتَعْفِفُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِلْمُؤْمِنِينَ فِي دُعَائِهِ فِي هَذِهِ الْمَوَاقِفِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنْ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ) ثُمَّ الْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ رَمَى بَعْدَهُ رَمَى يَقِفُ بَعْدَهُ لِأَنَّهُ فِي وَسْطِ الْعِبَادَةِ قِيَامِي بِاللِّدْعَاءِ فِيهِ، وَكُلُّ رَمَى لَيْسَ بَعْدَهُ رَمَى لَا يَقِفُ لِأَنَّ الْعِبَادَةَ قَدْ انْتَهَتْ، وَلِهَذَا لَا يَقِفُ بَعْدَ جُمْرَةِ الْعَقَبَةِ فِي يَوْمِ النَّحْرِ أَيْضًا.

ترجمہ:

اور وہ اپنے ہاتھوں کو بلند کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سات مقامات کے سوا کہیں رفع یدین نہ کرو اور ان تمام کے

ساتھ جرمین کے رفع یدین کو بھی ذکر کیا اور رفع یدین سے مراد دعا ہے۔ اور اس کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ ان مقامات پر دعا میں مومنین کیلئے بخشش کی دعا کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے اللہ حج کرنے والے کی بخشش فرما اور جس کیلئے اس نے بخشش طلب کی اس کی بھی بخشش کرے۔ اس کے بعد قانوں یہ ہے ہر وہ رمی جس کے بعد وہ وقف کرے۔ کیونکہ یہ عمل عہد کے درمیان میں ہے لہذا اس عمل میں دعا کرے اور ہر وہ رمی جس کے بعد رمی نہ ہو اس میں نہ پھرے کیونکہ عبادت ختم ہوئی ہے لہذا اس وجہ سے پورا حرمہ عقہ کے بعد وہ نہ پھرے۔

شرح

امام ابن شیبہ علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رفع یدین کیا جائے مگر سات مواقع پر، جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو۔ جرمین کے وقت ہاتھوں کو بلند کرنا ہے۔ (بیہج و دیگر مواقع ہیں)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۲۳۸، مطبوعہ کوثر)

بارہ ذوالحجہ کی رمی کے بعد نکلنے کا بیان:

قَالَ قَرَادًا كَانَ مِنَ الْعِدِّ رَمَى الْجِمَارِ الثَّلَاثَ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ كَذَلِكَ، وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَسْعَلَ الْفَرْ إِلَى مَكَّةَ نَفَرًا، وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَقِيمَ رَمَى الْجِمَارِ الثَّلَاثَ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ (لِقَوْلِهِ تَعَالَى: قَمَنْ تَعَحَّلْ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِلَهَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِيَّاهُ عَلَيْهِ لِمَنْ اتَّقَى) وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَقِيمَ لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَبَّرَ حَتَّى رَمَى الْجِمَارِ الثَّلَاثَ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ).

ترجمہ:

فرمایا: جب اس کو دو مردان ہو تو وہ سورج کے زوال کے بعد رمی کرے اور ایسے ہی اگر وہ جلدی جائے کہ ارادہ رکھتا ہو تو وہ مکہ کی طرف جائے اور اگر وہ پھرے کہ ارادہ رکھتا ہو تو وہ چوتھے دن بھی سورج کے زوال کے بعد رمی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو بندہ جو دو دن میں جلدی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور جو تیسرے دن تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ جس نے تقویٰ اختیار کیا۔ اور فضیلت اس میں ہے کہ وہ پھر رہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے یہ قیام فرمایا ہے یہاں تک آپ ﷺ نے چوتھے دن تینوں جرات کی رمی فرمائی۔ (ابوداؤد، ابن جان، حاکم)

رمی کرنے میں تقدیم و تاخیر کا بیان:

وَأَذْكُرُوُا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ قَمَنْ تَعَحَّلْ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِلَهَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِلَهَ عَلَيْهِ لِمَنْ اتَّقَى وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (البقرہ، ۲۰۳)

اور اللہ کو یاد کر دینے ہوئے دنوں میں۔ تو جو جلدی کر کے دو دن میں چلا جائے اس پر کچھ تنبیہیں اور جو رے تو اس پر تنبیہیں پر بیہوش کر کے لئے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اسی کی طرف اُغتیا ہے۔ (کنز الایمان)

حضرت امام شافعی کا فرمان ہے کہ قرآنی کا وقت عید کے دن سے ایام تشریق کے ختم ہونے تک ہے، اور اس سے مراد نمازین کے بعد کا مقررہ ذکر بھی ہے اور یہ عام طور پر یہی اللہ کا ذکر مراد ہے، اور اس کے مقررہ وقت میں گو علماء کرام کا اختلاف ہے لیکن زیادہ مشہور قول جس پر عمل درآمد بھی ہے یہ ہے کہ عرفے کی صبح سے ایام تشریق کے آخر دن کی عصر کی نماز تک، اس بارے میں اسے مرفوع حدیث بھی وارد قطعی میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے خیر میں نکلیں کہتے اور آپ کی تکبیر پر باز اور والے لوگ تکبیر کہتے ہیں یہاں تک کہ کسی کا میدان تو بیگناہت اسی طرح ہے مطلب بھی ہے کہ شیطانوں کو تنگ کر دینا، رے کے وقت تکبیر اور اللہ کا ذکر کیا جائے جو ایام تشریق کے ہر دن ہوگا، ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے کہ بیت اللہ کا طواف صفا مردہ کی سعی شیطاؤں کو تنگ کر دینا ماری ہے سب اللہ تعالیٰ کے ذکر کو قائم کرنے کے لئے ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حج کی پہلی و دوسری و تہی کا ذکر کیا اور اس کے بعد لوگ ان پاک مقامات کو چھو کر اپنے اپنے مشہور اور مقامات کو ملت جائیں گے اس لئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور یقین رکھو کہ تمہیں اس کے سامنے جمع ہونا ہے اسی نے تمہیں زمین میں پھیلایا پھر وہی سمیٹ لے گا پھر اسی کی طرف حشر ہوگا پس جہاں کہیں ہو اس سے ڈرتے رہا کرو۔

تیرہویں ذوالحجہ کی فجر سے پہلے نکلنے کا بیان:

وَلَهُ أَنْ يَسْفِرَ مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ مِنَ الْيَوْمِ الرَّابِعِ، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَنْفِرَ لِلدَّخُولِ وَقَبْتُ الرَّمْيِ، وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ (وَإِنْ قَدَّمَ الرَّمْيَ فِي هَذَا الْيَوْمِ) يَبْغِي الْيَوْمَ الرَّابِعِ (قَبْلَ الزَّوَالِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ جَارٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) وَهَذَا أَشْهَرُ، وَقَالَ لَا يَجُوزُ اغْتِيَابًا بِسَائِرِ الْأَيَّامِ، وَإِنَّمَا التَّفَاوُتُ فِي رُخْصَةِ النَّفَرِ، فَإِذَا لَمْ يَسْرَحْ الْحَقِيقُ بِهَا، وَمَذْهَبُهُ مَرْوِيُّ عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَلَأَنَّهُ لَمْ يَطْهَرْ أَثَرُ التَّخْفِيفِ فِي هَذَا الْيَوْمِ فِي حَقِّ التَّرْكِ فَلَا يَنْظَرُ فِي جَوَازِهِ فِي الْأَوْقَاتِ كُلِّهَا أَوَّلَى، بِخِلَافِ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي حَيْثُ لَا يَجُوزُ الرَّمْيُ فِيهِمَا إِلَّا بَعْدَ الزَّوَالِ فِي الْمَشْهُورِ مِنَ الرِّوَايَةِ، لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ تَرْكُهُ فِيهِمَا فَبَقِيَ عَلَى أَصْلِ الْمَرْوِيِّ. فَأَمَّا يَوْمُ النَّحْرِ فَأَوَّلُ وَقَبْتُ الرَّمْيِ مِنْ وَقَبْتُ طُلُوعِ الْفَجْرِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: أَوَّلُهُ بَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلرَّعَاءِ أَنْ يَرْمُوا كِلَا) .

وَلَكِنَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَرْمُوا جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ إِلَّا مُضْجِحِينَ) وَيَرَوِي (حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ)

ترجمہ:

اور حج کرنے والے کیلئے اختیار ہے کہ وہ جو تھے دن کی طلوع فجر سے پہلے پہلے نکل سکتے ہیں لیکن جب چوتھے دن کی فجر طلوع ہوئی تو اب اس کیلئے جانا جائز نہیں ہے کیونکہ اب رے کا وقت داخل ہو گیا ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اسی دن یعنی چوتھے دن کے بعد زوال آفتاب سے پہلے طلوع فجر کے بعد رے کو مقدم کیا تو جائز ہے۔ اور یہی اجماع ہے۔

صاحبین نے فرمایا: تمام دنوں پر قیاس کرتے ہوئے اس کیلئے جائز نہیں ہے۔ جبکہ فرق صرف رواگی کی اجازت میں ہے۔ لہذا حج کرنے والے نے جانے کا ارادہ کیا تو چوتھا دن بھی دوسرے ایام کے ساتھ لائق ہو گیا ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا مذہب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔ اور اسی دلیل کی بنیاد پر کہ ان دنوں میں رے جانے کے حق میں تخفیف کا حکم ظاہر ہو گا لہذا وہ تمام اوقات میں بدرجہ اولیٰ کا نزہتے میں ظاہر ہوگا۔ بخلاف پہلے اور دوسرے دن کے کیونکہ ان دنوں میں مشہور روایت کے مطابق رے چوتھیں ہے۔ البتہ زوال کے بعد چوتھے دن کے بعد چوتھے دنوں میں اس کا ترک جائز نہیں ہے لہذا رے اپنی اصل پر باقی رہے گی جو روایت میں اس کی دلیل بیان کی گئی ہے۔

بہر حال یہ خبر کا حکم تو اس میں رے کا اول وقت طلوع فجر کے وقت سے ہے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان دنوں آج رات کے بعد سے ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے چوتھوں کو رات میں رے کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم جمرہ عقبہ کی رے نہ کرنا حتیٰ کہ صبح کرنے والے ہو جو وہ اور یہی روایت بیان کی گئی ہے یہاں تک سورج طلوع ہو جائے۔

رات کو رے کرنے میں فقہ حنفی و شافعی کے اختلاف کا بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مزدلفہ کی رات (یعنی شب میدانی) میں (مٹی کے لئے) روانہ کیا اور عبدالمطلب کے خاندان کے ہم کیلئے تھے (جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات میں روانہ کیا تھا اور کہے ہماری سواری تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہماری رواگی کے وقت ان رات مجتہد والفت) ہماری

انوں پر ہاتھ مارتے اور فرماتے تھے: میرے چھوئے بچو! جب تک سورج نہ نکلے تم منارے (یعنی جمرہ عقیدہ) پر نکل کر یاں نہ بیٹھنا۔ (ابوداؤد سنائی، ابان ماجہ)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ رات میں رہی جائز نہیں ہے چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے جب کہ حضرت امام شافعی کے ہاں آدھی رات کے بعد رہی جائز ہے، نیز طلع فجر کے بعد اور آفتاب نکلنے سے پہلے رہی اگرچہ تمام علماء کے نزدیک جائز ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کراہت کے ساتھ جواز کے قائل ہیں، حنفی مسلک کے مطابق طلوع آفتاب کے بعد رہی مستحب ہے۔

امام شافعی کی مستدل حدیث اور اس کی تاویل:

امام ابوحنیفہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بقرہ عید کی رات میں (مزدعہ سنئی) بھیج دیا تھا۔ یہ چنانچہ انہوں نے (وہاں پہنچ کر) فجر سے پہلے جمرہ عقیدہ پر نکل کر یاں میں رہیں اور فجر وہاں سے (مکہ) آئیں اور طواف افاضہ (جو فرض ہے) کیا اور یہ وہ دن تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تھے یعنی یہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا۔ (ابوداؤد)

حدیث کے آخری الفاظ میں دراصل اس طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس رات میں نہیں بھیجا، انہوں نے رات میں رہی کیوں کی اور دن ہی میں طواف افاضہ سے فارغ کیوں ہو گئیں جب کہ دیگر ازواج مطہرات نے ان کی رات میں طواف افاضہ کیا؟

حضرت امام شافعی فجر سے پہلے ہی جمرہ کے جواز کے لئے اس حدیث کو دلیل قرار دیتے ہیں اگرچہ افضل فجر کے بعد ہے حضرت ام شافعی کے علاوہ دیگر علماء اس حدیث کے بارہ فرماتے ہیں کہ یہ بولتہ روایت ہے جو صرف حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ہی تھی دوسروں کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کے پیش نظر فجر سے پہلے رہی جائز نہیں ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں فجر سے مراد نماز فجر ہو کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نماز فجر سے پہلے اور طلوع فجر کے بعد رہی۔

یومئذ میں اصل کے باقی رہنے اور فضیلت کے ثابت ہونے کا بیان:

قَبِیْلَةُ أَصْلُ الْوُفُوِّ بِالْأَوَّلِ وَالْأَفْضَلِيَّةِ بِالثَّانِي. وَتَأْوِيلُ مَا رَوَى اللَّيْلَةُ الثَّانِيَّةُ وَالثَّالِثَةُ، وَلَآئِ لَيْلَةِ النَّحْرِ وَفَتْ الْوُفُوِّ وَالرَّمْيِ يَتَرْتَّبُ عَلَيْهِ فَيَكُونُ وَفْتُهُ بَعْدَهُ ضَرُورَةً.

ثُمَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَمْتَدُّ هَذَا الْوَقْتُ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي هَذَا الْيَوْمِ الرَّمْيُ)، جَعَلَ الْيَوْمَ وَقْتًا لَهُ وَذَهَابَهُ يَغُروبُ الشَّمْسِ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَمْتَدُّ إِلَى وَقْتِ الزَّوَالِ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا

رَوَيْنَا.

ترجمہ:

لہذا اول وقت حدیث اول سے ثابت ہو گیا اور فضیلت حدیث ثانی سے ثابت ہو گئی۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ روایت کی دوسری تفسیر رات مراد ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ دسویں کی رات وقوف مزدلفہ کا وقت ہے جبکہ رہی کا حکم وقوف مزدلفہ پر صادر ہوتا ہے۔ لہذا رہی کا وقت ضروری طور پر وقوف کے بعد ہوگا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ وقت سورج کے غروب ہونے تک لمبا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس دن میں ہمارا پہلا کام قربانی کرنا ہے پس نبی کریم ﷺ نے رہی کا وقت یہی دن قرار دیا ہے۔ اور سورج غروب ہو جانے سے دن چل چکا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ یہ وقت سورج کے زوال تک لمبا ہو جاتا ہے اور حضرت ام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے خلاف وہ حدیث جث ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

رہی میں وقت و فضیلت ثابت کرنے والی احادیث کا بیان:

صاحب جہان نے دو احادیث سے استدلال کیا ہے کہ ان میں سے پہلی حدیث ہے کہ یہ وقت سورج غروب سے پہلے ہی ہے۔ ان دونوں احادیث کو امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یومئذ آخر کی شام (کے بعد آنے والی) رات وہی تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تھے وہاں سے جب بنو معداؤران کے ساتھ تھو کہ اور شخص ابو امیہ کی نسل میں سے کہتا ہے ہونے آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہب سے پوچھا اے ابو عبد اللہ تم طواف اضافہ کر چکے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخدا (انہی طواف نہیں کیا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم قبض اتارو لو انہوں نے اپنی قبض اتار ڈالی اور ان کے ساتھی نے بھی اتار ڈالی پھر دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے کیوں فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہ دن ہے جب تم اس میں نغریں مار چکو تو تم وہ سب چیزیں حل ہو جائیں گی جو احرام کی حالت میں حرام تھیں سوا کہ عورتوں کے پس، رُتھن کے طواف سے پہلے شام (رات) کی (یعنی رات سے پہلے طواف نہ کیا) تو تمہارا احرام باقی رہے گا جیسے کہ نکلریں مارنے سے قبل تھا یہاں تک کہ تم طواف کرو۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الحج)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لوگوں میں سے جو کوڑھ ہوتے تھے (جیسے عورتیں اور بچے) ان کو اندھیرے میں ہی (سنائی کی طرف) روانہ فرما دیتے تھے اور فرما دیتے تھے کہ نکل کر یاں نہ مارنا جب تک کہ سورج

نہ نکلے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الحج)

یومِ نحر کی رات کو رمی کرنے کا بیان:

وَأِنْ أَخَّرَ إِلَى اللَّيْلِ رَمَاهُ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِحَدِيثِ الدُّعَاءِ. وَإِنْ أَخَّرَ إِلَى الْغَدَاةِ رَمَاهُ لِأَنَّهُ وَقْتُ جَنْسِ الرَّمْيِ، وَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ أَبِي خَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِتَأْخِيرِهِ عَنْ وَقْتِهِ كَمَا هُوَ مَذْهُبُهُ.

قَالَ (فَبِإِنْ رَمَاهَا رَاكِبًا أَجْزَأُهُ) لِحُصُولِ فِعْلِ الرَّمْيِ (وَكُلُّ رَمْيٍ بَعْدَهُ رَمْيٌ فَلَا فَضْلَ أَنْ يَرْمِيَهُ مَانِيًا وَإِلَّا فَيَرْمِيهِ رَاكِبًا) لِأَنَّ الْأَوَّلَ بَعْدَهُ وَقُوفٌ وَدُعَاءٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا فَيَرْمِيهِ مَانِيًا لِيَكُونَ أَقْرَبَ إِلَى التَّضَرُّعِ، وَبَيَّنَّ الْأَفْضَلَ مَرُوفٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

ترجمہ:

اور اگر حج کرنے والے نے جمعہ عقبہ کی رات کو رات تک مؤخر کیا تو وہ رات رمی کرے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ حدیث رعاء کی دلیل کی بنیاد پر اجازت ہے۔ اور اگر اس نے دوسرے دن تک تاخیر کی تو بھی رمی کرے کیونکہ جنس رمی کا وقت ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس صورت میں اس پر ایک دن لازم ہے کیونکہ رمی اپنے وقت سے مؤخر ہو چکا ہے اور یہی آپ علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔

فرمایا: اگر اس نے سوار ہو کر رمی بجا دی تو ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ رمی کا عمل حاصل ہو گیا ہے اور وہ رمی جس کے بعد رمی ہوتی اس میں فضیلت یہ ہے کہ اس کی رمی پیدل کرے۔ یا چرخ سوار ہو کر رمی کرے۔ کیونکہ پہلی کے بعد ٹھنڈا اور دغا کرتا ہے اسی حدیث کی دلیل کی بنیاد پر جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور وہ پیدل رمی کرے تاکہ عاجزی کی وجہ سے قرب نصیب ہو جائے اور فضیلت کا بیان حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے۔

شرح

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں (حج کے تحقق) کچھ سوالات کئے گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر سوال کے جواب میں فرمایا کچھ حرم نہیں آیت شخص نے سوال کیا کہ میں نے قربانی کرنے سے پیچھے رہنا دیا (تو اب میں کیا کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قربانی کرو کی نصیحت نہیں (ایک دوسرے شخص نے سوال کیا کہ مجھے شام ہو گئی اور میں نے اب تک رمی نہیں کی پس اب میں کیا کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمی کرے (سنن ابوداؤد، کتاب الحج)

سوار اور پیدل دونوں طرح سے رمی کی اجازت کا بیان:

حضرت سلیمان بن عمرو بن الاحول اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جمعہ عقبہ کے پاس (اذن پر) سوار دیکھا ہے اور میں نے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں ٹخموں سے حق میں کنکریاں تھیں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کنکریاں پھینک دیں اور دوسرے لوگوں نے بھی پھینکیں۔

حضرت ابن ابی الزیاد سے بھی اسی طرح مروی ہے اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (رمی تمارت فرات کے بعد جمعہ عقبہ پر) ٹھہرے نہیں رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فجر کے بعد تین دن تک رمی جمار کے لیے آتے تھے پیدل آتے اور پیدل واپس جاتے اور فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کے دن چاشت کے وقت اور اس کے بعد (دوسرے دن) زوال آفتاب کے بعد اذان پر سوار ہو کر رمی جمار کرتے دیکھا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

رمی کی راتوں میں رات میں گزرنے کا بیان:

وَيُكْرَهُ أَنْ لَا يَبْسُتَ بِجَنْسِي لَيْلِي الرَّمْيِ لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَاتَ بِجَنْسِي، وَعَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُؤَذِّبُ عَلَى تَرْكِ الْقِمَاقِ بِهَا. وَلَوْ بَاتَ فِي غَيْرِهَا مَتَعَمِّدًا لَا يَلْزُمُهُ شَيْءٌ. عِنْدَنَا، خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّهُ وَجِبَ لِيَسْهَلَ عَلَيْهِ الرَّمْيُ فِي أَيَّامِهِ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ أَفْعَالِ الْحَجِّ فَتَرَكُوهُ لَا يُوجِبُ الْجَاهِلُ.

قَالَ (وَيُكْرَهُ أَنْ يَقْدَمَ الرَّجُلُ ثِقَلَهُ إِلَى مَكَّةَ وَيَقِيمَ حَتَّى يَرْمِيَ) لِمَا رَوَى أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَمْنَعُ مِنْهُ وَيُؤَذِّبُ عَلَيْهِ، وَلَئِنْ يُوَجِبُ شَغْلُ قَلْبِهِ

ترجمہ:

اور رمی کی راتوں میں منیٰ میں رات نہ گزارنا مکروہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں رات بسر کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں قیام رات ترک کرنے والے کو ادب سکھاتے تھے۔

فقہاء احناف کے نزدیک اگر حج کرنے والے نے بغیر ارادے کے منیٰ کے علاوہ رات گزاری تو اس پر کچھ واجب ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ثبوت قیام اس لئے ہے کہ حج کرنے دے۔ پر منیٰ کے ایام میں رمی کرنا آسان ہو جائے لہذا یہ عمل حج کے افعال سے نہ ہوا تو اس کو چھوڑنے سے نقصان کو پورا کرنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

فرمایا: حج کرنے والے کیلئے کروہ ہے کہ سامان مکہ کی طرف پہلے روانہ کر دے اور خود گھر اسے۔ حتیٰ کہ وہی کرے اس کے کردار ویت بیان کی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ سے عمل سے منع کرتے تھے۔ اور اس پر لوگوں کو خبردار کرتے تھے۔ اس دلیل کی بنیاد پر کہ اس کا عمل اس کے دل کو صرف کر دے گا۔

منیٰ والی راتوں کو منیٰ میں رہنے میں مذاہب اربعہ کا بیان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھا کہ ہم لوگوں کا مال بچا کرتے ہیں (جس کی بناء ہمارے ساتھ بہت سال رہا ہے جس کی حفاظت ضروری ہے) تو کیا ہمیں سے کوئی شخص (منیٰ سے آکر) مکہ میں اپنے مال کے پاس رہ سکتا ہے؟ فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات اور دن کو منیٰ ہی میں رہتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منیٰ والی راتوں میں پانی پلانے کی غرض سے مکہ میں رہنے کی اجازت چاہی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت اور مجبوری کے وقت ایسا کرنا جائز ہے۔

اب سلسلہ کی طرف آئیے، جو راہ منیٰ میں گزاری جاتی ہیں ان میں منیٰ میں قیام اکثر علماء کے نزدیک واجب ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں ان راتوں میں منیٰ میں رہنا سنت ہے، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے۔

اس ضمن میں یہ بات ذہن میں رہے کہ رات کے قیام کے سلسلہ میں رات کے اکثر حصہ یعنی آدھی رات سے زیادہ کے قیام کا اعتبار ہے اور یہی حکم ان راتوں کا بھی ہے جن میں عبادت وغیرہ کے لئے شب بیداری مستحب ہے مثلاً لیلة القدر وغیرہ کہ ان راتوں کے اکثر حصہ شب بیداری کا اعتبار ہے۔ بہر کیف نئے علماء کے نزدیک منیٰ میں رات کا قیام سنت ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، ان کی دلیل مذکورہ بالا حدیث سے کہ اگر منیٰ میں رات میں قیام واجب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ان راتوں میں مکہ میں رہنے کی اجازت کیسے دیتے۔

بعض علماء نے کہتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرح جس شخص کے سیر و سحر کا پانی پانے کی خدمت ہو یا جس کو کوئی شدید عذر ملا ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ جو راہ منیٰ میں گزاری جاتی ہیں وہ ان میں منیٰ کا قیام ترک کر دے، گویا اس سے ان طرف اشارہ مقصود ہے کہ بلا عذر سنت کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور یہ کہ کسی عذر کی بناء پر سنت کو ترک کرنے میں اساءہ بھی نہیں ہے۔

منیٰ میں رہنے والوں کیلئے رے کرنے کا حکم:

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوفت چرانے والوں کو رخصت دی رات کو منیٰ میں رہنے کی اور ان کو پھر کوئی کرنے کا حکم فرمایا پھر دوسرے اور تیسرے دن دو دن کے لیے (اور اگر منیٰ میں رہیں) تو چھٹے

ان کی راہی کریں۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوفت چرانے والوں کو رخصت دی کہ ایک دن اور یہی کریں اور ایک دن چھوڑ دیں (اور پھر یہی کریں یعنی ایک دن چھوڑ کر یہی کریں)۔ (سنن ابوداؤد)

مقام محصب میں ٹھہرنے کا بیان:

(وَاِذَا نَفَرْنَا إِلَى مَكَّةَ نَزَلْنَا بِالْمَحْصَبِ) وَهُوَ الْأَنْطَحُ وَهُوَ اسْمٌ مَوْضِعٌ قَدْ نَزَلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ نَزْلُهُ قَصْدًا هُوَ الْأَصَحُّ حَتَّى يَكُونَ النَّزُولُ بِهِ سُنَّةَ عَلَى مَا رَوَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِصَاحِبِهِ (إِنَّا نَازِلُونَ عَدَا بِالْخَيْفِ خَيْفَ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمَ الْمُشْرِكُونَ فِيهِ عَلَى شِرْكِهِمْ) يُشِيرُ إِلَى عَهْدِهِمْ عَلَى هَجْرَانِ بَنِي هَاشِمٍ فَقَرَفْنَا أَنَّهُ نَزَلَ بِهِ إِزَاءَةً لِلْمُشْرِكِينَ لِطِيفِ ضَعْفِ اللَّهِ تَعَالَى بِهِ، فَصَارَ سُنَّةَ كَالْمَرَامِلِ فِي الطَّوَافِ.

ترجمہ:

اور جب وہ کہ روانہ ہو تو محصب میں اترے اور وہی اُٹھ ہے اور یہ ایک جگہ کا نام ہے جہاں رسول اللہ ﷺ اترے تھے اور محصب میں آپ ﷺ کا اترنا بطور ارادہ تھا۔ اور صحیح روایت یہی ہے کہ بعد انھیں محصب میں اترنا سنت ہو گیا اور اس دلیل کی بنیاد پر جو روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ہمکل کے دن خیف میں اتریں گے خیف ہو کنانہ میں ہے جہاں مشرکین نے اپنے شرک پر تمہیں اٹھائیں تھیں۔ آپ ﷺ کا یہ کلام بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ مشرکوں نے جو ہاشم کو چھوڑنے میں بڑی کوشش کی تھی تو ہم نے سمجھ لیا کہ آپ ﷺ وہاں محصب میں اترے۔ تاکہ مشرکین دیکھ سکیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت لیلۃ آپ کے ساتھ ہے لہذا طواف میں دل کی طرح یہ سنت ہو گیا۔

مقام محصب میں اترنے کے سنت ہونے کا بیان:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ طح میں اترنا یعنی ٹھہرنا سنت نہیں ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وہاں صرف اس لئے اترے تھے کہ مکہ سے چلنے میں آسانی ہو جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے واپس ہوئے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تیرہویں ذی الحجہ کو منیٰ سے لوٹے تو اُٹھ یعنی محصب میں صرف اس غرض سے ٹھہر گئے تھے تاکہ وہاں اپنا سامان وغیرہ چھوڑ کر مکہ جا سکیں اور وہاں طواف الوداع کریں اور

جب مکہ سے مدینہ واپس ہوں تو اس وقت سامان وغیرہ ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے آسانی ہو۔ اس بارہ میں جہاں تک مسکن کا تعلق ہے تو اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ تھب یعنی تھب میں ٹھہرنا سنت ہے اور افعال حج کا ایک تھبہ ہے۔ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے، ان کے نزدیک قیام تھب کے معنوں ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا تھا کہ کل ہم انشاء اللہ خیف بنی کنانہ یعنی تھب میں ٹھہریں گے، اور اس کا سبب یہ تھا کہ خیف بنی کنانہ ہی وہ جگہ ہے جہاں مشرکین کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں باہم یہ عہد و پیمان کیا تھا اور یہ قسم کھائی تھی کہ ہم جی ہاشم اور بنی عبدالمطلب یعنی ان دونوں خاندانوں کے لوگوں سے میل جول، نکاح بیاہ و خرید و فروخت اور ان میں اخصا بیعتنا اس وقت تک چھوڑے رہیں گے جب تک یہ لوگ محمد کو ہمارے سپرد نہ کر دیں گے تو ایسا مقام یہ انہوں نے ان خاندانوں کے مکمل مقاطعہ اور بایکات کا اعلان کر کے شہر از کفر کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کی قوت کو غالب فرمایا اور کفر و شرک کا پھیلاؤ دور ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ سے مکہ واپس ہوتے ہوئے یہ چاہا کہ اس جگہ یعنی خیف بنی کنانہ (تھب) میں ٹھہر کر شہر از اسلام کو ظاہر کرے جہاں کچھ ہی سال پیشتر کفر نے شہر زکفر کو ظاہر کیا تھا اور اس طرح وہاں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کیا جو اس نے اسلام کو دنیا اور مظلومت دے کر عطا فرمائی تھیں۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت عمر فاروق کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یوم الفطر کی رات میں اٹھ میں ٹھہرنا مجملہ سنت ہے، نیز یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو اس رات میں اٹھ میں ٹھہرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

فقہ حنفی کی مشہور تین کتاب ہدایہ میں لکھا ہے کہ زیہ و صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ میں اس مقصد سے قیام فرماتے تھے کہ مشرکین کو اللہ تعالیٰ کی قدرت دکھائیں کہ کل جس جگہ انہوں نے مکمل مقاطعہ کا عہد و پیمان کر کے اپنی برتری کا اظہار کیا تھا وہی آج جگہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کے زیر تسلط ہے، چنانچہ اس جگہ رات میں قیام سنت ہے۔ اس کے برخلاف بعض حضرات کہتے ہیں کہ تھب میں قیام سنت نہیں ہے کہ کیونکہ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام محض اتفاقی طور پر ہو چکا تھا جس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آؤ کردہ غلام حضرت ابورافع جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامان سفر کے گمران تھے اپنی رائے سے اور اتفاقی طور پر وہاں رک گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیرہ نصب کر دیا، اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی حکم نہیں تھا۔

قیام تھب کو سنت نہ کہنے والوں میں حضرت ابن عباس کے علاوہ حضرت عائشہ بھی ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا۔ بہر کیف اس بارہ میں بہتر بات یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھب میں ٹھہرنا منقول ہے چاہے وہ ٹھہرنا اتفاقی طور پر ہی کیوں نہ رہا ہو تو اچھا سمجھیں کہ وہاں قیام کر لیا جائے جیسا کہ دیگر صحابہ اور خلفاء راشدین بھی اس پر عمل کرتے تھے اور اگر کوئی شخص وہاں ٹھہرے تو اس میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تھب میں اترنا کوئی عبادت نہیں ہے وہ صرف ایک منزل ہے جہاں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم (نبوی) ٹھہرا کرتے تھے۔ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے (مقام) ذی حلیٰ میں جو کہ مکہ کے ساتھ متصل ہے اور مکہ سے مدینہ لوٹنے سے قبل اس جگہ یعنی میدان (بطناء) میں ٹھہرنا جائز و اچھا ہے جس سے حدیث نمبر 862۔

تھب میں ٹھہرنا کوئی حاجت کارکن نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آرام کے لیے اس خیال سے کہ مدینہ کی روایتی وہاں سے آسان ہو گی ٹھہر گئے تھے، چنانچہ عسریں و مغربین آپ نے وہیں ادا کیں، اس پر بھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہرے تو یہ ٹھہرنا مستحب ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں ٹھہرا کرتے تھے۔

طواف صدور کے بیان میں فقہی حکم:

قَالَ (ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَظَا فَبَيَّنَتْ سَبْعَةُ أَشْوَاطٍ لَا يَزُلُّ فِيهَا وَهَذَا طَوَافُ الصَّدْرِ) وَيُسَمَّى طَوَافَ الْوَدَاعِ وَطَوَافُ آخِرِ عَهْدِهِ بِالنَّبِيِّ لِأَنَّهُ يُودَعُ النَّبِيَّتَ وَيُصَلِّدُ بِهِ (وَهُوَ وَاجِبٌ عِنْدَنَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ، لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ حَجَّ هَذَا النَّبِيَّتَ فَلَيْكُنْ آخِرَ عَهْدِهِ بِالنَّبِيِّ الطَّوَّافُ) وَرَخَّصَ لِلنِّسَاءِ الْمُحْضِ تَرْكُهُ. قَالَ (وَالَا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ) لِأَنَّهُمْ لَا يُصَلِّدُونَ وَلَا يُودَعُونَ، وَلَا رَمَلَ فِيهِ لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ شَرِعَ مَرَّةً وَاحِدَةً وَيُصَلِّي رُكْعَتَيْنِ الطَّوَّافِ بَعْدَهُ لِمَا قَدَّمْنَا

ترجمہ:

فرمایا اس کے بعد وہ مکہ میں داخل ہو جائے اور بیت اللہ کے سات پچھتر گانے جن میں رمل نہیں کرے گا۔ اور یہ طواف صدور ہے۔ اور اسی کا طواف وداع بھی ہے اور حج کے زمانے میں آخری عمل طواف صدور ہے کیونکہ اسی طواف کے ساتھ وہ بیت اللہ کو وداع کرتا ہوا روانہ ہوتا ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک یہ طواف واجب ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اس گھر کا طواف کیا تو اس کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے سوائے اہل مکہ کے حاضر کا اجازت دی ہے۔ کیونکہ مکہ کو الے نہ روانہ ہوتے ہیں اور نہ ہی وداع کہتے ہیں اور اس طواف میں رمل نہیں ہے اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ رمل صرف ایک مرتبہ شروع ہے اور اس کے بعد طواف کی دو رکعات پڑھے۔ اسی حدیث کے پیش نظر جو ہم پہلے روایت کر چکے ہیں۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگوں کو اس کا حکم تھا کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ ہو (یعنی طواف وداع کریں) البتہ حاتمہ سے یہ معاف ہو گیا تھا۔ (صحیح بخاری، رقم ۵۵۷۱)

کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ کا حاضہ اور نفضہ اور عورتوں کے متعلق پہلے یہ تھا کہ وہ حیض اور نفاس کا خون بند ہونے کا انتظار کریں اور پاک ہونے پر طواف واداع کر کے رخصت ہوں، مگر جب ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے اس مسلک سے رجوع کر لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام دستور العمل یہی تھا کہ وہ حدیث صحیح کے سامنے اپنے خیالات کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور اپنے مسلک سے رجوع کر لیا کرتے تھے،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پر بھی، پھر قنونی دیر صبح میں آرام فرما رہے، اس کے بعد سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لے گئے اور وہاں طواف زیارۃ عمرو بن حارث کے ساتھ کیا، اس روایت کی متابعت لیث نے کی ہے۔ (صحیح بخاری، ۴/۱۵۶)

جج کرنے والے کیلئے آب زم زم پینے کی فضیلت کا بیان:

(ثُمَّ يَأْتِي زَمْزَمَ فَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا) لِمَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اسْتَقَى ذُلُومًا بِفِيهِ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ أَقْرَعَ بَاقِيَ الذُّلُومِ فِي الْبَيْتِ (وَسُتَحَبَّ أَنْ يَأْتِيَ الْبَابَ وَيَقْبُلَ الْعَبَّةَ) ثُمَّ يَأْتِيَ الْمُلتَزِمَ، وَهُوَ مَا بَيْنَ الْحَجَرِ إِلَى الْبَابِ فَيَضَعُ صَدْرَهُ وَوَجْهَهُ عَلَيْهِ وَيَتَسَبَّحُ بِالْأَسْتَاةِ ثُمَّ يَتَوَدَّى إِلَى أَهْلِهِ هَكَذَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَعَلَ بِالْمُلتَزِمِ ذَلِكَ.

قَالُوا: وَيَتَبَيَّنُ أَنْ يَنْصَرِفَ وَهُوَ يَمْشِي وَرَاءَهُ وَوَجْهُهُ إِلَى الْبَيْتِ مُبَاكِيًا مُتَحَسِّرًا عَلَى فِرَازِ الْبَيْتِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ. فَهَذَا تَيَانٌ لِمَا الْحَجَّ.

ترجمہ:

اس کے بعد وہ زم زم کے پاس آئے اور اس سے پئے۔ کیونکہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے ایک ذول بھر اور اس سے خود نوش فرمایا۔ پھر ایک ذول کو کونچا میں ڈال دیا۔ اور مستحب یہ ہے کہ باب کعبہ سے آئے اور چوکت کو چومے اور ملتزم آئے اور وہ حجرا سجدہ سے لکر کعبہ کے باب تک ہے۔ اب وہ اس پر اپنے سینے اور چہرے کو رکھے اور ایک ساعت کیلئے کعبہ کے پردوں سے لپٹ جائے اور پھر اپنے اہل و عیال کے پاس آئے۔ اسی طرح روایت بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ملتزم کے ساتھ اسی طرح کیا تھا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، مصنف، عبد الرزاق، داؤد، قسطلی، حاکم)

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ اپنے پیچھے کی جانب چلتا ہوا لوٹے اس حال میں کہ اس کا چہرہ بیت اللہ کی طرف رہے۔ اور وہ روتا ہو بیت اللہ کی جدائی سے حسرت کرتا ہوا آئے یہاں تک مسجد حرام سے باہر آئے۔ یہ مکمل حج کا بیان ہے۔

شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کی درخواست کی کہ جن راتوں میں منی میں قیام کیا جاتا ہے اس میں انہیں سبیل زمزم کی خدمت کے لئے نہ کر رہنے کی اجازت دے دی جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ (بخاری و مسلم)

طواف افاضہ کے بعد آپ زم زم پینا مستحب ہے چنانچہ اس زمانہ میں زمزم کے کونئیں کے قریب ہی کئی حوض زمزم کے پانی سے بھرے رہتے تھے تاکہ اگر کوئی شخص لا حواضہ وغیرہ کی وجہ سے کونئیں سے پانی نہ پی سکے تو وہ ان حوضوں میں سے پی لے، سبیل زمزم کی گھرائی کی سعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی، اس طرح زمزم کا پانی پانے کی اس عظیم سعادت خدمت کو وہ اپنے کئی مددگاروں کے ذریعہ انجام دیتے تھے! چنانچہ جن راتوں میں حاجی منی میں قیام کرتے ہیں انہیں راتوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگی کہ اگر حکم ہو تو میں ان راتوں میں مکہ میں رہوں تاکہ سبیل زمزم کی جو مقدس خدمت میرے سپرد ہے اسے انجام دے سکوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

آب زمزم کی برکت کا بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبیل پر تشریف لائے اور زمزم کا پانی مانگا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے کہا کہ فضل! اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان سے (زمزم کا وہ) پانی مانگ لاؤ جو ان کے پاس رکھا ہوا ہے اور ابھی استعمال نہیں ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم مجھے اسی سبیل سے پانی پلا دو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں ہے مجھے اسی میں سے پلا دو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پانی میں سے پیاد اور پھر زمزم کے کونئیں کے پاس تشریف لائے جہاں لوگ (یعنی عبدالمطلب کے خاندان والے) لوگوں کو پانی پلا رہے تھے اور اس خدمت میں پوری طرح مصروف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا پانی کا کسے جاؤ، کیونکہ تم ایک نیک کام میں لگے ہوئے ہو۔ پھر فرمایا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غلبہ پالیں گے تو میں اپنی اونٹنی پر سے اترتا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے سامنے رہیں اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حج کے عملی احکام سنا سکیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مونہ سے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ رسی اس پر رکھنا (یعنی اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے پانی کھینچا دیکھ کر میری سنت کی اتباع میں پانی کھینچنے لگیں گے اور اس سعادت کے حصول کے لئے اتنا لا حواضہ کام کریں گے کہ وہ تم پر غالب آجائیں گے اور تمہیں پانی نہ کھینچنے دیں گے جس کی وجہ سے یہ مقدس خدمت تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے گی تو میں بھی اپنی اونٹنی سے اتر کر اس کونئیں سے پانی کھینچتا۔ (بخاری)

لوگ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں اس بات سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ یہاں پانی پینے والوں کا

طواف قدوم آفاقی کیلئے مسنون ہے:

طواف قدوم آفاقی کے لئے مسنون ہے، ہنسی، ہلکی، اور میقات کے اندر رہنے والے حضرات کے لئے طواف قدوم کا حکم نہیں ہے۔ طواف زیارت فرض ہے اور حج کی سرگنا واجب ہے، لہذا آپ کو حذر سے آنے کے بعد طواف اور سعی کرنا شرعاً ضروری ہے۔ طواف زیارت کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے اور دسویں تاریخ کو کرنا افضل ہے، اگر بغیر کسی عذر کے اس مدت میں طواف زیارت نہ کیا جائے تو تاریخ کی وجہ سے واجب ہوگا اور طواف تو بہر صورت کرنا ہی پڑے گا جب تک طواف زیارت نہ کیا جائے ورنہ میں باقی رہتا ہے نہ یہ وقت ہوتا ہے اور نہ کسی جزاء یا کفارہ سے ساقط ہوتا ہے طواف زیارت سے پہلے ازواجی تعلق جائز نہیں خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے۔ اور اگر حج کی سعی نہیں کی تو دم واجب ہوگا۔ جیسا کہ معلوم ہوا طواف زیارت فرض اور سعی واجب ہے فرض کے بغیر حج ادا نہیں ہوتا اور سعی نہ ہو تو ناقص ہوتا ہے مناسک حج کی ادائیگی میں سنن و مستحبات کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے۔

ردالمحتار، کتاب الحج فصل فی الاحرام وصفۃ المفرد میں طواف قدوم کے تحت ہے: (قوله لللافای) ای لا غیر فتح فلا یسن للمکی ولا لاهل المواقیت ومن دونہا الی مکۃ سراج۔

مناسک ملاعلی قاری مع حاشیۃ ارشاد الساری باب طواف زیارۃ ص 256-257 میں ہے: (وهذا الطواف هو المفروض فی الحج ولا یم الحج الا به) ای کو نہ رکنا بالاجماع (طواف الفجر الثانی من یوم النحر فلا یصح قبلہ) (ولا ینحر فی حق الصحۃ فلو اتی بہ ولو بعد سنین صبح ولكن یجب فعلہ فی ایام النحر) (فلو اخره عنہا) ای بغیر عذر (ولو الی اخرایام الشریق لزمہ دم) ای علی الاصح (ولوافات قبل الممات ولا یجزی عنہ البذل) ای الجزاء۔

وقوف عرفہ میں اداے فرض کا بیان:

(وَمَنْ أَذَرَ الْوُفُوفَ يَعْرِفَةَ مَا بَيْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ مِنْ يَوْمِهَا إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ فَقَدْ أَذَرَ الْحَجَّ) قَوْلُ وَقْتُ الْوُفُوفِ بَعْدَ الزَّوَالِ عِنْدَنَا لِمَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَقَفَ بَعْدَ الزَّوَالِ، وَهَذَا بَيَانُ أَوَّلِ الْوُقُوفِ.

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: مَنْ أَذَرَ عَرَفَةَ بِلَيْلٍ فَقَدْ أَذَرَ الْحَجَّ، وَمَنْ فَاتَهُ عَرَفَةُ بِلَيْلٍ فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجَّ (وَهَذَا بَيَانُ آخِرِ الْوُقُوفِ).

وَمَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنْ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِهِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ أَوْ بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ فَهُوَ مُحْجُوٌّ عَلَيْهِ بِمَا رَوَيْنَا

ترجمہ:

اور جس شخص نے زوال آفتاب اور طلوع فجر کے درمیان عرفہ کے دن وقوف پایا تو اس نے حج کو پایا۔ لہذا ہمارے نزدیک وقوف کا اول وقت زوال آفتاب کے بعد ہے کیونکہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زوال کے بعد وقوف فرمایا اور یہ اس کے اول وقت کا بیان ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عرفہ کو رات میں پایا اس نے حج پایا۔ اور جس نے عرفہ کی رات کا وقوف کیا ہو گیا تو اس کا حج فوت ہو گیا۔ اور یہ اس کے آخری وقت کا بیان ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وقوف عرفہ کا اول وقت طلوع فجر یا طلوع سورج کے بعد ہے اگرچہ یہ امام مالک علیہ الرحمہ کا قول ہے لیکن حدیث ابنا کے خلاف حجت ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

حج عرفہ کے دن میں ہونے کا بیان:

حضرت عبدالرحمن بن عمر الدبلی سے روایت ہے کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفہ میں تھے تو چند خبر کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا پس اس نے نیکار کر پوچھا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کس طرح ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایک آدمی کو حکم دیا تو اس نے بلند آواز میں جواب دیا کہ حج عرفہ کے دن ہے جو شخص دسویں شب کو فجر سے پہلے عرفہ میں آجائے گا تو اس کا حج پورا ہوگا اور سعی میں رہنے کے ضمن میں ہیں جس نے دو دن کے اندر کوچ کرنے میں جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے تاریخ کی اس پر بھی گناہ نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے پیچھے بٹھالیا اور وہ بھی پکارتے چلا گیا ابو ذر کہتے ہیں کہ اس کو کہہ ان نے سفیان سے روایت کرتے ہوئے الحج اربع دو مرتبہ کہا ہے۔ اور یحییٰ بن سعید القطان نے سفیان سے الحج صرف ایک مرتبہ ذکر کیا ہے۔ وقوف عرفہ فرض ہے اس کا وقت نویں تاریخ کے زوال سے لے کر دسویں تاریخ کی شب میں طلوع فجر تک ہے اس کے درمیان اگر ایک ساعت بھی بٹھریا تو اس کا حج صحیح ہے۔

حضرت عروہ بن معمر عن الطائی سے روایت ہے کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موقف میں آیا یعنی مزدلفہ میں نے کہا یا رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم میں طے کے پہاڑوں میں سے چلا آتا ہوں میں نے اپنی اونٹن کو تھکا مارا ہے اور خود کو بھی تھکا یا ہے خدا کی قسم تمہارے راستہ میں کوئی پہاڑ نہیں ملا جس پر میں نہ ٹھہرا ہوں تو کیا میرا حج درست ہو گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمارے ساتھ اس نماز کو پائے (یعنی مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز) اور وہ اس کے بعد پہلی رات کو یاد نہ کرے عرفہ میں ٹھہر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہو گیا پس وہ اپنا میل تکمیل دور کرے۔ (سنن ابوداؤد و کتاب الحج)

وقوف عرفہ کے بعد جب حاجی اسی وقت چلا جائے:

(ثُمَّ إِذَا وَقَفَ بَعْدَ الزَّوَالِ وَأَفَاضَ مِنْ سَاعِيهِ أَجْزَأُهُ) عِنْدَنَا لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ذَكَرَهُ بِكَلِمَةٍ أَوْ قِيَانَةٍ قَالَ (الْحَجُّ عَرَفَةٌ فَصَ وَفَتْ بِعَرَفَةَ سَاعَةً مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ قَدْ تَمَّ حُجَّتُهُ) وَهِيَ كَلِمَةُ التَّخْيِيرِ .

وَقَالَ مَالِكٌ : لَا يُحْزِرُهُ إِلَّا أَنْ يَبْقَى فِي الْيَوْمِ وَجْزٌ مِنَ اللَّيْلِ ، وَلَكِنَّ الْحُجَّةَ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ

ترجمہ:

اس کے بعد جب حج کرنے والا زوال کے بعد وقف عرفہ کرے اور اسی وقت چلا جائے تو ہمارے نزدیک اس کیلئے کافی ہے کیونکہ یہی کریم ﷺ نے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: حج عرفہ کا نام ہے جس سے ایک گھڑی بھی دن یا رات میں وقف عرفہ کیا تو اس کا حج پورا ہو گیا اور لفظ "أو" اختیار کیلئے آتا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کیلئے کافی نہیں ہے باں اہل بیت وہ دن میں اور رات کے ایک حصے میں وقف کرے لیکن ان کے خلاف وہی حدیث جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

شرح

عمر ابنِ عمرؓ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ أَذْرَكَ لَيْلَةً عَرَفَةَ فَقَدْ أَذْرَكَ الْحَجَّ وَمَنْ قِيَانَةً لَيْلَةً عَرَفَةَ فَقَدْ قِيَانَةً الْحَجَّ " (رواہ مسلم)

(۱) عبد اللہ بن عمر مصنف ابن ابی شیبہ 134213835، ابن ابی شیبہ، 235 (۲) عبد اللہ بن عمر، جزء ۱، العباس بن عاصم، 96، ابو العباس بن عاصم، 405 (۳) عبد اللہ بن عمر، إحاف المہرۃ، 90289672، ابن حجر العسقلانی، 852 (۴) عبد اللہ بن عمر، الكامل فی ضعفاء الرجال، 7255، 393: 7، أبو أحمد بن عدی الجرجانی، 365 (۵) عبد اللہ بن عمر، مسند الدارقطنی، 2214 2496 الدارقطنی، 385 (۶) عبد اللہ بن عمر، حجة الوداع لابن حزم، 548: 524، ابن حزم الظاہری، 456 (۷) عبد اللہ بن عمر، السنن الصغیر للبیہقی، 807: 1794، البیہقی، 458 (۸) عبد اللہ بن عمر، التحقیق فی مسائل الخلاف لابن الجوزی، 1353: 1563، أبو الفرج ابن الجوزی، 597 .

جو حالت نیند یا بے ہوشی میں میدانِ عرفات سے گزرا:

(وَمَنْ اجْتَارَ بِعَرَفَاتٍ نَلِيمًا أَوْ مُعْمًى عَلَيْهِ أَوْ لَا يَعْلَمُ أَنَّهَا عَرَفَاتٌ جَارَ عَنْ الْوُقُوفِ) لِأَنَّ مَا هُوَ الرَّكْنُ قَدْ وَجَدَ وَهُوَ الْوُقُوفُ ، وَلَا يَمْتَنِعُ ذَلِكَ بِالْإِغْمَاءِ وَالنَّوْمِ كَرَكْنِ الصَّوْمِ ، بِخِلَافِ الصَّلَاةِ لِأَنَّهَا لَا تَبْقَى مَعَ الْإِغْمَاءِ ، وَالْجَهْلُ يُجَلُّ بِالنَّيَّةِ وَهِيَ لَيْسَتْ

بَسْرًا لِكُلِّ رُكْنٍ

ترجمہ:

اور جو بندہ حالت نیند یا بے ہوشی میں عرفہ سے گزرا یا اس کو علم ہی نہ ہوا کہ یہ عرفات ہے تو اس کا وقف جائز ہوگا کیونکہ جو رکن سے وہ پایا گیا ہے۔ اور وہ رکن وقف ہے جو اغماء و نیند کی وجہ سے مستثنیٰ نہ ہوگا جس طرح رکن صوم کا مسئلہ ہے بخلاف نماز کے کیونکہ نماز اغماء کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔ اور جہل نیت میں عمل ہونے والا ہے اور ہر رکن کیلئے نیت شرط نہیں ہے۔

شرح

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ نیت شرط اسی طرح ہے جس طرح نماز میں ہوتی ہے۔ اور یہاں اغماء کی وجہ سے نیت منشی ہوگئی ہے۔ لہذا شرط اسی منشی ہوئی۔ اور جب شرط ختم ہوئی تو شرط بھی ختم ہو جائے گا پس اس کا وقف نہ ہوا۔

صاحب ہدایہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اگرچہ جہل کی ضل اندازی ہوئی ہے اور نیت میں جہل کی ضل اندازی کا ہونا حج کے ہر رکن یا صیام کی ضل انداز ہونے والی نہیں ہے۔ کیونکہ جب اس نے حج شروع کیا ہے تو حج کے ہر رکن و صیام کے لئے الگ نیت کرنا شرط نہیں ہے۔ اور دیگر عبادات میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

احرام باندھا گیا حرم کے احکام اس پر جاری ہوں گے، کسی ممنوع کا ارتکاب کیا تو کفارہ وغیرہ اسی پر لازم آئے گا، اس پر نہیں جس نے اس کی طرف سے احرام باندھا دیا اور احرام باندھنے والا خود بھی حرم ہے اور جرم کیا تو ایک ہی جزا واجب ہوگی دونوں کی اس کا ایک ہی احرام ہے۔ برعکس اور سونے والے کی طرف سے احرام باندھنے میں یہ ضروری ہے کہ احرام باندھنے کا قصور سے تعمید ہو اور ہوش میں اس کی ضرورت نہیں۔

تمام افعال حج ادا کرنے تک بے ہوش رہا اور احرام کے وقت ہوش میں تھا اور اپنے آپ احرام باندھا تھا تو اس کے ساتھ والے تمام مقامات میں لے جائیں اور اگر احرام کے وقت بھی بے ہوش تھا، انہیں لوگوں نے احرام باندھ دیا تھا تو لے جانا بہتر ہے ضروری نہیں احرام کے بعد بخون ہوا تو حج صحیح ہے اور جرم کرنا تو جزا لازم۔

(در مختار، رد المحتار، کتاب الحج)

بے ہوش کی طرف رفقہاء کے احرام باندھنے کا بیان:

(وَمَنْ أَعْمِيَ عَلَيْهِ فَأَهْلَ عَنْهُ رَفَقَاؤُهُ جَارَ عَنْهُ أَبِي حَنِيفَةَ) رَحِمَهُ اللَّهُ (وَقَالَ : لَا يَجُوزُ) ، وَكُنُوْا أَمْرًا إِنْسَانًا بَانَ يُحْرَمُ عَنْهُ إِذَا أَعْمِيَ عَلَيْهِ أَوْ نَامَ فَأَحْرَمَ الْمَأْمُورُ عَنْهُ صَحَّ ، بِالْإِجْمَاعِ ، حَتَّى إِذَا أَفَاقَ أَوْ اسْتَيْقَظَ وَاتَى بِأَفْعَالِ الْحَجِّ جَارَ .

لَهُمَا أَنَّهُ لَمْ يُحَرِّمْ بِنَفْسِهِ وَلَا أَذِنَ لِبَعِيهِ بِهِ ، وَهَذَا لِأَنَّهُ لَمْ يُصَرِّحْ بِالِإِذْنِ وَاللَّذَلِكَ يَقِفُ عَلَى الْعِلْمِ ، وَحَوَازِ الْإِذْنِ بِمَا لَا يَعْرِفُهُ كَثِيرٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ فَكَيْفَ يَعْرِفُهُ الْعَوَامُ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَمَرَ غَيْرَهُ بِذَلِكَ صَرِيحًا
وَلَهُ أَنَّهُ لَمَّا عَاقَبَهُمْ عَقْدَ الرَّفْقَةِ فَقَدْ اسْتَعَانَ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فِيمَا يَعْجِزُ عَنْ مَبَاشَرَتِهِ بِنَفْسِهِ .

وَالْبَحْرَامُ هُوَ الْمَقْصُودُ بِهَذَا السَّقْوِ فَكَانَ الْإِذْنُ بِهِ ثَابِتًا دَلَالَةً ، وَالْعِلْمُ ثَابِتٌ نَظَرًا إِلَى الدَّلِيلِ وَالْحُكْمُ يُدَارُ عَلَيْهِ .

ترجمہ:

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے جب کسی پر بے ہوشی طاری ہوئی اور اس کی طرف سے اس کے ساتھیوں نے تبلیغ نہ کیا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس شخص نے کسی کو حکم دیا تھا کہ جب اس پر بے ہوشی طاری ہو یا دوسرے کو اس کی طرف سے احرام باندھے اور اس طرح اگر حکومت نے احرام باندھا یا پھر اجازت صحیح ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی غائب ہو یا دوسرا ہو اور اس نے حج کے افعال ادا کیے ہیں تو جائز ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اس شخص نے خود احرام باندھا نہیں ہے اور دوسرے کو احرام باندھنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ اور اس دلیل کی وجہ سے کہ اس صراحت کے ساتھ اجازت نہیں دی۔ جبکہ دلالت اجازت علم پر موقوف ہے۔ اور احرام کی اجازت کے جائز ہونے کو بہت سے فقہاء نہیں جانتے تو لوگوں کو کیسے علم ہوگا۔ یہ خلاف اس کے جب اس نے کسی دوسرے کو صراحت میں حکم دے دیا۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اس بندے نے ساتھیوں کے ساتھ رفاقت کا عقد کیا ہے تو اس نے ساتھیوں میں ہر ایک سے اس طرح کے کام میں مدد مانگی ہے جس کو وہ خود کرنے عاجز ہو۔ جبکہ احرام اس سزا کا خاص مقصود ہے لہذا بطور دلالت احرام کی اجازت ثابت ہوگئی۔ اور بطور نظر علم حاصل ہو گیا اور حکم کا دار مدار دلیل پر ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

نیابت احرام میں امام اعظم و صاحبین کا اختلاف:

علامہ نسفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر کسی بے ہوش ہونے والے شخص کا احرام اس کے ساتھیوں نے باندھا تو جائز ہے کیونکہ اس کے ساتھیوں کا احرام باندھنا نیابت کے طور پر ہے۔ لہذا اگر اس نے حکم کو نقل کیا تو اس پر ایک دم واجب ہوگا۔ موقوف میں اس طرح ہے کہ سبکی کی صورت یہ ہے کہ جب اس کے ساتھیوں نے اس کو چادر پہنائی اور اس کو مومنات سے بچایا تو وہ حرم ہو گیا۔ پس اس میں اور احرام داخل ہو گئے۔ اور اس کا احرام ساتھیوں کی طرف سے اسی طرح ہو گیا

حرج چھوٹے بچے کا احرام آپ کی طرف ہوتا ہے۔

صاحبین اور عامہ فقہاء نے کہا ہے جائز نہیں ہے۔ اور یہ اختلاف اس طرح ہے کہ احرام کا اذن دیا گیا ہو۔ یعنی اگر صراحت کے ساتھ اذن ہو تو پھر با اتفاق جائز ہے۔ اور صاحبین نے عدم اذن کی صورت میں کہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔ اور جہاں بالحق جائز کی صورت ہے تو اس میں فقہاء اختلاف کا اجماع ہے اور امام مالک و امام شافعی علیہم الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (مبسوط ص ۴۰، ۱۶۰، بیروت)

مرد و عورت کے مناسک حج کی ادائیگی کا بیان:

قَالَ (وَالْمَرْأَةُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ كَالرَّجُلِ) لِأَنَّهَا مُحَاطَبَةٌ كَالرَّجُلِ (غَيْرِ أَنَّهَا لَا تَكْشِفُ رَأْسَهَا) لِأَنَّ عَوْرَةَ (وَتَكْشِفُ وَجْهَهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (إِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِي وَجْهَهَا) (وَلَوْ سَدَكْتَ شَيْئًا عَلَى وَجْهِهَا وَجَافَتْ عَنْهُ جَاذَ) هَكَذَا رَوَى عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَلَأنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْإِسْطِطَالِ بِالْمُحْمَلِ (وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالتَّلْبِيَةِ) لِمَا فِيهِ مِنَ الْفِتْنَةِ (وَلَا تَرْمُلُ وَلَا تَسْعَى بَيْنَ الْمِيَمَتَيْنِ) لِأَنَّهُ مُعَلِّ بِسَبْرِ الْعَوْرَةِ (وَلَا تَخْلُقُ وَلَكِنْ تُقْصِرُ) لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى النِّسَاءَ عَنْ الْحَلْقِ وَأَمْرَهُنَّ بِالنَّقْصِيرِ) وَلَأنَّ حَلْقَ الشَّعْرِ فِي حَقِّهَا مُثْلَةُ حَلْقِ الذَّخِيَةِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ (وَتَلْبَسُ مِنَ الْمَخِيطِ مَا بَدَأَ لَهَا) لِأَنَّ فِي نَيْسٍ غَيْرِ الْمَخِيطِ كَشَفُ الْعَوْرَةِ .
قَالُوا : وَلَا تَسْتَلِمُ الْحَجَرَ إِذَا كَانَ هُنَاكَ جَمْعٌ ، لِأَنَّهَا مَمْنُوعَةٌ عَنْ مَمَسَةِ الرَّجَالِ إِلَّا أَنْ تَجِدَ الْمَوْضِعَ خَالِيًا .

ترجمہ:

فرمایا: عورت حج کے تمام احکام میں مرد کی طرح ہے کیونکہ عورت بھی مردوں کی طرح احکام شرعیہ کی مخاطبہ ہے۔ ہاں البتہ عورت اپنا سر نہیں کھولے گی کیونکہ اس کیلئے سر کوڑھا پٹینا واجب ہے۔ اور وہ اپنا چہرہ کھولے گی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔ اور اگر عورت نے اپنے چہرے پر کسی چیز کو لٹکایا اور اس کو چہرے سے علیحدہ رکھا تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ محمل سے سایہ لینے کے مثب ہے۔ عورت تبلیغ میں اپنی آواز کو بلند نہیں کرے گی۔ کیونکہ اس میں فتنہ ہے اور عورت دل بھی نہ کرے اور ٹپکین کے درمیان نہ دوڑے کیونکہ اس کا دوڑنا ستر میں خلل اعزاز ہونے والا ہے۔ اور عورت سر نہ منڈاوائے بلکہ قصر کرے۔ کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ نبی

کریم ﷺ نے عورتوں کو سر منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔ اور ان کو تھر کر کے کا حکم دیا ہے کیونکہ عورت کے حق میں سر منڈوانا مشکل ہے جس طرح مردوں کے حق میں ڈاڑھی منڈوانا (مشکل) ہے۔ اور عورت جو چاہے سلا ہو یا کپڑا اپنے کیونکہ سلا ہو یا کپڑا اپنے پہننے میں کثرت عورت ہوگا۔ مشرک متاخرین نے کہا ہے کہ عورت حجرا سو کا استلام نہ کرے جب وہاں بھیر ہو کیونکہ عورت کو مردوں کے ساتھ بدن چھونے سے منع کیا گیا ہے۔ ہاں البدعت جب خالی جگہ پائے۔ (تب استلام کر لے)

عورت کیلئے حکم شرعی قصر ہے طلق نہیں ہے:

حج اور عمرہ کے موقع پر عورت اپنے سر کے بال کتر داسکتی ہے۔ اس کی مشروعیت شریعت میں مذکور ہے۔ سنن ابوداؤد اور دار قطنی میں حدیث ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں پر سر منڈانا نہیں بلکہ بال کترنا ہے۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث عورتوں کے بال کترانے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ پر ایک جامعہ نقل کیا ہے۔

اس حدیث کی تائید سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے سر منڈانے سے منع کیا ہے۔ یعنی عورتوں کے ذمہ صرف بال کترنا ہے، مردوں کی طرح منڈانا نہیں۔

طواف کی سنتوں میں حجرا سو کا بوسہ لینا بھی ایک سنت مذکورہ ہے لیکن شرط یہ ہے کہ بوسہ لینے میں آسانی ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے آپ کے فضل سے کسی دوسرے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور بغیر حکم تیل کے بوسہ لیا جائے، لیکن اگر بغیر کسی تکلیف دیے اور حکم تیل کے بوسہ لینا آسان نہ ہو تو اسے ترک کر کیا بھاء کے ساتھ اشارہ کرنے پر ہی اکتفاء کر لینا چاہیے۔

اور خاص کر عورت کیلئے تو ایسا کرنا اور بھی مشکل ہے کیونکہ عورت کو مکمل ستر ہے اسے باپردہ رہنا چاہیے، اور اس لیے بھی کہ مردوں کے حق میں بھی حکم تیل کرنی مشروع نہیں تو پھر عورتوں کے حق میں تو یہ زیادہ اولی اور بہتر ہے کہ وہ ایسا نہ کریں۔

اور اس طرح عورت کیلئے یہ بھی جائز نہیں کہ اگر اس کے لیے بغیر حکم تیل کے بوسہ لینا آسان بھی ہو تو غیر محرم لوگوں کی موجودگی میں اس جگہ اپنا چہرہ دکھا کرے۔

جس نے بدن کو قلاذہ والا اور حج کیلئے پہل پڑا:

قَالَ (وَمَنْ قَلَدَ بَدَنَهُ تَطَوُّعًا أَوْ نَذْرًا أَوْ جَزَاءً صَدِيٍّ أَوْ شَيْئًا مِنَ الْأَشْيَاءِ وَتَوَجَّهَ مَعَهَا

يُرِيدُ الْحَجَّ فَقَدْ أَحْرَمَ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ قَلَدَ بَدَنَهُ فَقَدْ أَحْرَمَ) وَلَا نَسْوَاقَ الْهَذْيِ فِي مَعْنَى الْحَلْبَةِ فِي إظهارِ الْإِجَابَةِ لِأَنَّهُ لَا يَفْعَلُهُ إِلَّا مَنْ يُرِيدُ الْحَجَّ أَوْ الْعُمْرَةَ، وَإظهارِ الْإِجَابَةِ قَدْ يَكُونُ بِالْفِعْلِ كَمَا يَكُونُ بِالْقَوْلِ فَيَصِيرُ بِهِ مُحْرِمًا لِاتِّصَالِ النَّيِّ بِفِعْلٍ وَهُوَ مِنْ خَصَائِصِ الْإِحْرَامِ.

ترجمہ:

فرمایا، اور جس نے بدن کو قلاذہ کیا خواہ وہ نفل ہو یا نذر کا ہو یا شکار کی جزاء کیلئے ہو یا اشیاء میں سے ہو اور کسی بھی چیز کا ہو اور اس کی توجہ بھی بدن کے ساتھ ہو ایسی حالت میں کہ وہ خود حج کا ارادہ کرے تو اس کا احرام ہو گیا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے بدن کو قلاذہ کیا وہ محرم ہو گیا۔ کیونکہ قیوت کا جواب دینے میں بدی کو چلانا تلبیہ کا مفہوم رکھتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کا کام دی آدمی کرتا ہے جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور قیوت کا اظہار بھی فعل سے ہوتا ہے جس طرح قول ہوتا ہے: ہذا بدو تلبیہ سے محرم ہو جائے گا۔ کیونکہ اس شخص کی نیت ایسے فعل کے ساتھ ہی ہوئی ہے جو احرام کے خصائص میں سے ہے۔

شرح

حضرت ابو یونس بن مہران نے روایت ہے کہ جس سال شام والوں نے عبداللہ بن زبیر کا مکہ میں محاصرہ کیا تھا اس سال میں نمرہ کی نیت سے نکلا میری قوم کے کچھ لوگوں نے میرے ساتھ بدی تجبی تو شام والوں نے نہیں حرم میں داخل ہونے سے روک دیا میں نے اسی جگہ بدی کی قربانی کی اور احرام کھول دیا (اور واپس چلا آیا) جب دوسرا سال آیا تو میں اپنے نمرہ کی قضا کے لیے پھر نکلا تو میں ابن عباس کے پاس گیا اور ان سے مسئلہ بدی قضا کی انھوں نے کہا بدی بھی بدل ڈال (یعنی دوسری بدی) کہ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا تھا کہ وہ اس بدی کو بدل دیں جو انھوں نے حدیبیہ کے سال میں نمرہ قضا میں قربان کی تھی (کیونکہ وہ بدی حرم میں تو نہیں ہوتی تھی۔ (سنن ابوداؤد)

قلید کی تحریف کا بیان:

وصفة التقلید أن يربط على عنق بَدَنِيهِ قِطْعَةً تَعْلَى أَوْ عُرْوَةً مُزَادَةً أَوْ لِحَاءً شَجَرَةٍ فَإِنْ قَلَدَهَا وَبَعَثَ بِهَا وَلَمْ يَسْقِهَا لَمْ يَصِرْ مُحْرِمًا) لِمَا رَوَى عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَقْبِلُ قَلَابَةَ هَذِي رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَبَعَثَ بِهَا وَأَنَامَ فِي أَهْلِهَا حَلَالًا (فَإِنْ تَوَجَّهَ بَعْدَ ذَلِكَ لَمْ يَصِرْ مُحْرِمًا حَتَّى يُلْحِقَهَا) لِأَنَّ

عِنْدَ التَّوَجُّهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ هَذِي يَسُوقُهُ لَمْ يُوجَدْ مِنْهُ إِلَّا مُجَرَّدُ النِّيَّةِ ، وَمُجَرَّدُ النِّيَّةِ لَا يَصِيرُ مُحَرِّمًا ، فَإِذَا أَدْرَكَهَا وَسَاقَهَا أَوْ أَدْرَكَهَا فَقَدْ اقْتَرَنَتْ نِيَّتُهُ بِعَمَلٍ هُوَ مِنْ خَصَائِصِ الْإِحْرَامِ فَيَصِيرُ مُحَرِّمًا كَمَا لَوْ سَاقَهَا فِي الْإِيْتِدَاعِ .

قَالَ (لَا فِي بَدَنَةِ الْمُتَعَةِ فَإِنَّهُ مُحَرِّمٌ حِينَ تَوَجَّهَ) مَعْنَاهُ إِذَا نَوَى الْإِحْرَامَ وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ . وَجْهُ الْفِتْيَانِ فِيهِ مَا ذَكَرْنَا . وَجْهُ الْاسْتِحْسَانِ أَنَّ هَذَا الْهَذِي مُشْرُوعٌ عَلَى الْإِيْتِدَاعِ نُسْكًَا مِنْ مَنَاسِكَ الْحَجِّ وَضَعًا لِأَنَّهُ مُخْتَصَّ بِمَكَّةَ ، وَيَجِبُ شُكْرُ الْجَمْعِ بَيْنَ أَدَاءِ النَّسُكَيْنِ ، وَغَيْرُهُ قَدْ يَجِبُ بِالْحَاجَةِ وَإِنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى مَكَّةَ فَلِهَذَا احْتَفَى فِيهِ بِالنَّسُكَيْنِ ، وَفِي غَيْرِهِ تَوَقَّفَتْ عَلَى حَقِيقَةِ الْفِعْلِ

ترجمہ:

اور تقلید کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بدن کی گردن پر اپنے فعل کا کھلا یا لٹے کا دست یا درست کی فہمی یا ناعدہ دے۔ مگر اس نے بدن کو قلاوہ پہنایا اور اس کو بھیج دیا لیکن خود نہ گیا تو وہ محرم نہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہدی کے قلاوہ کو گربانہ نہ تھی۔ اور آپ ﷺ نے اپنی ہدی کو بھیج دیا اور خود بغیر احرام کے اپنے اہل میں غصہ سے اس کے بعد اگر وہ خود بھی متوجہ ہوا تو محرم نہ ہوگا حتیٰ کہ ہدی کے پے نو کر جا لے۔ اس لئے کہ جب وہ روانہ ہوا تو اس وقت اس کے سامنے ہدی نہ تھی جس کو وہ جاسے لہذا یہاں اس کے پاس سوائے نیت کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور خالی نیت سے تو عمر میں ہوتا۔ پھر جب اس نے ہدی پائی اور اس کو وہ لایا یا صرف ہدی پائی تو اس صورت میں اس کی نیت ایسے عمل کے ساتھ لئے والی ہے جو احرام کے خصائص میں سے ہے۔ پس وہ محرم ہو گیا۔ جس طرح اگر کسی نے شروع میں ہدی کو چلایا۔

فرمایا جب اس نے بدن متوجہ کیا تو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہی محرم ہوا جائے گا۔ یعنی جب اس نے احرام کی نیت کی ہو۔ اور یہ احتسان ہے اور اس میں قیاس کی وہی دلیل ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے اور احتسان کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی ہدی کو شریعت نے منسک ج میں ایک قربان یا نذر وضع کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ ہدی کے مسکے ساتھ خاص ہے۔ اور قربان یا نذر جمع کرنے میں بطور شرک واجب ہیں۔ اور ہدی تہج کے سوا کبھی جنابت کے طور پر بھی واجب ہوتی ہے۔ اگرچہ اس میں جہر نہیں۔ اسی لئے تہج کی ہدی میں توجہ پر اکتفاء کیا ہے اور تہج کے سوا میں ہدی فعل کی حقیقت پر موقوف ہے۔

اشعار و تقلید کے مستحسن ہونے میں ائمہ و فقہاء کا اجماع:

اس فقہی مسئلہ کی طرف آئیے، جہور ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اشعار یعنی جانور کو اس طرح ذبح کرنا سنت ہے لیکن شرم یعنی

بکری، دیشور، بھیر میں اشعار کو ترک کر دینا جائے کیونکہ یہ جانور بہت کمزور ہوتے ہیں ان جانوروں کے لئے صرف تقلید یعنی گلے میں ہار ڈال دینا کافی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک تقلید تو مستحب ہے لیکن اشعار مطلقاً مکروہ ہے خواہ بکری و چمترہ ہو یا بڑا وغیرہ علامہ حضرت امام اعظم کی اس بات کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ حضرت امام اعظم مطلق طور پر اشعار کی کہرت کے قائل نہیں تھے کیونکہ انہوں نے صرف اپنے زمانے کے لئے اشعار کو مکروہ قرار دیا تھا کیونکہ اس وقت لوگ اس مقصد کے لئے ہدی کو بہت زیادہ زنجی کر دیتے تھے جس سے زخم کے سراپت کر جانے کا خوف ہوتا تھا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو داخلہ کی مسجد میں پڑھی جب کہ باب صلوٰۃ اس کی پہلی حدیث میں جو بخاری کی روایت کی ہے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو مدینہ میں پڑھی تھی اور عصر کی نماز کو داخلہ میں پڑھی۔ لہذا ان دونوں روایتوں کے تضاد کو یوں دور کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو مدینہ میں پڑھی تھی مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے چونکہ مدینہ میں ظہر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نہیں پڑھی ہوگی اس لئے جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو داخلہ میں نماز پڑھتے دیکھا تو یہ گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں ظہر کی نماز پڑھ رہے ہیں اسی لئے انہوں نے یہاں یہ بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو داخلہ میں پڑھی۔

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے لئے لبیک کہا) سے یہ نہ سمجھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ صرف حج ہی کے لئے لبیک کہا بلکہ یہ مفہوم ہر آدمی کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کے لئے لبیک کہا کیونکہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت میں اس بات کو بالکل واضح کر دیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج اور عمرہ کے لئے لبیک کہتے سنا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر راوی نے باوجود عمرہ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اصل چونکہ حج ہی ہے اس لئے صرف اسی کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دونوں کے لئے لبیک کہا تو راوی نے صرف حج کو سنا اور عمرہ کا ذکر نہیں سنا۔

امام مسلمین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ بکریوں کو بطور ہدی خانہ کعبہ کو بھیجا اور ان کے گلے میں ہار ڈالا۔ (بخاری و مسلم)

علامہ طبری کہتے ہیں کہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بکریوں میں اشعار یعنی ان کو زخمی کرنا شروع نہیں ہے البتہ ان میں تقلید یعنی ان کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے لیکن اس بارے میں حضرت امام مالک کا اختلافی قول ہے۔

بدن پر عمل ڈالنے یا اشعار کرنے کا بیان:

(فَإِنْ جَلَّلَ بَدَنَهُ أَوْ أَشْعَرَهَا أَوْ قَلَّدَ شَاةَ لَمْ يَكُنْ مُحَرِّمًا) لِأَنَّ التَّجْلِيلَ لِدَفْعِ الْحَرِّ

وَالْبُورُ وَالذَّبَابُ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ خَصَائِصِ الْحَجِّ .
وَالْإِسْعَارُ مَكْرُوهٌ عِنْدَ أَبِي حَبِيقَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فَلَا يَكُونُ مِنَ النَّسْلِكِ فِي شَيْءٍ .
وَعِنْدَهُمَا إِنْ كَانَ حَسَنًا فَقَدْ يَفْعَلُ لِلْمَعَالِجَةِ ، بِخِلَافِ التَّقْلِيدِ لِأَنَّهُ يَخْتَصُّ بِالْهَدْيِ ،
وَتَقْلِيدِ الشَّاةِ غَيْرَ مَعْتَادٍ وَلَيْسَ بِسَنَةِ أَيْضًا .

ترجمہ:

اگر کسی شخص نے بدن پر جل ڈالی یہ اس کو اشعار کیا یا اس نے بکری کو قلاہ پہنایا تو حرم نہ ہوگا کیونکہ جل ڈالنا خواہ گرمی بہروں اور نکلیوں کے دور کرنے کیلئے ہی کیوں نہ ہو یہ افعال حج کے خصائص میں سے نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اشعار کا کرہ وہ ہے لہذا وہ افعال حج میں نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اگر چاہا ہے۔ اس لئے کہ کسی یہ علاج کے طور پر کیا جاتا ہے بخلاف تقید کے اس لئے کہ وہ بدی کے ساتھ خاص ہے جبکہ بکری کو قلاہ کرنا معتاد ہے اور نہ ہی سنت ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک اشعار کرنے کا بیان:

علامہ سرخسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اشعار کرنا کرہ ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اشعار کرنا اچھا مل ہے۔ لیکن جب وہ اشعار کو چھوڑ دیتا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔

اشعاری تحریف ہے کہ شتر یا تیز جاردار چیز سے اونٹ کے کوہان کو دونوں اطراف میں سے کسی ایک جانب سے کھال کا تہہ کاٹ جائے کہ اس کا خون نکل آئے اور پھر اس خون کو اس کی کوہان کے ساتھ مل دیا جائے۔ اسے اشعار کہتے ہیں۔ اسی بدی کی نشانی قائم ہوتی ہے کیونکہ اشعار کا معنی اعلام ہے۔

ابن ابی یعلیٰ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ کوہان کی بائیں جانب سے کاٹ جائے گا کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ سے اونٹوں کا اشعار کیا اور ان کو کوہان کی بائیں طرف سے کاٹ دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح کا اشعار روایت کیا گیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک اشعار کرنا کرہ نہیں ہے کیونکہ جب کثیر احادیث سے اشعار ثابت ہے۔ حضرت امام اعظم نے صرف اپنے دور کے لوگوں کو اس وجہ سے منع کیا تھا کہ لوگ گہرا چھرا گھونپ دیتے تھے جس کی وجہ سے اونٹ کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا تھا۔ کیونکہ انہیں اشعار کا طریقہ ہی نہیں آتا تھا۔ البتہ جو لوگ اشعار کرتا جانتے ہیں ان کیلئے اونٹ کی کھال وغیرہ کا ٹاٹ کرہ نہیں ہے۔ (مبسوط ج ۳، ص ۱۴۰، ہیروت)

اونٹ گائے کے بدن ہونے کا بیان:

قَالَ (وَالْبَدْنُ مِنَ الْبَابِلِ وَالْبَقَرِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: مِنَ الْبَابِلِ خَاصَّةً لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ الْجُمُعَةِ (فَالْمَتَعَجِّلُ مِنْهُمْ كَالْمُهْدِي بَدَنَةً، وَالدَّيُّ لِيْلِهِ كَالْمُهْدِي بَقَرَةً) فَصَلَ بَيْنَهُمَا .

وَلَسْنَا أَنَّ الْبَدَنَةَ تَنْبِئُ عَنِ الْبَدَايَةِ وَهِيَ الصَّخَامَةُ، وَقَدْ اشْتَرَكَا فِي هَذَا الْمَعْنَى وَلِهَذَا يُجْزَى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ سَبْعَةٍ. وَالصَّحِيحُ مِنَ الرَّوَايَةِ فِي الْحَدِيثِ (كَالْمُهْدِي جُزُورًا) وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ .

ترجمہ:

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ بدن اونٹ گائے میں سے ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ صرف اونٹ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حدیث میں ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے جلدی آنے والا شخص کی طرح ہے جس نے بدن کی بدی سمجھی۔ اور جو اس کے بعد جد آئے وہ اس کی طرح ہے جس نے بدی میں گائے سمجھی۔ نبی کریم ﷺ نے بدن اور گائے میں فصل کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ بدن تو ایک ضخامت کو بیان کرتا ہے اور اونٹ اور گائے اس منہم میں مشترک ہیں۔ اسی وجہ سے ان دونوں میں ہر ایک میں سے سات آدمیوں کی طرف قربانی کرنا جائز ہوتی ہے اور حدیث صحیح روایت "اس کی طرح ہے جس نے اونٹ بدی سمجھا"۔ اور اللہ سب سے زیادہ جانتے والا ہے۔

افضل قربانی کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان:

جن جانوروں کی قربانی کا ذکر قرآن میں ملتا ہے ان میں اونٹ، گائے، بھیر بکری شامل ہیں، اور علماء کرام کا کہنا ہے کہ سب سے افضل قربانی اونٹ کی ہے، اس کے بعد گائے، اور اس کے بعد بکری کی، اور اس کے بعد اونٹ یا گائے کی قربانی میں حصہ ڈالنا اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جہ کے بارہ میں مندرجہ ذیل فرمان ہے: (جو کوئی اول وقت میں جائے گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی کی۔)

حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی یہی کہا ہے، تو اس طرح بکرا و بقرہ، مینڈھے کی قربانی اونٹ یا گائے میں حصہ ڈالنے سے افضل ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: مینڈھے کی قربانی افضل ہے اور اس کے بعد گائے اور اس کے بعد اونٹ کی قربانی افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل کام ہی کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی خیر خواہی کرتے ہوئے اولیٰ اختیار کرتے تھے اور امت

زیادہ ہے اور گوشت اور نفع بھی زیادہ ہے آخر خلا شامام ابو حنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔
اور امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ: بجیر میں سے جذبہ افضل ہے اور پھر گائے، پھر اونٹ افضل ہے، کیونکہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے تھے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہی کام کرتے ہیں جو سب سے افضل اور بہتر

ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ: بعض اوقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر نری اور شفقت کرتے ہوئے غیر اولیٰ اور افضل
چیز اختیار کرتے ہیں؛ کیونکہ امت نے ان کی پیروی و اطاعت کرنا ہوتی ہے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مشقت کرنا پسند
نہیں فرماتے، اور اونٹ کی گائے پر فضیلت بیان بھی فرمائی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

کوشقت میں ڈالنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ گائے اور اونٹ کے سات حصے ہوتے ہیں لہذا مندرجہ ذیل حدیث کی بنا پر اس میں
سات اشخاص شریک ہو سکتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم نے حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات آدمیوں کی جانب
سے اونٹ اور سات ہی کی جانب سے گائے ذبح کی تھی۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات افراد
شریک ہو جائیں۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: تو گائے سات اشخاص کی جانب سے ذبح کی جاتی تھی اور ہم اس میں شریک
ہوتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاضیہ)

گائے اونٹ کی قربانی کی فضیلت میں مذاہب اربعہ کا بیان:

علامہ ابن قدامہ مقدسی ضلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قربانی میں سب سے افضل اونٹ اور پھر گائے اور پھر بکرا اور پھر اونٹ یا
گائے میں حصہ ڈالنا ہے، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کا قول یہی ہے، کیونکہ جحہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان
ہے: "جو شخص نماز جحہ کے لیے پہلہ وقت گیا گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی کی، اور جو شخص دوسرے وقت میں گیا گویا کہ اس نے
گائے کی قربانی کی، اور جو شخص تیسرے وقت گیا گویا کہ اس نے سینگوں والا مینڈھا قربان کیا، اور جو شخص چوتھے وقت گیا گویا کہ اس
نے مرغی قربان کی، اور جو شخص پانچویں وقت گیا گویا کہ اس نے اٹھ سے کی قربانی کی۔" صحیح بخاری حدیث نمبر (881) صحیح مسلم
حدیث نمبر (850) وقت سے مراد گھڑی ہے۔

اور اس لیے بھی کہ چار تو ذبح کرنے میں اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اس لیے حدی کی طرح سب افضل اونٹ کی قربانی ہوگی۔
اور اونٹ یا گائے میں حصہ ڈالنے سے بکرے کی قربانی کرنا اس لیے افضل ہے کہ قربانی کرنے کا مقصد خون بہانا ہے، اور ایک
بکرے کا ایک شخص کی جانب سے خون بہانا سات افراد کی جانب سے ایک خون بہانا ہے، افضل ہے، اور پھر مینڈھا قربانی کرنا
بکرے سے افضل ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی مینڈھا ذبح کیا ہے اور اس کا گوشت بھی اچھا ہوتا ہے
(المغنی ابن قدامہ (13/366))

مینڈھے یا گائے کی قربانی کی فضیلت میں مذاہب اربعہ:

قربانی میں افضل اونٹ ہے، اور پھر گائے، اور پھر بکرا اور پھر اونٹ یا گائے میں حصہ ڈالنا افضل ہے؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کا جحہ کے متعلق فرمان ہے: "جو شخص پہلی گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے اونٹ قربان کیا

وجہ دلالت یہ ہے کہ: اونٹ گائے، اور بکری اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے قربان کرنے میں ناقابل یعنی فرق پایا جاتا
ہے، اور بلا شک و شبہ قربانی سب سے بہتر چیز ہے جس سے اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے، اور اس لیے بھی کہ اونٹ کی قیمت بھی

ترجمہ:

فرمایا: حج قرآن کا طریقہ یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ دونوں کیلئے ایک ساتھ تلبیہ کہے اور اسے نماز کے بعد کہے اور اس میں حج اور عمرے کا ارادہ کرتا ہوں تو ان دونوں کو میرے لئے آسان فرما دے۔ اور ان دونوں کو مجھ سے قبول فرما۔ کیونکہ میرے قول سے قرآن کا اخذ کیا گیا ہے۔ یعنی جب دونوں کو ایک ساتھ جمع کرے۔ اور اسی طرح جب توج عمرہ کو بھی فرما دہل کرے اس طرح عمرہ کیلئے چار پھر طواف کر لے ہوں۔ لہذا جمع ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ سات پھروں میں سے ابھی اکثر باقی ہیں۔ اور جب دو دونوں کو ادا کرنے کا ارادہ کرے تو ان کی ادائیگی میں آسانی کیلئے دعا کر اور ادا کرنے میں عمرے کو حج پر مقدم کر اور اس طرح تلبیہ کہہ کر اس نے کو تو افعال عمرہ پہلے کرے گا لہذا ان کا ذکر بھی پسند کرے۔ اور اگر اس نے تلبیہ اور دعا میں عمرے کو مؤخر کیا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دو جمع کئے آتی ہے اور اگر اس نے دل سے نیت کی اور دونوں کو تلبیہ میں ذکر نہ کیا تو نماز پر قیاس کرتے ہوئے اسے کفایت کرے گا۔

نبی کریم ﷺ حج قرآن و تمتع ہونے میں توجیہات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ اوداع میں جس قسم کے لئے احرام باندھا تھا، آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: قارن اور یا تمتع؟ علماء کہتے ہیں کہ اس بارہ میں مختلف احادیث منقول ہیں، بعض حدیثوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: چنانچہ یہاں جو حدیث نقل کی گئی ہے یہ بھی انہیں میں سے ہے، اکثر احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رن تھے۔ اور بعض احادیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمتع تھے لہذا ان تمام احادیث میں تطبیق یوں کی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفقہ میں سے بعض تو احرام باندھتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف لیبک بحجۃ ہی سنا اور لفظ و عمرۃ نہ سنا لہذا انہوں نے یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: بعض نے لیبک بحجۃ و عمرۃ سنا لہذا انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قارن تھے، اور بعض نے لیبک بعمرۃ سنا لہذا انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمتع تھے۔ اور یہ اختلاف بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی لیبک بحجۃ کہا ہو بھی لیبک بعمرۃ اور کبھی لیبک بحجۃ و عمرۃ کہا ہو، لہذا جس نے جو کچھ سنا وہی روایت کیا تاکہ یہ کران تمتع سے انفال آج میں چونکہ مشابہ ہیں اس لئے بعض صحابہ نے یہ جانا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج قرآن کیا ہے انہوں نے اسی کو نقل کیا اور بعض صحابہ نے یہ جانا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمتع کیا ہے اس لئے انہوں نے اسی کو نقل کیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس روایت میں "تمتع" منقول ہے وہاں اس کے لغوی معنی مراد ہوں کیونکہ تمتع کے معنی ہیں نفع اٹھانا اور ظاہر ہے کہ یہ مفہوم قرآن سے بھی حاصل ہوتا ہے یا اس طور کہ قارن عمرہ سے تمتع ہوتا ہے جو وہ حج کے ساتھ کرتا ہے۔ قارن اہل عمرہ فتح الف (لہذا جس نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ طہال ہو گیا) کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے حج کے پہلے صرف عمرہ کے لئے احرام باندھا تھا وہ طواف و سعی کرنے اور سبق یعنی سرمنڈانے کے بعد عمرہ کے احرام سے باہر ہو گئے اور پھر انہوں نے

حج کا احرام باندھا اور جن لوگوں نے صرف حج کا یا حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا وہ احرام سے باہر نہیں ہوئے یہاں تک کہ خرو (قرانی) کا دن گزر گیا بخیر کے دن وہ بھی ری حجرۃ العقیدہ (حجرۃ عقبہ پر نکل کر مارنے اور طوق کے بعد احرام سے باہر آئے جس کے بعد تمام منوعات احرام ان کے لئے جائز ہو گئے علاوہ عورت کے ساتھ مباشرت کے کہ یہ طواف رکن (کہ جس کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں) کے بعد جائز ہوئی۔

حج قرآن کی نیت میں نماز اور بعد کا بیان:

علامہ ابن مقدس مثبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

فمن اراد الإحرام بعمرۃ فالمستحب أن یقول: اللہم! إني أريد العمرۃ فیسراہ لی وتقبلہا منی ومحلی تحسینی فإنه یتسحب للإحرام بما أرحم بہ لیزول الالتباس فإن لم ینطق بشیء واقتصر علی مجرد البیۃ کفاه فی قول وأمانا و مالک و الشافعی وقال أبو حنیفۃ: لا یتعقد بمجرد البیۃ حتی تنضاف إلیہا التلبیۃ أو سوق الہدی لما روی خلاد بن السائب الأنصاری عن أبیہ (عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قال: جاءنی جبریل فقال: یا محمد! مر أصحابک أن یرفعوا أصواتہم بالتلبیۃ (رواہ النسائی وقال الترمذی: ہو حدیث حسن صحیح وألہا عبادۃ ذات تحریم وتحلیل فکان لہا نطق واجب كالصلاۃ ولأن الہدی والأضحیۃ لا یجبان بمجرد البیۃ كذلك النسلک

ولما أنها عبادۃ لیس فی آخرہا نطق واجب فلم یکن فی أولہا کالصیام والخیر المراد بہ الاستحباب فإن منقطع رفع الصوت ولا خلاف فی أنه غیر واجب فہو من ضرورۃ تہ ولیو وجب النطق لم یلزم کونہ شرطاً فإن کثیراً من واجبات الحج غیر مشترطۃ فیہ والصلاۃ فی آخرہا نطق واجب بخلاف الحج والعمرۃ وأما الہدی والأضحیۃ فایجاب مال فأنشبه الذبح بخلاف الحج فإنه عبادۃ بدنیۃ فعلی ہذا لو نطق بغیر ما نواہ نحو ان بنوی العمرۃ فیسقط لسانہ إلی الحج أو بالعکس انعقد ما نواہ دون ما لفظ بہ قال ابن المنذر: أجمع کل من حفظ عنہ من اہل العلم علی ہذا وذلك لأن الواجب البیۃ وعلیہا واللفظ لا عبرۃ بہ فلم یؤثر کما لو یؤثر اختلاف البیۃ فیما یعتبر لہ اللفظ دون البیۃ۔ (المعنی، ج ۳، ص ۲۳۹، بیروت)

پہلے تین پھروں میں دل کرنے کا بیان:

(فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ ابْتَدَأَ قِطَافَ نَابِئَتِ سَبْعَةِ أَشْوَاطٍ يَرْمُلُ فِي الثَّلَاثِ الْأُولَى مِنْهَا، وَيَسْعَى بَعْدَهَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَوْزَةِ، وَهَذِهِ أَفْعَالُ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ يَبْدَأُ بِأَفْعَالِ الْحَجِّ قِطُوفَ طَوَافِ الْقُدُومِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ وَيَسْعَى بَعْدَهُ كَمَا بَيْنَا فِي الْمَقْرَدِ) وَيَقْدَمُ أَفْعَالُ

الْعُمْرَةُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ) (وَالْفَرَأْنُ فِي مَعْنَى الْمُنْتَفَعِ).

وَلَا يَحِلُّ بَيْنَ الْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ لِأَنَّ ذَلِكَ جَنَابَةً عَلَى إِحْرَامِ الْحَجِّ، وَإِنَّمَا يَحِلُّ فِي يَوْمِ النَّحْرِ كَمَا يَحِلُّ الْمَقْرَدُ.

ترجمہ:

اس کے بعد جب قارن مکہ میں داخل ہو تو وہ بیت اللہ کے طواف کے سات پتھروں سے شروع کرے اور ان میں سے پہلے تین میں رمل کرے۔ اور اس کے بعد ہفت گھروں کی سعی کرے اور یہی عمرہ کے افعال ہیں۔ اس کے بعد حج کے افعال شروع کرے اور طواف قدم کے ساتھ سات پتھر لگائے اور اس کے بعد سعی کرے جس طرح ہم حج مفروض میں بیان کر دیا ہے۔ اور عمرہ کے افعال کو پہلے اور اگرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ" جو شخص عمرے کے ساتھ حج کرے حج تک۔ اور قرآن تیس کے معنی میں ہے اور عمرہ حج کے درمیان طاق ہے نہ کراوے۔ کیونکہ حلق حج کے احرام پر جتنا ہے جس ہجر کے دن طاق کراوے گا جس طرح مفروض حج کراواتا ہے

طواف حج قرآن کے متعلق احادیث:

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معبد کہتے ہیں کہ میں نصرانی تھا پھر میں نے اسلام قبول کیا اور حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔ سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان نے مجھے قادسیہ میں حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھا (ہم اہلال کوئے لیلیک اِبِغْمُورَ وَحِجَّہَ کہتے) انت تو کہنے لگے یہ تو اپنے اوٹ سے بڑھ کر گرا اور نادان ہے انہوں نے یہ بات کہہ کر میرے اوپر پہاڑ ڈال دیا پھر میں حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے یہ بات عرض کی۔ حضرت عمر ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو ملاطمت کی پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تمہاری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف رہنمائی کر دی گئی تمہاری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف رہنمائی کر دی گئی۔ حقیقت یہ کہ میں اور سروق بہت مرتبہ حجے اور بھی سے یہ حدیث پوچھی۔ حضرت یحییٰ بن معبد فرماتے ہیں کہ میں نصرانیت کو چھوڑ کر نیا نیا مسلمان ہوا تھا میں نے کوشش میں کوتاہی نہیں کی اور میں حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطیہ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر حج کیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ، ابن عمر اور ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کہہ آئے توجہ اور عمرہ کیلئے سب نے ایک ہی طواف کیا۔ ابو زبیر، جابر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ کیلئے ایک ہی طواف کیا۔

حضرت ابن عمر حج قرآن کا احرام باندھ کر آئے تو بیت اللہ کے گرد سات پتھر لگائے اور صفائے عمرہ کے درمیان سعی کی پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو حج اور عمرہ کا احرام باندھے تو دونوں کیلئے ایک ہی طواف کافی ہے اور وہ جب تک حج پورا نہ کرے کہ لے حلال نہ ہوگا اور حج کے بعد حج اور عمرہ دونوں کے احرام سے حلال ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الحج)

حج قرآن سے متعلق احادیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ تبلیہ دیتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرماتے تھے لَبَّيْكَ عُغْرَةٌ وَحَجًّا لَبَّيْكَ عُغْرَةٌ وَحَجًّا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو تبلیہ میں گنداری انگلی نہ کو (ظہر کی نماز کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے جب بیہوش ہوئے تو اللہ کی حمد بیان کی اور تسبیح و تہلیل کی پھر حج عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا اور باقی لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا جب ہم مکہ میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو (جن کے ساتھ ہدی کا جانور نہ تھا) احرام کھول دینے کا حکم فرمایا اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل کرتے ہوئے احرام کھول ڈالا اور توبہ کے دن (آٹھویں تاریخ کو) لوگوں نے حج کا احرام باندھا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے سات اونٹ کھڑے کر کے قربان کیے۔

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو میں ان کے ساتھ تھا میں نے وہاں کی اوقیہ چاندی جمع کی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو زمین کپڑے پہنے ہوئے دیکھا اور دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں گھری ہوئی خیراتیں رکھی ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا کہ آپ کو کیا ہوا کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو احرام کھولنے کا حکم فرمایا تو انہوں نے احرام کھول ڈالا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے اس چیز کی نیت کی جس چیز کی نیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کیا ہے اور میں نے بھی قرآن کی نیت کی) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا تم نے کیا کیا؟ وہ بولے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیت پر نیت کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تو ہدی کا ساتھ لایا ہوں اور قرآن کر چکا ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جیساٹھ یا سرٹھ (اونٹ قربان کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا نیتیں (یا چوتیس) اپنے لیے رکھ لے (یعنی جیساٹھ یا سرٹھ اونٹ میری طرف سے قربان کر اور باقی اپنی طرف سے) اور فرمایا اونٹ میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا میرے لیے رکھ چھوڑ۔

حضرت ابو داؤد رحمہ اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مہدی بن معبد نے بیان کیا کہ میں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا (یعنی قرآن کیا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کیا۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الحج)

قاران کے حلق یا ذن سے حلال ہونے کا بیان:

وَيَحْلُلُ بِالْحَلْقِ عِنْدَنَا لَا بِالذَّبْحِ كَمَا يَتَحَلَّلُ الْفُجْرُ ذُنْمٌ هَذَا مَذْهَبُنَا . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : يَطُوفُ طَوَافًا وَاحِدًا وَيَسْعَى سَعْيًا وَاحِدًا لِقِرْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) دَخَلَ الْعُمْرَةَ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَلَآنَ مَبْنَى الْقِرَانِ عَلَى التَّدَاخُلِ حَتَّى اكْتَفَى فِيهِ بِتَلْبِئَةٍ وَاحِدَةٍ وَسَفَرٍ وَاحِدٍ وَحَلْقٍ وَاحِدٍ فَكَذَلِكَ فِي الْأَرْكَانِ . وَلَئِنْ أَنَّهُ لَمَّا طَافَ صَبِيٌّ مِنْ مَعْبِدٍ طَوَافَيْنِ وَسَعَى سَعَتَيْنِ قَالَ لَهُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ : هُدَيْتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ ، وَلَآنَ الْقِرَانُ صَمٌّ عِبَادَةٍ إِلَى عِبَادَةٍ وَذَلِكَ إِنَّمَا يَتَحَقَّقُ بِأَدَاءِ عَمَلٍ كُلِّ وَاحِدٍ عَلَى الْكَمَالِ ، وَلَآئِهْ لَا تَدَاخُلُ فِي الْعِبَادَاتِ .

وَالسَّفَرُ لِلْمَوْسَلِ ، وَالتَّلْبِيَةُ لِلْمَحْرِمِ ، وَالْحَلْقُ لِلتَّحَلُّلِ ، فَلَيْسَتْ هَذِهِ الْأَشْيَاءُ بِمَقْصَاصٍ ، بِيَخْلَافِ الْأَرْكَانِ ، أَلَا تَرَى أَنَّ شَفْعَى التَّطَوُّعِ لَا يَتَذَخَّرَانِ وَيَتَحَرِّمَةُ وَاحِدَةً يُؤَدِّيَانِ وَمَعْنَى مَا رَوَاهُ دَخَلَ وَقْتُ الْعُمْرَةِ فِي وَقْتِ الْحَجِّ

ترجمہ:

فقہاء احناف کے نزدیک وہ حلق کے ساتھ حلال ہو جائے گا ذن کے ساتھ نہ ہوگا جس طرح مفرد حلق کے ساتھ حلال ہوتا ہے اور اہل مذہب یہی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ایک طواف اور ایک سعی کے لیے کوئی بھی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت تک کیلئے عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔ کیونکہ قرآن کی بنیادی مداخلت پر ہے کیونکہ اس میں ایک تلبیہ ایک سفر اور ایک حلق کفایت کرنے والا ہے۔

لہذا ایسی طرح ارکانوں میں سے ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے۔

حضرت مہدی بن معبد نے جب دو طواف اور دو سعی کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تو نے اپنے نبی کریم ﷺ کی سنت کی راہ اپنائی۔ کیونکہ قرآن ایک عہد کو دوسری عبادت کے ساتھ ملانے کا نام ہے۔ لہذا ہر ایک کے مکمل افعال کے ادا کرنے کے ساتھ ثابت ہوگا۔ کیونکہ عبادات مقصودہ میں مداخلت نہیں ہوتی۔ جبکہ سفر و سہلہ ہے اور تلبیہ احرام کیلئے ہے اور حلق حلال ہونے کیلئے ہے۔ پس یہ اشیاء بالذات مقصود نہیں ہیں۔ جبکہ ارکان میں ایسا نہیں ہے۔ کیا آپ دیکھتے کہ نقل کے دو دفعے میں

مداخلت نہیں ہے حالانکہ دونوں ایک تحریم سے ادا ہونے والے ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ عمرہ کا وقت حج کے وقت میں داخل ہو گیا ہے۔

قاران کیلئے دو طواف و دو سعی سہی کرنے میں مذاہب اربعہ:

حضرت امام شافعی، امام مالک اور امام احمد، حضرت زہری، حسن بصری، طاؤس، سالم، ابن سیرین کا یہ قول ہے کہ وہ ایک طواف اور ایک سعی کرے گا۔ ان فقہاء کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ ابن عمر اور ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) مکہ سے توجہ اور عمرہ کیلئے سب نے ایک ہی طواف کیا۔

ابو ہریرہ جابر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ کیلئے ایک ہی طواف کیا۔

حضرت ابن عمر حج قرآن کا احرام باندھ کر آئے تو بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے اور صفائے عمرہ کے درمیان سعی کی پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو حج اور عمرہ کا احرام باندھے تو دونوں کیلئے ایک ہی طواف کافی ہے اور وہ جب تک حج پورا نہ کر لے حلال نہ ہوگا اور حج کے بعد حج اور عمرہ دونوں کے احرام سے حلال ہوگا۔

حضرت سراقہ بن جحیم بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادی میں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اس (خطبہ) میں ارشاد فرمایا غور سے سنو عمرہ حج میں داخل ہو گیا تا روز قیامت۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الحج)

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے اور ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے۔

ایسے لوگ دونوں کے احرام سے ایک ساتھ حلال ہوں گے۔ میں بھی مکہ آنے میں تھکن مجھ پر بیٹھ کے دن آگئے۔ اس لیے جب ہم نے حج کے کام پورے کر لیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ عبدالرحمن کے ساتھ تحیم کی طرف بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اس عمرہ کے بدلہ میں ہے (جسے تم نے حیض کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا) جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے سعی کے بعد احرام بھول دیا اور دوسرا طواف سعی سے واپسی پر کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔ (صحیح بخاری، رقم، ۱۶۳۸)

تحیم ایک مشہور مقام ہے جو مکہ سے تین میل دور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تطہیب خاطر کے لیے وہاں بھیج کر عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے فرمایا تھا۔ آخر حدیث میں ذکر ہے کہ جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا ایک ہی احرام باندھا تھا۔ انہوں نے بھی ایک ہی طواف کیا اور ایک سعی ہی کی۔

فقہاء احناف کے نزدیک وہ دو مرتبہ طواف کرے اور دو مرتبہ سعی کرے گا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سعی بن عبد بن عبد

عندے نے کہا کہ میں حج و عمرہ دونوں کے ساتھ اکٹھا حال ہوں۔ تو حضرت عرفا روق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے اپنے پیچھے کی سنت کو پایا ہے۔ اس طرح اس روایت کو ابن حبان، دارقطنی، ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے۔

امام محمد بن حسن علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت یحییٰ بن معین نے دو طواف کیے اور دوسری تہ سنی کی۔ تو حضرت نمر بن اشجع نے فرمایا: تو نے اپنے پیچھے کی سنت کو پایا ہے۔ (البتایہ شرح الہدایہ ج ۵ ص ۱۸۶، حنفی ملتان)

دوسری طواف و سنی کرنے کا بیان:

قَالَ (فَإِنْ طَافَ طَوَافَيْنِ لِعُمْرَتِهِ وَحَجَّتِهِ وَسَعَى سَفِينٍ يُعْزِيهِ) لِأَنَّهُ أَتَى بِمَا هُوَ الْمُسْتَحَقُّ عَلَيْهِ وَقَدْ أَسَاءَ بِتَأْخِيرِ سَعْيِ الْعُمْرَةِ وَتَقْدِيمِ طَوَافِ الْحَجَّةِ عَلَيْهِ وَلَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ. أَمَّا عَنْهُمَا فَظَاهِرٌ لَأَنَّ التَّقْدِيمَ وَالتَّأْخِيرَ فِي الْمَنَاسِكَ لَا يُوجِبُ الدَّمَ عِنْدَهُمَا. وَعِنْدَهُ طَوَافُ الْحَجَّةِ سَنَةً وَتَرْكُهُ لَا يُوجِبُ الدَّمَ فَتَقْدِيمُهُ أَوْلَى. وَالسَّعْيُ بِتَأْخِيرِهِ بِالِاشْتِغَالِ يَعْتَلِي آخِرُ لَا يُوجِبُ الدَّمَ فَكَذَا بِالِاشْتِغَالِ بِالطَّوَافِ.

ترجمہ:

فرمایا: اگر اس نے اپنے عمرے دوج کیلئے دو طواف کیے ہیں اور اس نے دو عین کی ہیں تو اس کیلئے یہی کافی ہوگا۔ کیونکہ شخص وہی چیز لایا ہے جو اس پر واجب تھی۔ البتہ اس نے عمرے کی سعی کو مؤخر کر کے اور طواف قدم کو سعی پر مقدم کر کے اچھا نہیں کیا اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ یہ مسئلہ حاجتین کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ ان کے نزدیک مناسک میں تقدم و تاخیر کی وجہ سے کوئی دم واجب نہیں ہوتا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک طواف قدم و سنت ہے۔ لہذا اس کا ترک دم کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔ تو اس کو مقدم کرنا بدتر ہے اولی دم کو واجب کرنے والا نہ ہوگا۔ اور سعی کی تاخیر سے دوہ دوسرے عمل میں مصروف ہو کر دم کو واجب کرنے والی نہیں ہے لہذا اس کا طواف کے ساتھ مصروف ہونا بھی دم کو واجب کرنے والا نہ ہوگا۔

شرح

چنانچہ جہو علاء کے نزدیک قرآن والے کو دوسری تہ سنی رہی ہوگی، ایک سعی طواف عمرہ کے ساتھ اور دوسری طواف حج کے ساتھ، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے، کہ جن صحابہ نے حج تمتع کیا تھا اور عمرہ کے حلال ہو گئے تھے انہوں نے دوبارہ سعی کی تھی، ایک طواف عمرہ کے ساتھ اور دوسری طواف حج کے ساتھ کرے۔

کقارن کو ایک طواف عمرہ اور حج دونوں کے لئے کافی ہے، جیسا کہ حضرت امام شافعی کا مسلک ہے لیکن حنفیہ کے ہاں قارن

کو دو طواف کرنے ضروری ہیں ایک طواف تو عمرہ کے لئے جو کہ میں داخل ہونے کے بعد کیا جائے اور دوسرا طواف حج کے لئے وقف عرفات کے بعد کیا جائے کیونکہ حدیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قارن تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو ایک طواف اس وقت کیا اور دوسری مرتبہ طواف التریارہ وقف عرفات کے بعد کیا نیز دارقطنی نے ایک روایت نقل کی ہے جس کا حاصل بھی یہی ہے کہ قارن دو طواف کرے اور صفاد و مروہ کے درمیان دوسری تہ سنی کرے! حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی بات منقول ہے کہ قارن دو طواف اور دوسری تہ سنی کرے۔

قارن جب رمی جمرہ عقبہ کر چکے تو وزن کرے:

قَالَ (وَإِذَا رَمَى الْجُمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ذَبَحَ شَاةً أَوْ بَقْرَةً أَوْ بَدَنَةً أَوْ سُبُعَ بَدَنَةٍ فَهَذَا دَمُ الْقِرَانِ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْمُتَعَدِّ وَالْهَدْيُ مُتَصَوِّصٌ عَلَيْهِ فِيهَا، وَالْهَدْيُ مِنَ الْبَهِيمِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ عَلَى مَا نَذَرْتَهُ فِي بَابِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَأَرَادَ بِالْبَدَنَةِ هَاهُنَا الْبَعِيرَ وَإِنْ كَانَ اسْمُ الْبَدَنَةِ يَقَعُ عَلَيْهِ وَعَلَى الْبَقَرَةِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَكَمَا يَجُوزُ سُبُعُ الْبَعِيرِ يَجُوزُ سُبُعُ الْبَقَرَةِ)

ترجمہ:

فرمایا: اور جب نمر کے دن رمی جمرہ عقبہ کر چکے تو وہ وزن کرے ایک بکری یا حائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ ہے۔ یہ قرآن کا دم ہے کیونکہ یہاں قرآن حج کے معنی میں ہے۔ اور تنع کی ہدی (قرآن میں) منصوص علیہ ہے۔ قرآنی اونٹ، گائے اور بکری سے ہوگی جس کو ہم ان شاء اللہ اس کے باب میں بیان کریں گے۔ یہاں پر بدنہ سے مراد اونٹ ہے اگرچہ بدنہ کا لفظ اونٹ اور گائے دونوں کیلئے بولا جاتا ہے، جیسے ہم نے بیان کیا ہے اور گائے کا ساتواں حصا اس طرح جائز ہے جس طرح اونٹ کا ساتواں حصہ جائز ہے۔

اس کی شرح باب الہدی میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔

اگر وزن کرنے والا جاوڑہ پائے تو اس روزے رکھنے کا بیان:

(فَإِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مَا يَذْبَحُ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ آخِرُهَا يَوْمُ عَرَفَةَ، وَسَبْعَةُ أَيَّامٍ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِيهِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ يَوْمَكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ) فَالْفَصْلُ وَإِنْ رَزَدَ فِي التَّمَتُّعِ فَالْقِرَانُ مُفْلَدٌ لِأَنَّهُ مُتَوَقِّفٌ بِأَدَاءِ

النَّسْكِينَ وَالْمُرَادُ بِالْحَجِّ وَاللَّهِ اعْلَمُ وَقَدْ لَانَ نَفْسَهُ لَا يَضِلُّ طَرَفًا، إِلَّا أَنَّ الْأَفْضَلَ أَنْ يَصُومَ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ لِأَنَّ الصَّوْمَ بَدَلٌ عَنِ الْهَدْيِ فَيَسْتَحَبُّ تَأْخِيرُهُ إِلَى آخِرِ وَقْتِهِ رَجَاءً أَنْ يُعْذِرَ عَلَى الْأَضَلِّ.

ترجمہ:

اگر قارن کے پاس ذبح کرنے کیلئے کچھ نہ ہو تو حج میں تین دن کے روزے رکھے۔ یہاں تک کہ آخری دن عرفہ کا ہو اور سات روزے تک رہے جب اسے اہل کی طرف لوٹ آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَيَصِيُمْ أَتَمًّا يَوْمَ النُّحْيِ وَسَبْعَةً يَوْمَ رَجْعَتِهِ ثَلَاثَ عَشْرَةٍ كَامِلَةً" جس کو بدیہ نہ پائے وہ تین روزے حج میں اور سات جب تم واپس آؤ تو کو یہ دن مکمل ہو گئے۔ اگرچہ یہ نیت صحت کے بارے میں ہے لیکن قرآن بھی اسی کی شہادت ہے۔ کیونکہ قرآنی بھی حج و عمرے دونوں میں قربانی سے نطفہ لینا والا ہے۔ اور حج سے مراد اس کا وقت ہے اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ کیونکہ نفس حج طرف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ البتہ افضل یہ ہے کہ یوم ترویہ سے ایک دن پہلے کا اور یوم ترویہ اور یوم عرفہ کا روزہ رکھے کیونکہ روزہ رکھنا بدیہ کا بدلہ ہے لہذا اصل و مظهر رکھتے ہوئے اس کے آخر وقت تک روزے کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔

قارن کے عدم ہدیی کی صورت میں روزوں کے اختیاریں مذاہب اربعہ:

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ چاروں اماموں کا بھی یہی مذہب ہے، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صرف اونٹ اور گائے ہی ہے، غالباً ان کی دلیل حدیث والا واقعہ ہوگا اس میں کسی صحابی نے کبریٰ کا ذبح کرنا منظور نہیں، گائے اور اونٹ ہی ان بزرگوں نے قربان کئے ہیں، بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم سات سات آدمی گائے اور اونٹ میں شریک ہو جائیں،

حضرت ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ جس جانور کے ذبح کرنے کی وسعت ہو اسے ذبح کر ڈالے، اگر مالدار ہے تو اونٹ اس سے کم حیثیت والا ہے تو گائے روزہ پھر کبریٰ حضرت عمر و فرماتے ہیں ہم نے سب سے دامنوں پر موقوف ہے، جمہور کے اس قول کی کبریٰ کافی ہے کہ یہ دلیل ہے کہ قرآن نے نہ صراحتاً مان ہونے کا ذکر فرمایا ہے نہ ہی کم سے کم وہ چیز جس پر قربانی کا اطلاق ہو سکے اور قربانی کے لیے نوراونٹ گائے کبیراں اور بھیراں ہیں جیسے حبرہ النحر تہران قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ کبریٰ کی قربانی کی۔ پھر فرمایا جب تک قربانی اپنی جگہ پر پہنچ جائے تم اپنے سروں کو نہ منڈواؤ، اس کا عطف آیت (واستمعوا للہ) الخ پر ہے آیت (فان احصوتم) پر نہیں امام ابن جریر سے یہاں ہوا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے منیہ حدیہ والے سال جبکہ مشرکین رکاوٹ بن گئے تھے اور آپ کو حرم میں نہ جانے دیا تو حرم سے باہر ہی سہ

نے سر بھی منڈوا دیا اور قربانیاں بھی کر دیں، لیکن اس کی حالت میں جبکہ حرم میں پہنچ سکتے ہوں تو جائز نہیں جب تک کہ قربانی اپنی جگہ پر پہنچ جائے اور حاجی حج و عمرے کے جملہ احکام سے فارغ نہ ہو لے اگر وہ حج و عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھے ہوئے ہو تو ان میں سے ایک کو کرنے والے ہو تو خواہ اس نے صرف حج کا احرام باندھا ہو خواہ تہن کی کیت کی ہو،

بخاری مسلم میں ہے کہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب تو احرام کھول ڈالے لیکن آپ تو احرام میں ہی ہیں آپ نے فرمایا یاں میں نے اپنا سر منڈوا لیا ہے اور اپنی قربانی کے جانور کے گلے میں علامت ڈال دی ہے جب تک یہ ذبح نہ ہو جائے میں احرام نہیں اتار سکتا۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ بیمار اور سر کی تکلیف والا شخص مذہب دے دے صحیح بخاری شریف میں ہے عبداللہ بن معقل کہتے ہیں کہ میں کو نے کسی مسجد میں حضرت کعب بن جرحہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا میں نے ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ مجھے لوگ اتار کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے جو میں میرے منہ پر چل رہی تھیں آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا تمہاری حالت یہاں تک پہنچ چکی ہوگی میں خیال بھی نہیں کر سکتا کیا تمہیں اتنی طاقت نہیں کہ ایک کبریٰ ذبح کر ڈالو میں نے کہا حضور! میں میں تو مطلق آدمی ہوں آپ نے فرمایا جاؤ اپنا سر منڈوا دو اور تین روزے رکھ لینا یا پھر میکینوں کو آدھا آدھا صاع (تقریباً سوا سیر سوا چھٹانک) آنا حج دے دینا یا آیت میرے بارے میں اتاری ہے اور حکم کے اعتبار سے ہر ایک ایسے معذور شخص کو شال ہے ایک اور روایت میں ہے کہ میں ہنڈیا تلے آگ سلگا رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھ کر مجھے یہ مسئلہ بتایا، ایک اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ حدیث میں ہے کہ ابو میر سے سر پر بونے بونے ہاں تھے جن میں بکثرت جوئیں ہو گئی تھیں، ابن مرددہ کی روایت میں ہے کہ پھر میں نے سر منڈوا دیا اور ایک کبریٰ ذبح کر دی، ایک اور حدیث میں ہے (نک) یعنی قربانی ایک کبریٰ ہے اور روزے اگر رکھے تو تین رکھے اگر صدقہ دے تو ایک فرق (بیانہ) چھ میکینوں کے درمیان تقسیم کر دینا ہے،

حضرت علی بن محمد بن کعب، مقلد، ابراہیم، مجاہد، عطاء، سدی اور ربیع بن انس رحمہم اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے، ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن جرحہ رضی اللہ عنہ کو تینوں مسئلے بتا کر فرمایا تھا کہ اس میں سے جس پر تم پاؤ گے کرو کافی ہے،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہاں دو تین صورتیں لفظ "او" کے ساتھ بیان ہوئی ہوں وہاں اختیار ہوتا ہے جسے چاہے کر لے، حضرت مجاہد، عکرمہ، عطاء، طاووس، حسن، حمید، عرج، ابراہیم نخعی اور شاکب سے بھی یہی مروی ہے۔

چاروں اماموں کا اور اکثر علماء کا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر چاہے روزے رکھے اگر چاہے صدقہ کر دے اگر چاہے قربانی کر لے روزے تین ہیں صدقہ ایک فرق یعنی تین صاع یعنی آٹھ شہیر میں آٹھ چھٹانک کم ہے چھ میکینوں پر تقسیم کر دے اور قربانی ایک کبریٰ کی ہے، ان تین صورتوں میں سے جو چاہے کر لے، پروردگار رحمن و رحیم کو چونکہ یہاں رخصت نہ تھی اس لئے سب سے پہلے روزے کے بیان فرمائے جو سب سے آسان صورت ہے، صدقہ کا ذکر کیا پھر قربانی کا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چونکہ

افضلیت پر عمل کرنا تھا اس لئے پہلے قربانی کا ذکر کیا پھر چھ سکنوں کو کھانے کا پھر تین روزے رکھنے کا، سبحان اللہ دونوں مقام کے اعتبار سے دونوں ترکیبیں کس قدر درست اور برکت ہیں۔

سعید بن جبیر سے اس آیت کا مطلب پوچھا جاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ غلہ کا حکم لگایا جائے گا اگر اس کے پاس ہے تو ایک کبریٰ خرید لے ورنہ کبریٰ کی قیمت دو برسوں سے لگائی جائے اور اس کا غلہ خرید لیا جائے اور صدقہ کر دیا جائے ورنہ ہر آدھے صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے، حضرت حسن فرماتے ہیں جب حرم کے سر میں تکلیف ہو تو بال منڈا دے اور اوران تین میں سے ایک ذریعہ ادا کر دے روزے دس ہیں، صدقہ سکنوں کا کھانا تلاتے ہیں لیکن یہ اقوال نہیں اس لئے کہ مرفوعہ حدیث میں آچکا ہے کہ روزے تین ہیں اور چھ سکنوں کا کھانا ہے اوران تیس صورتوں میں اختیار ہے قربانی کی بکری کر دے خواہ تین روزے رکھے لے خواہ چھ غیروں کا کھانا کھلا دے، ہاں یہ ترتیب احرام کی حالت میں شکر کرنے والے پر ہے جیسے کہ قرآن کریم کے الفاظ ہیں اور فقہاء کا اجماع ہے لیکن یہاں ترتیب ضروری نہیں اختیار ہے، ہاں اس فرماتے ہیں یہ قربانی اور یہ صدقہ مکہ میں ہی کر دے لیکن روزے چہر چاہے رکھ لے، ایک اور روایت میں ہے ابوالاسود جوائن بھفرے سوئی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جگہ نکلتے آپ کے ساتھ حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بھی تھے میں ابو جعفر کے ساتھ تھا ہم نے دیکھا کہ ایک شخص سویا ہوا ہے اور اس کی آؤٹی اس کے سر ہانسی بندھی ہوئی ہے میں نے اسے جگایا دیکھا تو وہ حضرت حسین تھے اب جعفر انہیں لے کر چلے یہاں تک کہ ہم سبھی ہاں میں دیکھ کر ان کی تہہ برداری میں رہے ایک مرتبہ حضرت علی نے پوچھا کیا حال ہے؟ جناب حسین نے اس پر کسی طرف اشارہ کیا کہ آپ نے حکم دیا کہ سر منڈا اور پھر اندھا کر دو چ کر دیا تو اگر اس اونٹ کا خر کا احرام سے طحال ہونے کے لئے تھا تو خیر اور اگر یہ ندی ہے کے لئے تھا تو ظاہر ہے کہ مکہ کے بہر یہ قربانی ہوئی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تمتع والا شخص بھی قربانی کرے، خواجہ و عمر سے ایک ساتھ احرام باندھا ہوا یا پہلے عمر سے احرام باندھا ہو یا اس سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھا یا ہو اصل تمتع بھی ہے اور فقہاء کے کلام میں بھی مشہور یہی ہے۔

اور عام تمتع ان دونوں قسموں میں شامل ہے، جیسے کہ اس پر صحیح حدیثیں دلالت کرتی ہیں بعض راوی تو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حج تمتع کیا تھا بعض کہتے ہیں آپ کا دن تھے اور اتنا سب کہتے ہیں کہ قربانی کے جانور آپ کے ساتھ تھے، پس آیت میں یہ حکم ہے کہ تمتع کرنے والا جس قربانی پر قادر ہو وہ کر ڈالے جس کا ادنیٰ درجہ ایک کبریٰ کو قربان کر دے تو گائے کی قربانی بھی کر سکتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازدواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی تھی جو سب کی سب تمتع والی تھیں (ابن مردودہ) اس سے ثابت ہوا کہ تمتع بھی مشروع ہے، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمتع کی آیت بھی قرآن میں نازل ہو چکی ہے اور ہم نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا پھر نہ تو قرآن میں اس کی ممانعت نازل ہوئی نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روکا لیکن لوگوں نے اپنی رائے سے اسے ممنوع قرار دیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ظالم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں حضرت امام احمد شہن کی یہ بات بالکل صحیح ہے،

حضرت عمر سے منقول ہے کہ وہ لوگوں کو اس سے روکتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر ہم کتاب اللہ کو لیں تو اس میں بھی حج و عمرے کے پورا کرنے کا حکم موجود ہے آیت (واتموا الحج والعمرة لله) لیکن یہ یاد رہے کہ لوگ کثرت بیت اللہ شریف کا قصد حج و عمرے کے ارادے سے کریں جیسے کہ آپ سے صراحت مروی ہے رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا جو شخص قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے حج میں رکھے، اور سات روزے اس وقت رکھے جب حج سے لوٹے یہ پورے دس ہو جائیں گے، یعنی قربانی کی طاقت جسے نہ ہو وہ روزے رکھے تین تو ایام حج میں اور بقیہ بعد میں، علماء کا فرمان ہے کہ کوئی یہ ہے کہ کوئی یہ روزے عمرے سے پہلے ذی الحج کے دنوں میں رکھے، حضرت طاہر بن عباد وغیرہ بھی فرماتے ہیں کہ اول شوال میں بھی یہ روزے جائز ہیں،

حضرت شعیب وغیرہ فرماتے ہیں روزوں کو اگر عرفہ کے دن کا روزہ شامل کر کے ختم کرے تو بھی اختیار ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ منقول ہے کہ اگر عمرے سے پہلے دونوں میں دو روزے رکھے لے اور تیسرا عرفہ کے دن ہو تو بھی جائز ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی فرماتے ہیں ایک روزہ یوم الترویہ سے پہلے ایک یوم الترویہ کا اور ایک عرفہ کا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی ویسی ہے۔ اگر کسی شخص سے یہ تینوں روزے یا ایک دو چھوٹ گئے ہوں اور ایام تشریق یعنی یوم النحر وغیرہ کے بعد کے تین دن آجائیں تو حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ وہ ان دنوں میں بھی یہ روزے رکھ سکتا ہے (بخاری) امام شافعی کا بھی یہی قول ہے کہ حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے بھی یہی مروی ہے، حضرت عمرؓ، حسن بصری اور عروہ بن زبیر سے بھی شامل ہے،

حضرت امام شافعی کا یہ قول ہے کہ ان دنوں میں یہ روزے ناجائز ہیں، کیونکہ صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ ایام تفریق کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔ پھر سات روزے لوٹنے کے وقت اس سے مراد ایسا تو یہ ہے کہ جب لوٹ کر اپنی قیوم گاہ پہنچ جاؤ پس لوٹنے وقت راست میں بھی یہ سات روزے رکھ سکتا ہے یا بعد اور غایب کہتے ہیں، یا مردوں میں سے حج جانے سے پہلے ان عمر رضی اللہ عنہما بھی فرماتے ہیں اور بھی بہت سے تابعین کا یہی مذہب ہے بلکہ ان جزیروں اس پر اجماع تاتے ہیں۔

ادام حج سے فراغت کے بعد بقیہ روزے رکھنے کا بیان:

(وَإِنْ صَامَهَا بِمَكَّةَ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الْحَجِّ جَازٌ) وَمَعَهَا بَعْدَ مُضَى أَيَّامِ التَّشْرِيقِ لِأَنَّ الصَّوْمَ فِيهَا مَتْنَبِيٌّ عَنْهُ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: لَا يَجُوزُ لِأَنَّ مَعْلَقَ بِالرُّجُوعِ، إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ الْمَقَامَ لِحَبِيلِهِ يُخْبِرُهُ لِيَعْتَدِرَ الرُّجُوعَ.

وَلَمَّا أَنَّ مَعَهَا رَجَعْتُمْ عَنِ التَّعَجُّ: أَيْ قَرَعْتُمْ، إِذْ الْفَرَاغُ سَبَبُ الرُّجُوعِ إِلَى أَهْلِيهِ فَكَانَ الْإِدَاءُ بَعْدَ سَبَبِ لِيَجُوزَ

ترجمہ:

اگر وہ شخص مکہ میں حج سے فارغ ہونے کے بعد سات روزے رکھے تو جائز ہے اور اس کا مطلب یہ ہے ایام تشریق میں گزرجانے کے بعد روزے رکھے۔ کیونکہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا منع ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جائز نہیں ہے کیونکہ بقیہ ساتوں روزے رجوع کے ساتھ علق ہیں ہاں اگر وہ بندہ مکہ میں رہنے کی نیت کرے تو تب رجوع کے بعد کی وجہ سے روزے رکھنا جائز ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ”رَجَعْنَاهُ“ ”مَقَى“ ”قَرَعْنَاهُ“ ”کَافَ“ لہذا فراغت اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹنے کا سبب ہے۔ پس اس سبب کے بعد ہوئی اس لئے جائز ہے۔

شرح

اس مسئلہ کی شرح کا کچھ حصہ سابقہ عبارت میں گزر چکا ہے اور بقیہ فقہی اختلاف آنے والی عبارت کی شرح میں ملاحظہ فرمائیں

خُر کے دن سے پہلے تین روزے نہ رکھنے کی صورت میں دم کا بیان:

(فَإِنْ فَاتَهُ الصَّوْمُ حَتَّى آتَى يَوْمَ النَّحْرِ لَمْ يَجْزِهِ إِلَّا الدَّمُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ :
يَصُومُ بَعْدَ هَذِهِ الْأَيَّامِ لِأَنَّهُ صَوْمٌ مُؤَقَّتٌ فَيَقْضِي كَصَوْمِ رَمَضَانَ . وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ
: يَصُومُ فِيهَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ) وَهَذَا وَفَقَهُ .

وَلَسْنَا نَهَيْهِ الْمَشْهُورَ عَنْ الصَّوْمِ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ فَيَقْبِذُهُ النَّصُّ أَوْ يَذْخُلُهُ النَّصُّ فَلَا
يَنَاقِزُ بِهِ مَا وَجَبَ كَامِلًا ، وَلَا يُؤَدَّى بَعْدَهُ لَا لَأَنَّ الصَّوْمَ بَدَلٌ وَالْأَبْدَالُ لَا تَنْصَبُ إِلَّا
شَرْعًا ، وَالنَّصُّ خَصَّةٌ يَوْفَتْ الْحَجَّ وَجَوَّازٌ الدَّمُ عَلَى الْأَصْلِ . وَعَنْ عُمَرَ أَنَّهُ أَمَرَ فِي
مِثْلِهِ بِذَبْحِ النَّسَاءِ ، فَلَوْ لَمْ يَقْبِذْ عَلَى الْهَذْيِ تَحَلَّلَ وَعَلَيْهِ دَمَانِ : دَمُ التَّمَتُّعِ ، وَدَمُ
التَّحَلُّلِ قَبْلَ الْهَذْيِ .

ترجمہ:

اور اگر اس نے فوت شدہ روزے نہ رکھے حتیٰ کہ گزرجانے کا دن آگیا تو اس کیلئے دم کے سوا کوئی چیز کفایت کرنے والی نہ ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ ان دنوں کے بعد روزے رکھے کیونکہ اس کے یہ روزے معین وقت میں تھے۔ پس رمضان کے روزوں کی طرح ان کی بھی قضاء کرے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا: وہ روزے ایام تشریق میں رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو شخص ہدیٰ نہ پائے تو

دو حج کے وقت میں تین روزے رکھے۔ اور ایام تشریق میں حج کے اوقات میں سے ہیں۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے ایام تشریق میں تین روزے رکھنے کی ممانعت ہے۔ جو مشہور ہے اور یہ نص اس ممانعت کے ساتھ متعین ہوئی یا ان روزوں میں نقصان داخل ہو جائے گا لہذا ان تین روزوں سے وہ ادا نہ ہوں گے جو اس پر کمال طریقے سے واجب ہوئے تھے۔

اور وہ ایام تشریق کے بعد ادا نہیں ہوں گے کیونکہ روزہ بدل ہے اور بدل صرف شریعت کی طرف قائم ہو سکتے ہیں۔ اور نص نے اس بدل کو وقت حج کے ساتھ خاص کر دیا ہے جبکہ قربانی کا جائز ہونا اپنی اصل پر ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اس طرح واقعہ میں بکری ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اگر قربان قربانی کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ حلال ہو جائے گا اور اس پر دو قربانیاں واجب ہیں ایک قربانی تنعیم کی ہے اور ایک قربانی ہدیٰ سے پہلے حلال ہونے کی ہے۔

حاجی کے ایام تشریق میں روزے رکھنے میں مذاہب اربعہ:

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وہ ان سات دنوں میں روزے نہ رکھے گا کیونکہ یہ روزے اپنے اہل کی طرف لوٹ کر آنے کی شرط کے ساتھ معین ہیں۔ اور جب اس سے شرط منقود ہوگی تو حکم بھی شتم ہو جائے گا۔

احناف کے نزدیک اس کی فراغت ہی اس کے رجوع کا سبب ہے۔ پس یہ ادا واجب کے بعد ہوئی۔ یعنی وجود سب کے بعد ادا پائی گئی ہے۔ لہذا اس باب میں سبب کے ذکر سے ارادہ واجب ہے۔ اور وہ فراغت ہے۔ پس اس کو ہی کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ تو براہ اتفاق یہ شرط نہیں ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب کوئی مکہ میں اقامت کی نیت کرے تو اس کیلئے مکہ میں روزے رکھنا جائز ہے۔ حالانکہ رجوع اہل نہیں پایا گیا۔ اس کا مطلب ہے۔ یہاں رجوع سے مراد فراغت ہے۔

اگر اس نے روزے نہ رکھے یہاں تک کہ یوم نحر آگیا تو اس کی کفایت صرف دم ہے۔ حضرت علی، ابن عباس، رضی اللہ عنہم، سعید بن جبیر و طاہر بن جابر، حسن و عطیہ سے روایت کی گئی ہے۔

حضرت حماد ثوری، ابن منذر اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا ایک قول اسی طرح ہے کہ ان ایام کے گزرجانے کے بعد روزے رکھنا کفایت کرے گا۔ لہذا امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب یہی ہے کہ ان دنوں کے بعد روزے رکھے جائیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے اس مسئلہ میں چھ اقوال ہیں۔ (۱) روزہ نہیں ہے وہ ہدیٰ کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔ (۲) ان دنوں کے روزے اس پر ہیں۔ خواہ وہ متفرق ہوں یا مسلسل رکھے جائیں۔ (۳) وہ متفرق دنوں کے روزے رکھے۔ (۴) چار دنوں کے متفرق رکھے۔ (۵) امکان سہولت تک متفرق رکھے (۶) چار دنوں سے روزے متفرق حتیٰ الامکان رکھے۔ جب تک

ال امکان سہولت ہو۔ (شرح مہذب، امام نووی)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ ایام تشریق میں روزے رکھے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جو نہ پائے تو وہ حج

کے دنوں میں تین روزے رکھے۔

فتیاء احناف کے نزدیک ایام تشریق کی نفی مشہور ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ تم ان دنوں میں روزے نہ رکھو کیونکہ یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی غلبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (فتاویٰ حنبلیہ کے موقف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھی وہی موقف ہے جو احناف کا موقف ہے)۔ (البدیع شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۱۹۲، تحفہ بستان)

قارن جب مکہ میں نہ جائے بلکہ عرفات میں جائے:

(فَإِنْ لَمْ يَدْخُلِ الْقَارِنُ مَكَّةَ وَتَوَجَّهَ إِلَى عَرَفَاتٍ فَقَدْ صَارَ رَافِضًا لِعُمْرَةِ بِالْوُقُوفِ) لِأَنَّهُ تَعَدَّرَ عَلَيْهِ أَذَاهُ لِأَنَّهُ يَصِيرُ بَرَاءً أَعْمَالَ الْعُمْرَةِ عَلَى أَعْمَالِ الْحَجِّ، وَذَلِكَ خِلَافُ الْمَشْرُوعِ. وَلَا يَصِيرُ رَافِضًا بِمَجْرَدِ التَّوَجُّهِ هُوَ الصَّحِيحُ مِنْ مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ. اللَّهُ أَيْضًا.

وَالْفَرْقُ لَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُصَلَّى الظُّهْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذَا تَوَجَّهَ إِلَيْهَا أَنَّ الْأَمْرَ هُنَالِكَ بِالتَّوَجُّهِ مُتَوَجَّهٌ بَعْدَ أَذَاءِ الظُّهْرِ، وَالتَّوَجُّهُ فِي الْقِرَانِ وَالتَّمَتُّعِ مِنْهُ عَنْ قَبْلِ أَذَاءِ الْعُمْرَةِ فَافْتَرَقَا.

ترجمہ:

اور جب قارن مکہ میں داخل نہ ہو بلکہ عرفات کو چلا گیا تو وہ اپنے عمرے کو وقف عرفہ کے ساتھ چھوڑنے والا ہے کیونکہ اس پر عمرے کا ادا کرنا ناممکن ہو گیا ہے لہذا عمرے کے افعال کو حج کے افعال پر بنا کر دینا جائز ہے۔ البتہ صرف عرفات کی طرف جانے سے عمرے کو چھوڑنے والا نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا صحیح مذہب یہی ہے۔ اور آپ علیہ الرحمہ کے نزدیک اس شخص کے درمیان اور جو جمعہ کے دن عمرہ پڑھ کر جمعہ کی طرف متوجہ ہو اس کے درمیان فرق یہ ہے کہ جمعہ کے مسئلہ میں اداے ظہر کے بعد متوجہ ہونے کی صورت میں حکم متوجہ ہوگا جبکہ قرآن و حج کے مسئلہ میں اداے عمرہ سے پہلے عرفات کی طرف جانے سے اس کو منع کیا گیا ہے لہذا اودوں مسائل میں فرق واضح ہو چکا ہے۔

قارن کا سیدھا عرفات جانے میں فقہ شافعی و حنبلی کا اختلاف:

علامہ ابن محمود ابوبرتی غلبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رن کا مکہ جانے کے بعد عرفات میں جانا غیر مشروع ہے۔ کیونکہ وقف

افعال عمرہ پر مرتب ہونے والا ہے۔

حضرت حسن نے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ وہ عرفات میں جانے کی وجہ سے عمرہ کو چھوڑنے والا ہے۔ کیونکہ وہ اس کو جمعہ پر قیاس کرتے ہیں۔ جبکہ صحیح دلیل وہی ہے جس کو کتاب میں ذکر کیا گیا ہے اور ان دونوں میں فرق واضح ہے۔ اور ان دونوں میں نبی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عمرے کے افعال کا حکم دیا ہے۔ "فَقَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ الْإِی الْحَجِّ" اور کسی چیز کا امر اس کی شدت کی راہت کا تقاضہ کرتا ہے۔ اور راہت صرف نبی سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے وہ عمرے کو چھوڑنے والا نہیں ہے۔ اس دلیل کی وجہ سے کہ عمرہ حج میں داخل ہے۔ لہذا ان کے نزدیک طواف عمرے کیلئے مقصود نہیں ہے۔ اور اس کا فائدہ وجوب دم میں ظاہر ہے۔

ہمارے نزدیک اس سے قرآن کا دم ساقط ہو جائے گا اور وہ قربانی ہے اور عمرے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ افعال کی ادائیگی سے پہلے احرام کا اٹھانا دم واجب کرنے والا ہے جس احرام میں حکم ہے۔ جبکہ امام شافعی کے نزدیک دم واجب نہیں ہے۔ لہذا صحت مشروع کی وجہ سے وہ اس کی قضاء کرے گا۔ (عمانیہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۳۷، بیروت)

عمرے کے ترک پر دم قرآن کے سقوط کا بیان:

قَالَ (وَسَقَطَ عَنْهُ دَمُ الْقِرَانِ) لِأَنَّهُ لَمَّا ارْتَفَضَتِ الْعُمْرَةُ لَمْ يَرْتَفِقْ بِأَذَاءِ النَّسُكَيْنِ) وَعَلَيْهِ دَمٌ لِرَفْضِ الْعُمْرَةِ) بَعْدَ الشَّرُوعِ فِيهَا (وَعَلَيْهِ قَضَاؤُهَا) لِصِحَّةِ الشَّرُوعِ فِيهَا فَاشْتَبَهَ الْمُحْضَرُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:

صاحب قدوری نے فرمایا ہے کہ اس کے ذمہ سے قرآن کی قربانی ساقط ہو جائے گی کیونکہ جب عمرہ ترک ہو چکا ہے کیونکہ اس کو حج و عمرہ ادا کرنے کی ہمت نہ تھی۔ ہاں عمرہ شروع کرنے کے بعد اس کو ترک کرنے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہو گئی ہے اور اس پر عمرہ قضاء کرنا واجب ہے اس لئے عمرے کو شروع کرنا صحیح ہے لہذا اوہ عمرے کے مشابہ ہو گیا ہے۔

فتیاء احناف کے نزدیک یہ مسئلہ احصار پر قیاس کیا گیا ہے اور قیاس بالکل صحیح ہے کیونکہ جس طرح احصار منقطع کا حکم اسی طرح اس میں حکم منقطع ہوگا۔ اور ان دونوں مسائل کی حل میں اشتراک باہمی موجود ہے۔ اور اس مسئلہ میں حضرت امام شافعی کے ساتھ ہمارا اختلاف اس سے پہلے مسئلہ میں جمع دلائل ذکر کر چکے ہیں۔

باب السمع

یہ باب جمع جمع کے بیان میں ہے ﴿

باب تنج کی فتنی مطابقت کا بیان:

علاء بدرالدین عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ باب تنج کے بیان میں ہے اور اس کو ج قرآن کے باب سے اس لئے مؤخر کیا ہے کہ وہ سزہ دیک ج قرآن تنج سے افضل ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۵ ص ۱۹۷، حنفیہ بکھان)

ج تنج کرنے کی فضیلت کا بیان:

(الْتَمَنَعَ أَفْضَلُ مِنَ الْإِفْرَادِ عِنْدَنَا) وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْإِفْرَادَ أَفْضَلُ، لِأَنَّ التَّمَنُّعَ أَفْضَلُ سَفَرَةٍ وَاقِعٍ لِعُمْرَتِهِ وَالْمُفْرَدَ سَفَرَةٍ وَاقِعٍ لِحَاجَتِهِ. وَحُجَّه ظَاهِرُ الرَّوَايَةِ أَنَّ فِي التَّمَنُّعِ جَمْعًا بَيْنَ الْعِبَادَتَيْنِ فَاضْتِئِبَ الْقِرَانُ ثُمَّ فِيهِ زِيَادَةُ نُسْكِ وَحَيْهِ إِزَاقَةُ الدَّمِّ وَسَفَرَةٍ وَاقِعٍ لِحَاجَتِهِ، وَإِنْ تَخَلَّلَتِ الْعُمْرَةُ لِأَنَّهَا تَبْعُ الْحَجِّ كَتَخَلُّلِ السَّنَةِ بَيْنَ الْحُمْعَةِ وَالسَّعْيِ إِلَيْهَا.

ترجمہ:

فقہاء احناف کے نزدیک تنج جمع تنج سے افضل ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت بیان کی گئی ہے کہ افراد افضل ہے۔ اس لئے کہ تنج کرنے والے کا سفر عمر سے کیلئے ہوتا ہے جبکہ افراد کرنے والے کا سفر حج کیلئے ہوتا ہے۔ ظاہر الروایت میں اس کی دلیل یہ ہے کہ تنج میں دو عبادتوں کا جمع کرنا ہے لہذا یہ قرآن کے مشابہ ہو گیا۔ اس کے بعد تنج میں ایک قربانی زائد ہے اور وہ قربانی کرتا ہے اور تنج کرنے والے کا سفر حج کیلئے واقع ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کے درمیان میں عمرہ ہے کیونکہ عمرہ حج کے تابع ہے جس طرح جمعہ اور اس کی طرف سعی درمیان سنت کے طور پر آ جاتی ہے۔

ج تنج کی فضیلت کا بیان:

حضرت چہر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کے ساتھ صرف حج کا احرام باندھا عمرہ کو اس میں شامل نہیں کیا پھر مکہ مکرمہ میں پہنچے جب ذوالحجہ کی چار راتیں گزر گئیں تب ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی کی مفاہورہ میں تو تینے ہم کو حکم دیا کہ ہم اس احرام کو عمرہ میں بدل ڈالیں اور حال ہو کر اپنی بیویوں سے صحبت کر لیں۔ ہم نے عرض کیا کہ اب عمرہ میں صرف پانچ دن باقی ہیں تو ہم عرفات کو اس حال میں نکلیں گے کہ ہماری شرمگاہوں سے نہی چک رہی ہوگی؟ نبی ﷺ نے فرمایا بے شک میں تم سے

سے زیادہ پارسا اور پکا ہوں اور اگر میرے ساتھ نبی نہ ہوتی تو میں بھی احرام کھول ڈالتا۔ سراقہ بن مالک نے اس وقت عرض کیا کہ یہ خدا ہمارے اس سال کیلئے ہے یا ہمیں کیلئے؟ آپ نے فرمایا نہیں! (بلکہ) ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے۔ (ابن ماجہ)

روایات کو جمع کرنے میں معیار فضیلت کا بیان:

ج تنج کو حج افراد فضیلت ثابت کرنے کی نصوص کے بعد جو فقہاء احناف کے نزدیک علت ہے وہ عبادات کو جمع کرنا ہے۔ کیونکہ دو عبادات کو جمع کرنے میں زیادہ جہد و مشقت ہے لہذا اسی وجہ سے اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ کر دیا گیا ہے۔

مکہ میں رہنے والے کیلئے حج مفرد کی فضیلت کا بیان:

مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کے بارے میں گواہی دیتا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تنج اور قرآن سے منع کرتے تھے جب حضرت علی نے دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور لبیک بعمرہ و حجة فرمایا کہ کسی ایک شخص کی بات پر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ (حضرت عثمان اور دوسرے بعض صحابہ سے بھی منقول ہے کہ تنج اور قرآن کو پسند نہیں کرتے تھے اس کی وجہ یہ تھی ان حضرات کے نزدیک افضل اور بہتر بات یہ تھی کہ حج کے سفر میں صرف حج کیا جائے اور عمرہ کے لئے مستقل سفر کیا جائے مگر یہ بات ایسے آدمی کے لئے ہے جو دوسرے سفر کی استطاعت رکھتا ہو۔)

ج تنج کرنے کی دو صورتوں کا بیان:

(وَالْتَمَنَعَ عَلَى وَجْهِهِ مُتَمَنِّعٌ بِسَوْقِ الْهَذْيِ وَمُتَمَنِّعٌ لَا يَسْوِقُ الْهَذْيَ) وَمَعْنَى التَّمَنُّعِ التَّرَقُّقُ بِأَدَاءِ التَّنُسُكَيْنِ فِي سَفَرٍ وَاحِدٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُلْمَ بِأَخْلِهِ بَيْنَهُمَا التَّمَامَا صَحِيحًا، وَيَذْخُلُهُ اخْتِلَافَاتٌ تُبَيِّنُهَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ:

تنج کرنے والے کی دو اقسام ہیں (۱) جو ہدی کو چلائے (۲) جو ہدی کو نہ چلائے۔ اور تنج کا معنی یہ ہے کہ ایک ہی سفر میں دو ہادوں کا فائدہ حاصل کرنا ہے۔ سوائے اس کے کہ دونوں کے درمیان اس کے اہل ساتھ المام تنج پایا جائے۔ اور اس کی تشریحات میں اختلاف ہیں جن کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

المام کی تعریف کا بیان:

المام کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کا اپنے وطن میں خوشی سے صفت احرام کو باقی رکھے بغیر چلے جائے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔ (۱) المام الحج (۲) المام فاسد۔

المصالح اس وقت ہوگا جب حج تمتع کرنے والا قربانی کا جانور اپنے ساتھ لایا ہو۔ اور اگر وہ تمتع والا قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہ لے یا وہ تو الہام صحیح نہ ہوگا۔

حج تمتع کرنے کا طریقہ:

(وَصَفْنَهُ أَنْ يَنْتَدِيَ مِنَ الْمِيقَاتِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ فَيَحْرِمَ بِالْعُمْرَةِ وَيَدْخُلَ مَكَّةَ قِطُوفَ لَهَا وَيَسْعَى وَيَخْلِقُ أَوْ يَقْصُرُ وَقَدْ حَلَ مِنْ عُمْرَتِهِ) وَهَذَا هُوَ تَفْسِيرُ الْعُمْرَةِ، وَكَذَلِكَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُفْرِدَ بِالْعُمْرَةِ فَعَلَّ مَا ذَكَرْنَا، هَكَذَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ.

وَقَالَ مَالِكٌ: لَا حَلَّ عَلَيْهِ، إِنَّمَا الْعُمْرَةُ الطَّوَافُ وَالسَّعْيُ، وَحُجَّتُنَا عَلَيْهِ مَا وَوَيْتْنَا. وَقَوْلُهُ تَعَالَى (مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ) الْآيَةُ، نَزَلَتْ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ، وَلَا نَهَى لَمَّا كَانَ لَهَا تَحْرِمٌ بِالتَّلْبِيَةِ كَانَ لَهَا تَحَلُّلٌ بِالْحَلْقِ كَالْحَجِّ.

ترجمہ:

حج تمتع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں مہینات سے ابتدا کرے اور عمرے کا احرام باندھے اور مکہ میں داخل ہو کر عمرے کیلئے طواف اور سعی کرے اور طواف کو دائے یا قصر کو دائے تو وہ اپنے عمرے میں حلال ہو گیا۔ عمرے کی تیسری شب ہے اور اس طرح جب صرف عمرہ کرنا ہے تو وہی طریقہ ہے جو عمرے کے ذکر کردیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قضا، عمرہ یا سعی فرمایا تھا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عمرہ کرنے والے پر طواف نہیں ہے کیونکہ عمرہ صرف طواف وحی کا نام ہے۔ اور ان کے خلاف حجت ہماری وہی روایت ہے جو ہمیں یہ کہہ چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمایا: "مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ" قضا، عمرے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا جب عمرے کیلئے تلبیہ سے تحریم ہوئی ہے تو حق ہے اس کی تعمیل ہوگی جس طرح حج میں ہوتا ہے۔

حج تمتع کی تشریف:

حج تمتع اس حج کو کہتے ہیں جس میں مہینات سے شہر حج میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور مناسک عمرہ کرنے کے بعد احرام مکمل جاتا ہے پھر جب حج کے دن شروع ہوتے ہیں اس وقت دوبارہ حج کا احرام باندھ کر حج ادا کیا جاتا ہے۔

حج کو تمتع بنانے کا بیان:

حضرت ابو شہاب نے کہا کہ میں عمرہ کا احرام باندھ کر آیا تو یوم ترویہ سے تین دن پہلے پہنچا، مکہ کے چند لوگوں نے کہا

کہ تیرا حج کی ہو جائے گا، میں عطاء کے پاس مسئلہ پوچھنے گیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے جاہل بن عبد اللہ نے کہا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کی، جس دن قربانی کا جانور آپ ساتھ ہائیک لائے تھے، ان لوگوں نے حج مفرد کا احرام باندھا تھا آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اپنے احرام سے خاندہ کعبہ کا طواف کر کے اور غامدہ کے درمیان طواف کر کے باہر جاؤ۔

حج کی خصوصیت خاصہ کا بیان:

حرف ہاں میں حارث فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول بتائیے حج ختم کر کے عمرہ شروع کرنا ہماری خصوصیت ہے؟ یا بس لوگوں کیلئے اس کا عمومی حکم ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ صرف ہماری خصوصیت ہے۔

حضرت بلال بن حارث سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا حج کا فسخ کرنا اور عمرہ کر لینا خاص ہمارے لئے ہے یا بس کیلئے عام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! ہمارے لئے خاص ہے۔ (ابن ماجہ)

آغاز طواف میں تلبیہ ختم کرنے کا بیان:

(وَيَنْطَعُ التَّلْبِيَةَ إِذَا ابْتَدَأَ بِالطَّوَافِ) وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: كُلَّمَا وَقَعَ بَصَرُهُ عَلَى الْبَيْتِ، لِأَنَّ الْعُمْرَةَ زِيَارَةُ الْبَيْتِ وَتَبْيُّهُ بِهِ.

وَلَمَّا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ قَطَعَ التَّلْبِيَةَ حِينَ اسْتَلَمَ الْحَجَرِ (وَلَأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الطَّوَافُ فَيَقْطَعُهَا عِنْدَ افْتِتَاحِهِ، وَلِهَذَا يَقْطَعُهَا الْحَاجُّ عِنْدَ افْتِتَاحِ الرَّمْيِ).

قَالَ (وَيُقِيمُ بِمَكَّةَ حَالًا)؛ لِأَنَّهُ حَلَ مِنَ الْعُمْرَةِ، قَالَ (فَإِذَا كَانَ يَوْمَ التَّوْبَةِ أَخْرَمَ بِالنَّحْيِ مِنَ الْمَسْجِدِ) وَالشَّرْطُ أَنْ يُخْرِمَ مِنَ الْحَرَمِ أَمَّا الْمَسْجِدُ فَلَيْسَ بِلَاذِمٍّ؛ وَهَذَا لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْمَعْنَى، وَمِيقَاتُ الْمَعْنَى فِي الْحَجِّ الْحَرَمُ عَلَى مَا بَيَّنَّا (وَقَعَلَ مَا يَفْعَلُهُ الْحَاجُّ الْمُفْرِدُ)؛ لِأَنَّهُ مُؤَدٍّ لِلْحَجِّ إِلَّا أَنَّهُ يَزْمِلُ فِي طَوَافِ الزِّيَارَةِ وَيَسْعَى بَعْدَهُ؛ لِأَنَّ هَذَا أَوَّلُ طَوَافٍ لَهُ فِي الْحَجِّ، بِخِلَافِ الْمُفْرِدِ؛ لِأَنَّهُ قَدْ سَعَى مَرَّةً.

ترجمہ:

اور جب وہ طواف شروع کرے تو وہ تلبیہ ختم کر دے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے جب وہ کعبہ کو دیکھے۔ کیونکہ عمرہ صرف بیت اللہ کی زیارت کا نام ہے اور وہ نظر پڑنے کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قضا

عمر سے قبل اس وقت ختم کیا جب اس کو سو دیا۔ کیونکہ مقصد صرف طواف ہے۔ لہذا جب وہ طواف شروع کرے تو تلبیہ اس وقت ختم کرے۔ اور یہی دلیل اس حاکم کی ہے جو یہ شروع کرے تو بھی ختم کرے۔

فرمایا: وہ مکہ میں حلال ہو کر پھر جائے کیونکہ وہ عمرہ کر کے حلال کیا ہے اور اس کے بعد جب یوم ترویہ آئے تو وہ مسجد حرام سے اجرام باندھے اور اس کیسے شرط ہے کہ وہ اجرام حرم سے باندھے۔ مسجد سے باندھنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بندہ مکہ میں رہنے والے کے گھر میں ہے۔ اور کیسے میقات حج حرم کے اندر ہی ہے۔ اسی دلیل کی وجہ سے جو کہ بیان کر چکے ہیں۔

اور وہ ایسا افعال کرے جس طرح حج مفرد اور کتا ہے کیونکہ یہ بھی حج کرنے والا ہے البتہ طواف زیارت میں رمل کرے گا اور طواف کے بعد کسی کرے گا۔ اس لئے کج کرنے میں اس شخص کا یہ پہلا طواف ہے۔ جبکہ مفرد میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ ایک سنی کر چکا ہے۔

تتمتع والے کا ابتداء طواف میں تلبیہ ختم کرنے میں فقہ مالکی و حنفی کا اختلاف:

علامہ شیخ بن سلطان حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حج تمتع کرنے والا جیسے ہی طواف شروع کرے گا تو وہ تلبیہ ختم کرے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

ہمارے نزدیک وہ طواف کرتے وقت تلبیہ ختم نہ کرے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ طواف کرتے وقت تلبیہ بھی پڑھتے تھے۔ جب وہ عمر لے کر تھے اور اسلام کرتے تھے۔

(شرح اوقاف، ص ۳۰، بیروت)

(ثُمَّ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ يَوْمَ التَّوْبَةِ) مِنَ الْحَرَمِ لِأَنَّهُ صَارَ مُكْبًى، وَمِيقَاتُ الْمُكْبَى فِي الْحَجِّ الْحَرَمَ (وَقِيلَ) عِنْدَنَا وَعِنْدَ مَالِكٍ (أَفْضَلُ) لِمَا فِيهِ مِنَ الْمَسَارَعَةِ إِلَى الطَّاعَةِ. وَقَالَ أَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ فِي غَيْرِ وَاجِدِ الْهَذِي: إِنَّ الْمُسْتَحَبَّ لَهُ أَنْ يُحْرِمَ بِالْحَجِّ قَبْلَ السَّادِسِ، وَالْأَفْضَلُ لِسَانِ الْهَذِي أَنْ يُحْرِمَ بِالْحَجِّ يَوْمَ التَّوْبَةِ قَبْلَ الزَّوَالِ، لِمَا رَوَى جَابِرٌ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا لَوِجْتُمْ إِلَى مِنَى وَانْحَنِ فَاغْلُوا بِالْحَجِّ. وَذَلِكَ يَكُونُ يَوْمَ التَّوْبَةِ قَبْلَ الزَّوَالِ.

تتمتع کرنے والے کے رمل و سنی کا بیان:

وَلَوْ كَانَ هَذَا الْمُتَمَتِّعُ بَعْدَمَا أَحْرَمَ بِالْحَجِّ طَافَ وَسَعَى قَبْلَ أَنْ يَرُوحَ إِلَى مِنَى لَمْ يَرْمِلْ فِي طَوَافِ الزَّيَّارَةِ وَلَا يَسْعَى بَعْدَهُ؛ لِأَنَّهُ قَدْ آتَى بِذَلِكَ مَرَّةً (وَعَلَيْهِ دَمُ الْمُتَمَتِّعِ) لِلنَّصِّ الَّذِي تَلَوْنَاهُ (فَإِنْ لَمْ يَجِدْ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ) عَلَى التَّوْبَةِ الَّذِي بَيَّنَّاهُ فِي الْفَرَّانِ (فَإِنْ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ ثُمَّ اعْتَمَرَ لَمْ يُجْزِهِ

عَنِ الثَّالِثَةِ: لِأَنَّ سَبَبَ وَجُوبِ هَذَا الصَّوْمِ التَّمَتُّعُ: لِأَنَّهُ بَدَلَ عَنْ الْهَذِي وَهُوَ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ غَيْرُ مُتَمَتِّعٍ فَلَا يَجُوزُ أَذَاؤُهُ قَبْلَ وُجُودِ سَبَبِهِ (وَأِنْ صَامَهَا) بِمَكَّةَ (بَعْدَمَا أَحْرَمَ بِالْمُعْمَرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ جَزَاءً عِنْدَنَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَكَيْلَ يَقُولَ تَعَالَى (فَصِيَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ) وَلَنَا أَنَّهُ أَذَاهُ بَعْدَ انْقِضَاءِ سَبَبِهِ، وَالْمُرَادُ بِالْحَجِّ الْمَذْكُورِ فِي النَّصِّ وَقَعَهُ عَلَيْنَا مَا بَيَّنَّا. وَالْأَفْضَلُ تَأْخِيرُهَا إِلَى آخِرِ وَفَّيْهَا وَهُوَ يَوْمُ عَرَفَةَ: لِمَا بَيَّنَّا فِي الْقُرْآنِ.

ترجمہ:

اور اگر تمتع کرنے والے نے حج کا احرام باندھ کر مئی میں جانے سے قبل طواف سعی کر لی تو وہ حواف زیارت میں رمل نہیں کرے گا۔ اور اس کے بعد وہ بھی مئی میں نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ وہ ایک مرتبہ سعی کر چکا ہے۔ اور تمتع کرنے والے تمتع کی قربانی واجب ہے۔ اس نص کے پیش نظر جو ہم علامہ فرماتے ہیں۔ جس کو یہی نہ پائے تو تین روزے حج میں اور سات جب تم واپس آؤ تو رکھو یہ مکمل ہو گئے۔ اسی دلیل کے پیش نظر جو پہلے بیان کر چکے ہیں اور اگر اس نے شوال میں تین روزے رکھے اور اس نے پھر عمرہ کیا تو تمتع کے تین روزے شمار نہ ہوں گے کیونکہ ان روزوں کے وجوب کا سبب تمتع ہے۔ اس لئے کہ وہ روزہ دم کا رہے۔ جبکہ اس حال میں وہ تمتع کرنے والا نہیں ہے۔ تو اس کا روزہ جو سبب سے پہلے ہوگا جو تین نہیں ہے۔ اور اگر اس شخص نے عمرہ کا احرام باندھنے سے پہلے دو روزے رکھے تو وہ ہمارے نزدیک جائز ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے اور ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "فَصِيَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ" نہیں الام حج میں تین روزے ہیں۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ تمتع کرنے والے نے روزوں کا سبب موجود ہونے کے بعد ادا کیا ہے اور نص میں ذکر کردہ حج جو ہے اس سے مراد وقت ہے اسی دلیل کی وجہ سے جو کہ ہم بیان کرتے ہیں۔ جبکہ آخری وقت تک ان روزوں میں تاخیر کرنا افضل ہے۔ اور عرف کا دن ہے جس کی دلیل ہم قرآن میں بیان کرتے ہیں۔

شرح: حج قرآن میں اس مسئلہ کی وضاحت مذاہب اربعہ کے مطابق بیان کر دی گئی ہے۔

تمتع کرنے والے بدی لے جانے اور احرام باندھنے کا بیان:

(وَإِنْ أَرَادَ الْمُتَمَتِّعُ أَنْ يَسُوقَ الْهَذِي أَحْرَمَ وَسَاقَ هَذِي) وَهَذَا أَفْضَلُ (لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاقَ الْهَذِيَا مَعَ نَفْسِهِ)؛ وَلَئِنْ فِيهِ اسْتِغْدَا إِذَا وَمُسَارَعَةً (فَإِنْ كَانَتْ بَلَدَةً فَلَبَّيْهَا بِمَزَادَةٍ أَوْ تَعْلٍ) لِإِدْبِيتِ عَالِيَةِ رَضَى اللَّهُ عَنْهَا عَلَى مَا رَوَيْنَاهُ. وَالتَّغْلِيلُ أَوْلَى مِنَ التَّحْلِيلِ؛ لِأَنَّ لَهُ ذِكْرًا فِي الْكِتَابِ وَلِأَنَّهُ لِلْإِعْلَامِ وَالتَّحْلِيلُ لِلزَّيْنَةِ،

وَيُكَلِّمُ تِمَّ يَقُولُ: لَأَنَّهُ يُصِيرُ مُحَرَّمًا بِتَقْلِيدِ الْهَدْيِ وَالنَّوْجِ مَعَهُ عَلَى مَا سَبَقَ.

وَالْأَوَّلَى أَنَّ يُعْقِدَ الْإِحْرَامَ بِالنَّكْبَةِ وَيَسُوقَ الْهَدْيَ. وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ أَنْ يَقُولَ: (لَأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْرَمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَهَذَايَا تَسَاقَى بَيْنَ يَدَيْهِ)؛ وَلَأَنَّهُ أُلْبِغَ فِي الشَّهِيرِ إِلَّا إِذَا كَانَتْ لَا تَقَادُ فَيُحْيِيهِ يَقُولُ: هَذَا.

ترجمہ:

اگر تيمم کرنے والا ہدی لے جائے گا ارادہ کرے تو وہ احرام باندھے اور ہدی لے جائے اس کیلئے یہی افضل ہے کیونکہ یہ کریم ﷺ اپنے ساتھ ہدی کے چاکر لے گئے۔ کیونکہ ہدی لے جانے میں خیر اور جلدی ہے اگر وہ ہدی بدن میں سے ہے۔ تو اس کو چڑے کے کٹڑے یا نعل کے ساتھ قہودہ پہنائے۔ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ قہودہ پہنانا بھول ڈالنے سے افضل ہے کیونکہ قہودہ مذکور قرآن مجید میں ہے کیونکہ تقدیر خدا کر کے کیلئے ہے جبکہ بھول ڈالنا محض جانے کیلئے ہے۔ اور وہ تلبیہ کہے اس کے بعد تقدیر کرے۔ کیونکہ یہ بندہ ہدی کو تقدیر کرنے اور اس کی طرف توجہ کرنے سے غم ہو جائے گا۔ جس بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اس کیلئے افضل یہ ہے کہ تلبیہ سے احرام باندھے اور ہدی کو لے جائے اور ہدی کو ہاتھ کر لے جائے اور یہ کھینچنے سے افضل ہے کیونکہ یہی کریم ﷺ نے ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام باندھا اور آپ ﷺ نے ہدی کے بائو آپ ﷺ کے سامنے ہاتھ جاتے تھے۔ اور شہرت میں بھی یہی زیادہ ابلغ ہے۔ اور اگر ہدی چلے ہی نہ تو پھر اس کو گم سے کیجئے۔

تمتع والے کیلئے ہدی ساتھ لے جانے کی فضیلت کا بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس سے حد کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ چڑھ اور ارجح میں مہاجرین اور انصار اور راجع نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا اور ہم نے بھی احرام باندھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے احرام کو حج اور عمرہ کا احرام بنا دو، مجھ و شخص جس نے ہدی کے جانور کو قفلاؤہ ڈالا، ہم نے خانہ کعبہ اور صفاء مردہ کے درمیان طواف کیا اور ہم اپنی بیویوں کے پاس آئے (محبت کی) اور پکڑے پہنے۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے ہدی کو قفلاؤہ پہنایا تو اس کے لئے احرام کھولنا جائز نہیں، جب تک کہ ہدی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے۔ پھر ترویہ کی شام کو میں حکم دیا کہ حج مع احرام باندھیں، پھر جب تمام ارکان سے فارغ ہوئے تو ہم نے خانہ کعبہ اور صفاء مردہ کا طواف کیا اور ہمارا حج پورا ہو گیا اور ہم پھر قربانی واجب ہے جیسا کہ اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا کہ جس کو قربانی کا جانور میسر ہو وہ قربانی کرے اور جسے میسر نہ ہو تو تین دن روزے رکھنا اس کے ذریعہ میں واجب ہے اور سات روزے جب تم اپنے شہر کو واپس جاؤ اور قربانی میں ایک بکری بھی کافی ہے لوگوں نے ایک ہی سال میں دو عبادتیں یعنی حج اور عمرہ کو حج کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کو نازل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سنت قرار دیا اور اہل مکہ کے سوا دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے جائز قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اس کے لئے ہے کہ جو

حرام (خانہ کعبہ) کے پاس نہ رہنے والے ہوں اور حج کے سینے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کئے ہیں، شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ، جس نے ان میں انیتوں میں عمرہ کیا، اس پر قربانی واجب ہے، یا روزہ، اور رشتہ سے مراد جماع ہے اور شوق سے مراد نگاہ اور جہال سے مراد لوگوں سے بھٹکا کرنا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

ہدی کے جانوروں کی مزید تفصیل تحقیق باب الہدی میں اور پوری تحقیق کتاب الاضحیہ میں ان شاء اللہ بیان کی جائے گی۔

بدنہ کو اشعار کرنے یا نہ کرنے میں اختلاف کا بیان:

قَالَ: وَأَشْعَرَ الْبَدَنَةَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَمَحْمَدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ وَلَا يُشْعَرُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ (وَيُكْرَهُ) وَالْإِشْعَارُ هُوَ الْإِدْمَاءُ بِالْجَرْحِ لَعَةً (وَصَفَتْهُ أَنْ يَشُقَّ سَمَامَهَا) بَأَنْ يَطْعَنَ فِي أَسْفَلِ السَّامِ (مِنْ الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ أَوِ الْأَيْسَرِ) قَالُوا: وَالْأَشْبَةُ هُوَ الْأَيْسَرُ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَنَ فِي جَانِبِ الْإِسَارِ مَقْصُودًا وَفِي جَانِبِ الْأَيْمَنِ اتِّفَاقًا، وَيُلْطَخُ سَمَامَهَا بِالْإِصْبَعِ إِعْلَامًا، وَهَذَا الصُّعُّ مُكْرُوهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا حَسَنٌ، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ سُنَّةٌ؛ لِأَنَّهُ مَرْوِيُّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

وَلَهُمَا أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ التَّقْلِيدِ أَنْ لَا يُهَاجَ إِذَا وَرَدَ مَاءٌ أَوْ كَلَّا أَوْ يُودَّ إِذَا صَلَّ وَانَّهُ فِي الْإِشْعَارِ أَتَمُّ، لِأَنَّهُ الزَّمُّ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ يَكُونُ

سُنَّةً، لِأَنَّهُ عَارِضٌ جَهْتُهُ كَوْنُهُ مَثَلَةً فَقَلْنَا بِحُسْنِهِ وَلَا بِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ مَثَلَةٌ وَأَنَّهُ مُنْهَى عَنْهُ. وَلَوْ وَقَعَ التَّعَارُضُ فَالْأَجْرَجُ لِلْمُحَرِّمِ وَالْإِشْعَارُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذِبٌ. لِصِبَاةِ الْهَدْيِ؛ لِأَنَّ الْمُشْرِكِينَ لَا يَمْتَنِعُونَ عَنْ تَعَرُّضِهِ إِلَّا بِهِ. وَقِيلَ: إِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ كَرِهَ إِشْعَارَ أَهْلِ زَمَانِهِ لِمَا لِيَهُمْ فِيهِ عَلَى وَجْهِ بَيِّنَاتٍ مِنْهُ السَّرِيَّةُ، وَقِيلَ: إِنَّمَا كَرِهَ إِثَارَةً عَلَى التَّقْلِيدِ.

ترجمہ:

امام قدوری نے کہا ہے کہ صاحبین کے نزدیک وہ بدنہ کو اشعار کرے گا جبکہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بدنہ کو اشعار نہ کر دے۔ اشعار کا لغوی معنی یہ ہے کہ رخسار کو رخسار نکال دے۔ اور اشعار کا طریقہ یہ ہے کہ بدنہ کی کوہان کو پھاڑے اس طرح کہ اس کے نیچے والی جانب پر نیزہ مارے۔

ماترین فقہاء نے کہا ہے زیادہ مشابہہ یا نہیں کوہان ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بطور ارادہ یا نہیں جانب نیزہ مارا تھا۔ اور دائیں جانب اتھاقی طور پر نیزہ مارا تھا۔ اور اس کو کوہان کے خون سے آلودہ کرے تاکہ ہدی کے جانور کی خبر ہو جائے۔ ابراہیم امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مکروہ ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اچھا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اس طرح کرنا سنت ہے۔ کیونکہ اشعار کی روایت نبی کریم ﷺ سے اور خلفاء راشدین سے بیان کی گئی ہے۔

صاحبین نے دلیل یہ دی ہے کہ تقلید کا مقصد یہ ہے کہ جب ہدی کا جانور پانی یا گھاس پر جائے تو اس کو ہٹا یا نہ جائے یا جس وقت وہ کم ہو جائے تو اسے واپس کر دیا جائے۔ اور مفتی اشعار سے مکمل ہوتا ہے لہذا وہ لازم کر دیا گیا ہے۔ اور اسکی وجہ سے سنت ہو گیا مگر جب یہ مسئلہ ہونے کی طرف سے محاضرات ہو گیا تو پھر ہم اس کے متحسین ہونے کے قائل ہو گئے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مسئلہ ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب تعارض واقع ہو تو حرام کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا اشعار ہدی کی حفاظت کیلئے تھا۔ کیونکہ مشرکین سوائے اشعار کے ہدی سے معارضہ کرنے سے نہیں رکتے تھے۔ یہی بھی کہا گیا ہے امام اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے دور کیلئے اشعار کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ لوگ اشعار میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے تھے۔ اور اس سے سرائت کا خوف تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اشعار کو تقلید پر ترجیح دینا مکروہ ہے۔

جانوروں کی تقلید و اشعار کا حکم:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدی کی دائیں کوہان چیر کر اس کا خون نکالا پھر وہ خون صاف کر دیا۔ دوسری روایت ہے کہ آپ نے اپنے اشعار ڈواخلیہ میں کیا اور اونٹ کی گردن میں دو ٹول بھی لٹاکے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانور کی گردن میں قلاہہ لٹکا یا اور اشعار کیا اور جن امور سے محرم پرہیز کرتا ہے ان سے پرہیز نہ فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ)

اس مسئلہ کی فقہی تحقیق باب الہدی میں ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔ یہاں اور وہاں کے حکمراکے اندیشے کے پیش نظر اس کو باب الہدی تک موقوف کر دیا گیا ہے۔

ترجیع کرنے والا جب ہدی نہ لے جائے:

قَالَ: (فَإِذَا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَسَعَى) وَهَذَا لِلْعُمْرَةِ عَلَى مَا بَيَّنَّا فِي مُتَمَتِّعٍ لَا يَسُقِي الْهَدْيَ (إِلَّا أَنَّهُ لَا يَتَحَلَّلُ حَتَّى يُحْرِمَ بِالنَّحْيِ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سَفَّتُ الْهَدْيَ وَلَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً وَتَحَلَّلْتُ مِنْهَا) وَهَذَا يَنْفِي التَّحَلُّلَ عِنْدَ سَوْقِ الْهَدْيِ (وَيُحْرِمُ بِالنَّحْيِ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ) كَمَا يُحْرِمُ أَهْلُ

مَكَّةَ عَلَى مَا بَيَّنَّا.

ترجمہ:

فرمایا: جب تمتع والا مکہ میں داخل ہو تو وہ طواف وسی کرے اور اس کا یہ طواف وسی عمرے کیلئے ہے جس طرح ہم تمتع کرنے والے کے بیان میں بتا چکے ہیں۔ اور جو ہدی کو ساتھ نہ لے جائے وہ اس وقت تک حلال نہ ہوگا حتیٰ کہ یوم ترویہ کو حج کا احرام باندھ لے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنے پاس سے پہلے اس بات کا خیال آتا جو اب ظہر ہوے تو میں ہدی کو ساتھ نہ لاتا اور میں اس کو عمرہ کر دیتا۔ اور اس سے حلال ہو جاتا اور یہی حدیث ہدی لے جانے کے وقت حلال ہونے کی نفی کرنے والی ہے۔ اور وہ زیادہ کے دن حج کا احرام باندھے جس طرح اہل مکہ باندھتے ہیں۔ اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

شرح

حضرت اسامہ بنت ابی بکر فرماتی ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احرام باندھ کر نکلے اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہو تو وہ اپنے احرام پر قے تم پر اور جس کے پاس ہدی نہ ہو تو وہ احرام تم کو دے فرماتی ہیں کہ میرے پاس ہدی نہیں اس لئے میں نے احرام تم کو دیا اور زبیر کے پاس ہدی تھی اس لئے وہ حلال نہ ہوئے میں نے اپنے کپڑے پہنے اور زبیر کے پاس آئی تو زبیر کہنے لگے میرے پاس سے اٹھ جاؤ تو میں نے کہا کیا آپ کو اس بات کا ڈر ہے کہ میں آپ پر غلبہ پا لوں گی۔ (سنن ابن ماجہ)

اہل مکہ کیلئے عدم تمتع و قرآن کا بیان:

(وَأَنْ قَدَّمَ الْإِحْرَامَ قَبْلَهُ جَزَاءً، وَمَا عَجَلَ الْمُتَمَتِّعُ مِنَ الْإِحْرَامِ بِالْحَجِّ فَهُوَ أَفْضَلُ) لِمَا فِيهِ مِنَ الْمُسَارَعَةِ وَزِيَادَةِ الْمَشَقَّةِ، وَهَذِهِ الْأَفْضَلِيَّةُ فِي حَقِّ مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَفِي حَقِّ مَنْ لَمْ يَسُقِ (وَعَلَيْهِ دَمٌ) وَهُوَ دَمُ الْمُتَمَتِّعِ عَلَى مَا بَيَّنَّا.

(وَإِذَا حَلَقَ يَوْمَ الْحَجْرِ فَقَدْ حَلَ مِنَ الْإِحْرَامَيْنِ)؛ لِأَنَّ الْحَلْقَ مُحَلِّلٌ فِي الْحَجِّ كَالسَّلَامِ فِي الصَّلَاةِ فَيَتَحَلَّلُ بِهِ عَنْهُمَا.

قَالَ: (وَلَيْسَ لِأَهْلِ مَكَّةَ تَمَتُّعٌ وَلَا قِرَانٌ، وَإِنَّمَا لَهُمُ الْإِفْرَادُ خَاصَّةً) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالَى (ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)؛ وَلِأَنَّ شَرْعَهُمَا لِلتَّرْوِيَةِ بِاسْقَاطِ إِحْدَى السَّفَرَتَيْنِ وَهَذَا فِي حَقِّ الْآفَاقِيِّ، وَمَنْ كَانَ ذَاخِلَ الْمِيَقَاتِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمَكِّيِّ حَتَّى لَا يَكُونَ لَهُ مُتَعَةٌ وَلَا قِرَانٌ، بِخِلَافِ

الْمَحْجِي إِذَا خَرَجَ إِلَى الْكُوفَةِ وَقَرَنَ حَيْثُ يَصْحُ؛ لِأَنَّ عُمْرَتَهُ وَحُجَّتَهُ مِيقَاتَانِ قَصَارَ
بِمَنْزِلَةِ الْآفَاقِي.

ترجمہ:

اور اگر اس شخص نے یوم ترویہ سے قبل احرام باندھ لیا تو بھی جائز ہے۔ اور تمتع کرنے والا جس قدر ہو سکے احرام جلدی باندھ سکے کیونکہ فضیلت اسی میں ہے۔ اور اس لئے بھی جلدی اور زیادہ مشقت ہے۔ اور یہ فضیلت اس تمتع کرنے والے کے حق میں ہے جس نے ہدی لائی ہو۔ اور اس کے حق میں بھی ہے جو ہدی نہ لایا ہو۔ اس تمتع کرنے والے پر قربانی ہے اور یہ تمتع کی قربانی ہے جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور جب عمرہ کے دن حلق کروائے تو وہ دونوں احرام سے حلال ہو جائے گا۔ اس لئے کہ حلق کروانا ہے حج میں حلال ہونا ہے۔ جس طرح نماز میں سلام ہے۔ لہذا اس حلق سے ذریعہ حج و عمرہ دونوں میں حلال ہو جائے گا۔

مکہ میں رہنے والوں کیلئے حج قرآن و تمتع نہیں ہے۔ ان کیلئے صرف حج مفرد ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کا فرمان دیکھئے "ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" کیونکہ یہ تمتع اور قارن کو دو سفروں میں ایک کو ساقط کرتے ہوئے آرام کی خاطر شروع ہے۔ اور یہ راحت آسانی کے حق میں ہے اور جو بندہ میقات کے اندر رہنے والا ہے وہ بھی کسی حکم میں ہے کیونکہ اس کیلئے بھی تمتع اور قارن نہیں ہے۔ یہ خلاف اس کی ہے جو کوئی کی طرف نکلا اور قارن کیا تو تمتع ہے کیونکہ اس کا عمرہ و حج دونوں میقاتی ہیں۔ لہذا وہ آفاقی کے حکم میں ہو گیا۔

کی کیلئے عدم قارن و تمتع میں مباح ہے اور بعد کا بیان:

علامہ سبکی سلطان غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ وہ اہل مکہ خاص میں اور امام شافعی نے کہا کہ وہ اہل مکہ خاص تو ہیں اور اس میں وہ بھی ہیں جن کا گھرانہ فاصلہ پر ہو اس پر قصر رکنا نہ ضرور ہے۔ تو وہ صرف مفرد کریں اور وہ تمتع قرآن نہ کریں۔ کیونکہ اہل مکہ کیلئے تمتع قرآن نہیں ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی تمتع یا قارن کیا تو درست ہوگا۔ اگرچہ ایسا کرنے والا برا ہوگا اور اس پر اس کے بدلے میں دم ہوگا۔ اور اس دم کو حکم اس لئے کہ اس نے اس کا قائم مقام روزہ نہیں رکھا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تمتع اور قارن کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ" تہذیبہ حکم کی کوئی طرح شامل ہے جس طرح غیر کی کو شامل ہے۔

ہمارے نزدیک یہ آیت غیر کی کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ اس میں تمتع کا اشارہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ہے۔ لہذا اس میں ہدی و صوم نہیں ہے جس طرح امام شافعی نے کہا ہے۔ (شرح الوفاق، ج ۲ ص ۳۰۰، بیروت)

تمتع کرنے والا جب اپنے شہر میں لوٹ آئے تو حکم تمتع:

(وَإِذَا عَادَ الْمُتَمَتِّعُ إِلَى بَلَدِهِ بَعْدَ فَرَغِهِ مِنَ الْعُمْرَةِ وَلَمْ يَكُنْ سَاقِ الْهَدْيِ يَبْطُلُ تَمَتُّعُهُ) لِأَنَّهُ أَلَمْ بِأَهْلِيهِ فِيمَا بَيْنَ النَّسَكَيْنِ الْمَأْمُورَ صَحِيحًا وَبِذَلِكَ يَبْطُلُ التَّمَتُّعُ كَذَا رَوَى عَنْ عَلِيٍّ مِنَ التَّابِعِينَ، وَإِذَا سَاقِ الْهَدْيِ فَإِلَافًا لَمْ يَكُنْ صَحِيحًا وَلَا يَبْطُلُ تَمَتُّعُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: رَحِمَهُ اللَّهُ يَبْطُلُ؛ لِأَنَّهُ أَذَاهُمَا بِسَفَرَتَيْنِ.

وَلَهُمَا أَنَّ الْعَوْدَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ مَا دَامَ عَلَى رَيْبِهِ التَّمَتُّعُ؛ لِأَنَّ السَّوْقَ يَمْتَنِعُهُ مِنَ التَّحَلُّلِ فَلَمْ يَصِحَّ الْمَأْمُورُ، بِخِلَافِ الْمَحْجِي إِذَا خَرَجَ إِلَى الْكُوفَةِ وَأَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَسَاقِ الْهَدْيِ حَيْثُ لَمْ يَكُنْ مُتَمَتِّعًا؛ لِأَنَّ الْعَوْدَ هُنَاكَ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهِ فَصَحَّ الْمَأْمُورُ بِأَهْلِيهِ.

ترجمہ:

اور اگر تمتع کرنے والا عمرہ سے فراغت کے بعد اپنے وطن میں لوٹ آیا اور اس نے کوئی ہدی بھی نہیں کی ہے تو اس کا تمتع باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے نسکین یعنی حج و عمرہ کے درمیان المام صحیح کر لیا ہے اور اس طرح کرنے سے تمتع ختم ہو جاتا ہے۔ تابعین فقہاء کی ایک جماعت سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

اور اگر وہ قربانی کا جانور ساتھ لے گیا تو المام صحیح نہ ہوگا۔ اور شیخین کے نزدیک اس کا تمتع ختم نہ ہوگا جبکہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: تمتع ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے حج و عمرہ دونوں کو دو سفروں میں ادا کیا ہے۔ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ جب تک وہ تمتع کی نیت پر ہے اس پر لوٹنا واجب ہے۔ کیونکہ قربانی کے جانور کے جانا اس کیلئے حلال ہونے سے مانع ہے لہذا اس کا المام صحیح نہ ہوگا۔ بخلاف اس کی ہے جو کوئی کی جانب نکلا اور اس نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی کو بھی ساتھ لے گیا تو وہ تمتع کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں اس پر لوٹنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا المام اس کے وطن میں ختم ہوگا۔

شرح

بِأَهْلِيهِ الْيَدَيْنِ امْتَوَا لَا تَحِلُّوا لِدَعَائِهِمُ اللَّهُ وَلَا الشُّهُرِ الْحَرَامِ وَلَا الْهَدْيِ وَلَا الْقَاعِلَةِ وَلَا اَتَمَّنِ الْبَيْتِ الْحَرَامِ اے ایمان والو! حلال نہ بنو اللہ کے دعوے کے نشان۔ اور نہ ادب والے مینیے۔ اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ۔ جن کے گلے میں تلاش آویزاں اور نہ ان کا مال آبرو جو عزت والے گھر کا قصہ کر کے آئیں۔ (کنز الایمان، المائدہ ۲) صدرا فاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ عرب کے لوگ قربانیوں کے گلے میں حرم شریف کے اشجار کی

جہاں وغیرہ سے لگو بندن کر ڈالے تھے تاکہ دیکھنے والے پس کر یہ نرم کچھی ہوئی قربانیاں ہیں اور اس سے متوجہ نہ کریں۔
 شرعی بن ہند ایک مشہور شفیق شاہد مدینہ طیبہ میں آیا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ
 آپ خلق خدا کو دعوت دیتے ہیں؟ فرمایا اپنے رب کے ساتھ ایمان لانے اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے اور نماز قائم رکھنے اور
 زکوٰۃ دینے کی، کہنے لگا بہت اچھی دعوت ہے میں اپنے سرداروں سے رائے لے لوں تو میں بھی اسلام لاؤں گا اور انہیں بھی لاؤں گا،
 یہ کہہ کر چلا گیا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آنے سے پہلے ہی اپنے اصحاب کو خبر دے دی تھی کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک شخص
 آنے والا ہے جو بیٹھائی زبان بولے گا اس کے چلنے جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر کا چہرہ نہ کرے اور غار و
 بدعہد کی طرح بیٹھ پھر کر گیا یہ اسلام لانے والا نہیں، چنانچہ اس نے غدار کیا اور مدینہ شریف سے نکلے ہوئے وہاں کے موسیٰ اور
 اموال لے گیا، اگلے سال مہاجرہ کے حایوں کے ساتھ تجارت کا کثیر سامان اور حج کی قفادہ پوش قربانیاں لے کر بارادہ حج نکلا، سید
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ شریف لے جا رہے تھے، راہ میں صحابہ نے شرعی کو دیکھا اور چاہا کہ موسیٰ اس سے
 واپس لے لیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ جس کی ایسی شان ہو اس سے
 تعرض نہ چاہئے۔ (بخاری، العرفان)

حج کے مہینوں سے پہلے عمرے کا احرام باندھنے کا بیان:

(وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ قَبْلَ أَشْهُرِ الْحَجِّ فَطَافَ لَهَا أَقْلٌ مِنْ أَرْبَعَةِ أَشْوَاطٍ ثُمَّ دَخَلَتْ أَشْهُرُ
 الْحَجِّ فَتَمَّتْهَا وَأَحْرَمَ بِالْحَجِّ كَانَ مَتَمِّعًا)؛ لِأَنَّ الْإِحْرَامَ عِنْدَنَا شَرْطٌ فَيَصِحُّ تَقْدِيمُهُ
 عَلَى أَشْهُرِ الْحَجِّ. وَإِنَّمَا يُعْتَبَرُ أَذَاءُ الْأَفْعَالِ فِيهَا، وَقَدْ وَجَدَ الْأَكْثَرُ وَلَا خَيْرَ حُكْمٍ
 الْفُكْلَ وَإِنْ طَافَ لِعُمْرَةٍ قَبْلَ أَشْهُرِ الْحَجِّ أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ فَصَاعِدًا ثُمَّ حَجَّ مِنْ غَيْرِهِ ذَلِكَ
 لَمْ يَكُنْ مَتَمِّعًا؛ لِأَنَّهُ أَذَى الْأَكْثَرُ قَبْلَ أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَهَذَا؛ لِأَنَّهُ صَارَ بِحَالٍ لَا يَفْسُدُ
 نُسْكُهُ بِالْجَمَاعِ فَصَارَ كَمَا إِذَا تَحَلَّلَ مِنْهَا قَبْلَ أَشْهُرِ الْحَجِّ.

وَمَا لَكَ رَحِمَهُ اللَّهُ يُعْتَبَرُ الْإِتِمَامُ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَالْحُجَّةِ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَا؛ وَلَئِنْ
 التَّرَفُّقُ بِأَذَاءِ الْأَفْعَالِ، وَالْمَتَمِّعُ مُتَرَفِّقٌ بِأَذَاءِ النَّسْكِ فِي سَفَرَةٍ وَاحِدَةٍ فِي أَشْهُرِ
 الْحَجِّ.

ترجمہ:

اور جو شخص حج کے مہینوں سے پہلے عمرے کا احرام باندھے اور اس نے عمرے کیلئے چار چکروں سے کم طواف کیا یہاں تک کہ

حج کے مہینے آگئے۔ اور اس نے عمرہ مکمل کیا اور حج کا احرام باندھا تو یہ آدمی تمتع کرنے والا ہے۔ کیونکہ ہمارا نزدیک احرام شرط ہے۔
 کیونکہ حج کے مہینوں پر اس کو مقدم کرنا صحیح ہے۔ اور اس کا اعتبار حج کے مہینوں میں عمرے کے مناسک ادا کرنا ہیں۔ جسکے اس حالت
 میں اکثر کی ادائیگی بھی پائی جا رہی ہے اور اکثر کیلئے کل کا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس نے حج کے مہینوں سے پہلے اکثر ادا کیا
 ہے تو یہ ایسی حالت میں ہو گیا کہ اب جماع کرنے سے اس کا عمرہ ختم نہ ہوگا۔ لہذا یہ اس طرح ہو گیا ہے کہ جس طرح اس نے حج کے
 دنوں سے پہلے عمرے سے حلال ہو گیا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حج کے دنوں میں عمرے کو پورا کرنے کا اعتبار کرتے ہیں اور ان کے خلاف دلیل وہی ہے جو ہم
 بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ انھیں انھما انفعال کی ادائیگی کے ساتھ ہے۔ اور تمتع کرنے والا متوجہ وہ ہے جو حج کے دنوں میں ایک سفر میں دو
 نسلوں کو ادا کر کے فائدہ اٹھایا جائے۔

چار چکروں سے کم طواف والے کے تمتع ہونے میں مذاہب ثلاثہ:

علامہ ابن محمود الباری خفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اور جو شخص حج کے مہینوں سے پہلے عمرے کا احرام باندھے اور اس نے عمرے
 کیلئے چار چکروں سے کم طواف کیا یہاں تک کہ حج کے مہینے آگئے۔ اس کے تمتع ہونے میں تین مذاہب ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب اس نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرے کا احرام باندھا تو وہ تمتع کرنے والا نہ
 ہوگا۔ اگرچہ وہ اس کے افعال ادا کرے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ تمتع کرنے والا ہوگا اگرچہ وہ اس میں افعال ادا نہ کرے۔ کیونکہ ان کے نزدیک
 وہ عمرے کے احرام سے حلال ہونے والا ہے۔

فقہا و احناف کے نزدیک اگر اس نے چار چکر لگائے ہیں تو وہ تمتع کرنے والا بن گیا ہے۔ اور اگر اس نے چار چکر نہ لگائے تو وہ
 تمتع کرنے والا نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حج کے مہینے میں عمرے کے رکن کے تقدم کی وجہ سے وہ دو قربانیاں جمع نہیں
 کر سکتا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ ان دونوں کو جمع کر سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں کی تکمیل موجود ہے اور وہ حلال ہوتا ہے
 ہمارے نزدیک اس کی دلیل وہی جو کتاب میں ذکر کردی گئی ہے کہ احرام شرط ہے اور جائز ہے جس طرح طہارت کو نماز کے وقت پر
 مقدم کرنا جائز ہے۔ اور اس میں افعال کی ادائیگی کا اعتبار ہے۔ اور وہ اکثر پایا جاتا ہے اور اکثر کیلئے کل کا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ اور
 اگر اس پر اعتراض وارد کیا جائے کہ ظہر کی تین رکعات اکثر ہیں لہذا ان کو چار کے قائم مقام کرتے ہوئے نماز جائز قرار دینی چاہیے تو
 اس کا جواب یہ ہے۔ یہاں حکم کل انص کے معارض نہیں ہے۔ جس طرح ظہر کی رباعیہ میں معارض ہونے والا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۵۷، بیروت)

ج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کے جواز میں فقہی بیان:

علامہ نوادی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ علماء کرام میں بغیر کسی اختلاف کے حج کے مہینوں میں عمرہ کی ادائیگی جائز ہے، اس میں کوئی فرق نہیں کہ اس برس حج کی نیت ہو یا حج کی نیت نہ کی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار بار عمرہ کیا اور یہ سارے عمرے ذی القعدہ کے مہینہ میں ہی کیے جو کہ حج کے مہینوں میں سے ایک ہے، حج کے مہینے یہ ہیں: شوال، ذی القعدہ، اور ذی الحجہ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف آخری عمرہ کیساتھ حج کیا جو چودہ الوداع کہلاتا ہے۔

امام بخاری اور مسلم جہا اللہ نے انس رضی اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے اور یہ سارے عمرے ذی القعدہ کے مہینہ میں تھے صرف وہ عمرہ جو آپ نے حج کیا تھا کیا وہ نہیں۔

ایک عمرہ حدیبیہ سے یا حدیبیہ کے زمانے میں ذی القعدہ کے مہینہ میں، اور ایک عمرہ اس کے اگلے برس وہ بھی ذی القعدہ میں ہی، اور ایک عمرہ حرا نہ سے جہاں آپ نے غزوہ تبوک میں غنائم تقسیم کیں وہ بھی ذی القعدہ میں ہی تھا اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ صحیح بخاری حدیث نمبر (4148) اور صحیح مسلم حدیث نمبر (1253)۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں: (انس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ دونوں کا چار عمروں میں اتفاق ہے اور ان میں سے ایک عمرہ ہجری ذی القعدہ کے مہینہ میں حدیبیہ کیساتھ تھا اس میں انہیں روک دیا گیا تھا تو وہ حلال ہو گئے اور ان کے لیے یہ عمرہ شریک کر لیا گیا۔

اور دوسرا عمرہ ذی القعدہ سات ہجری میں عمرہ وقفہ تھا، اور تیسرا عمرہ ذی القعدہ آٹھ ہجری میں جسے عام الفتح کہا جاتا ہے میں کیا، اور چوتھا عمرہ آپ صلی اللہ وسلم نے اپنے حج کیساتھ کیا اور اس کا احرام ذی القعدہ میں تھا اور کل ذی الحجہ میں کیا)، اور ایک جگہ پر کہتے ہیں۔

(علامہ کرام کہتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمرہ ذی القعدہ میں اس مہینہ کی فضیلت اور اہل چاہلیت کی مخالفت کی بنا پر کیے تھے کیونکہ وہ اسے الفجور الفجور و شاکر کرتے تھے۔ لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے اس لیے کیا تاکہ اس کے جواز کا بیان یلیغ ہو اور دوسرا چاہلیت کی رسم کے باطل کرنے میں بھی زیادہ بالغ ہو۔

حج کے مہینوں کا بیان:

قَالَ : وَأَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرُ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ (كَذَا وَوَيْ عَنْ الْعَبَّادِلَةَ الثَّلَاثَةِ وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَلَآئِنْ الْحَجَّ يَثُوتُ بِمَعْصِي عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ ، وَمَعَ بَقَاءِ الْوَلَفِّ لَا يَتَحَقَّقُ الْفَوَاتُ ، وَهَذَا يُدَلُّ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ مِنْ

قَوْلُهُ تَعَالَى (الْحَجَّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ) شَهْرَانِ وَبَعْضُ الثَّلَاثِ لَا كُلَّهُ .

ترجمہ:

امام مقدوری نے کہا ہے کہ حج کے مہینے شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت کی گئی ہے۔ کیونکہ ذی الحجہ کے دس گزرنے سے حج فوت ہو جاتا ہے۔ جبکہ بقائے وقت کے ساتھ فوت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کی دلیل اللہ کے فرمان (الْحَجَّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ) سے ہے کہ دو مہینے اور تیسرے کا بعض مراد ہے اس کا کل نہیں ہے۔

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو حج کے مہینوں کا نام لیتے ہوئے سنا ہے؟ حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شوال ذی القعدہ اور ذی الحجہ کو حج کے مہینے شاکر کرتے تھے۔ میں نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے کہا اگر انسان ان حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھ لے تو پھر تو حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اس بارے میں ان سے کچھ نہیں سنا (کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے)۔ اسے شافعی نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ آدمی حج کا احرام حج کے مہینوں میں ہی باندھے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

اشہر معلومات سے مراد میں فقہی مذاہب اربعہ:

امام ابو داؤد علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج میں خطبہ پڑھا تو فرمایا نہ لپٹ کر دیو یا ہو گیا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں چار احرام (حرمت و عظمت والے) ہیں (اور ان چار میں سے) تین ہر دے ہیں یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ بخرم اور ربیعہ جو کہ بخاری الا خروا شعبان کے درمیان ہے۔ (سنن ابوداؤد)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ عربی دان حضرات نے کہا ہے کہ مطلب اگلے جملہ کا یہ ہے کہ حج حج کے مہینوں کا جو معلوم اور مقرر ہیں، پس حج کے مہینوں میں احرام باندھنا دوسرے مہینوں کے احرام سے زیادہ کامل ہے، گو اور ماہ کا احرام بھی صحیح ہے۔

حضرت امام مالک، امام ابو یوسف، امام احمد، امام اشقی، امام ابراہیم نخعی، امام ثوری، امام لیث، اللہ تعالیٰ ان پر سب رحمتیں نازل فرمائے فرماتے ہیں کہ سال بھر میں جس مہینہ میں چاہے حج کا احرام باندھ سکتا ہے ان بزرگوں کی دلیل (آیہ) است بسألونک عن الاھلۃ الخ ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کو تک کہا گیا ہے اور عمرے کا احرام حج کے مہینوں میں ہی باندھنا صحیح ہوگا اگر اور ماہ میں حج کا احرام باندھنا غیر صحیح ہے لیکن اس سے عمرہ بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں امام

صاحب کے وقول ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عطاؓ مجاہدؓ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں کے سوا باہر غیریہ حج ہے اور اس پر دلیل (آیت الحج اشہر معلومات) ہے عرب پر دان حضرات کی ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ آیت کے ان الفاظ سے مطلب یہ ہے کہ حج کا وقت خاص خاص مقرر کردہ مہینے میں تو ثابت ہوا کہ ان مہینوں سے پہلے حج کا جواہرام باندھنا وہ حج نہ ہوگا جس طرح نماز کے وقت سے پہلے کوئی نماز پڑھے۔

امام شافعیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مسہم بن خالد نے خبر دی انہوں نے ابن جریج سے سنا اور انہیں عرب میں عطا نے کہا ان سے مکہ میں گئے اور دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما کے فرمان ہے کہ کسی شخص کو لائق نہیں کہ حج کے مہینوں کے سوا بھی حج کا احرام باندھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (الحج اشہر معلومات) اس روایت کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں ایک سند میں ہے کہ سنت یہی ہے، صحیح ابن خزیمہ میں بھی یہ روایت منقول ہے، اصول کی کتابوں میں یہ مسئلہ شدہ ہے کہ کسما کی کفران حکم میں مرفوع حدیث کے مساوی ہوتا ہے پس یہ حکم رسول ﷺ ہو یا اور صحابی بھی یہاں وہ صحابی ہیں جو منسخر قرآن اور ترجیح القرآن میں، علاوہ ازیں ابن مردودہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حج کا احرام باندھنا کسی کو سوا حج کے مہینوں کے لائق نہیں، اس کی اسناد بھی اچھی ہے، لیکن شافعی اور سنی نے روایت کی ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائے تو آپ نے فرمایا نہیں، یہ موقف حدیث ہی زیادہ ثابت اور زیادہ صحیح ہے اور صحابی کی اس فتویٰ کی تقویت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ سنت یوں ہے واللہ اعلم۔ اشہر معلومات سے مراد حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں شوال ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے ہیں (بخاری)

یہ روایت ابن جریرؒ میں بھی ہے، مستدرک حکم میں بھی ہے اور امام حاکمؒ اسے صحیح جملہ میں لے لیتے ہیں، حضرت عمرؓ، حضرت عطاؓ، حضرت مجاہدؓ، حضرت ابراہیمؒ نخعیؒ، حضرت شعیبؒ، حضرت حسنؒ، حضرت ابن سیرینؒ، حضرت کھولؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت شحاک بن حزامؒ، حضرت ربیع بن انسؒ، حضرت قتیل بن حیانؒ رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں، حضرت امام شافعیؒ، امام ابو یوسفؒ، امام احمد بن حنبلؒ، ابو یوسفؒ اور ابو ثور رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مذہب ہے، امام ابن جریرؒ بھی اس قول کو پسند فرماتے ہیں اشہر کا لفظ ہے تو اس کا اطلاق وہ پورے مہینوں اور تیسرے کے بعض حصے پر بھی ہو سکتا ہے، جیسے عرب میں کہا جاتا ہے کہ میں نے اس سال یا آج کے دن اسے دیکھا ہے پس حقیقت میں سارا سال اور پورا دن تو دیکھا نہیں رہتا بلکہ دیکھنے کا وقت ٹھوڑا ہی ہوتا ہے مگر اعلیٰ (تقریباً) ایسا بول دیا کرتے ہیں اسی طرح یہاں بھی اعلیٰ تیسرے مہینہ کا ذکر ہے قرآن میں بھی ہے (آیت فمن تعجل فی یومین) حالانکہ وہ جلدی ڈیڑھ دن کی ہوتی ہے مگر کئی میں دودن کہے گئے،

حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ کا ایک پہلا قول یہ بھی ہے کہ شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کا پورا مہینہ ہے، ابن عمرؓ سے بھی یہی

مروئی ہے، ابن شہابؒ، عطاءؒ، جابر بن عبد اللہؓ سے بھی یہی مروی ہے طاکسؒ، مجاہدؒ، عمرو بن لعیج اور قتادہؓ سے بھی یہی مروی ہے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے لیکن وہ موضوع ہے، کیونکہ اس کا راوی حسین بن خارق ہے جس پر احادیث کو وضع کرنے کی تہمت ہے، بلکہ اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں واللہ اعلم۔

حضرت امام مالکؒ کے اس قول کو مان لینے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذوالحجہ کے مہینے میں عمرہ کرنا صحیح نہ ہوگا یہ طلب نہیں کہ دن ذی الحجہ کے بعد بھی حج ہو سکتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ درست نہیں، امام ابن جریرؒ بھی ان اقوال کا بھی مطلب بیان کرتے ہیں کہ حج کا زمانہ تو سنی کے دن گزرتے ہی جا رہا ہے۔

محمد بن سیرینؒ کا بیان ہے کہ میرے علم میں تو کوئی اہل علم ایسا نہیں جو حج کے مہینوں کے علاوہ عمرہ کرنے کو ان مہینوں کے اندر عمرہ کرنے سے افضل مانے شک کرتا ہو، قاسم بن محمد سے ابن عون نے حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کے مسئلہ کو پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ اسے لوگ پورا عمرہ نہیں مانتے، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہما نے بھی حج کے مہینوں کے علاوہ عمرہ کرنا پسند فرماتے تھے بلکہ ان مہینوں میں عمرہ کرنے کو صحیح کرتے تھے۔ (تیسرے ابن کثیر، البقرہ، ۱۹۷)

حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنے کا بیان:

(فَإِنْ قَدَّمَ الْإِحْرَامَ بِالْحَجِّ عَلَيْهَا حَاجٌّ إِحْرَامُهُ وَانْعَقَدَ حَجًّا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فَإِنَّ عِنْدَهُ يَصِيرُ مُحْرَمًا بِالْعُمْرَةِ؛ لِأَنَّهُ رُحِنَ عِنْدَهُ وَهُوَ شَرَطُ عِنْدَنَا فَانْتَبَهَ الطَّهَارَةَ فِي حَوَالِ التَّقْدِيمِ عَلَى الْوُقُوفِ؛ وَلَئِنْ الْإِحْرَامَ تَحْرِيمَ أَشْيَاءَ وَإِبَاحَتِ أَشْيَاءَ، وَذَلِكَ يَصِحُّ فِي كُلِّ زَمَانٍ فَصَارَ كالتَّقْدِيمِ عَلَى الْمَكَانِ.

ترجمہ:

اور اگر اس نے احرام حج کو ان مہینوں سے پہلے باندھا تو اس کا احرام باندھنا جائز ہے اور حج کا انعقاد ہو جائے۔ جبکہ حضرت امام شافعیؒ علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک عمرہ سے محرم ہو جاتا ہے۔ ان کے نزدیک احرام ایک رکن ہے جبکہ ہمارے نزدیک شرط ہے۔ لہذا احرام کی تقدیم کا جواز طہارت کے مشابہ ہوگا۔ کیونکہ احرام بعض اشیاء کو حرام کرنے اور بعض چیزوں کو واجب کرنے کا نام ہے۔ اور ہر وقت صحیح ہے۔ لہذا یہاں مقدمہ کرنے کی طرح ہو گیا ہے۔

حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنے میں انعقاد حج پر مذہب اربعہ:

علامہ بدرالدین عینیؒ رضی اللہ عنہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وہ عمرہ کے ساتھ محرم ہوگا۔ یہ ان کا ناول ہے اور حضرت عطاءؒ، طاکسؒ، اور مجاہدؓ کا قول بھی یہی ہے۔ جبکہ ان قدیم قول ہمارے یعنی احناف کے ساتھ ہے۔ اور یہ قول حضرت ابراہیمؒ نخعیؒ، حسن بصریؒ، ابن شہرؒ، اور حکمؒ کا ہے۔ اور حضرت امام مالکؒ و امام احمدؒ نے اسی طرح کہا ہے جبکہ اوزاعؒ کا ظاہر نے

کہا ہے کہ حج مشعقہ نہ ہوگا۔ اور حضرت چاہر حضرت محمد رضی اللہ عنہما کا قول بھی یہی ہے۔

عدم انعقاد والے فقہاء کے نزدیک احرام رکن ہے لہذا تمام ارکان کی طرف اس کی تقدیم بھی جائز نہ ہوگی۔ جبکہ ہمارے نزدیک یہ شرط ہے اور اس کی تقدیم جائز ہے لہذا یہ طہارت والے مسئلہ کے مشابہ ہو گیا۔ کیونکہ نماز سے وضو کی تقدیم جائز ہے۔ البتہ احرام باندھنے سے اس پر احرام والی اشیاء حرام ہو جائیگی۔

(البنا یہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۲۱۹، جتائی مکتان)

جب کوئی عمرے سے فراغت کے بعد مکہ میں مقیم ہو گیا:

قَالَ (وَإِذَا قَدِمَ الْكُوفِي بِعُمْرَةٍ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَفَرَغَ مِنْهَا وَحَلَقَ أَوْ قَصَرَ ثُمَّ اتَّخَذَ مَكَّةَ أَوْ الْبَصْرَةَ دَارًا وَحَجَّ مِنْ عَامِهِ ذَلِكَ فَهُوَ مُتَمِّعٌ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّهُ تَرَفَّقَ بِنُسْكَانٍ فِي سَفَرٍ وَاحِدٍ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ. وَأَمَّا الثَّانِي فَقِيلَ هُوَ بِإِلْتِفَاقٍ وَقِيلَ هُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

وَعِنْدَهُمَا لَا يَكُونُ مُتَمِّعًا، لِأَنَّ الْمُتَمِّعَ مَنْ تَكُونُ عُمْرَتُهُ مِيقَاتِيَّةً وَحَجَّتُهُ مَكَّةَ وَنُسْكَاءَ هَذَانِ مِيقَاتِيَّانِ. وَلَهُ أَنَّ السَّفَرَةَ الْأُولَى قَائِمَةٌ مَا لَمْ يَبْعُدْ إِلَى وَطَنِهِ، وَقَدْ اجْتَمَعَ لَهُ نُسْكَانٌ فِيهَا فَوَجِبَ دَمُ التَّمَتُّعِ

ترجمہ:

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں فرمایا ہے۔ جب کوئی حج کے عہدوں میں عمرے کیلئے آیا اور وہ عمرے سے فارغ ہو گیا اور اس نے طہر کر دیا یا قصر کر دیا اور اس کے بعد مکہ کو یا بصرہ کو اس نے جائے اقامت بنالیا اور اس نے اسی سال حج ادا کیا تو وہ حج کرنے والا ہے۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ اس نے ایک سفر میں دو مہینوں کو حج کر کے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور دوسری صورت کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ بہ اتفاق ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ صرف حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا قول ہے۔

صاحبین کے نزدیک وہ حج کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ حج کرنے والا وہ بندہ ہے جس کا عمرہ عیناتی ہو اور حج کی ہوا اور اس کے دونوں نسلوں کا ہو سکتا ہو۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اس کا پہلا سفر موجود ہے یہاں تک کہ وہ اپنے وطن کو واپس نہ لوٹ جائے۔ اور موجود صورت میں اسی سفر میں اس کے دوسرے حج ہو گئے لہذا اس پر حج کی قربانی واجب ہے۔

شرح

علامہ ابن محمد باقر حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ اس نے مکہ کو جائے سکونت بنالیا۔ یعنی عمرے سے فارغ ہونے کے بعد اس میں مقیم ہو گیا۔ اور اس نے طہر کر دیا یا اور پھر اس نے اسی سال حج کیا تو اس کی دلیل کے پیش نظر حج والا ہو گیا۔

(۲) اور دوسری صورت یہ ہے۔ کہ اس نے بصرہ کو جائے سکونت بنالیا اور پھر اس نے اسی سال حج کیا تو وہ حج والا ہو گیا۔ اور یہ دونوں صورتیں جامع صغیر میں بیان ہوئی ہیں۔

اور ان میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا گیا۔ (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ وہ مکہ سے نکلے لیکن مہقات سے اس نے تجاوز نہیں کیا یہاں تک کہ اس نے اسی سال حج کیا تو وہ اسی طرح حج والا ہوگا۔ اگر چہ اس کو جامع صغیر میں ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا حکم پہلی صورت کے مطابق جان لیا گیا ہے۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ وہ مکہ سے نکلے اور مہقات سے تجاوز کر گیا اور اپنے اہل کی طرف لوٹ آیا پھر اس نے اسی سال حج کیا۔ وہ اس حالت میں حج کرنے والا نہ ہوگا کیونکہ اس کا امام اس کے اہل کی طرف صحت ہو گیا۔ اور اس کی مثل والا بھی حج کرنے والا نہ ہوگا۔ مگر چہ اس کو پہلے بیان نہیں کیا گیا۔ (عنایہ شرح الہدایہ ج ۳، ص ۲۶، بیروت)

عمرے کیلئے آنے والے نے جب عمرہ فاسد کر دیا تو حکم:

(فَإِنْ قَدِمَ بِعُمْرَةٍ فَأَفْسَدَهَا وَفَرَغَ مِنْهَا وَقَصَرَ ثُمَّ اتَّخَذَ الْبَصْرَةَ دَارًا ثُمَّ اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحَجَّ مِنْ عَامِهِ لَمْ يَكُنْ مُتَمِّعًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) رَحِمَهُ اللَّهُ (وَقَالَا: هُوَ مُتَمِّعٌ، لِأَنَّهُ إِنشَاءُ سَفَرٍ وَقَدْ تَرَفَّقَ فِيهِ بِنُسْكَانٍ).

وَلَهُ أَنَّهُ بَاقٍ عَلَى سَفَرِهِ مَا لَمْ يَرْجِعْ إِلَى وَطَنِهِ (فَإِنْ كَانَ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ لَمْ يَعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَحَجَّ مِنْ عَامِهِ يَكُونُ مُتَمِّعًا فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا)، لِأَنَّ هَذَا إِنشَاءُ سَفَرٍ لِانْتِهَاءِ السَّفَرِ الْأَوَّلِ، وَقَدْ اجْتَمَعَ لَهُ نُسْكَانٌ صَحِيحَانِ فِيهِ،

ترجمہ:

اگر کوئی شخص عمرے کیلئے آیا اور اس نے اسکو فاسد کر دیا اور اس سے فارغ ہو گیا اور پھر اس نے قصر کیا اور بصرہ میں رہنے لگا اور اس کے بعد حج کے عہدوں میں عمرہ کیا اور اس نے اسی سال حج کیا۔ تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ حج کرنے والا نہیں ہے۔

صاحبین نے فرمایا: کہ وہ حج کرنے والا ہے کیونکہ یہ اس کا نیا سفر ہے اور اس حالت میں اس نے دو مہینوں کو حج کر کے فائدہ

اٹھایا ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ بندہ اپنے سفر پر باقی ہے جب تک اپنے وطن کو نہ لوٹ جائے۔ اور اگر وہ اپنے وطن کو لوٹ گیا ہو اور پھر حج کے دنوں میں اس نے عمرہ کیا اور اسی سال حج کیا تو وہ بہ اتفاق فقہاء احناف تمتع کرنے والا ہوگا کیونکہ اس کا یہ سفر یاہر اور اس کا پہلا سفر عمرہ سے فاسد ہو چکا ہے۔ اور دوسرے سفر میں اس نے دو تکبیریں حج کے طور پر کی ہیں۔

شرح

علامہ ابن محبہ الباہری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: (لَإِنْ قَدِمَ بَعْمُرَةٍ أَيْ: بِإِحْرَامِ عُمْرَةٍ) لَأَقْسَدَهَا (بِأَنْ جَمَعَ أَمْرَاتِهِ قَبْلَ أَعْمَالِ الْعُمْرَةِ (وَقَرَعَ بِهَا) بِغَيْرِ مَضَى (وَقَصَرَ) وَتَحَلَّلَ) ثُمَّ اتَّخَذَ الْبُصْرَةَ دَارًا ثُمَّ اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ أَيْ: قَضَى الْعُمْرَةَ أَلْبَى أَقْسَدَهَا (وَحَجَّ مِنْ غَايَةِ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ مُتَمَتِّعًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) بِغَيْرِ إِذَا كَانَ خُرُوجُهُ إِلَى الْبُصْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ (وَأَمَّا إِذَا خَرَجَ قَبْلَ أَشْهُرِ الْحَجِّ وَاعْتَمَرَ وَحَجَّ مِنْ غَايَةِ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَكُونُ مُتَمَتِّعًا بِلَا خِلَافٍ) كَذَا فِي الْمَهَانَةِ نَقْلًا عَنْ مَسْنُونِ حَنِيفِ الْإِسْلَامِ وَالْقَوْلُ الْإِسْلَامِيُّ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: هُوَ مُتَمَتِّعٌ (وَالْوَجْهُ مِنَ الْجَوَابِينَ مَا ذَكَرَهُ فِي الْكِتَابِ (عبارہ

شرح الہدایہ ج ۳، ص ۶۷، بیروت)

مکہ میں سکونت اختیار کرنے والے کیلئے تمتع نہیں ہوگا:

وَلَوْ بَقِيَ يَمْكَةً وَلَمْ يَخْرُجْ إِلَى الْبُصْرَةِ حَتَّى اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحَجَّ مِنْ غَايَةِ لَا يَكُونُ مُتَمَتِّعًا بِإِلْتِفَاقٍ (لِأَنَّ عُمْرَتَهُ مَكِّيَّةً وَالسَّفَرَ الْأَوَّلَ انْتَهَى بِالْعُمْرَةِ الْفَاسِدَةِ وَلَا تَمْتَعُ لِأَهْلِ مَكَّةَ).

(وَمَنْ اعْتَمَرَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحَجَّ مِنْ غَايَةِ فَأَيُّهُمَا أَقْسَدَ مَضَى فِيهِ) (لِأَنَّهُ لَا يَمْكَةً الْخُرُوجَ عَنْ عَهْدَةِ الْإِحْرَامِ إِلَّا بِالْأَفْعَالِ (وَسَقَطَ دَمُ الْمُتَمَتِّعِ) (لِأَنَّهُ لَمْ يَتَرَفَّقْ بِأَذَاءِ نُسْكِينَ صَحِيحَيْنِ فِي سَفَرَةٍ وَاحِدَةٍ).

ترجمہ:

اور اگر اس نے مکہ میں سکونت اختیار کی اور وہ بصرہ گیا ہی نہیں یہاں تک کہ حج کے مہینوں میں اس نے عمرہ کیا تو وہ بہ اتفاق تمتع کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا عمرہ ہی کی ہے اور اس کا پہلا سفر یاہر عمرہ سے فاسد ہو چکا ہے۔ اور اہل مکہ کیلئے تمتع نہیں ہے اور جس شخص نے حج کے مہینوں میں عمرہ کر لیا اور پھر اسی سال حج کیا تو وہ دونوں میں سے جس فاسد کرنا چاہے کر دے کیونکہ اس کیلئے احرام کے عہد سے باہر نکلا غیر ممکن ہے۔ ہاں البتہ جب وہ اہل ادا کر چکا ہو۔ اور ایک سفر میں دو نوسک کو جمع اور ادا کرنے کی

ہمت نہ ملنے کی وجہ سے اس سے تمتع کا دم ساقط ہو گیا ہے۔

شرح

حج قرآن و جمع غیر کیلئے ہے۔ اس کی وضاحت سابقہ عبارات کی شرح و دلائل کے بیان کر دی گئی ہے۔

عورت کی قربانی سے ایک دم تمتع کو کفایت کرنے والا نہ ہوگا:

(وَإِذَا تَمَتَّعَتِ الْمَرْأَةُ فَصَحَّتْ بِشَاةٍ لَمْ يَحِزْهَا عَنْ الْمُتَمَتِّعِ) (لِأَنَّهَا أَتَتْ بِغَيْرِ الْوَاجِبِ) وَكَذَا الْجَوَابُ فِي الرَّجُلِ).

(وَإِذَا حَاصَّتِ الْمَرْأَةُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ اغْتَسَلَتْ وَأَحْرَمَتْ وَصَحَّتْ كَمَا يَصْنَعُهُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنَّهُ لَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرَ) (لِحَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حِينَ حَاصَّتْ بِسَرِيٍّ وَلَئِنْ الطَّوْفَ فِي الْمَسْجِدِ وَالْوُقُوفَ فِي الْمَقَارَةِ) وَهَذَا الْإِغْسَالُ لِلْإِحْرَامِ لَا لِلصَّلَاةِ فَيَكُونُ مُفِيدًا).

ترجمہ:

اور جب عورت نے تمتع کیا اور اس نے ایک قربانی کی (جو عید بقرہ کی ہے) تو اس سے تمتع کی قربانی نہ ہوگی کیونکہ اس نے ایسی قربانی کی ہے جو اس پر واجب نہیں ہے۔ اور اس میں مرد کی بھی ایسی طرح تکمیل ہے۔

اور عورت جب احرام کے وقت حاضر ہوگی تو وہ غسل کر کے احرام باندھے جس طرح حج کرنے والے کریں وہ بھی ویسے ہی کرے۔ ہاں وہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائے۔ اس کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے۔ کہ جب مقام سرف پران پر ایام میل آگئے۔ اور اس دلیل کے پیش نظر کہ اس کا طواف مسجد میں ہوتا ہے اور وہ حج میں نہیں ہوتا ہے اور اس کا غسل کرنا احرام کیلئے ہے نماز کیلئے نہیں ہے لہذا اس کیلئے مفید نہ ہوگا۔

شرح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حیض و نفاس والی عورتیں جب میقات پر آئیں تو غسل کر کے احرام باندھ لیں اور حج کے تمام ارکان ادا کریں سوائے طواف کعبہ کے۔ البعض نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ نقل کیا ہے حتیٰ تطہروا یعنی یہاں تک کہ پاک صاف ہو جائیں اور ابن عباسی نے مکرر اور جہد کو ذکر نہیں کیا بلکہ یوں کہا عن عطاء بن ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے لفظ کلھا بھی ذکر نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد)

علامہ ابن محمود الباہری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اور جب عورت نے تمتع کیا اور اس نے ایک قربانی کی (جو عید بقرہ کی ہے) تو اس سے تمتع کی قربانی نہ ہوگی۔ کیونکہ اس سے تمتع کا دم واجب ہے۔ قربانی اس پر واجب نہیں ہے۔ اور اگر اس پر قربانی واجب ہو اور اس نے جانور قربانی کی نیت سے خریدی تو اس پر

ایک دوسری بھی واجب ہوگی۔ کیونکہ تہنح کی وجہ سے واجب ہوگی۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ ایک دم اس پر تہنح کا ہے اور دوسرا دم اس لئے ہے کہ وہ وقت سے پہلے حلال ہوئی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ ۲، ص ۶۹، بیروت)
عورت جب وقوف و طواف زیارت کے بعد حائض ہوئی:

(فَإِنْ حَاضَتْ بَعْدَ الْوُقُوفِ وَطَوَّافِ الزِّيَارَةِ انْصَرَفَتْ مِنْ مَكَّةَ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا لَطَوَّافِ الصَّلَاةِ) ؛ (لَأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَخَّصَ لِلنِّسَاءِ الْحَيْضِ فِي تَرْكِ طَوَّافِ الصَّلَاةِ) (وَمَنْ اتَّخَذَ مَكَّةَ دَارًا فَلَيْسَ عَلَيْهِ طَوَّافُ الصَّلَاةِ) ؛ (لَأَنَّهُ عَلَى مَنْ يُصَدِّرُ إِلَّا إِذَا اتَّخَذَهَا دَارًا بَعْدَ مَا حَلَّ السَّفَرُ الْأَوَّلَ فِيمَا يُزَوِّي عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَيَرْوِيهِ الْبَعْضُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ ؛ لَأَنَّهُ وَجَبَ عَلَيْهِ بِذُخُولِ وَقْفِهِ فَلَا يَسْقُطُ بِنِسْبَةِ الْإِقَامَةِ بَعْدَ ذَلِكَ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ترجمہ:

اگر عورت وقوف اور طواف زیارت کے بعد حائض ہوئی تو وہ مکہ سے چلی جائے اور طواف صدروک کر دے اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حائض عورتوں کو طواف صدروک کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

اور جس بندے سے ملکہ کو جانے سکونت بنا لیا اس پر طواف صدروک نہیں ہے کیونکہ طواف صدروک اس پر ہے جو مکہ سے اپنے وطن کو واپس چلے۔ ہاں البتہ جب اس نے پہلے نفر کے وقت آ جانے کے بعد مکہ کو گھر بنایا۔ اسی روایت کے مطابق جو حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ سے روایت کی گئی ہے اور بعض نے اس کو حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے۔ اس لئے طواف صدروک اس پر واجب ہو گیا ہے کیونکہ جب اس کا وقت آ جائے۔ لہذا اس کے بعد وہ اوقات کی نیت سا قضا نہ ہوگا۔

حائض کے طواف وسی نہ کرنے کا بیان:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے تو ہم لیمک کہتے وقت صرف حج کا ذکر کرتے تھے بعض حضرات نے یہ معنی کہتے ہیں کہ ہم صرف حج کا قصد کرتے تھے یعنی مقصود اصلی حج تھا عہد نہیں تھا، لہذا عمرہ کا ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمرہ نیت میں بھی نہیں تھا۔ پھر جب ہم مقام مرف میں پہنچے تو میرے ایام شروع ہو گئے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں اس خیال سے رو رہی تھی کہ حیض کی وجہ سے میں حج نہ کر پاؤں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری کیفیت دیکھ کر فرمایا کہ شاید تمہارے ایام شروع ہو گئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے مقرر فرمادیا ہے اس کی وجہ سے روئے اور مضطرب ہونے کی کیا ضرورت ہے تم بھی وہی افعال کرو جو حاجی کرتے ہیں۔ ہاں جب تک پاک نہ ہو

ہاں یعنی اپنا تم نہ ہو جائیں اور اس کے بعد نہ بناؤ۔ اس وقت تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا اور نہ چل کرنا کیونکہ سعی طواف کے بعد ہی صحیح ہوتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

مرف ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ کے درمے تقریباً چھ میل اور مقام معجم سے جانب شمال میں یا چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اس جگہ انوشن حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی اسی جگہ ہوا، شب زفاف بھی یہیں گزری اور انتقال بھی یہیں ہوا۔

اس حدیث کے پیش نظر ایک غلطیاًں پیدا ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ لا نذکو الا لحج (ہم صرف حج کا ذکر کرتے تھے) خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی اس روایت کے بالکل متضاد ہیں جو گزشتہ باب میں (دو) گزر چکا ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بارے میں یہ بتایا تھا کہ وہ لم اہلل الا بعمرہ (یعنی میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا) لہذا اس ظاہر تضاد کو دفع کرنے کے لئے یہ تاویل کی جائے گی کہ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ لا نذکو الا الحج کی مراد یہ ہے کہ اس سفر سے ہمارا اصل مقصد حج تھا اور چونکہ حج کی تین قسمیں ہیں یعنی افراد جمع اور قرآن، اس لئے ہم میں سے بعض تو مفرد تھے اور بعض متبع اور بعض قارن۔ میں نے تہنح کا قصد کیا تھا، چنانچہ میں نے مینات سے عمرہ کا احرام باندھا مگر مکہ پہنچنے سے پہلے ایام میرے شروع ہو گئے جس کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ عرفہ کا دن اور وقوف عرفات کا وقت آ گیا اور اس طرح عمرہ کا وقت گزر کر ایام حج شروع ہو گئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں عمرہ کا احرام تو کھول دوں اور حج کا احرام باندھ لوں اور پھر طواف اوسی کے علاوہ دیگر افعال حج کروں۔

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور ان میں سے کسی کے پاس قربانی نہ تھی سوائے نبی ﷺ اور سیدنا طلحہ کے سیدنا علی بن ابی طالب کے اور ان کے ہمراہ قربانی تھی پس انہوں نے کہا کہ میں نے بھی اسی چیز کا احرام باندھا ہے جس کا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے اصحاب کو یہ حکم دیا: اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں اور طواف کر کے ہاں کتر وادیں اور احرام سے باہر ہو جائیں سوائے اس شخص کے جس کے ہمراہ قربانی ہو۔ پھر صحابہؓ نے کہا کہ ہم تمہیں کیوں کر جائیں؟ حالانکہ ہمارے عشرہ مخصوص سے مٹی لپک رہی ہوگی۔ یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کاش! اگر میں پہلے سے اس بات کو جان لیتا جس کو میں نے اب جانا ہے تو میں اپنے ہمراہ قربانی نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی ہوتی تو میں احرام سے باہر ہوتا۔ (بخاری)

دوا کے ذریعہ سے حیض روک کر طواف زیارت؟

عورت کا اگر یہ خطرہ ہے کہ طواف زیارت یا طواف عمرہ کے زمانہ میں حیض آ جائے گا اور ایام حیض گزر جائے تک انتظار کرنا بھی بہت مشکل ہے تو ایسی صورت میں پہلے سے مائع حیض دوا استعمال کر کے حیض روک لیتی ہے اور اسی حالت میں طواف زیارت یا طواف عمرہ کر لیتی ہے تو صحیح اور درست ہو جائے گا: اس پر کوئی حرج ماننا بھی نہ ہوگا؛ بشرطیکہ اس مدت میں کسی قسم کا خون کا

دھبہ وغیرہ نہ آیا ہو؛ مگر شدید ضرورت کے بغیر اس طرح کی دوا استعمال نہ کرے، اس لیے کہ اس سے عورت کی صحت پر نقصان دہ اثر پڑتا ہے۔

(انوار مناسک)

دوران حیض دوا کے ذریعہ حیض روک لیا؟

اگر دوران حیض دوا کے ذریعہ سے حیض روک لیا ہے اور طواف زیارت سے فارغ ہونے کے بعد اگر عادت کے ایام میں دوبارہ حیض آ گیا ہے تو یہ سمجھا جائیگا کہ اس نے حالت حیض میں طواف کیا ہے؛ لہذا جرمانہ میں اوٹ یا گانے کی قربانی لازم ہو جائے گی؛ البتہ اگر پاک ہونے کے بعد اعادہ کر لے گی تو جرمانہ ساقد ہو جائے گا اور مناسک مطاعلی قاری میں ہے کہ اس طرح کرنا ایک قسم کی معصیت بھی ہے، اس لیے اعادہ کے ساتھ توبہ کرنا بھی لازم ہو جائے گا اور اگر اعادہ نہیں کیا تو بدنہ کے کفارہ کے ساتھ ساتھ توبہ بھی لازم ہوگی اور اگر دوا کے ذریعہ سے حیض اس طرح رک گیا کہ طواف کے بعد عادت کا زمانہ ختم ہونے تک حیض آیا یا نہیں تو ایسی صورت میں طواف بلا کراہت صحیح ہو جائے گا اور کوئی جرمانہ بھی لازم نہ ہوگا۔

(انوار مناسک، ۳۸۷)

باب الجنایات

یہ باب جنایات کے بیان میں ہے ﴿

باب الجنایات کی فقہی مطالعات کا بیان:

علامہ ابن محمد الباری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ معصیت احرام کے احوال کو بیان کرنے کے بعد ان عوارض کا ذکر کیا ہے جو احرام والے پر وارد ہوتے ہیں اور عوارض ہمیشہ مؤخر ہوتے ہیں۔ جس طرح احصار ذوات وغیرہ عوارض ہیں۔ جنایات یہ جنایات جمع ہے۔ اور جنایات اس عمل منوع کو کہتے ہیں جو حرم سے اس کی حالت احرام میں صادر ہوں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۷۴، بیروت)

جنایت کا مفہوم:

جج کے بیان میں جنایت اس حرام فعل کو کہتے ہیں جس کی حرمت احرام یا حرم کے سبب سے ہو اور جس کے مرکب پر کوئی چیز طواف قربانی یا صدقہ بطور جزاء یعنی بطور کفارہ واجب ہوتی ہو۔

جنایات کے احکام:

چنانچہ اس کی کچھ تفصیل اس طرح ہے کہ اگر حرم اپنے کسی ایک پورے عضو پر خوشبو لگائے یا کوئی خوشبودار چیز کھا کر منہ کو خوشبو دار کرے بشرطیکہ وہ خوشبو خالص ہو اور اس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش نہ ہو یا ریش ہندی کا استعمال کرے خواہ سر میں لگائے یا داڑھی یا تھوہ وغیرہ میں یا زینون لگائے یا پورے ایک دن سبلے ہوئے کپڑے رواج و عادت کے موافق استعمال کرے یا پورا دن اپنا سر ڈھانکے رکھے یا سر، داڑھی چوتھائی یا اس سے زیادہ منڈوائے یا پوری ایک بغل کے بال یا زیر ناف بال یا گردن کے بالوں کو دور کرے یا دونوں یا تھوں یا دونوں پیروں یا ایک ہاتھ اور ایک پیر کے ناخن ترشوائے یا طواف قدم یا طواف صدر حالت جنابت میں کرے یا طواف زیارت (یعنی طواف فرض) بے وضو کرے یا عرفات سے امام سے پہلے واپس آ جائے یا سبھی چھوڑے یا وقوف حریفہ چھوڑ دے یا تمام دنوں کی رمی یا ایک دن کی یا پہلے دن کی رمی نہ کرے،

یا حلق و تقصیر حرم سے باہر کرانے یا احرام کی حالت میں بیوی کا بوسہ لے لے یا اس کو شوہت کے ساتھ جوئے یا حلق و تقصیری یا طواف زیارت یا ام ٹمیز کر جانے کے بعد کرے، یا افعال حج کی واجب ترتیب کو بدل دے مثلاً قربانی سے پہلے سر منڈوالے تو ان تمام صورتوں میں اس پر بطور جزاء ایک قربانی واجب ہوگی۔ اور اگر حرم تلخید کرے یعنی اپنے سر کے بال کو منہ وغیرہ لگا کر ہمالے یا قارن ہونے کی صورت میں قربانی سے پہلے حلق و تقصیر کرانے تو اس پر دو قربانی واجب ہوں گی۔ اور اگر حرم ایک عضو سے کم میں خوشبو استعمال کرے یا ایک دن سے کم اپنا سر ڈھانکے یا مسلا ہوا کپڑا پہنے یا سر داڑھی چوتھائی حصہ سے کم منڈوائے یا پانچ ناخن سے کم

ترشوائے یا پاکی ناخن مختلف جگہوں میں ترشوائے یا طواف صدر یا طواف قدوم ہے و شکر کے

یا پونہ گھر کے بعد تین جرات میں سے کسی ایک جمرہ کی رسی ترک کر دے تو ان سب صورتوں میں اس پر صدقہ واجب ہوگا جس کی مقدار نصف صاع گیہوں ہے۔ اگر حرم کسی عذر یا بیماری کی وجہ سے خوشبو استعمال کرے یا سر منڈوائے یا سلا ہوا پکڑا پہن تو ان صورتوں میں اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو ایک کبریٰ ذبح کرے چاہے چھ سکنوں ایک ایک مقدار صدقہ فطر دے دے اور چاہے تین روزے مسلسل یا غیر مسلسل رکھ لے۔ خوشبو یا خوشبودار پھول یا خوشبو دار سیوہ وغینہ سے عزم پر کچھ دیا نہیں ہوتا تاہم یہ مکروہ ہے۔ اگر کوئی حرم جوں مارے تو بطور صدقہ قنویز کی کھانے کی چیز مثلاً ایک ٹھنی آنا دے دے بشرطیکہ اس نے وہ جوں اپنے بدن سے یا سر سے یا پکڑے سے نکال کر ماری ہو، اور اگر زین سے پکڑ کر مارے تو کچھ بھی واجب نہیں ہوتا۔

اور اگر اس نے اپنے پکڑے دھوپ میں اس نیت سے ڈال دیئے کہ اس میں موجود جوئیں مر جائیں اور پھر بہت سناری جوئیں مر جائیں تو اس پر نصف صاع گیہوں کا صدقہ واجب ہوگا۔ ہاں اگر کپڑے کو خشک کرنے کی نیت سے دھوپ میں ڈالے اور جوئیں مارتا اس کا مقصد نہ ہو اور پھر اس صورت میں جوئیں مر جائیں تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔ اگر حرم شکار مارے یا کسی کو شکار کی راہ بنائے یا شکار کی طرف کسی کو متوجہ کرے تو اس پر بطور جزا ماں شکار کی وہ قیمت واجب ہوگی جو وہ عادل شخص تجویز کریں اور وہ قیمت اس مقام کے اعتبار سے ہو چھاپ شکار مارا گیا ہے ہو یا اس کے قریب تر مقام کے اعتبار سے ہو۔

اس بارہ میں حرم کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو وہ اس قیمت سے قربانی کا کوئی جانور خرید کر ذبح ہونے کے لئے حرم بھیج دے چاہے اس قیمت سے گیہوں وغیرہ خرید کر ہفتہ کو صدقہ فطر کی ایک مقدار تقسیم کر دے اور چاہے ہر ہفتہ کی ایک مقدار صدقہ کے عوض ایک ایک روزہ رکھ لے۔

آخر میں یہ بات بھی بتا دینی ضروری ہے کہ ان تمام جنایات کے ارتکاب میں قصد اور اضطرار علم اور لاعلمی، رغبت اور جبر سب برابر ہے یعنی حرم ممنوعات احرام میں سے جو بھی فعل کرے گا اس پر جزاء بہر صورت واجب ہوگی خواہ اس سے اس فعل کا ارتکاب قصد اور ہوا ہو یا بلا قصد اس علم کے باوجود ہوا ہو یا اس کی لاعلمی کی وجہ سے اور اس نے وہ فعل اپنی رغبت سے کیا ہو یا کسی دوسرے کی زبردستی کی وجہ سے کیا ہو۔

احرام والے کا کامل عضو پر خوشبو لگانا سبب وجوب دم ہے:

(وَإِذَا تَطَيَّبَ الْمُحْرِمُ فَلَعَلَّهِ الْكَفَّارَةُ فَإِنْ طَيَّبَ عَضْوًا كَامِلًا فَمَا زَادَ فَلَعَلَّهِ دَمٌ) وَذَلِكَ بِمِثْلِ الرَّأْسِ وَالسَّاقِ وَالْفَخِذِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ، لِأَنَّ الْجَنَابَةَ تَتَكَامَلُ بِتَكْمُلِ الْأَرْزَاقِ، وَذَلِكَ فِي الْعَضْوِ الْكَامِلِ فَيَتَرْتَّبُ عَلَيْهِ كَمَالُ الْمُوجِبِ (وَإِنْ طَيَّبَ أَكْثَلَ مِنْ عَضْوٍ فَلَعَلَّهِ الصَّدَقَةُ)، وَلِقَوْلِ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجِبُ بِقُدْرِهِ مِنَ الدِّمِ

اغْتِبَارًا لِلْجُزْءِ بِالنَّكْلِ.

وَلَوْ أَنَّ الْمُتَطَيَّبَ أَتَى تَطَيَّبَ رُبْعَ الْغَضْوِ فَلَعَلَّهِ دَمٌ اغْتِبَارًا بِالْحَلْقِي، وَتَحَنُّنًا لِكُرِّ الْفَرْقِ بَيْنَهُمَا مَنْ بَعْدَ أَنْ شَاءَ اللَّهُ.

ترجمہ:

اور جب حرم نے خوشبو لگائی تو اس پر دم واجب ہے خواہ نے پورے عضو پر لگائی ہو یا نصف عضو پر لگائی ہو دم واجب ہے۔ جس طرح سر، ران، پٹلی اور ایسی جیسے اعضاء ہیں۔ کیونکہ انھیں کامل سے جرم کامل ہوتا ہے۔ اور مکمل انھیں کامل عضو میں ہے لہذا عضو کامل پر موجوب بھی پورا لازم ہوگا۔

اور اگر اس نے عضو سے کم پر خوشبو لگائی تو اس پر صدقہ واجب ہو گیا کیونکہ اس کا جرم کم ہے۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ دم میں سے جرم کی مقدار واجب ہوگا۔ سوائے اس کے کہ جب اس کو نکل پر قیاس کیا جائے۔

منقہ میں ہے کہ جب اس نے عضو کے چوتھائی پر خوشبو لگائی تو اس پر دم واجب ہے۔ اس حلق پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان فرق ذکر کریں گے۔

حالات احرام میں خوشبو دار تیل استعمال کرنا ممنوع ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام کی حالت میں بغیر خوشبو کا زیتون کا تیل استعمال کرتے تھے۔ (ترمذی)

منقہ اس تیل کو کہتے ہیں جس میں خوشبو کے پھول ڈال کر اسے پکالیا جائے تاکہ وہ تیل خوشبودار ہو جائے یا اس تیل میں کوئی خوشبودار تیل وغیرہ ملا دیا جائے۔

احرام کی حالت میں خوشبودار تیل استعمال کرنا مکروہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی حرم کسی ایک عضو کے پورے حصہ پر یا کسی یا سب اعضاء پر روغن بنفشہ، روغن گلاب، روغن مویا یا یا قسم کا کوئی بھی خوشبودار تیل لگائے گا تو خنثی کے ہاں بالاتفاق اس پر دم یعنی جانور ذبح کرنا واجب ہوگا اور اگر زیتون یا تیل کا ایسا تیل کہ جس میں خوشبو نہ ملی ہوئی ہو یا وہ مقدار میں لگائے گا تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس صورت میں بھی دم واجب ہوگا۔

جب کہ صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کہتے ہیں کہ صدقہ واجب ہوگا لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ یہ دونوں تیل خوشبو سے بالکل خالی اور کسی خوشبودار پھول کے پکائے ہوئے نہ ہوں، کیونکہ اگر زیتون کے یا تیل کے تیل میں خوشبو ملی ہوگی یا اس میں خوشبودار پھول ڈال کر پکایا گیا ہو تو پھر سب ہی کے نزدیک اس کو استعمال کرنے کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔ اسی طرح یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ یہ تیل زیادہ مقدار میں لگائے جائیں اور اگر کم مقدار میں لگایا جائے

گا تو حضور پر سب کے نزدیک اس کے استعمال کرنے سے صرف صدقہ واجب ہوگا۔

اور پھر ایک بات یہ بھی جان لیجئے کہ تیلوں کے استعمال کی وجہ سے دم یا صدقہ اسی وقت واجب ہوگا جب کہ ان کو کھل خوشبو کی خاطر استعمال کیا جائے اور اگر انہیں دوا کے طور پر استعمال کیا جائے گا تو پھر علی الاطلاق کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔ جب کہ منظر دوسری خوشبوؤں کے استعمال کا مسئلہ اس سے مختلف ہے کہ ان کے استعمال سے بہر صورت دم واجب ہوتا ہے خواہ بطور خوشبو استعمال ہو خواہ بطور دوا۔

دم کی ادائیگی بکری سے متعلق ہے:

ثُمَّ وَاجِبُ الدِّمِّ يَتَذَكَّرُ بِالشَّاةِ فِي جَمِيعِ الْمَوَاضِعِ إِلَّا فِي مَوْضِعَيْنِ لَمْ يُكْرَهْهُمَا فِي بَابِ الْهَدْيِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ:

اس کے بعد اس دم کی ادائیگی دم بکری سے ادا ہوجاتی ہے۔ دو مقامات کے سوا تمام مقامات میں حکم اسی طرح ہے ہم ان کو باب انہدی میں ان شاء بیان کریں گے۔

شرح

ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کے لیے حرم کو لے جایا جائے۔ یہ تین قسم کے جانور ہیں (۱) بکری، اس میں بھیج اور ذبہ بھی داخل ہے۔ (۲) گائے، بھینس بھی اسی میں شمار ہے۔ (۳) اونٹ ہدی کا دو فی درجہ بکری سے تو اگر کسی نے حرم کو قربانی بھیجے کی منت مانی اور معین نہ کی تو بکری کافی ہے۔

قربانی کی نیت سے بھیجایا لے گیا جب تو ظاہر ہے کہ قربانی ہے اور اگر بد نہ کے گلے میں ہار ڈال کر لیا جائے جب بھی ہدی ہے اگرچہ نیت نہ ہو۔ اس لیے کہ اس طرح قربانی ہی کو لے جاتے ہیں۔

قربانی کے جانور میں جو شرطیں ہیں وہ ہدی کے جانور میں بھی ہیں مثلاً اونٹ یا بچ سال کا گائے دوسال کی، بکری ایک سال کی مگر بھیڑ ذبہ چھینے کا اگر سال بھر والی کی مثل ہو تو ہو سکتا ہے اور اونٹ گائے میں یہاں بھی سات آدمی کی شرکت ہو سکتی ہے۔

(در مختار کتاب الاضحیہ)

احرام میں واجب ہونے والے صدقہ کی مقدار کا بیان:

وَكُلُّ صَدَقَةٍ فِي الْإِحْرَامِ غَيْرُ مَقْدَرَةٍ فَيُؤْتَى نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُزٍّ إِلَّا مَا يَجِبُ بِقَتْلِ الْقَمَلَةِ وَالْجَرَادَةِ، هَكَذَا رَوَى عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى.

ترجمہ:

احرام کا ہر وہ صدقہ جس کی کوئی معین مقدار نہ ہو تو نصف صاع مکدم ہے ہاں یہ جانور ٹھڑی کے مارنے سے بھی واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

جوں مارنے کی صورت میں دم کا بیان:

امام ترمذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں اس وقت ہڈیا کے نیچے آگ جلا رہا تھا اور میری چوٹی یا بروؤں پر جو کچھ بار بار گر رہی تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہاری جو کچھ تمہیں تکلیف دیتی ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سر منڈاؤ اور ادا کر دینا تو قربانی کہ دو یا تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب القراءات، باب ومن سورة البقرة، 84:5، رقم (2974))

امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے جب کہ وہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حدیبیہ میں تھے اور وہ کعب رضی اللہ عنہ احرام کی حالت میں تھے یعنی یہ اس موقع کا ذکر ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفقاء کے ہمراہ عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوئے تھے لیکن مشرکین نے حدیبیہ میں سب کو روک دیا تھا چنانچہ سب کے ساتھ کعب رضی اللہ عنہ بھی مکہ میں داخل ہونے کے متوقع تھے مگر پھر بعد میں ایک عہادہ کے تحت کہ جس کو صلح حدیبیہ کہتے ہیں، سب لوگ عمرہ کے بغیر واپس ہو گئے تھے، بہر کیف جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب کے پاس سے گزرے تو وہ باڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور جو کچھ سر سے ہجر کر ان کے منہ پر گر رہی تھیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کر کیا ہے جو کچھ تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم اپنا سر منڈاؤ اور بطور جزا ایک چھ مسکینوں کو کھانا دو اور فرق تین صاع کا ہوتا ہے یا تین روزے رکھو اور ایک یا دو جانور جو ذبح کرنے کے قابل ہو، ذبح کرو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن عجرۃ ایک حلیل القدر انصاری صحابی ہیں، صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی موجود تھے، ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بڑا دلچسپ بھی ہے اور بڑا سبق آموز بھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس ایک بت تھا جس کو پوجا جارتے تھے، عہادہ بن صامت ان کے دوست تھے، ایک دن عہادہ کعب کے پاس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ کعب بت کی پوجا کرنے کے بعد گھر سے نکل کر گئے ہیں، عہادہ گھر میں داخل ہوئے اور اس بت کو توڑ ڈالا، جب کعب گھر میں آئے تو دیکھا کہ بت تو ناپا ہے، انہیں معلوم ہوا کہ یہ کام عہادہ کی ہے، بڑے غضب ناک ہوئے اور چاہا کہ عہادہ کو برا بھلا کہیں مگر پھر سوچ میں پڑ گئے، دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر اس بت کو کچھ بھی قدرت حاصل ہوتی تو اپنے آپ کو بچا لیتا، بس یہ خیال گزر رہا تھا کہ شرک و کفر کا اندھیرا چھٹ گیا اور

ایمان و صداقت کے نور نے قلب و دماغ کے ایک ایک گوشہ کو متور کر دیا اور اس طرح وہ شرف باسلام ہو گئے، سچ ہے اللہ تعالیٰ نے ہدایت یافتہ بنانا ہر اسی طرح ہدایت کی توفیق بخش دیتا ہے۔

بہر کیف اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی عزم کی عذر مثلاً جو عیسٰی، زہم اور دوسر وغیرہ کی وجہ سے اپنا سر منڈا دے تو اسے اختیار ہے کہ بطور جزاء چاہے تو چھ سیکینوں کو کھانا کھلانے یا اس طور کہ ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں دے دے، چاہے تین روزے رکھے اور چاہے جانور ذبح کرے۔ چنانچہ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے کہ (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَلْيَصِدْ مِنْ صِيَامِهِ أَوْ صَدَقَةً أَوْ نُسْلًا، 2. البقرة: 196)۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور وہ اپنا سر منڈا دے تو وہ بطور فدیہ یا تو روزے رکھے یا صدقہ دے یا قرانی کرے۔

مہندی کے خضاب سے لزوم دم کی بیان:

قَالَ (فَإِنْ خَضَبَ رَأْسَهُ بِحِنَّاءٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ)؛ لِأَنَّهُ طَيْبٌ. قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (الْحِنَّاءُ طَيْبٌ) وَإِنْ صَارَ مَلَبَّدًا فَعَلَيْهِ دَمَانِ دَمٌ لِلنَّطِيبِ وَدَمٌ لِلتَّغْطِيَةِ. وَلَوْ خَضَبَ رَأْسَهُ بِالْوَسْمَةِ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَكُونُ طَيْبًا.

وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ إِذَا خَضَبَ رَأْسَهُ بِالْوَسْمَةِ؛ لِأَجْلِ الْمَعَالِجَةِ مِنْ الصَّدَاحِ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ بِاعْتِبَارِ أَنَّهُ يُغْلَفُ رَأْسَهُ وَهَذَا صَوِّحٌ.

ثُمَّ ذَكَرَ مُحَمَّدٌ فِي الْأَصْلِ رَأْسَهُ وَلِحَيْتِهِ، وَاقْتَصَرَ عَلَى ذِكْرِ الرَّأْسِ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ دَلٌّ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَتَّصُونَ.

ترجمہ:

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔ اگر مجرم نے اپنے سر میں مہندی لگائی تو اس پر دم واجب ہے کیونکہ حنا خوشبو ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حنا خوشبو ہے اور اس کے سر یا لب پہ ہو گئے تو اس پر دو دم واجب ہیں۔ ایک دم خوشبو لگانے کی وجہ سے ہے اور دوسر دم روضہ حائضہ کی وجہ سے ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے سر کو وہم سے خضاب کیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہم خوشبو نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب مجرم نے وہم کو سر درد کے علاج کی وجہ سے خضاب کر لیا تو اس پر کفارہ واجب ہے۔ اسی قیاس کے مطابق کہ اس نے اپنے سر کو خضاب کیا ہے اور کچھ روایت یہی ہے۔ اس کے بعد موطا میں سر اور داڑھی کا ذکر ہے۔ جبکہ جامع مغیر میں صرف سر کا ذکر کثافت کیا گیا ہے۔ لہذا جامع مغیر کی دلالت اس بات پر ہوئی کہ ان دونوں میں سے ہر ایک دم لازم ہے۔

خوشبو کی ممانعت کے بارے میں حکم شرعی:

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ کہ عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن میں تھے اور وہ اعرابی ایک کرتہ پہنے ہوئے تھا جس میں زرد رنگ کا نشان تھا تو کہا اس نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نیت کی ہے عمر کی پس کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا کرتا اتار اور زردی و صوڈال اپنے بدن سے اور جو جگہ میں کرتا ہے وہی عمرہ میں کر۔

"اسلم جو موسیٰ بن عمر بن خطاب کے ان سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب کو خوشبو آئی اور وہ شجرہ میں تھے سو کہا کہ یہ خوشبو کس شخص سے آئی ہے معاویہ بن ابی سفیان بولے مجھ سے اے امیر المؤمنین، حضرت عمر نے کہا میں نہیں قسم ہے خداوند کریم کے ہاں کہ، معاویہ بولے کہ جیسے نے خوشبو لگا دی میرے اے امیر المؤمنین۔ حضرت عمر نے کہا میں نہیں قسم دیتا ہوں کہ تم و صوڈالواس کو چا کر۔"

"ملت بن زبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے کئی اپنے عزیزوں سے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب کو خوشبو آئی اور وہ شجرہ میں تھے اور آپ کے پہلو میں کثیر بن ملت تھے تو کہا عمر نے کس میں سے یہ خوشبو آئی ہے کثیر نے کہا مجھ میں سے میں نے اپنے بال جمائے تھے کیونکہ میرا ارادہ سر منڈانے کا تھا بعد از اہرام کھولنے کے، حضرت عمر نے کہا شرب (وہ گڑھا جو بھور کے درخت کے پاس ہوتا ہے جس میں پانی بھر رہا ہے) کے پاس جا اور سر کل کر و صوڈال جب ایسا کیا کثیر بن ملت نے۔" (موطا امام مالک)

زینون کے تیل لگانے میں لزوم دم و صدقے کے اختلاف کی بیان:

(فَإِنْ أَهَنَ بَزْنَبِ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ: عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِذَا اسْتَعْمَلَهُ فِي الشَّعْرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ لِإِذْ أَلِ الشَّعْبِ، وَإِنْ اسْتَعْمَلَهُ فِي غَيْرِهِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ دَامِيهِ. وَلَهُمَا أَنَّهُ مِنَ الْأَطْعِمَةِ إِلَّا أَنَّ فِيهِ ارْتِفَاقًا بِمَعْنَى قِيلَ الْهَوَامُ وَإِذْ أَلِ الشَّعْبَ فَكَانَتْ جَنَابَةً قَاصِرَةً.

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ أَصْلُ الطَّيِّبِ، وَلَا يَخْلُو عَنْ نَوْعِ طَيْبٍ، وَيَقْتُلُ الْهَوَامَ وَيُلَيِّنُ الشَّعْرَ وَيُزِيلُ النَّقَّ وَالشَّعْتَ فَتَسْكَتُلُ الْجَنَابَةَ بِهَذِهِ الْخُجْلَةِ فَنُجِبُ الدَّمِ، وَكَوْنُهُ مَطْطُومًا لَا يَنَافِيهِ كَالزَّعْفَرَانِ، وَهَذَا الْخِلَافُ فِي الزَّيْتِ الْبَحْتِ وَالْحُلِّ الْبَحْتِ أَمَّا الْمُطَيَّبُ مِنْهُ كَالْبَنْفَسِ وَالزَّيْتِ وَمَا أَشْبَهَهُمَا يَجِبُ بِاسْتِعْمَالِهِ الدَّمُ بِالِاتِّفَاقِ؛ لِأَنَّهُ طَيْبٌ، وَهَذَا إِذَا اسْتَعْمَلَهُ عَلَى وَجْهِ الطَّيِّبِ،

ترجمہ:

حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر کوئی شخص زینوں کا تیل لگائے تو اس پر دم واجب ہے۔ صاحبین نے کہا ہے کہ پکارا وہ واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ جب اس روغن زینوں کو بال میں استعمال کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ اس نے بالوں کو نکسیرت سے دور کیا ہے۔ اور اگر اس نے بالوں کے علاوہ استعمال کیا تو اس پر تو کچھ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے بالوں کی نکسیرت زائل نہیں ہوئی ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ روغن زینوں کھانے کی اشیاء میں سے ہے البتہ اس میں جوں مارنے اور بالوں سے آلودگی دور کرنے کی وجہ سے ایک طرح کا نفع ہے۔ لہذا یہ انفاق ناقص جرم ہوگا۔

حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ روغن زینوں خوشبو کی اصل ہے۔ اور خوشبو خود ایک خوشبو سے خالی نہیں ہے۔ اور وہ جوں وغیرہ کو مارنا ہے۔ اور بالوں کو نرم کرنے والا ہے۔ اور سیل پھیل ڈالو گی کہ دور کرنے والا ہے۔ لہذا ان مقام کی وجہ سے جرم ہو گیا اسی لئے اس پر دم واجب ہے۔ جبکہ اس کا کھایا جانا مذکورہ اشیاء کے منافی نہیں ہے۔ جس طرح زعفران ہے اور اختلاف خالص روغن زینوں اور خالص تیلوں کے تیل میں ہے۔ البتہ روغن زینوں یا تیل والا تیل تو وہ خوشبودار بنایا گیا ہو جس طرح غنہ جلی اور اسی طرح کے تیل تو ان کے استعمال میں یہ اتفاق دم واجب ہے۔ کیونکہ یہ خوشبو ہے اور یہ وجوب اس صورت میں ہوگا کہ جب ان کا استعمال خوشبو کیلئے کیا جاتا ہو۔

حالت احرام میں خوشبودار تیل استعمال کرنے میں فقہی اختلاف کا بیان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام کی حالت میں بغیر خوشبو کا زینوں کا تیل استعمال کرتے تھے۔ (ترمذی)

مقت اس تیل کو کہتے ہیں جس میں خوشبو کے پھول ڈال کر اسے پکالیا جائے تاکہ وہ تیل خوشبودار ہو جائے یا اس تیل میں کوئی خوشبودار تیل وغیرہ ملا دیا جائے۔

احرام کی حالت میں خوشبودار تیل استعمال کرنا مکروہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی عرم کسی ایک عضو کے پورے حصہ یا کسی یا سب اعضاء پر روغن بشت، روغن گلاب، روغن موتیا یا کسی قسم کا کوئی بھی خوشبودار تیل لگائے گا تو حنبل کے ہاں بالاتفاق اس پر دم یعنی جانور زکرا واجب ہوگا اور اگر زینوں یا تیل کا ایسا تیل کہ جس میں خوشبو نہ ملی ہوئی ہو یا وہ مقدار میں لگائے گا تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس صورت میں بھی دم واجب ہوگا جب کہ صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام مالک ہیں کہ صدقہ واجب ہوگا۔ لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ یہ دونوں تیل خوشبو سے بالکل خالی اور کسی خوشبودار پھول کے پکائے ہوئے نہ ہوں، کیونکہ اگر زینوں کے یا تیل کے تیل میں خوشبو ملی ہوگی یا اس میں خوشبودار پھول ڈال کر پکایا گیا ہو تو دم سب ہی کے نزدیک اس کا استعمال کرنے کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔ اسی طرح یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ یہ تیل زباد

مقدار میں لگائے جائیں اور اگر کم مقدار میں لگایا جائے گا تو مستحق طور پر سب کے نزدیک اس کے استعمال کرنے سے صرف صدقہ واجب ہوگا۔

اور پھر ایک بات یہ بھی جان لیجئے کہ ان تیلوں کے استعمال کی وجہ سے دم یا صدقہ اسی وقت واجب ہوگا جب کہ ان کو شخص خوشبو کی خاطر استعمال کیا جائے اور اگر انہیں دوا کے طور پر استعمال کیا جائے گا تو پھر علی الاطلاق کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔ جب کہ مشک یا دوسری خوشبوؤں کے استعمال کا مسئلہ اس سے مختلف ہے کہ ان کے استعمال سے بہر صورت دم واجب ہوتا ہے خواہ بطور خوشبو استعمال ہو خواہ بطور دوا۔

یاؤں کے زخم وغیرہ پر دوائی لگانے کی صورت میں عدم کفارے کا بیان:

وَلَوْ اَدَاوِیْ بِہِ جُرْحُہٗ اَوْ شَقُوْقَ رِجْلَہٖ فَلَا کَفَّارَۃَ عَلَیْہِ ؛ لِاَنَّهُ لَیْسَ بِطِیْبٍ فِیْ نَفْسِہٖ اِنَّمَا هُوَ اَصْلُ الطِّیْبِ اَوْ طِیْبٌ مِنْ وَجْہِ فِیْشَرْطُ اسْتِعْمَالِہٖ عَلَیْ وَجْہِ التَّطْلِیْبِ ، بِخِلَافِ مَا اِذَا تَدَاوِیْ بِالْمُسْلِکِ وَمَا اَشْبَہُہٗ .

ترجمہ:

اور اگر اس نے روغن زینوں کے ساتھ اپنے زخم یا پاؤں کے پھٹنے کا علاج کیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ روغن زینوں خود خوشبو نہیں ہے۔ بلکہ وہ خوشبو کی اصل ہے۔ یا وہ ایک طرح کی خوشبو ہے لہذا خوشبو میں بطور خوشبو کے استعمال کی شرط ہے یہ خلاف اس کے جب کہ اس طرح کی کوئی دوا ہو۔

شرح

جب عرم بغیر کسی عذر کے اپنی اعضاء میں سے کسی بڑے عضو کو کسی بھی قسم کی خوشبو لگائے جیسے: ران، پنڈلی، ہاتھ، چہرے اور ہر اسی طرح جس محل ایک دن خوشبودار کیڑے پھینٹے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ مِنَ الْيَتَابِ فِي الْإِحْرَامِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقَيْمِصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا الْزَّائِسَ إِلَّا أَنْ يَكُونُوا أَحَدًا لَيْسَتْ لَهُ تَلْعَانٌ فَلْيَلْبَسُوا الْقُفْعَيْنِ وَلْيَقْطَعُوا أَشْفَلُ مِنَ الْخُفَّيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا حَيْثَا مَسَهُ وَغُفْرَانٌ وَلَا الْوَرَسَ وَلَا تَنْتَقِبَ الْمَرْءَةُ الْمَخْرَمَةُ وَلَا تَلْبَسَ الْقَفَّازَيْنِ (بخاری باب مَا يُهْنِي مِنَ الطِّیْبِ لِلْمَخْرُومِ وَالْمَخْرُومَةُ)

الخ (غ)

مذکورہ حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام کی کچھ ممنوعہ چیزوں کو بتلایا جس میں زعفران اور اورس کے ذریعہ خوشبودار اشیاء کے استعمال سے بھی منع فرمایا، اس کے علاوہ اور بھی احادیث کے پیش نظر فقہاء کرام نے خوشبو یا خوشبودار

اشیاء کے استعمال کو احرام میں ناجائز قرار دیا۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا وَقَفَ بِمِرَّةٍ وَنَحَنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُخْرِمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكُفُّوهُ فِي قُوْبَيْنِ وَلَا تَمْسُوهُ جِلْبَاءً وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَلَكًا يَخَارِي بَابَ كَيْفَ يَخْفَى يَخْفَى الْمُخْرِمُ فَإِنْ كَلَبَ غَضًّا كَامِلًا كَانُوا لِي، وَالْفَيْلُ، وَالسَّاقِ وَنَحْوِ ذَلِكَ فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَإِنْ كَلَبَ أَقْلَ مِنْ غَضٍّ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ.

(بدائع الصنائع فصل تطيب المحرم ۵/ ۱۲۷)

سارا دن سلا ہو کپڑا پہننے کی صورت میں وجوب دم کا بیان:

(وَإِنْ لَبَسَ ثَوْبًا مَحِيطًا أَوْ عَطَى رَأْسَهُ يَوْمًا كَامِلًا فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَإِنْ كَانَ أَقْلَ مِنْ ذَلِكَ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ) وَعَنْ أَبِي يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ إِذَا لَبَسَ أَكْثَرَ مِنْ يَصِفُ يَوْمًا فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَوْلًا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يَجِبُ الدَّمُ بِنَفْسِ اللَّئِيسِ، لِأَنَّ الْإِرْتِفَاقَ يَتَكَامَلُ بِالْإِشْتِمَالِ عَلَى بَدَنِهِ.

وَلَسْنَا أَنْ مَعْنَى الشَّرْفِ مَقْصُودٌ مِنَ اللَّئِيسِ، فَلَا بَدَ مِنْ اغْتِبَارِ الْمُدَّةِ، لِتَحْصُلِ عَلَى الْكَمَالِ وَيَجِبُ الدَّمُ، فَقَدْ رَأَيْنَاهُ بِالْيَوْمِ، لِأَنَّهُ لَبَسَ فِيهِ ثُمَّ يَنْزِعُ عَادَةً وَتَقَاصُرُ فِيمَا دُونَهُ الْحِجَابَةِ فَتَجِبُ الصَّدَقَةُ، غَيْرَ أَنَّ أَبَا يُونُسَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَقَامَ الْأَكْثَرَ مَقَامَ الْكُلِّ.

ترجمہ:

اور اگر محرم نے مکمل دن سلا ہو کپڑا پہنا یا پانسرو ڈھانپ لیا تو اس پر دم واجب ہے۔ اور اس سے مخموریت مدت ہے تو صدقہ واجب ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب اس نے آدھے دن سے زیادہ پہنا تو اس پر دم واجب ہے۔ اور حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کا پہلا قول بھی یہی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ پہننے کی دم واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ راحت میں فائدہ اٹھایا ہے جو اس کے بدن کو شامل ہوتے کال ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ پہننے سے راحت کا معنی مقصود ہے۔ جس کیلئے ایک مدت کا اعتبار کا ضروری ہے تاکہ مکمل طور پر راحت حاصل ہو جائے جس پر دم ہے۔ لہذا وہ مدت ایک دن مقرر کی گئی ہے۔ کیونکہ عرف کے مطابق ایک دن کیلئے لباس پہنا جاتا ہے اور اس کے بعد تار یا دریا جاتا ہے۔ ایک دن سے کم میں جتنا تکم سے اس لئے اس میں صدقہ واجب ہوگا۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف

طیالہ رحمہ نے اکثر کمال کے قائم مقام کیا ہے۔

محرم کے نقاب کی ممانعت و یا احت کا فقہی مفہوم:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع فرماتے تھے کہ تم لوگ اپنے احرام کی حالت میں دستانے پہنیں اور اس طرح نقاب ڈالیں کہ وہ نقاب ان کے منہ پر لگتی ہو اور اپنے کپڑے پہنیں جس میں زعفران اور ورس لگی ہو، ہاں اس کے بعد یعنی احرام سے نکلنے کے بعد وہ کپڑوں کی انواع سے جو چاہیں پہنیں خواہ وہ کم کا رنگا ہو۔ (رمضہ، یازہ، یورہ اور خواہ یا حجامہ ہو) قیس ہوا سوزہ ہو۔ (ابوداؤد)

بعد ذالک (اس کے بعد) کا مطلب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تو احرام سے نکلنے کے بعد ہی لکھا ہے لیکن ملا علی قاری نے یہی فقہی مسئلہ بیان کیا کہ ان دنوں وہ چیزوں کے بعد یعنی حدیث میں جن چیزوں کے استعمال سے منع کیا گیا ہے ان کے علاوہ اور جس قسم کا کپڑا پہنا جائے۔

نیز ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ (بعد ذالک کے) بمعنی مراد لینے کی صورت میں (حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ احرام کی حالت میں زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا تو ممنوع ہے لیکن کم کا رنگا ہوا کپڑا پہننا ممنوع نہیں جب کہ خنجر کے مسلک میں حالت احرام میں جس طرح زعفرانی کپڑا پہننا ممنوع ہے اسی طرح کم کا رنگا کپڑا پہننا بھی ممنوع ہے، چنانچہ خزائنہ الاکمل اور ولو البی اور فقہی دوسری کتابوں میں یہی لکھا ہے اگر کسی محرم نے زعفران یا کم میں رنگا ہوا کپڑا پہنا تو اس پر بطور جازم واجب ہوتا ہے اور اگر ایک دن سے کم نہ ہوا تو صدقہ لازم ہوگا، لہذا اول تو یہی بہتر ہے کہ بعد ذالک کے کوئی معنی مراد لئے جائیں جو شیخ عبدالحق نے لکھے ہیں، یا پھر یہ تاویل کی جائے کہ حدیث میں کم کا رنگا ہوا کپڑا مراد ہے جو دل چکا ہو اور جس میں خوشبو یا ندرہ لگی ہو۔

علامہ طبرانی فرماتے ہیں کہ حدیث کے آخر میں کپڑوں کے ساتھ زہر کا ذکر کرازا کیا گیا ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا أَوْ قَصَصَهُ رَاحِلَتُهُ وَهُوَ مُخْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكُفُّوهُ فِي قُوْبَيْنِ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ وَلَا جَهْمَةَ فَإِنَّهُ يَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَلَكًا يَخَارِي بَابَ كَيْفَ يَخْفَى يَخْفَى الْمُخْرِمُ إِذَا مَاتَ) وَيَبَيَّنُ هَذِهِ الْجُمْلَةَ إِذَا لَبَسَ الْمَحِيطَ: مِنْ قَيْصِصٍ، أَوْ جَبِيَّةٍ، أَوْ سَرَائِيلَ، أَوْ عِمَامَةٍ، أَوْ قَلَنْسُوَةٍ أَوْ حَقِيقِي، أَوْ جَوْرَبِينَ مِنْ غَيْرِ غَدُرٍ وَخَرَوْرَةٍ يَوْمًا كَامِلًا. فَعَلَيْهِ الدَّمُ لَا يَجُوزُ غَيْرُهُ، لِأَنَّ لَبْسَ أَحَدِ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ يَوْمًا كَامِلًا إِرْتِفَاقٌ كَامِلٌ فَيُوجِبُ كِفَارَةَ كَامِلَةٍ وَهِيَ: الدَّمُ لَا يَجُوزُ غَيْرُهُ، لِأَنَّهُ فَعَلَهُ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ وَكَذَا لَوْ عَطَى رَنْعَ رَأْسِهِ

يَوْمًا فَصَاعِدًا فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَإِنْ كَانَ أَقَلُّ مِنَ الرَّبْعِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ (بدائع الصنائع ۵)

(۱۱۶)

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہم بیان کر آئے ہیں کہ وہ طواف کے وقت جب لوگوں کا جہوم ہوتا تو کپڑا ڈال تئیں تاکہ حجاب قائم رہے۔ لہذا ان احوال میں جو لوگوں کو عدم حجاب کی اجابت ہے اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ حکم بخار ہیں اور لوگوں سے اختلاف میں ہے تکلف ہوں ایسا ہرگز نہیں۔ اور اگر اس قسم کے تکلفات کو عوام میں مباح کر دیا تو پھر حج کا مقصد توفت ہو جائے گا۔ کیونکہ عبادت انسان کو بشری فاضل سے روحانیت کی منازل کی طرف لے جانے والی ہے۔

قیس کو بطور اضطرار بتانے میں عدم کفارے کا بیان:

وَلَوْ ارْتَدَى بِالْقَوْمِصِ أَوْ اتَّخَذَ بِهِ أَوْ اتَّزَرَ بِالسَّرَاوِيلِ فَلَا تَأْسَ بِهِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَلْبَسْهُ لِبْسَ الْمَخِيطِ.

وَكَذَلِكَ لَوْ ادْخَلَ مَنْ كَبَّيْهِ فِي الْقَبَاءِ وَلَمْ يَدْخُلْ يَدْيِهِ فِي الْكُمَيْنِ خِلَافًا لِرَفْعِهِ؛ لِأَنَّهُ مَا لَبَسَهُ لِبْسَ الْقَبَاءِ وَلِهَذَا يَتَكَلَّفُ فِي حِفْظِهِ.

وَالْمُفِيدُ فِي تَقْطِيعِ الرَّأْسِ مِنْ حَيْثُ الْوَقْتُ مَا تَبَيَّنَ، وَلَا خِلَافَ أَنَّ إِذَا عَطَى جَمِيعَ رَأْسِهِ يَوْمًا كَامِلًا يَجِبُ عَلَيْهِ الدَّمُ؛ لِأَنَّهُ مَمْنُونٌ عَنْهُ، وَلَوْ عَطَى بَعْضَ رَأْسِهِ فَلَمْ يَرَوْهُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ اعْتَبَرَ الرَّبْعَ اخْتِيارًا بِالْحَلْقِ وَالْعَوْرَةِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ سَعْرَ الْبَعْضِ اسْتِمَاعٌ مَقْصُودٌ يَتَعَادَى بَعْضُ النَّاسِ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَخْتَارُ أَكْثَرَ الرَّأْسِ اخْتِيارًا لِلْحَقِيقَةِ.

ترجمہ:

اگر حرم نے قیس کو چادر کے طور پر اوڑھ لیا یا اس نے قیس سے انتحار کیا۔ یا پانچاے کے ساتھ لگی باندھ لی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کو اس نے کپڑے کے طور پر نہیں پہنا اور ایسے ہی اگر قبائے میں اپنے کندے سے ڈالے اور اس میں اپنے ہاتھ نہیں ڈالے۔ بخلاف امام زفر علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق کیونکہ اس نے قبا کو پہنے کیلئے نہیں پہنا۔ اسی دلیل کے قائل نظر وہ اس کی حفاظت میں مشقت میں ہوتا ہے۔ اور سر ڈھانچنے کے حق میں بھی وقت کے اعتبار سے وہی اصول ہے جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کہ جب اس نے اپنے سر کو تمام دن ڈھانپنا تو اس پر قربانی واجب ہے۔ کیونکہ یہ عمل

مباح ہے۔ اور اگر اس نے قبا کو اس سر ڈھانپنا تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے یہ روایت ہے کہ چھوٹا کپڑا اعتبار کیا جائے گا۔ اور یہ اقل اور عورت پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ بعض کے سر سے مقصود منگی ہے۔ اور یہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ حضرت امام ابوہنبل علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے سر کے اقل کا اعتبار کرتے ہیں۔

ملے ہوئے کپڑوں کی ممانعت کو عرف پر محمول کیا جائے گا:

حضرت تافع (تاجی) کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو (حالت احرام میں ایک موقع پر) سردی لگنے لگی تو انہوں نے فرمایا کہ تافع رضی اللہ عنہ! مجھ پر کوئی کپڑا ڈال دو، چنانچہ میں نے ان کے بدن پر برساتی ڈال دی تو انہوں نے فرمایا کہ تم میرے بدن پر برساتی ڈال رہے ہو؟ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرم کو اس کے پینے سے منع فرمایا ہے (ابوداؤد)

حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ ملے ہوئے کپڑے کو اس طرح استعمال کرنا حرم کے لئے ممنوع ہے جس طرح اسے عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے بصورت دیگر منع نہیں ہے مثلاً برساتی عام طور پر پہنی جاتی ہے۔ اگر کوئی حرم اسے نہیں پہنیں بلکہ ایسے ہی جسم پر ڈال لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ اس بارے میں پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے برساتی کو اپنے جسم پر ڈال لینے سے بھی منع کیا تو اس لئے فرمایا کہ وہ اپنے خیال کی بناء پر ملے ہوئے کپڑے کو مطلقاً کبھی بھی استعمال کرنے سے منع کرتے ہوں گے یا پھر یہ کہ تافع نے ان کا سر بھی ڈھانک دیا ہو گا۔ اس وجہ سے انہوں نے منع فرمایا۔

حرام میں پردہ کرنے کا طریقہ:

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم سفر کے دوران حالت احرام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ غارِ احرام کی وجہ سے ہمارے منہ کھلے ہوئے تھے اور ہمارے قریب سے قافلے گزرتے رہے، چنانچہ جب کوئی قافلہ ہمارے سامنے سے گزرتا تو ہم میں سے ہر عورت پردہ کی فرض سے اپنی چادر اپنے سر پر تان کر اپنے منہ پر اس طرح ڈال لیتی تھی کہ وہ چادر اس کے منہ کو نہ لگتی اور جب قافلہ ہمارے سامنے سے گزرتا تو ہم اپنا منہ کھول دیتے تھے۔ (ابوداؤد) ابن ماجہ نے بھی اس مضمون کا ایک روایت نقل کی ہے۔

بقائی کے برابر سر یا داڑھی کا حلق کرنے میں دم کا بیان:

(وَإِذَا حَلَقَ رُءُوسَهُ أَوْ رُءُوعَ رَأْسِهِ فَصَاعِدًا فَعَلَيْهِ دَمٌ، فَإِنْ كَانَ أَقَلُّ مِنَ الرَّبْعِ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ) وَقَالَ مَا لَكَ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجِبُ إِلَّا بِحَلْقِ الْكُلِّ: وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ يَجِبُ بِحَلْقِ الْقَلِيلِ اخْتِيارًا بِنَبَاتِ الْحَرَمِ.

وَلَنَا أَنَّ حَلْقَ بَعْضِ الرَّأْسِ اِزْتِفاءً كَامِلًا؛ لِأَنَّهُ مُعْتَادٌ فَتَكْمُلُ بِهِ الْجَنَابَةُ وَتَنْقَاصُ رُءُوسِهِ بِخِلَافِ تَطْيِيبِ رُءُوعِ الْفُضْوِ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مَقْصُودٍ، وَكَذَلِكَ حَلْقُ بَعْضِ اللَّحْيَةِ مُعْتَادٌ

بِالْعَرَقِ وَأَرْضِ الْعَرَبِ .

ترجمہ:

اور جب اس نے چوتھائی سریا چوتھائی داڑھی یا اس سے زائد کا حلق کر دیا تو اس پر دم ہے اور اگر چوتھائی سے کم ہو تو صدقہ واجب ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے دم صرف کل طلق میں واجب ہوگا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دم واجب ہو جائے گا خواہ طلق کی مقدار گلیل ہو۔ وہ حرم کی گلاں پر قیاس کرتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ تھوڑی مقدار میں سر کا حلق کرنا بھی انتقال سے مقصود ہے کیونکہ یہ بھی مقدار ہے لہذا اسی کی مقدار کے مطابق جرم کو پورا کیا جائے گا۔ اور اس سے تھوڑی مقدار میں جرم ناقص ہوگا۔ بخلاف چوتھائی عضو کو خوشبو لگانے کے کیونکہ وہ مقصود نہیں ہے۔ اور اسی طرح داڑھی کا کچھ حصہ موٹہ تا عرب و عراق میں مقادیر ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

سر یا داڑھی کے چہارم ہال یا زیدہ کی طرح دو رکے تو دم ہے اور کم میں صدقہ اور اگر چند اتارے یا داڑھی میں کم ہال ہیں تو اگر چوتھائی کی مقدار ہیں تو کل میں دم ورنہ صدقہ۔ چند جگہ سے تھوڑے تھوڑے ہال لیے تو سب کا مجموعہ اگر چہارم کو پہنچتا ہے تو دم ہے ورنہ صدقہ ہے۔

پوری گردن یا پوری ایک بغل میں دم ہے اور کم میں صدقہ اگرچہ نصف یا زیادہ ہو۔ یہی حکم زیر ناف کا ہے۔ دونوں بغل پوری موٹے، جب بھی ایک ہی دم ہے۔

پورا سر چند جالوں میں موٹہ یا نو ایک ہی دم واجب ہے مگر جب کہ پہلے کچھ حصہ موٹہ اور اس کا کفارہ ادا کر دیا پھر دوسرے جلسہ میں موٹہ یا نو ایک یا زیادہ ہوگا۔ پونی دونوں بغلوں دو جالوں میں موٹہ نہیں تو ایک ہی کفارہ ہے۔ سر موٹہ یا اور دم یا پھر اسی جلسہ میں داڑھی موٹہ یا نو ایک تو اب دوسرا دم ہے۔ سر اور داڑھی دونوں اور سارے بدن کے ہال ایک ہی جلسہ میں موٹے تو ایک ہی کفارہ ہے اور اگر ایک ایک عضو کے ایک ایک جلسہ میں اتنے ہی کفارے۔ سر اور داڑھی اور گردن اور بغل اور زیر ناف کے سوا باقی اعضا کے موٹہ اتنے میں نصف صدقہ ہے۔ جو منچا اگرچہ پوری موٹے یا نو ایک یا نو ایک تو سارے بدن کے صدقہ ہے۔

روٹی پکانے میں کچھ ہال جل گئے تو صدقہ ہے، وضو کرنے یا کھانے یا کھانا کرنے میں ہال گرے، اس پر بھی پورا صدقہ ہے اور بغض سے کہا دو تین ہال تک ہر ہال کے لیے ایک مٹی اناج یا ایک گلا روٹی یا ایک چھوٹا ہال۔

اپنے آپ غیر ہاتھ لگائے ہال گر جائے یا بنا ساری سے تمام ہال گر پڑیں تو کچھ نہیں۔ جرم سے دوسرے جرم کا سر موٹہ اس پر بھی صدقہ ہے، بخلاف اس نے اسے حکم یا ہوا یا نہیں، خوشی سے موٹا یا ہوا یا سیر ہو کر اور غیر جرم کا موٹہ تو کچھ خیرات کر دے۔ غیر جرم

نے جرم کا سر موٹہ اس کے حکم سے یا بلا حکم تو جرم پر کفارہ ہے اور موٹہ نہ والے پر صدقہ اور وہ جرم اس موٹہ نہ والے سے اپنے کفارہ کا تاوان نہیں لے سکتا اور اگر جرم نے غیر کی موٹگی لیں یا ناخن تراشے تو مائیں کو کچھ صدقہ کھلا دے۔

موٹہ نہ کرنا، مونچھوں سے لینا یا کسی چیز سے ہال اڑانا، سب کا ایک حکم ہے۔ عورت پورے یا چہارم سر کے ہال ایک پورے برابر کرے تو دم دے اور کم میں صدقہ۔ (رہتا، عالمگیری، ابواب الجنایات فی النج)

بغل کے ہال موٹہ سے وجوب دم کا بیان:

(وَإِنْ حَلَقَ الرَّقَبَةَ كُلَّهَا فَلَعَلَّيْهِ دَمٌ)؛ لِأَنَّهُ غَضُو مَقْصُودٌ بِالْحَلْقِ (وَإِنْ حَلَقَ الْبَاطِنِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَعَلَّيْهِ دَمٌ)؛ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَقْصُودٌ بِالْحَلْقِ لِلدَّفْعِ الْأَذَى وَتَبِيلِ الرَّاحَةِ فَأَشْبَهَ الْعَانَةَ.

ذَكَرَ فِي الْبَاطِنِ الْحَلْقَ هَاهُنَا وَفِي الْأَصْلِ النَّتْفَ وَهُوَ السَّنَةُ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ) رَحِمَهُمَا اللَّهُ (إِذَا حَلَقَ غَضُوًّا فَلَعَلَّيْهِ دَمٌ، وَإِنْ كَانَ أَقْلَ قِطَاعًا) أَرَادَ بِهِ الصَّدْرَ وَالسَّاقَ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ مَقْصُودٌ بِطَرِيقِ التَّنَوُّرِ فَتَكَامَلُ بِحَلْقِ كُلِّهِ وَتَنَقَّصَرُ عَنْهُ حَلْقُ بَعْضِهِ.

ترجمہ:

اور اگر اس نے ساری گردن منڈوائی تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ وہ بھی ایسا عضو ہے جس کا حلق مقصود ہے۔ اور اسی طرح اگر اس نے دونوں بغل یا ان میں سے ایک کے ہال موٹے تو بھی اس دم واجب ہے۔ کیونکہ تکلیف کو دور کرنے اور آرام کے حصول کیلئے دونوں بغلوں میں سے ہر ایک کی منڈائی ارادے کے ساتھ کی جاتی ہے۔ لہذا زیر ناف کے مشابہ ہوگا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے یہاں بغلوں کے حلق کا لفظ استعمال کیا ہے جبکہ موسط میں خف کا لفظ ذکر ہوا ہے اور یہی سنت ہے صاحبین نے کہا ہے کہ جب ایک عضو کا حلق کرے تو اس پر ایک دم واجب ہے۔ اگر عضو سے کم تو کھانا لازم ہے۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ پٹلی، سینہ اور ان کی طرح ہیں۔ وہ ہیں کیونکہ بطریق تھوڑی تھوڑی مقصود ہیں۔ لہذا ان کے کل حق سے جرم کامل جبکہ بعض سے ناقص ہوگا۔

شرح

جب جرم ہر کے چوتھائی سے کم یا داڑھی کے چوتھائی سے کم کا حلق کرے۔

وَلَا تَحْلِفُوا لَهُمْ وَنَسْخًا حَتَّى يَبْلُغَ الْفَهْدَى مَجْلَةً (البقرة)؛ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَغُذِيَ مِنْ يَمِينِهِ أَوْ صَدَقَهُ أَوْ نَسْخًا (البقرة)؛ وَأَمَّا الْكَلَامُ بَيْنَ أَصْحَابٍ فَمَنْ عَمِيَ عَلَى أَنَّ حَلْقَ الْخَيْرِ يُوجِبُ

الذَّمَّ، وَالْقِلِيلُ يُوجِبُ الصَّدَقَةَ، وَاخْتَلَفُوا فِي الْحَدِّ الْفَاصِلِ بَيْنَ الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ، فَحَقَّلَ أَبُو حَنِيفَةَ مَا دُونَ الرُّبُعِ قَلِيلًا، وَالرُّبُعَ وَمَا فَوْقَهُ كَثِيرًا (بدائع الصنائع، ۵، ۱۵۱)

موجھ کٹنے والے پر وجوب طعام کا بیان:

(وَإِنْ أَخَذَ مِنْ شَارِبِهِ فَعَلَيْهِ) طَعَامٌ (حُكُومَةُ عَذَلٍ) وَمَعْنَاهُ أَنَّهُ يُنْظَرُ أَنْ هَذَا الْمَأْخُوذُ كَمْ يَكُونُ مِنْ رُبُعِ اللَّحْمَةِ فَجِبِبَ عَلَيْهِ الطَّعَامُ بِحَسَبِ ذَلِكَ، حَتَّى لَوْ كَانَ مِثْلًا مِثْلَ رُبُعِ الرُّبُعِ لَرُمِيَ قِيمَةً رُبُعِ الشَّاةِ، وَلَقَطَعَهُ الْأَخِذُ مِنَ الشَّارِبِ تَذَلُّ عَلَى أَنَّهُ هُوَ السُّنَّةُ فِيهِ دُونَ الْمَحْلِقِ، وَالسُّنَّةُ أَنْ يَقْصَرَ حَتَّى يُوَازِيَ الْإِطَارَ.

ترجمہ:

اور اگر اس نے موجھ کو کاٹا تو اس پر ایک حکومت عدل کا طعام ہے اور حکومت عدل کا معنی یہ ہے کہ وہ دیکھے کہ اس نے کتنی موجھ کاٹی ہے وہ چوتھائی داڑھی سے کتنی ہے پس اسی کے مطابق طعام واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر چوتھائی داڑھی کا چوتھائی ہوتو اس پر ایک برکی کی قیمت کا چوتھائی لازم ہے۔ اور اخذ من شارب کے لفظ کی دلائل بھی اسی پر ہے۔ کیونکہ موجھ کتر داڑھی سے ہٹ کر کھانا کھانے کا ہوتا ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ موجھ کتر مقدار میں کاٹے کہ طار کے مقابل ہو جائے۔

شرح

علامہ ابن محمود الباری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ موجھ ایک خاص عضو ہے جس کا طلق کروانا مقصود ہوتا ہے۔ لہذا اس میں جنائت کا ملکہ پائی گئی اور اس میں ایک دم واجب ہوگا۔ اس کے عضو کا نہ ہونے کی دلیل اس حدیث سے بیان کی گئی ہے۔

حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ موجھیں کاٹنا، داڑھی کو عاف رکھنا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کاٹنا، جوڑوں کا دھونا، بغل کے بال صاف کرنا، زرباف بال مونڈنا، استنجہ کرنا۔ مصعب کہتے ہیں کہ میں دسویں بات بھول گیا، شاید یہ کئی کر ہو۔ (مسلم، کتاب الطہارہ، محدثہ، 261)

صاحب مغرب نے کہا ہے کہ طار ہونٹ کے اس گوشت کو کہتے ہیں جو موجھ سے ملنے والا ہے۔ اور موجھ کتر داڑھی سے ہٹ کر کھانا کھانے کا ہوتا ہے۔ اور سنت نہیں ہے اس کی دلیل قس شارب جو حدیث میں استعمال ہوا ہے جس کا معنی موجھوں کو کاٹنا سنت ہے۔

(عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۵، بیروت)

چھپنے والی جگہ کا طلق کیا تو وجوب دم کا بیان:

قَالَ (وَإِنْ خَلَقَ مَوْضِعَ الْمَحَاجِمِ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) رَحِمَهُ اللَّهُ (وَقَالَ: عَلَيْهِ صَدَقَةٌ)؛ لِأَنَّهُ إِسْمًا يَخْلُقُ الْحِجَامَةَ وَهِيَ كَيْسَتْ مِنَ الْمَخْظُورَاتِ فَكَذَا مَا يَكُونُ

وَسِيلَةً إِلَيْهَا، وَإِلَّا أَنْ فِيهِ إِزَالَةٌ شَيْءٍ مِنْ النَّفْتِ فَتَجِبُ الصَّدَقَةُ.

وَأَبَى حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ حَلْقَهُ مَقْصُودٌ؛ لِأَنَّهُ لَا يَتَوَسَّلُ إِلَى الْمَقْصُودِ إِلَّا بِهِ، وَقَدْ وَجَدَ إِزَالَةَ النَّفْتِ عَنْ عَضْوٍ كَامِلٍ فَجِبِبَ الدَّمُ.

ترجمہ:

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر اس نے چھپنے والی جگہ کا طلق کر دیا تو اس پر دم واجب ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ اس پر صدقہ واجب ہے۔ کیونکہ اس نے صرف چھپنے کو ان کے جب سے طلق کر دیا ہے۔ اور چھپنا گلوانا ممنوعات میں سے نہیں ہے۔ اور اسی طرح اس میں بھی نہ ہوگا جو اس کا وسیلہ ہے۔ البتہ اس میں کچھ آلودگی دور کرنے کیلئے مونڈنا ہے لہذا صدقہ واجب ہوگا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ طلق کروانا مقصود ہے لہذا اس کو وسیلہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ یہ خود طلق ہے۔ اور ایک کامل عضو سے آلودگی کو دور پایا جا رہا ہے لہذا دم واجب ہے۔

حالت احرام میں چھپنے گلوانے کا بیان:

حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ جو حسیہ کے بیٹے ہیں، کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے راستے میں لُحی جمل کے مقام پر بحالت احرام اپنے سر کے پتھوں سے نیکی چھوٹی (بخاری و مسلم)

مالک، حضرت عبداللہ کے باپ کا نام ہے اور حسیہ ان کی ماں کا نام ہے گویا ابن حسیہ، حضرت عبداللہ کی دوسری صفت ہے اسی لئے عبداللہ بن مالک ابن حسیہ، میں مالک کو تین کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ابن حسیہ، میں الف کھانا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سر کے پتھوں سے چھپنے گلوانے تو سر مبارک کے بال کچھ نہ دروئے ہوں گے لہذا یہ حدیث ضرورت پر محمول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی عذر و ضرورت کی بنا پر سر میں چھپنے گلوانے تھے، چنانچہ اگر عمر کی ایسی جگہ چھپنے گلوانے جہاں بال ہوں تو اس پر فدیہ واجب نہیں ہوتا۔

اگر کوئی حرم سر کے بال چوتھائی حصہ سے کم منڈوائے یا چھپے وغیرہ کی وجہ سے اس کے سر کے چوتھائی حصہ سے کم بال ٹوٹ جائیں تو اس پر صدقہ واجب ہوگا یعنی وہ بطور جزاء یا تو کسی بیوہ کے پیٹ بھر کھانا کھلا دے یا اسے نصف صاع دیے ہوں دے۔ اگر کوئی حرم بال اندر چوتھائی سر سے زیادہ منڈوا دے یا بال اندر چھپنے گلوانے اور اس کی وجہ سے چوتھائی سر سے زیادہ بال ٹوٹ جائیں تو اس پر دم واجب ہوگا یعنی وہ بطور جزاء ایک برکی یا اس کی مانند کوئی جانور ذبح کرے اور اگر کوئی کسی عذر کی بنا پر چوتھائی سر سے زیادہ منڈوائے یا کسی عذر کی وجہ سے چھپنے گلوانے اور اس کی وجہ سے چوتھائی سر سے زائد بال ٹوٹ جائیں تو اسے تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار ہوگا کہ چاہے وہ ایک برکی ذبح کرے، چاہے نصف صاع فی مسکین کے حساب سے چھ سکینوں کو

تین صاع گیہوں دے اور چاہے تین روزے نہ کرے خواہ تین روزے مسلسل رکھے یا متفرق طور پر۔

اگر کوئی عزم پکچھ لگوانے کی وجہ سے حاجم یعنی پکچھوں کی جگہ سے بال منڈوائے تو اس صورت میں امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک تو اس پر دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک صدقہ۔

پکچھوں کی جگہ سے گردن کے دونوں کنارے اور گردی مراد ہے، اس لئے اگر کوئی پوری گردن منڈوائے گا تو پھر معتقد طور پر سب کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا اور اگر پوری سے کم منڈوائے گا تو صدقہ واجب ہوتا ہے! خود بخود بال ٹوٹنے سے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کی حالت میں اپنے بیکر کی پشت پر پکچھ لگوائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروختاں (ایوڈاؤنٹائی)

بیکر کی پشت پر چونکہ بال نہیں ہوتے اور وہاں پکچھ لگوانے سے بال ٹوٹنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے اس حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے اور پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غدر یعنی دروکی وجہ سے یہ پکچھ لگوائے تھے۔

حائض و مہلوک پر وجوب دم کا بیان:

(وَإِنْ حَلَقَ رَأْسَ مُحْرِمٍ بِأَمْرِهِ أَوْ بغيرِ أَمْرِهِ فَعَلَى الْحَالِقِ الصَّدَقَةُ، وَعَلَى الْمَحْلُوقِ دَمٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَجِبُ إِنْ كَانَ بِغَيْرِ أَمْرِهِ بَأَن كَانَ نَائِمًا؛ لِأَنَّ مِنْ أَصْلِهِ أَنَّ الْإِكْرَاهَ يُخْرِجُ الْمُكْرَهَ مِنْ أَنْ يَكُونَ مُوَاحِدًا بِحُكْمِ الْفِعْلِ وَالنَّوْمُ أَمْلَغُ مِنْهُ.

وَعِنْدَنَا بِسَبَبِ النَّوْمِ وَالْإِكْرَاهِ يَنْتَقِي الْمَأْتَمُ دُونَ الْحُكْمِ وَقَدْ تَقَرَّرَ سَبَبُهُ، وَهُوَ مَا نَالَ مِنَ الرَّاحَةِ وَالرَّيْسَةِ فَلَسَرَمَهُ اللَّهُ حُكْمًا، وَبِخِلَافِ الْمُصْطَرِّ حَيْثُ يَنْتَحِرُ؛ لِأَنَّ الْآفَاقَةَ هُنَاكَ سَمَوِيَّةٌ وَهَاهُنَا مِنَ الْعِبَادِ، ثُمَّ لَا يَزْجَعُ الْمَحْلُوقُ رَأْسَهُ عَلَى الْحَالِقِ؛ لِأَنَّ الدَّمَ إِنَّمَا لَسَرَمَهُ بِمَا نَالَ مِنَ الرَّاحَةِ فَصَارَ كَالْمَغْرُورِ فِي حَقِّ الْغَفْرِ، وَكَذَا إِذَا كَانَ الْحَالِقُ حَلَالًا لَا يَخْتَلِفُ الْجَوَابُ فِي حَقِّ الْمَحْلُوقِ رَأْسَهُ، وَأَمَّا الْحَالِقُ فَلَمْ تَلْزَمْهُ الصَّدَقَةُ فِي مَسْأَلَتِنَا فِي الْوَجْهَيْنِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا حَلَقَ الْمُحْرِمُ رَأْسَ خَلَالٍ. لَهُ أَنْ مَعْنَى الْإِزْتِاقِ لَا يَتَحَقَّقُ بِحَلْقِ شَعْرٍ غَيْرِهِ وَهُوَ الْمُوجِبُ.

وَلَكِنَّا أَنْ إِزَالَةَ مَا يَسْمُو مِنْ بَدَنِ الْإِنْسَانِ مِنْ مَحْظُورَاتِ الْإِحْرَامِ؛ لِأَسْبَاقِهِ الْأَمَانِ

بِمَنْزِلَةِ نَبَاتٍ الْحَرَمِ فَلَا يَقْتَرِفُ الْحَالِ بَيْنَ شَعْرِهِ وَشَعْرٍ غَيْرِهِ إِلَّا أَنْ كَمَالَ الْجَنَابَةِ فِي شَعْرِهِ.

ترجمہ:

اور ایک احرام والے نے دوسرے محرم کے سر کا حلق کیا خواہ اس کے حکم سے کرے یا بغیر حکم کے کرے تو حائض پر صدقہ واجب ہے اور مہلوک پر دم واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے اگر بغیر حکم کے اس نے حلق کیا اس طرح کہ وہ سویا ہوا تھا تو مہلوک پر دم واجب نہیں ہے۔ اس میں امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ حالت اکراہ ہے لہذا مجبوری کی وجہ سے مواخذہ کا حکم خارج ہو جائے گا۔ جبکہ نیند مجبوری سے بھی بڑھ کر ہے۔

ہمارے نزدیک نیند اور مجبوری سے گنا دور ہو جاتا ہے حکم درویش ہوتا کیونکہ اس کا سبب ثابت ہے۔ اور وہ سبب خوبصورتی و راحت حاصل کرنا ہے۔ لہذا یقینی طور پر دم واجب ہوگا۔ یہ خلاف حالت اضطراری کے کیونکہ وہاں آسانی مجبوری ہے اور یہاں بندوں کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد مہلوک حائض سے رجوع نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس پر دم اس راحت کی وجہ سے واجب ہے جو اس کو حاصل ہے۔ لہذا مہلوک عقر کے حق میں مفروک طرح ہو گیا اور اسی طرح اگر حائض حلال ہو تو مہلوک کے حق میں حکم مختلف نہ ہوگا البتہ حائض کیلئے ہمارے نزدیک ان دونوں صورتوں میں اس پر صدقہ واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حائض پر کچھ واجب نہ ہوگا اس اختلاف کی بنیاد پر جب کسی محرم نے غیر محرم کے سر کا حلق کر دیا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے کے بال موٹنے میں شہ رات کے فائدہ کا معنی ثابت نہیں ہوتا جبکہ وجوب فدہ یہاں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ انسان کے جسم سے جو چیز بھی اُتے ہے اس کو دور کرنا منوعات احرام میں سے ہے۔ کیونکہ جسم سے اُٹنے والی چیز اس کی حق ہے جس طرح حرم کی گھاس ہے لہذا اپنے بالوں اور دوسروں کے بالوں میں فرق نہ ہوگا۔ البتہ مکمل جنائت اپنے بالوں میں ہے۔

حائض و مہلوک کے فدہ میں مذاہب اربعہ:

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اگر کسی حلال نے حلق کیا یا محرم نے حلق کیا اور مہلوک نے حکم نہ دیا تھا یا وہ سیاہ ہوا تھا یا وہ مجبور تھا یا اس پر عشی طاری تھی تو دونوں اقوال میں سے صحیح قول یہ ہے حائض پر فدہ یہ ہے۔

حضرت امام مالک اور امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ کیونکہ فقیر اسی کی طرف سے ہوئی ہے اور مہلوک کی طرف سے کوئی فقیر نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا دوسرا مذہب ہے وہ فرماتے ہیں کہ حلق پر فدیہ ہے۔ اور علامہ مرنی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر حلق نہ سکے یا تھا تو حلق پر فدیہ ہے۔ اور اہل حق پر یکہ واجب نہیں ہے۔ یہ ان کا ایک قول ہے۔

حضرت امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ کیونکہ حلق کے فعل کی اضافت اس کی طرف ہو خواہ وہ عزم ہو یا غیر عزم ہو۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: مجبوری کی وجہ سے مواخذہ خارج ہو جاتا ہے۔ اور مجبوری عینہ کے فعل سے بھی بڑی ہے۔

ہمارے نزدیک مجبوری سے حکم معصیت آخرت میں نہ ہوگا جبکہ دنیا میں فعل کا صدور ہو چکا ہے۔ اور دنیاوی حکم اس پر صادر کیا جائے گا۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ص ۵، ۲۳۰، حقانیہ بلقان)

اور اگر عزم نے دوسرے عزم کا سر موٹا اس پر بھی صدقہ ہے، خواہ اس نے اسے حکم دیا ہو یا نہیں، خوشی سے موٹا یا ہو یا مجبور ہو کر اور غیر عزم کا موٹا تو کچھ خیرات کر دے۔

اور جب کسی غیر عزم نے عزم کا سر موٹا اس کے حکم سے یا بلا حکم تو عزم پر کفارہ ہے اور موٹنے والے پر صدقہ اور وہ عزم اس موٹنے والے سے اپنے کفارہ کا تادان نہیں لے سکا اور اگر عزم نے غیر کی موٹیں میں یا ناخن تراشے تو سوا کین کو کچھ صدقہ کھلا دے۔ (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الحج)

جب عزم نے غیر عزم کی موٹیں موٹیں تو حکم صدقہ:

(فَإِنْ أَخَذَ مِنْ شَارِبٍ حَلَالٍ أَوْ قَلَّمَ أَظْفَارَهُ أَطْعَمَ مَا شَاءَ) وَالْوَجْهُ فِيهِ مَا بَيَّنَّا. وَلَا يَغْرِي عَنْ نَوْعِ ارْتِفَاعٍ؛ لِأَنَّ يَتَأَذَى بِتَقْتِ غَيْرِهِ وَإِنْ كَانَ أَقْلٌ مِنَ التَّأَذَى بِتَقْتِ نَفْسِهِ فَيَلْزِمُهُ الطَّعَامُ (وَإِنْ قَصَّ أَظْفَارَهُ يَتَذَيَّرُ وَرَجُلِيهِ فَعَلَيْهِ دَمٌ)؛ لِأَنَّهُ مِنَ الْمَحْظُورَاتِ لِمَا فِيهِ مِنْ قَضَاءِ التَّقِيَّةِ وَإِذَا لَمْ يَنْمُو مِنَ الْبَدَنِ، فَإِذَا قَلَّمَهَا كَلَّمَهَا فَهِيَ ارْتِفَاعٌ كَامِلٌ فَيَلْزِمُهُ الدَّمُ، وَلَا يُزَادُ عَلَى دَمِ إِنْ حَصَلَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ؛ لِأَنَّ الْحَيَاةَ مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ، فَإِنْ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فَكَذَلِكَ عَنْهُ مَحَبَّةٌ رَحِمَهُ اللَّهُ؛ لِأَنَّهُ مَبْنَاهَا عَلَى التَّدَاخُلِ فَاتَّشَبَهَ كَقَارَةِ الْفِطْرِ إِلَّا إِذَا تَحَلَّلَتْ الْكُفَّارَةُ لَا رِثَاعَ الْأُولَى بِالتَّكْفِيرِ.

وَعَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَجِبُ ارْتِمَةُ دِمَاءٍ إِنْ قَلَّمَ فِي كُلِّ مَجْلِسٍ يَدًا أَوْ رِجْلًا؛ لِأَنَّ الْغَالِبَ فِيهِ مَعْنَى الْعِبَادَةِ فَيَتَقَيَّدُ التَّدَاخُلُ بِاتِّحَادِ الْمَجْلِسِ كَمَا فِي آيِ السَّجْدَةِ.

ترجمہ:

اگر کسی عزم نے غیر عزم کی موٹیں یا ناخن کالے تو کھانے میں سے جو چاہے صدقہ دے۔ اس کی دلیل وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی راحت سے خالی نہیں ہے کیونکہ غصے سے میل پھیل کر دودھ کرنے والا ہے جس سے خود تکلیف محسوس کرنے والا ہے اگر چہ اپنی میل پھیل سے کم تکلیف محسوس کرنے والا ہے۔ لہذا اس پر طعام ضروری ہے۔

اگر عزم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں پاؤں کے ناخن تراش لیے تو اس پر دم واجب ہے اسلئے کہ یہ احرام کے منوعات میں سے ہے۔ اور یہ بھی دلیل یہ ہے کہ اپنے میل پھیل کر دودھ کرنا ہے اور بدن سے الگے والے چیز کو زائل کرنا ہے۔ لہذا جب عزم نے تمام ناخنوں کو تراش لیا تو یہ کمال راحت بن گئی اس لئے اس پر قربانی واجب ہوگئی اور ایک دم پر زیادتی نہیں کی جائے گی البتہ شرط یہ ہے کہ تمام ناخنوں کا کاٹنا ایک ہی مجلس واقع ہو۔ کیونکہ جب ایک ہی قسم کا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس طرح حکم سے خواہ مجلس مختلف ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس مسئلہ کی بناء مداخلت پر ہے لہذا یہ افکار کے کفارے کے مشابہ ہو گیا۔ لیکن جب کفارہ درمیان میں واقع ہو کیونکہ وہ پہلا جرم کفارہ دینے کی وجہ سے دور ہو چکا ہے۔

یہ نہیں کے نزدیک اس پر چار قربانیاں واجب ہیں۔ اگر اس نے ہر مجلس میں ایک یا ایک ہاتھ کے ناخن تراش لیے کیونکہ کفارے میں عبادت کا مقصد (قواب) غالب ہے لہذا مداخلت اتفاقاً وکس کے ساتھ تنقید ہوگی۔ جس آیات مجبور ہیں ہوتا ہے۔

موٹھ یا ناخن کاٹنے پر جو بوجہ صدقہ میں مذاہب اور اربعہ کا بیان:

حضرت عطاء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ موٹھ کا کاٹ لینا یا ناخن کاٹنا یہ عزم کے منوعات میں سے ہے۔ کیونکہ یہ ایک ہی چیز ہے اس میں مذاہب اور اربعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لہذا حضرت امام اعظم، امام حنفیہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک دم واجب ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ص ۵، ۲۳۳، حقانیہ بلقان)

اس مسئلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں اتفاقاً وکس اور اختلاف مجلس کا اعتبار کیا گیا ہے۔ لہذا اتحاد مجلس کی قید کے ساتھ اس کا تنقید کیا گیا ہے۔

ایک ہاتھ ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دم ہے اور اگر کسی ہاتھ یا پاؤں کے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ، یہاں تک کہ اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو پہلہ صدقہ دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر لے یا دم ہے اور اگر ایک ہاتھ یا پاؤں کے پانچوں ایک جلسہ میں اور دوسرے کے پانچوں دوسرے جلسہ میں کترے تو دودم لازم ہیں اور چاروں ہاتھ پاؤں کے چار بیسوں میں تو چار دم۔ اور اگر کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ بڑھنے کے قابل نہ رہا، اس کا بقیہ اس نے کاٹ لیا تو کچھ نہیں۔

ایک ہی جلسہ میں ایک ہاتھ کے پانچوں ناخن تراشے اور چہرہ سر مونہا یا اور کسی عضو پر خوشبو لگائی تو ہر ایک پر ایک ایک دم یعنی تین دم واجب ہیں۔ غرم نے دوسرے کے ناخن تراشے تو یہی حکم ہے جو دوسرے کے بال مونہ لے کا ہے۔ (مشک)

ایک ہاتھ اور پاؤں کے ناخن تراشنے پر وجوب صدقہ دم کا بیان:

(وَإِنْ قَصَّ يَدًا أَوْ رَجُلًا فَلَعَلَّهِ دَمٌ) بِقَامَةِ لِلرُّبْعِ مَقَامُ الْكُلِّ كَمَا فِي الْحَلِيِّ (وَإِنْ قَصَّ أَقْلَ مِنْ خَمْسَةِ أَطَافِيرَ فَلَعَلَّهِ صَدَقَةٌ) مَعْنَاهُ تَجِبُ بِكُلِّ طُفْرِ صَدَقَةٌ.

وَقَالَ زَكَرِيَّا رَحِمَهُ اللَّهُ: تَجِبُ الدَّمُ بِقَصِّ ثَلَاثَةٍ مِنْهَا، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ الْأَوَّلُ؛ لِأَنَّ فِي أَطَافِيرِ الْيَدِ الْوَاحِدَةِ دَمًا، وَالثَّلَاثُ أَكْثَرُهَا.

وَجْهُ الْمَذْهُوبِ فِي الْكِتَابِ أَنَّ أَطَافِيرَ كَفِّ وَاحِدٍ أَقْلُ مَا يَجِبُ الدَّمُ بِقَلْمِهِ وَقَدْ أَقْبَمْنَاهَا مَقَامَ الْكُلِّ، فَلَا يَنَامُ أَكْثَرُهَا مَقَامَ كُلِّهَا؛ لِأَنَّهُ يُؤَدَّى إِلَى مَا لَا يَنْتَهِى

ترجمہ:

اگر گرم نے ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے تمام ناخن تراش دیئے تو اس پر دم واجب ہے کیونکہ چوتھی کل کے قلم مقام ہے۔ جس طرح حلق میں ہے۔ اور اگر گرم نے پانچ سے کم تراشے تو صدقہ واجب ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ ہر ناخن کیلئے صدقہ ہے۔

حضرت امام زعفر علیہ الرحمہ کے نزدیک تین ناخن تراشنے میں دم واجب ہو جائے گا۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا پہلا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ ایک ہاتھ کے ناخنوں میں دم واجب ہے اور تین ان کا اکثر ہے جو کتاب میں مذکور ہے اور ایک ہاتھ کے ناخن اس کا کم از کم درجہ ہیں جس کے کاٹنے سے دم واجب ہوتا ہے اور ہم نے اس کی کل کے قلم مقام کر دیا ہے۔ لہذا ایک ہاتھ کے اکثر کو کل کے قلم مقام نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس طرح بیان کا سبب ہوگا جن کی انتہائی نہ ہو۔

شرح

اس مسئلہ میں چوتھی کل کے قلم مقام کر گئے۔ جس طرح سر کے حلق کا مسئلہ ہے کہ اگر اس میں چوتھی حصہ حلق کروایا جائے تو شرعی طور پر وہ حلق کہلائے گا۔ اسی طرح جب اس نے ایک ہاتھ یا پاؤں کے ناخن کاٹے تو بھی مشروط کل کا اعتبار کرتے ہوئے اس پر دم واجب ہوگا۔

دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے پانچ سے کم ناخن تراشنے پر وجوب صدقہ دم کا بیان:

(وَإِنْ قَصَّ خَمْسَةَ أَطَافِيرَ مُتَفَرِّقَةٍ مِنْ يَدَيْهِ وَرَجُلَيْهِ فَلَعَلَّهِ صَدَقَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ) رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى (وَقَالَ مُحَمَّدٌ): رَحِمَهُ اللَّهُ (عَلَيْهِ دَمٌ) اغْتِبَارًا بِمَا لَوْ

فَقَصَّهَا مِنْ كَفِّ وَاحِدٍ، وَبِمَا إِذَا خَلَقَ رُبْعَ الرَّأْسِ مِنْ مَوَاصِعَ مُتَفَرِّقَةٍ. وَلَهُمَا أَنْ كَمَالَ الْجَنَابَةِ بَيْتِلِ الرَّاحَةِ وَالرَّيَّةِ وَيُلْقَمُ عَلَى هَذَا الْوُجْهِ يَنَادَى وَيُشِينُهُ ذَلِكَ، بِخِلَافِ الْحَلِيِّ؛ لِأَنَّهُ مَعْنَاهُ عَلَى مَا مَرَّ.

وَإِذَا انْقَاصَتْ الْجَنَابَةُ تَجِبُ فِيهَا الصَّدَقَةُ فَجِبَ بِقَلَمِ كُلِّ طُفْرِ طَعَامُ مَسْكِينٍ، وَكَذَلِكَ لَوْ قَلَمَ أَكْثَرَ مِنْ خَمْسَةِ مُتَفَرِّقًا لِأَنَّهُ يَبْلُغُ ذَلِكَ دَمًا فَحِينَئِذٍ يَنْقُصُ عَنْهُ مَا شَاءَ.

ترجمہ:

تین تین کے نزدیک جب محرم دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے پانچ ناخن مختلف جگہوں سے تراشے تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر دم واجب ہے۔ اور اس کو اس پر بات پر قیاس کریں گے جب اس نے ایک ہاتھ کے پانچ ناخن کاٹے ہوں۔ اور اسی طرح یہ قیاس کرتے ہوئے کہ جب اس نے چوتھی سر کا طر مٹت جگہوں سے کر دیا ہو۔ تین تین کی دلیل یہ ہے کہ اس کا یہ کامل جرم راحت و زینت کے حصول کی وجہ بنا ہے کیونکہ کتر دانے سے لذت محسوس کرتا ہے اور اس کو یہ حالت عیب دار کرنے والی ہے۔ بخلاف سر کو مونہ دانے کے کیونکہ وہ مقام ہے جس طرح گزر چکا ہے اور جب بتات ہائیں ہوتی تو اس میں صدقہ واجب ہے لہذا ہر ناخن کے کاٹنے سے مسکین کو طعام دینے واجب ہوگا۔ اور اسی طرح اگر اس نے پانچ ناخنوں سے زیادہ مختلف جگہوں کو تراش دیا اور ان سے کتر دانے کاٹیں تو دم واجب ہوگا۔ اور اس کی قیمت سے جو چاہے کم کرے۔

ایک ہاتھ یا پیر کے ناخن کاٹنے والے بارے میں فقہی حکم:

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَقَنُّهُمْ وَلِيُؤْثِرُوا نُدُورَهُمْ وَلِيَقْطَعُوا بِالْيَدِ الْعَبِيَّ (الحج): عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْفَرَقَطِيِّ، قَالَ: الثَّقَلُ: خَلْقُ الْعَاتِيَةِ، وَتَفَّفَ الْإِنْطِ، وَالْأَخَذُ مِنَ الشَّارِبِ، وَتَفْلِيمُ الْأَطْفَارِ (مصنف ابن ابی شیبہ) فِي قَوْلِهِ نَعَالِي: (لِيَقْضُوا تَقَنُّهُمْ) (ر): وَأَمَّا قَلَمُ الطُّفْرِ فَقَوْلُ: لَا يَحْجُوزُ لِلْمُحْرَمِ قَلَمُ أَطْفَارِهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (ثُمَّ لِيَقْضُوا تَقَنُّهُمْ) وَقَلَمُ الْأَطْفَارِ مِنْ قِضَاءِ الثَّقَلِ، وَتَبَّ اللَّهُ تَعَالَى قِضَاءَ الثَّقَلِ عَلَى الذَّنْبِ؛ لِأَنَّهُ ذَكَرَهُ بِكَلِمَةِ مُؤَسَّوْعَةٍ لِلتَّرْبِيَةِ مَعَ التَّرَائِيحِ يَقُولُهُ عَزَّ وَجَلَّ: (لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهْمَةِ الْأَنْعَامِ فَلَكَؤُلُومِنَهَا وَأُطْعَمُوا فِيهَا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ثُمَّ لِيَقْضُوا تَقَنُّهُمْ)، فَلَا يَحْجُوزُ الذَّنْبُ؛ وَلِأَنَّهُ إِذَا تَنَاقَلَ بِسَمَائِقِ الْمُسَيِّمِينَ، وَالْمُحْرَمُ مُنْعَوٌّ عَنْ ذَلِكَ، وَلِأَنَّهُ نَوْعٌ نَبَاتِ اسْتِفَادَةِ الْأَمْنِ بِسَبَبِ الْإِحْرَامِ فَيَحْرُمُ الْغَرَضُ لَهُ كَالنَّوْعِ الْآخَرِ، وَهُوَ النَّبَاتِ الْإِذِي اسْتِفَادَةُ الْأَمْنِ بِسَبَبِ الْحَرَمِ فَإِنَّ قَلَمَ أَطْفَارِهِ يَدٍ أَوْ رَجُلٍ مِنْ غَيْرِ

غَيْرَ وَضُرُورَةٍ فَتَعْنِيهِ ذَمٌّ لِأَنَّهُ اِزْتِغَافٌ كَامِلٌ فَكَمَلَتْ الْجَنَابَةُ فَتُحِبُّ كَفَّارَةً كَامِلَةً . (بدائع الصنائع ۱: ۱۵۹۰)

جب حرم نے ٹوٹے ہوئے ناخن کو کاٹ دیا:

قَالَ : (وَإِنْ اِنْكَسَرَ طُغْرُ الْمُحْرِمِ وَتَعَلَّقَ فَأَخَذَهُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّهُ لَا يَنْمُو بَعْدَ الْاِنْكَسَارِ فَأَشْنَأَ الْيَابِسَ مِنْ شَجَرِ الْحَرَمِ

ترجمہ:

فرمایا: جب حرم کا ناخن ٹوٹ گیا پس وہ تنگ گیا پھر حرم نے اس کو پکڑ لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ٹوٹنے کے بعد بڑھنے والا نہیں ہے لہذا وہ حرم کے خشک درخت کے مشابہ ہو گیا ہے۔

ناخن کے ٹوٹنے پر عدم دم کے وجوب میں مذاہب اربعہ:

صاحب یہ ہے کہ حرم کے ناخن کو ٹوٹ جانے کی صورت میں اس کو حرم والے خشک درخت کے ساتھ مشابہ قرار دیا ہے اور حکم بھی اسی کے مطابق ہوگا کہ جس طرح وہاں کچھ واجب نہیں ہے اسی طرح ناخن کے ٹوٹنے پر بھی کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور ان دونوں مسائل کے درمیان حتم مشترک عدم نمو ہے کیونکہ وہ درخت خشک ہونے کے بعد بڑھنے والا نہیں ہے اور اسی طرح یہ ناخن بھی ٹوٹنے کے بعد بڑھنے والا نہیں ہے۔

علامہ بدر مدین حنفی حیدر رحمہ اللہ نے اس مندرجہ شراف میں کہا ہے کہ اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ اپنے سے ذی چیز دور کرنے والے ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما - حمید بن سبت، سعید بن جبیر، مجاہد، ابیرائیم حنفی، صفیان ثوری جمہدی، اسحاق اور ابو ثور نے اسی طرح کہا ہے۔

مذاہب فقہاء میں سے حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اور احناف کا موقف تو صاحب ہدایہ کی عبارت سے واضح ہے۔ (الباہیہ شرح الہدایہ، ص ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵

شرح ہمارا قول ہے جس امام حسن بصری نے کہا ہے ہر شخص پر دم واجب ہے مگر یہ کہ وہ مکہ میں نہ کرے۔ اور حضرت مجاہد سے اس کی مثل روایت ہے۔ (البتا یہ شرح الہدایہ، ص ۵، ص ۲۳۹، حقانیہ بلقان)

شہوت سے دیکھنے میں انزال پر عدم دم و کفارہ کے بیان:

(قَبَانُ نَظَرَ إِلَى فَرْحٍ أَمْرًا يَبْهَوُهُ فَأَمْنَى لَا شَيْءَ عَلَيْهِ)؛ لِأَنَّ الْمُحَرَّمَ هُوَ الْجِمَاعُ وَلَمْ يُوْجَدْ قَصَارٌ كَمَا لَوْ تَفَكَّرَ فَأَمْنَى (وَأِنْ قِيلَ أَوْ لَمْ يَسْهَوْهُ فَعَلَيْهِ دَمٌ) وَفِي الْجَمَاعِ الصَّغِيرِ يَقُولُ: إِذَا مَسَّ بِشَهْوَةٍ فَأَمْنَى، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يَنْزِلْ ذَكَرَهُ فِي الْأَصْلِ. وَكَذَا الْجَوَابُ فِي الْجِمَاعِ فِيمَا دُونَ الْقَرْجِ.

وَعَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ إِنَّمَا يُفْسِدُ إِحْرَامَهُ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ إِذَا أَنْزَلَ وَاعْتَبَرَهُ بِالصَّوْمِ. وَلَكِنَّا أَنَّ قَسَادَ الْحَجِّ يَتَعَلَّقُ بِالْجِمَاعِ وَلِهَذَا لَا يَفْسُدُ بِسَائِرِ الْمُحْظُورَاتِ، وَهَذَا لَيْسَ بِجِمَاعٍ مَقْصُودٌ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْجِمَاعِ إِلَّا أَنْ فِيهِ مَعْنَى الْإِسْتِمَاعِ وَالْإِنْتِفَاقِ بِالْمَرَّةِ وَذَلِكَ مُحْظُورٌ الْإِحْرَامِ فَيَلْزَمُهُ الدَّمُ بِخِلَافِ الصَّوْمِ؛ لِأَنَّ الْمُحَرَّمَ فِيهِ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ، وَلَا يَحْصُلُ بِلُونِ الْإِنْزَالِ فِيمَا دُونَ الْقَرْجِ.

ترجمہ:

اگر محرم نے اپنی بیوی کی فرج کو شہوت کے ساتھ دیکھا جس کی وجہ سے انزال ہو گیا تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔ کیونکہ حرمت جماع کی ہے اور جماع نہیں پایا گیا۔ لہذا یہ اس طرح ہو گیا جس طرح کسی نے تصور کیا اور انزال ہو گیا۔ اور اگر محرم نے شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا مس کر لیا تو اس پر دم واجب ہو گیا۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ جب اس نے شہوت کے ساتھ مس کیا اور انزال ہو گیا۔ جب اس صورت میں وہ فرقی نہیں ہے کہ انزال ہوا ہے یا نہیں ہوا سب سے اسی کو ذکر کیا ہے۔ شرمگاہ کے سوا جماع کا یہی حکم ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے ایک روایت ہے کہ ان تمام صورتوں میں اس کا احرام فاسد ہو جائے گا جنہوں نے اس کو روزے پر قیاس کیا ہے۔

جبکہ ہمارا دلیل یہ ہے کہ فساد جماع کے ساتھ متعلق ہے لہذا اس طرح تمام منوعات سے حج فاسد نہ ہوگا۔ اور اس کے اس عمل سے جماع مقصود نہیں ہے لہذا جو حکم جماع کے ساتھ متعلق ہے وہ اس کے ساتھ متعلق نہ ہوگا۔ البتہ اس میں عورت سے لطف اندوز ولذت کا سہی ہے اس لئے منع ہے۔ اسی لئے اس پر دم واجب ہے۔ یہ خلاف روزے کے کیونکہ روزے میں شہوت کو پورا کرنا

حرام ہے جبکہ فرج کے سوا میں بغیر انزال کے یہ مسئلہ حاصل نہیں ہوتا۔

مباشرت فاحشہ کی صورت و وجوب دم میں مذاہب اربعہ:

علامہ بدرالدین عینی عفی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔ اگر محرم نے اپنی بیوی کی فرج کو شہوت کے ساتھ دیکھا جس کی وجہ سے انزال ہو گیا تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔ کیونکہ حرمت جماع کی ہے اور جماع نہیں پایا گیا۔ لہذا یہ اس طرح ہو گیا جس طرح کسی نے تصور کیا اور انزال ہو گیا۔

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ اگر اس نے لمبی نظر کی حتیٰ کہ اس کو انزال ہو گیا تو اس کا حج فاسد ہو گیا۔ اور اس نے جماع کیا تو اس پر بدنہ ہے حضرت حسن بصری کے نزدیک وجہ کے قابل ہے۔ اور میں میں امام مالک کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت امام احمد نے نزدیک اس میں نے نظر کی اور پھر اس کو پھیر لیا تو اس پر ایک بکری ہے۔ اور اگر اس نے بار بار دیکھا تو اس پر بدنہ ہے اور یہ روایت ان کے خلاف شریعت پر رجعت ہے۔

حضرت امام اوزاعی نے کہا ہے کہ جماع دونوں الفرج بھی حج کو فاسد کرتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن حسن نے کہا ہے کہ جب اس نے مس کیا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس کا حج فاسد ہو گیا۔ (فقہاء احناف کا مذہب یہی ہے) کہ اگر اس نے مس کیا یا اس نے بوسہ لیا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس پر دم واجب ہے۔ (البتا یہ شرح الہدایہ، ص ۵، ص ۲۵۱، حقانیہ بلقان)

مباشرت فاحشہ کو شہوت کے ساتھ بوس و کنار اور بدن مس کرنے میں دم ہے، اگرچہ انزال نہ ہو اور بلا شہوت میں کچھ نہیں۔ یہ افعال عورت کے ساتھ ہوں یا مرد کے ساتھ دونوں کا ایک حکم ہے۔ مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو وہ بھی ذمہ۔ انہما ہنائی پر نگاہ کرنے سے کچھ نہیں اگرچہ انزال ہو جائے اگرچہ بار بار نگاہ کی ہو۔ یو میں خیال جمانے سے۔ جنس سے انزال ہو جائے تو دم ہے ورنہ مذکورہ احوال تمام سے کچھ نہیں (جوہر، تہذیب، کتاب الحج)

حالات احرام میں لمس زوجہ میں اہل تشیع کا نظریہ:

محرم شخص کے لئے اپنی بیوی کے بدن پر ہاتھ رکھنا جائز نہیں ہے لیکن اس کام میں قصد لذت کے بغیر کوئی مضہ نہیں ہے اگر قصد لذت سے اپنی بیوی کے بدن کو لمس کرے، لازماً ہے ایک گوسفند کفارہ دے دے اور اگر اس کام سے منی خارج ہو جائے تو احتیاط واجب کی بناء پر اس کا کفارہ ایک اونٹ ہے۔

چونکہ محرم شہوت کی رو سے اپنی بیوی کا بوسہ لے، اور احتیاط واجب یہ ہے کہ قصد لذت کے بغیر بھی بوسہ لینے سے اجتناب کرے۔ اگر عینی و لذت کے قصد سے چوے، اس کا کفارہ ایک اونٹ ہے خواہ انزال ہو یا انزال نہ ہو۔ اگر کسی عورت کو شہوت کی رو سے چوے، اس کا کفارہ احتیاط واجب کی بناء پر ایک اونٹ ہے اور اگر بلا قصد شہوت ہو ایک گوسفند کفارہ ہے۔

اہل تشیع کے نزدیک احرام کی حالت میں قربت زوجہ کا بیان

حالت احرام میں بیوی سے نزدیکی کا احرام ہے اور اس کی تین حالتیں ہیں :

(۱) اگر کوئی حالت احرام میں عدا اور سزا سے علم زد کی کرے، چنانچہ عرفہ میں وقف سے پہلے یا مشعر الحرام میں نزدیکی انجام پائے، اس کا حج فاسد ہے، لیکن لا زم ہے کہ اس کو تمام کرے اور سال آئندہ دوبارہ حج بجالائے۔ اور اس کا کفارہ ایک اونٹ ہے۔ اور لا زم ہے کہ زکوٰۃ (بنا بر احتیاط واجب) ایک دوسرے سے اختتام مناسک حج تک جدا ہوں۔ بغض و اٹھان کے ہمراہ ہوا اور سال آئندہ بھی جب ایک جگہ پہنچیں (کہ جہاں عمل مذکور قیام ہوئے) لازم ہے کہ اختتام حج تک ایک دوسرے سے جدا ہوں اور اگر یہی عمل مشعر الحرام میں وقف کے بعد اور اطواف ثاب سے پہلے انجام پائے، ان کا حج صحیح ہے۔ لیکن مرکب گنہ ہونے میں اور ایک اونٹ کفارہ ہے :

(۲) اگر زکوٰۃ کی عمر مردہ جمع میں واقع ہوئی ہے اس کا کفارہ بنا بر احتیاط واجب ایک اونٹ ہے لیکن اس کا عمر باطل نہیں ہوگا خواہ عمل صفا و مردہ کے درمیان سنی سے پہلے ہو یا تقصیر اور احرام سے خارج ہونے سے پہلے ہو، لیکن احتیاط مستحب یہ ہے کہ اگر سنی سے پہلے ہو تو عمر کو بصورت امکان تمام کرے اور پھر اس کو دوبارہ بھی بجالائے۔

(۳) اگر زکوٰۃ کی عمر وہ فرزدہ میں واقع ہو، اگر صفا و مردہ کے درمیان سنی تمام ہونے سے پہلے ہو، اس کا عمر باطل ہے اور لازم ہے کہ ایک اونٹ کفارہ دے، اور احتیاط واجب یہ ہے کہ عمر کو تمام کرے اور ایک مہینہ انتظار کرے پھر کسی ایک میت یا جاگر وہاں پھر سے احرام باندھے اور دوبارہ عمر وہ فرزدہ بجالائے، اور عمر وہ واجب اور مستحب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، لیکن اگر طواف وحشی کے بعد ہو (اور تقصیر سے پہلے) اس کا عمر باطل نہیں ہوگا۔

حرم کے ناجائز الیہ ہونے میں اہل تشیع کا بیان :

اگر حرم اپنے سے بازی کرے اور اس سے سنی خارج ہو اس کا حکم، اس شخص کا حکم ہے جس نے کسی عورت سے نزدیکی کی ہو کہ اس کی شرح گزشتہ مسائل میں گزر چکی ہے۔ اور اگر اپنی بیوی سے طامعہ (بازی) کرے یا دیکھنے کے ذریعے یا ایسے مناظر کو سوچے اور تصور کرنے سے اس سے سنی خارج ہو جائے، اس پر کفارہ واجب ہے بلکہ احتیاط واجب کی بنا پر جماع کے تمام احکام مکرمین کا ذکر گزشتہ مسائل میں ہوا ہے جاری ہوں گے۔ (توضیح المسائل، کتاب الحج)

وقوف عرفہ سے قبل جماع سے فساد حج کا بیان :

(وَإِنْ جَامَعَ فِي أَحَدِ السَّبْعِينَ قَبْلَ الْوُفُوفِ بِعَرَفَةَ فَسَدَ حَجُّهُ وَعَلَيْهِ شَاةٌ، وَيَنْصِي فِي الْحَجِّ كَمَا يَمْضِي مَنْ لَمْ يُفْسِدْهُ، وَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ) وَالْأَصْلُ فِيهِ مَا رَوَى (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سِيلَ عَمَّنْ رَاقَعَ امْرَأَتَهُ وَهُمَا مُحْرِمَانِ بِالْحَجِّ قَالَ: يَرْبِقَانِ

دَمًا وَيَمْضِيَانِ فِي حَجَّتَيْهِمَا وَعَلَيْهِمَا الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ) وَهَكَذَا نُقِلَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ. وَقَالَ السَّافِي رَحِمَهُ اللَّهُ: تَجِبُ بَدَنَةُ اغْتِيَاً بِمَا لَوْ جَامَعَ بَعْدَ الْوُفُوفِ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ إِطْلَاقُ مَا رَوَيْنَا، وَلَاقِ الْقَضَاءُ لَمَّا وَجِبَ وَلَا يَجِبُ إِلَّا لِسُدُورِكَ الْمُصْلَحَةِ خَفَ مَعْنَى الْحِنَانَةِ فَيَكْفِي بِالشَّاعِرِ بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْوُفُوفِ، لِأَنَّهُ لَا قَضَاءَ. ثُمَّ سَوَّى بَيْنَ السَّبْعِينَ.

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ فِي غَيْرِ الْفُلِّ مِنْهُمَا لَا يُفْسِدُ لِقَاصِرٍ مَعْنَى الْوُطْءِ فَكَانَ عَنْهُ رَوَاتَانِ.

ترجمہ :

اور اگر حرم نے وقف عرفہ سے پہلے سبیلین میں سے کسی ایک میں جماع کیا تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر ایک بکری کا دم لازم ہے۔ اور وہ حج کے مناسک اسی طرح کرے جیسے وہ حاجی کرتا ہے جس کا حج کی سند نہیں ہو۔ اور اس مسئلہ میں اصل وہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا ہے ایک شخص نے جماع کیا ہے حالانکہ وہ دونوں احرام میں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا : دونوں قربانی کریں اور دونوں اپنے حج سے گزر جائیں اور ان دونوں پر آنے والے سال میں حج واجب ہے۔ اور صحیح پر حرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے بدو واجب ہے انہوں نے وقف عرفہ کے بعد والی صورت جماع پر قیاس کیا ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل وہی حدیث ہے جو مطلق ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ قضاء واجب ہونی ہے اور قضاء صرف حصول مصلحت کیلئے واجب ہوتی ہے لہذا اجنبیت کا معنی خفیہ ہوا اور صرف بکری کو کافی سمجھ لیا گیا ہے۔ بخلاف وقف عرفہ کے بعد کے کیونکہ اس صورت میں قضاء واجب نہیں ہے۔

امام ذہبی علیہ الرحمہ نے دونوں راویوں کو برابر قرار دیا ہے۔ اور حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کی روایت کے مطابق مسئلہ یہ ہے قبل کے سوا وہی کرنے سے حج فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس میں وہی کا معنی ناقص ہے لہذا امام عظیم علیہ الرحمہ نے دو روایت بیان کی گئی ہیں۔

وقوف عرفہ سے پہلے جماع کی مختلف صورتوں میں فقہی احکام :

علامہ محمد امین المعروف ابن عابدین شافعی لکھتے ہیں۔ وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہو گیا۔ اسے حج کی حرمت پورا کر کے دم دے اور سال آئندہ ہی میں اس کی قضاء کر لے۔ عورت بھی احرام میں تھی تو اس پر بھی یہی لازم ہے اور اگر اس کا دل میں پھر جانے کا خوف ہو تو مناسب ہے کہ قضاء کے احرام سے تمت نہ کرے دونوں ایسے جدا ہیں کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھے۔ وقوف

کے بعد جماع سے حج تو نہ جائے گا مگر طلاق و طواف سے پہلے کیا تو بد نہ دے اور وطن کے بعد تو دم اور بہتر اب بھی بد نہ ہے اور دونوں کے بعد کیا تو کچھ نہیں۔ طواف سے مراد اکثر ہے یعنی چار پھیرے۔ قصد جماع ہو یا بھولے سے یا سوتے میں یا ارکاء کے ساتھ سب کا ایک حکم ہے۔

وقوف سے پہلے عورت سے ایسے بچے نہ دلی کی جس کا مثل جماع کرتا ہے یا بچوں نے توجہ فاسد ہو جائے گا یا وہیں مرد نے مشغولہ لڑکی یا بچہ نہ دے دلی کی حج فاسد ہو گیا مگر چار بچوں پر نہ دم واجب ہے، نہ قضاء۔

وقوف عرفہ سے پہلے چند بار جماع کیا اگر ایک ہی مجلس میں ہے تو ایک دم واجب ہے اور وقت مختلف مجلسوں میں تو دو دم اور اگر دوسری بار اہرام توڑنے کے قصد سے جماع کیا تو بہرحال ایک ہی دم واجب ہے، چاہے ایک ہی مجلس میں ہو یا متعدد۔ وقوف عرفہ کے بعد عمر موندانے سے پہلے چند بار جماع کیا اگر ایک مجلس میں ہے تو ایک بد نہ اور مجلسوں میں ہے تو ایک بد نہ اور ایک دم اور اگر دوسری بار اہرام توڑنے کے ارادہ سے جماع کیا تو اس بار کچھ نہیں۔

جانور یا مرد یا بہت چھوٹی لڑکی سے جماع کیا توجہ فاسد نہ ہوگا، انزال ہو یا نہیں مگر انزال ہوا تو دم لازم۔ عورت سے جانور سے دلی یا کسی آدمی یا جانور کا کتا ہو آ لہذا مرد کو کھلیا حج فاسد ہو گیا۔

عمرہ میں چار پھیرے سے قبل جماع کیا عمرہ جاتا رہا، دم دے اور عمرہ کی قضاء اور چار پھیروں کے بعد کیا تو دم دے عمرہ حج ہے۔ عمرہ کرنے والے نے چند بار متعدد مجلس میں جماع کیا تو بہر بار دم واجب اور طواف وسیعی کے بعد طلاق سے پہلے کیا جب بھی دم واجب ہے اور وطن کے بعد کچھ نہیں۔ (الرد المحتار، رد المحتار، کتاب الحج، باب الجمایات، ج ۲ ص ۶۷۲)

ملاحظہ فرمادین غنی لکھتے ہیں۔

قرآن والے نے عمرہ کے طواف سے پہلے جماع کیا توجہ و عمرہ دونوں کا دم مگر دونوں کے تمام افعال بجا لائے اور دونوں دم اور سال آئندہ حج و عمرہ کرے اور اگر عمرہ کا طواف کر چکا ہے اور وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو عمرہ فاسد نہ ہوا، حج فاسد ہو گیا دو دم دے اور سال آئندہ حج کی قضاء دے اور اگر وقوف کے بعد کیا تو حج فاسد نہ ہوا، عمرہ ایک بد نہ اور ایک دم دے اور ان کے علاوہ قرآن کی قربانی۔ جماع سے احرام نہیں جاتا وہ بدستور خرم ہے اور جو چیزیں خرم کے لیے جائز ہیں وہ اب بھی ناجز ہیں اور وہی سب احکام ہیں۔ حج نہ خد ہونے کے بعد دوسرے حج کا احرام اس سال یا بعد ہا تو دوسرا نہیں ہے بلکہ وہی ہے جسے اس نے فاسد کر دیا، اس ترک سے سال آئندہ حج کی قضاء نہیں بخسکنا۔ (عالمگیری، کتاب الحج)

حج کی قضاء میں بیوی کو جدا نہ کرنے کا بیان:

(وَلَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يَفَارِقَ امْرَأَتَهُ فِي قَضَاءِ مَا أَفْسَدَهُ عِنْدَنَا خِلَافًا لِمَالِكٍ رَحِمَهُ اللَّهُ إِذَا خَرَجَا مِنْ بَيْنِهِمَا. وَلَزَكَرِيَّ رَحِمَهُ اللَّهُ إِذَا أَخْرَمَا. وَلِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ إِذَا انْتَهَيَا إِلَى

الْمَكَانَ الَّذِي جَامَعَهَا فِيهِ. لَهُمْ اَنْتَهُمَا يَتَذَكَّرَانِ ذَلِكَ فَيَقْعَانِ فِي الْمَوَاقِعِ فَيَقْتَرِفَانِ وَلَكِنَّ اَنْ الْجَامِعَ بَيْنَهُمَا وَهُوَ النِّكَاحُ قَاتِمٌ فَلَا مَعْنَى لِلْاَفْتِرَاقِ قَبْلَ الْاِحْرَامِ لِابَاحَةِ الْمَوَاقِعِ وَلَا بَعْدَهُ. لِاَنْتَهُمَا يَتَذَكَّرَانِ مَا لَحِقَهُمَا مِنَ الْمَشَقَّةِ الشَّدِيدَةِ بِسَبَبِ لَذَّةِ يَسِيرَةٍ فَيُزَادَانِ نَكَمًا وَتَحَرُّزًا فَلَا مَعْنَى لِلْاَفْتِرَاقِ.

ترجمہ:

فتحاہا احناف کے نزدیک خرم پر واجب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو فاسد شدہ حج یا عمرے کی قضاء میں الگ کرے۔ جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ جب وہ دونوں الگ ہو کر رہے باہر نکلیں۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے کہ جب وہ احرام باندھ لیں۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے کہ جب وہ دونوں وہاں پہنچیں جہاں اس نے بیوی کے ساتھ حج کیا تھا۔ ان تمام فتحاہ کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو پہلے والے واقعہ کو یاد کرے ہوئے جماع کر لیں گے۔ لہذا دونوں کو الگ رہنے کا حکم دیا جائے۔

بہری دلیل یہ ہے کہ دونوں کو اکٹھا کرنے والا نکاح ہے جو دونوں میں برابر پایا جاتا ہے۔ لہذا احرام سے پہلے علیحدگی کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت جماع کرتا جائز ہے۔ اور احرام کے بعد اس لئے مباح ہے کہ وہ دونوں اس سخت مشقت کو یاد کریں گے جو انہیں تھوڑی سے لذت کی وجہ سے بھگتنی پڑ رہی ہے۔ پس ان کی ندامت و پرہیزگاری میں اضافہ ہو جائے گا لہذا الگ کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

حج قضاء میں بیوی کے افتراق میں مذاہب اربعہ:

علامہ بدرامد بن عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ احناف کے نزدیک جب وہ بیوی اور شوہر حج قضاء کے ارادے سے نکلیں تو ان کو الگ کرنا واجب نہیں ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان کو گھر سے نکلتے ہی الگ کر دیا جائے گا۔ اور شرح و حیز میں ہے کہ جب وہ دونوں احرام باندھیں تو ان کو جدا کر دیا جائے گا۔ اور اسی طرح حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا موقف ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے دو روایات بیان کی گئی ہوں۔

علامہ سرہون نے کہا ہے کہ امام مالک سے جس نے مسئلہ کو نقل کیا ہے غلط ہے کیونکہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (مصنف یعنی) کہتے ہیں کہ میں اس بار سے کہتا ہوں کہ وہ فتحاہ کو مالکی کی کتاب پر مطلع نہیں ہیں۔ کیونکہ مبسوط میں ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک امام زفر کے ساتھ ہیں۔ اور امام زفر کا یہی قول ہے کہ جب وہ دونوں خرم ہو جائیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس وقت ان کو الگ کیا جائے جب وہ اس مقام پر پہنچیں جہاں انہوں نے جماع کیا تھا۔

کیونکہ اس کا احرام بھی عورتوں کے حق میں باقی ہے۔ جبکہ سلعے ہوئے کپڑے پہننے میں نہیں ہے۔ اور نہ اس کی طرح کے حق میں ہے لہذا اس طرح جنائت خفیف ہوگئی تو اس کے حکم خفیف بکری کا وجوب کافی ہو گیا۔

اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ اگر اس نے طواف سے پہلے جماع کیا تو اس کا عمرہ فاسد ہو گیا۔ اور حق سے پہلے جماع کیا تو دم واجب ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ثوری، اور ابن منذر نے بھی یہ اختیار کیا ہے۔

حضرت امام احمد اور ابو ثور نے کہا ہے کہ اس پر ہدی ہے۔ اور حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر بد نہ ہے۔ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں عمرہ فاسد ہو جائے گا۔ اور وجوب بد نہ والے اس کو حج پر قیاس کیا ہے (الجبنا شرح الہدایہ، ص ۵۵، ۲۵۶، تجانیہ مکتان)

بھول کر جماع کرنے والا ارادے سے جماع کرنے والے کی طرح ہے:

(وَمَنْ جَامَعَ نَاسِيًا كَانَ كَمَنْ جَامَعَ مُتَعَمِّدًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ جَمَاعُ النَّاسِي

غَيْرُ مُفْسِدٍ لِلْحَجِّ. وَكَذَا الْخِلَافُ فِي جَمَاعِ النَّاسِيَةِ وَالْمُكْرَهَةِ. هُوَ يَقُولُ: الْفَحْظُ يَنْعِدُمُ بِهِذِهِ الْعَوَاضِلُ فَلَمْ يَنْقُصِ الْفِعْلُ جَنَائَةً.

وَلَكِنَّهُ أَنَّ الْقَسَادَ بِإِغْتِيَابِ مَعْنَى الْإِزْتِاقِ فِي الْإِحْرَامِ اِزْتِاقًا مُخْصُوصًا، وَهَذَا لَا يَنْعِدُمُ بِهِذِهِ الْعَوَاضِلُ، وَالْحَجُّ لَيْسَ فِي مَعْنَى الصَّوْمِ لِأَنَّ حَالَاتِ الْإِحْرَامِ مُدْخِلَةٌ بِمَنْزِلَةِ حَالَاتِ الصَّلَاةِ بِخِلَافِ الصَّوْمِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:

اور جس نے بھول کر جماع کیا تو وہ ارادے سے جماع کرنے والے کی طرح ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ بھول کر جماع کرنے والے کا جماع حج کو فاسد نہیں کرے گا۔ اور سونے ہوئی کے ساتھ یا مجبورہ کے ساتھ جماع بھی اسی اکتشاف پر ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ان عواض کی بنا پر حرمت قائم ہو جاتی ہے۔ لہذا لیس جنائت نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ احرام کا فساد ایک خاص لذت حاصل کرنے کے ساتھ ہے۔ اور لذت کا معنی ان عواض سے ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اور حج روزے کے حکم میں نہیں ہے۔ لہذا احرام کے احوال بد کرنے والے ہیں اور یہ نماز کے احوال کی طرح ہو گیا ہے۔ جبکہ روزے میں ایسا نہیں ہوتا۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

نامرد و مجبورہ کے جماع سے فساد حج میں شوافع و احناف کا اختلاف:

علامہ بدو الدین یعنی غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ بھول کر جماع کرنے والا عمدہ جماع کرنے والے کی طرح ہے اور یہ حکم حج

واحد اس کے باب میں ہے کہ وہ حوالے سے نہیں ہے۔ اور حضرت امام مالک و شافعی علیہما الرحمہ کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ اسی کو مرنے نے اختیار کیا ہے جبکہ مصنف امام شافعی کا قول کہ ناسی کا حج فاسد نہ ہوگا یہ قول جدید ہے جس کو مصنف نے بتایا نہیں ہے۔ ان کے نزدیک اس مسئلے کا اختلاف مجبورہ و ناسی کی طرح ہے جس نے وقف عرفات سے پہلے کیا تو ہمارے نزدیک بھی حج فاسد ہو گیا۔ جبکہ امام شافعی نے اکتشاف کیا ہے۔ اور اسی طرح غیر ناسی کا حکم میں اختلاف کیا ہے۔

حضرت ابوی جو اصحاب شوافع سے ہیں وہ کہتے ہیں مجبورہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ مرد کو اس کے جماع کا جناح ہے۔ فقہاء احناف کے شوافع کا جواب یہ دیا ہے کہ حج اپنے احکام میں روزے کی طرح نہیں ہے۔ (ابنا شرح الہدایہ، ص ۵۵، ۲۵۸، تجانیہ مکتان)

فتاویٰ عالمگیری میں فقہاء احناف نے لکھا ہے۔ فخر اگر با عقد یا نہ رجم کرے تو کفارہ بھی واجب ہے اور گنہگار بھی ہوا، لہذا اس صورت میں تو واجب کہ محض کفارہ سے پاک نہ ہوگا جب تک توبہ نہ کرے اور اگر ناسی یا نہ رجم کرے تو کفارہ کافی ہے۔ جرم میں کفارہ بہر حال لازم ہے، یاد ہے ہو یا بھول چوک سے، اس کا جرم ہونا جاسا ہو یا معلوم نہ ہو خوشی سے ہو یا مجبوراً سوئے میں ہو یا بیداری میں ناشی یا بے ہوشی میں یا ہوش میں، اس نے اپنے آپ کیا ہو یا دوسرے نے اس کے حکم سے کیا۔

تنبیہ: اس بیان میں جہاں دم کہیں گے اس سے مراد ایک بکری یا بھیڑ ہوگی اور بد نہ اونٹ یا گائے یہ سب جانور نہیں شرائط کے ہوں جو قربانی میں ہیں اور صدقہ سے مراد اگر بیکری روپے سے ایک سو چھتر روپے آٹھ آدھ بھر گے ہوں کہ سو روپے کے سیر سے پونے دوسرے یعنی بھرا ہوئے یا اس کے دوئے ہو یا مجبور یا ان کی قیمت۔

جہاں دم کا حکم ہے وہ جرم اگر بیداری یا خفت گرمی یا شدہ سردی یا زخم یا بیچور سے یا فوؤں کی خفت ایذا کے باعث ہوگا تو اسے جرم غیر اختیاری کہتے ہیں۔ اس میں اختیار ہوگا کہ دم کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دے دے یا دونوں وقت پخت بھر کھائے یا عین روزے رکھ لے، اگر چھ صدقے ایک مسکین کو دیے یا تین یا سات مسکین پر تقسیم کر دیے تو کفارہ ادا نہ ہوگا بلکہ شرط یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو سہ اور افضل سے ہے کہ جرم کے مسکین ہوں اور اگر اس میں صدقہ کا حکم ہے اور بچواری کی یا تو اختیار ہوگا کہ صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔ کفارہ اس لیے ہے کہ بھول چوک سے یا سوئے میں یا مجبور سے جرم ہوں تو کفارہ سے پاک ہو جائیں، نہ اس لیے کہ جان بوجھ کر یا بعد رجم کر اور بکوک کفارہ دیدیں گے، ورنہ تو جب بھی آئے گا محرقہ تصدق اہلین کی مخالفت خفت کرتے۔

جہاں ایک دم یا صدقہ ہے، قارن پر دو ہیں۔ کفارہ کی قربانی یا قرآن مفتوح کے شکرانہ کی غیر جرم میں نہیں ہو سکتی۔ غیر جرم میں کی تو ادا نہ ہوئی، ہاں جرم غیر اختیاری میں اگر اس کا گوشت چھ مسکینوں پر تصدق کیا اور ہر مسکین کو ایک صدقہ کی قیمت کا چھپو تو ادا ہو گیا۔ (۱) (عالمگیری)

فصل

﴿یہ فصل جنایات کے متفرق مسائل کے بیان میں ہے﴾

جنایات متفرقہ کی فصل کی مطابقت کا بیان:

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے اس فصل کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہاں مسائل میں باہمی احکام و کیفیات میں مغایرت ہے لہذا ان کے درمیان فصل کا مناسب ہے اسی لئے مصنف فصل کو ذکر کیا ہے۔

حالت حدیث میں طواف قدوم کرنے پر وجوب صدقہ کا بیان:

(وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الْقُدُومِ مُخْبِرًا فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يُعْتَدُ بِهِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الطَّوْفُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ) "إِلَّا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَبَاحَ فِيهِ الْمُنَاطِقَ فَتَكُونُ الطَّهَّارَةُ مِنْ شَرْطِهِ.

وَلَسَا قَوْلُهُ تَعَالَى (وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ) مِنْ غَيْرِ قَبْلِ الطَّهَّارَةِ فَلَمْ تَكُنْ فَرَضًا، ثُمَّ قِيلَ: هِيَ سُنَّةٌ، وَالْأَصَحُّ أَنَّهَا وَاجِبَةٌ لِأَنَّهُ يُجِبُ بِتَرَكِّهَا الْجَابِرُ، وَلَآئِ الْخَبَرِ يُوجِبُ الْعَمَلُ فَيُثْبِتُ بِهِ الْوُجُوبَ، فَإِذَا شَرَعَ فِي هَذَا الطَّوْفِ وَهُوَ سُنَّةٌ، بَصِيرٌ وَاجِبًا بِالشَّرْعِ وَيَدْخُلُهُ نَقْصُ بَتَرِكِ الطَّهَّارَةِ فَجَعَلَ بِالصَّدَقَةِ إِظْهَارًا لِلدُّنُوِّ زُنْبِيهِ عَنْ الْوَاجِبِ بِإِيجَابِ اللَّهِ، وَهُوَ طَوَافُ الزِّيَارَةِ، وَكَذَا الْحُكْمُ فِي كُلِّ طَوَافٍ هُوَ تَطَوُّعٌ.

ترجمہ:

جس شخص نے حالت حدیث میں طواف قدوم کیا تو اس پر ایک صدقہ واجب ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ محدث کے طواف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے طواف نماز ہے لیکن اس میں بات کرنے کی اجازت ہے۔ لہذا طہارت طواف کیلئے شرط ہوگئی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگ بیت متیق کا طواف کریں۔ اس طہارت کی کوئی قید نہیں ہے لہذا طہارت فرض نہ ہوگی۔ اس کے بعد کہا گیا ہے طہارت سنت ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ واجب ہے۔ کیونکہ اس کے ترک سے اس کی تلافی کرنا واجب ہے۔ لہذا خبر واحد عمل کو واجب کرنے ہے۔ اس لئے طہارت کا وجوب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جب اس نے طواف شروع کیا جبکہ یہ سنت ہے تو شروع کرنے سے واجب ہو جائے گا۔ اور طہارت کے ترک پر میں نقصان پیدا ہو جائے گا۔

جس کی مدت سے تلافی کرنا ہوگی۔ تاکہ اس سے کم سرے کا طہار ہو جائے۔ ابے طواف سے جو اندھن کی کفر سے کرتے واجب ہے۔ اور وہ طواف زیارت ہے۔ اور ہر طواف میں اسی طرح حکم ہے۔

طہارت طواف میں اگر تھلا شواہل طواف کے مذہب کا بیان:

ابن تہامہ رحمہ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ طواف کی محنت کیسے وضو شرط ہے، امام احمد سے مشہور یہی ہے اور امام مالک امام شافعی رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

جہوہ علماء کرام نے اس قول پر کئی ایک دلائل سے استدلال کیا ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: بیت اللہ کا طواف نماز ہے، لیکن اس میں تم کلام کر سکتے ہو۔ سنن ترمذی حدیث نمبر

(960)

(۲) صحیحین میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کرنے کا ارادہ کرتے تو آپ وضو کرتے تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مجھے سے اپنے منہ کا حاصل کرلو (چومو) چا طریقہ حاصل کرلو) صحیح مسلم حدیث نمبر (1297)۔

(۳) صحیحین میں ہے کہ جب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حیض آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا: (تم حائضوں والے سارے اعمال مراعات نہ کرو لیکن پاک صاف ہونے سے قبل طواف نہ کرو)۔

اس کا طواف صحیح نہیں، کیونکہ نماز کی طرح طواف کے صحیح ہونے کے لیے بھی طہارت (یعنی وضو شرط ہے) تو اس لیے اسے مکہ جا کر بیت اللہ کا طواف کرنا چاہیے، اور اس کے لیے سنی بھی دوبارہ کرنا مستحب ہے، کیونکہ اکثر اہل علم طواف سے قبل سنی کرنا جائز قرار دیتے ہیں، اس لیے طواف اور سنی کے کعبہ و دوہارے کے بال کا ترک احرام سے حلال ہو جائے گی۔

اور اگر وہ شری شدہ ہے اور اس کے خاوند اس سے ہم بستری کر لی چیز اس کے خاوند پر دم لازم آتا ہے کہ وہ ایک کبریا مکہ میں ذبح کر کے وہاں کے فقراء میں تقسیم کرے، اور اس عورت کو چاہیے کہ وہ اس بیعتات سے احرام باندھ کر نماز پڑھے اور وہاں کے جہاں سیاست نے پھر عید کا احرام باندھا تھا، کیونکہ پہلا عمرہ جماع کی وجہ سے فاسد ہو چکا ہے۔

لہذا اس عورت کے ذمہ ہے وہ وہی عمل کرے جو ہم نے ذکر کیا ہے اور پھر اسی بیعتات سے عمرہ کا احرام باندھے جہاں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا تھا، چاہے وہی وقت یا حسب استطاعت کسی دوسرے اوقات میں یہ عمل کرے۔

شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے طواف شروع کیا تو اس کی ہوا خارج ہوگئی تو کیا وہ طواف ختم کر دے یا جاری رکھے؟

جب انسان کا ہوا خارج ہونے یا پیشاب اور پاخانہ یا منی خارج ہونے ہو جانے کی بنا پر وضو ٹوٹ جائے تو نماز کی طرح اس کا طواف بھی ختم ہو جائے گا تو صحیح یہی ہے کہ وہ جا کر وضو کرے اور طواف دوبارہ کرے، اس مسئلہ میں اختلاف تو ہے لیکن نماز

اور طواف سب میں صحیح یہی ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (جب نماز میں تم میں سے کسی ایک کی ہوا خارج ہو جائے تو وہ چاکر وضو کرے اور نماز لوٹائے) اسے ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا پیرا دران خنزیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور طواف بھی فرض نماز میں سے ہی ہے۔ (مجموع 217-216/17)

اور شرط یہ ہے کہ طواف کیلئے وضو شرط نہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسک یہی ہے اور ابن تیمیہ نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے، اور پہلے قول کے دلائل کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے اس میں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں بلکہ صحیح ہے کہ یہ قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب المجموع میں کہتے ہیں: صحیح ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر موقوف ہے، امام مہمقی اور حافظ وغیرہ رحمہم اللہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کہ آپ نے با وضو ہو کر طواف کیا ہے اس کے بارہ میں ان کا کہنا ہے کہ: یہ وجوب پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ صرف احتیاج پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا تو ہے لیکن یہ وارد نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس کا حکم بھی دیا ہے۔

اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ: (تم حجیوں والے سارے کام سر انجام دو لیکن طہرے قبل بیت اللہ کا حواف نہ کرنا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طواف کرنے کے لیے منع کیا تھا کہ وہ حائضہ تھیں، اور حائضہ عورت کیلئے مہجر میں داخل ہونا منع ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں: جو لوگ طواف کیلئے وضو کرتا واجب قرار دیتے ہیں ان کے پاس اصلاً کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے، کیونکہ کسی ایک نے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح اور نہ ہی ضعیف سند کے ساتھ یہ نقل نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے لیے وضو کرنے کا حکم دیا ہو، باوجود اس کے کہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت ساری خشقت نے حج کیا تھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ایک عمرے بھی ادا فرمائے اور آپ کیساتھ صحابہ کرام بھی عمرہ کرتے تھے لہذا اگر طواف کے لیے وضو کرنا فرض ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عموماً طور پر بیان فرماتے، اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان فرماتے تو مسلمان اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل بھی کرتے اور اس کے نقل کرنے میں کسی قسم کی دکانی سے کام نہ لینے لیکن صحیح میں یہ ثابت ہے کہ جب آپ نے طواف کیا تو وضو کیا تھا تو یہ کیا وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما کر کیلئے وضو کرتے تھے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: (میں وضو کے بغیر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا نہ پند کرتا ہوں) (مجموع الفتاویٰ 273/21)

اور یہ قول۔ یعنی طواف کے لیے وضو شرط نہیں۔ اپنی قوت اور اس کے بارہ میں دل کو ہونے کے احتمال کے باوجود انسان کے شایان شان نہیں کہ وہ بغیر وضو ہی طواف کرت پھرے، وہ اس لیے کہ با خشک وشب با وضو ہو کر طواف کرنا افضل اور بہتر اور بری

الذہب نے کیلئے زیادہ جٹا ہے، اور اسی طرح انسان مجبور علماء کرام کی مخالفت سے بھی بچ جاتا ہے۔

لیکن انسان کیلئے اس وقت اس پر عمل کرنے میں وسعت ہے کہ جب وضو کا خیال رکھنے میں بہت زیادہ مشقت کا باعث ہو وہ اس طرح کہ موسم میں یعنی از دھار اور جب انسان مریض ہو اور وضو قائم نہ رکھ سکا ہو یا تاخیر کا ہو کہ وضو قائم نہ رکھنا مشقت کا باعث ہے وہ از دھار کی وجہ سے اس کی حفاظت نہیں کر سکتا اور اس کا دفاع نہیں کر سکتے تو اس پر عمل کر سکتا ہے۔

تو اس بنا پر اچانک جس پر عمل بھی مطمئن ہوتا ہے یہی ہے کہ: طواف میں حدیث اصغر سے وضو کرنے کی شرط نہیں ہے، لیکن بلا شک وشبہ افضل اور کامل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وغیرہ اسی میں ہے کہ وہ وضو کر یا اور مجبور علماء کرام بھی مخالف بھی انسان کو ذہب نہیں دیتی۔

لیکن بعض اوقات انسان وہ قولی کہنے پر بھی مجبور ہو جاتا ہے جو ان میں سے کسی کا قول ہے: مثلاً: اگر شدید رش میں کسی شخص کا وضو ٹوٹ جائے تو یہ کہنا کہ وہ اس شدید قسم کے رش میں جا کر وضو کرے اور آ کر طواف کرے اور خاص کر جب طواف کے پتھر کا کچھ حصہ باقی رہتا ہو تو اس میں بہت زیادہ مشقت ہے، اور جس میں شدید مشقت ہوتی ہو اور اس میں کوئی واضح اور نہ بھی نہایت ہو تو اسے لوگوں پر لازم نہیں کرنا چاہیے یا اس کے لائق نہیں۔

بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جو اسے آسان اور سہو ہو، کیونکہ بغیر کسی دلیل کے لوگوں پر وہ چیز لازم کرنا جس میں ان کے لیے مشقت ہو اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان کے متافی ہے۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے اور وہ تمہارے لیے مشکل پیدا نہیں کرتا چاہتا) البقرہ (185)

حالت حدیث سے طواف زیارت کرنے میں وجوب مہم کی کا بیان:

(وَكُنَّ طَوَافَ الزِّيَارَةِ مُحَدِّثًا فَعَلَيْهِ شَأْنٌ لِأَنَّهُ أَذْخَلَ النِّقْصَ فِي الْوُكْنِ فَكَانَ أَفْحَشَ مِنَ الْأَوَّلِ فَجَبُرَ بِالْكَفِّ (وَأَنَّ كَانَ جُنُبًا فَعَلَيْهِ بَدَنَةٌ) كَذَا رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا؛ وَلَئِنْ الْجَنَابَةَ أَغْلَظَ مِنَ الْحَدِيثِ فَجَبُرَ نِقْصَانُهَا بِالْبَدَنَةِ إِطْقَارًا لِلتَّسَاوُتِ، وَكَذَا إِذَا طَافَ أَكْثَرُ جُنُبًا أَوْ مُحَدِّثًا، لِأَنَّ أَكْثَرَ الشَّيْءِ لَهُ حُكْمُ كَلْفِهِ

ترجمہ:

اور اگر اس نے طواف زیارت بغیر طہارت کے کیا تو اس پر مہم کی واجب ہے۔ کیونکہ رکن میں نقصان داخل ہو گیا ہے۔ لہذا یہ پہلے سے زیادہ جتنا ہے۔ پس اس پر دم لازم ہوگا۔ اور اگر اس نے حالت جنابت میں طواف کیا تو اس پر بدنہ واجب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح روایت کی تھی ہے۔ کیونکہ جنابت حدیث سے زیادہ سخت ہے تو فرق ظاہر کرنے

کیلے اس کی طوافی بد نہ کرے جائے گی۔ اور ای طرح اگر اس نے اکثر طواف حالت جنابت یا حدث میں کیا تو یہی حکم ہے کیونکہ اکثر سے مکمل حکم میں ہوتا ہے۔

علامہ ابن کثیر بیہقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

طواف فرض مکمل یا اکثر یعنی پانچ پچھیرے جنابت یا حیض و نفاس میں کیا تو بد نہ ہے اور بے وضو کی تو ذمہ اور پہلی صورت میں طہارت کے ساتھ اعادہ واجب، اگر مکمل سے چلا گیا ہو تو واپس آکر اعادہ کرے اگرچہ میقات سے بھی آگے بڑھ گیا ہو مگر بارہوی تاریخ کتابت اگر کامل طور پر یاد رکھ لیا تو اگرچہ مانع ساقط اور بارہویوں کے بعد کیا تو ذمہ لازم، بد نہ ساقط۔ لہذا اگر طواف فرض بارہویوں کے بعد کیا ہے تو یہ ساقط نہ ہوگا کہ بارہویوں کو ستر گئی اور اگر طواف فرض بے وضو کی تھا تو وہ مستحب پھر اعادہ مستحب ساقط ہوگا اگرچہ بارہویوں کے بعد کیا ہو۔

چار پچھیرے سے کم بے طہارت کیا تو بارہوی پچھیرے کے بدلے ایک صدقہ اور جنابت میں کیا تو ذمہ پھر اگر بارہویوں تک اعادہ کر لیا تو ذمہ ساقط اور بارہویوں کے بعد اعادہ کیا تو پچھیرے کے بدلے ایک صدقہ۔ (جو برہنہ روح ۲۴۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اگر مکمل میں سے تو اعادہ طواف کا حکم:

(وَالْأَفْضَلُ أَنْ يُعِيدَ الطَّوْفَ مَا دَامَ بِمَكَّةَ وَلَا ذَنْبَ عَلَيْهِ) (وَفِي بَعْضِ النَّسَخِ: وَ عَلَيْهِ أَنْ يُعِيدَ. وَالْأَسَحُّ أَنْ يُؤْمَرَ بِالْإِعَادَةِ فِي الْحَدِيثِ اسْتِحْبَابًا وَفِي الْخُتَابَةِ إِجْبَابًا لِفُحْشِ النِّقْصَانِ بِسَبَبِ الْحَدِيثِ وَفُضُّوهُ بِسَبَبِ الْحَدِيثِ. ثُمَّ إِذَا أَعَادَهُ وَقَدْ طَافَهُ مُعْذِرًا لَا ذَنْبَ عَلَيْهِ وَإِنْ أَعَادَهُ بَعْدَ أَيَّامِ النَّحْرِ: لِأَنَّ بَعْدَ الْإِعَادَةِ لَا يَبْقَى إِلَّا شُبُهَةُ النِّقْصَانِ، وَإِنْ أَعَادَهُ وَقَدْ طَافَهُ حُبًّا فِي أَيَّامِ النَّحْرِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ أَعَادَهُ فِي وَفِيهِ، وَإِنْ أَعَادَهُ بَعْدَ أَيَّامِ النَّحْرِ لِرَمَةِ الدَّمِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ بِالنَّاحِيَةِ عَلَى مَا عُرِفَ مِنْ مَذْهَبِهِ.

ترجمہ:

جب تک وہ کہ میں سے اس کیلئے افضل یہ ہے کہ طواف دوبارہ کرے۔ اور اس پر قربانی نہیں ہے۔ اور بعض نسخوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ دوبارہ واجب ہے۔ اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ حدث کی وجہ سے اعادہ کا حکم مستحب ہے۔ جبکہ جنابت کی صورت میں حکم وجوبی ہوگا۔ کیونکہ جنابت کی وجہ سے نقصان بڑا ہے۔ اور حدث کی وجہ سے نقصان تھوڑا ہے۔

اور اگر اس نے طواف کا اعادہ کر لیا حالانکہ اس سے پہلے حالت حدث میں طواف کیا تھا تو اس پر قربانی لازم نہیں ہے۔ خواہ اس نے ایام نحر کے بعد اعادہ کیا ہے۔ کیونکہ اعادہ کے بعد کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ بلکہ بہت نقصان شبہ باقی ہے۔ اور اگر اس نے ایام نحر

میں اعادہ کیا جبکہ پہلے اس جنابت میں طواف کیا تھا جب بھی اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس نے طواف کا وہ اس کے وقت میں کیا ہے۔ اور اگر اس نے طواف حالت جنابت میں کیا خواہ ایام نحر کے بعد اعادہ کیا تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مؤخر کرنے کی وجہ سے اس دم واجب ہے۔ اسی بناء پر امام اعظم علیہ الرحمہ کا مذہب پکچھا جاتا ہے۔

یہ نحر کے بعد اعادہ طواف میں وجوب دم کا بیان:

علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امام تراذی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ صاحب ہدایہ سے کوہوا ہے۔ (یہ بھی ممکن ہے کہ کتاب کی خطا ہو)۔ کیونکہ علامہ طحاوی علیہ الرحمہ نے شرح میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اگر کسی نے پدم نحر کے بعد طواف زیارت کا اعادہ کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ اس سے تاخیر ہوئی ہے۔ اور برابر کے کوہوا اس کا وہ سبب حدث سے ہو یا جب جنابت ہو۔ میں (علامہ عینی) کہتا ہوں کہ یہ بھی اصل کہ حاکمین کا مذہب یہی ہو۔ لہذا صاحب ہدایہ کی طرف سو کی نسبت کی ضرورت ہوگی؟

حالت جنابت میں طواف کر کے اہل کی طرف آنے والے کا بیان:

وَلَوْ رَجَعَ إِلَى أَهْلِيهِ وَقَدْ طَافَهُ حُبًّا عَلَيْهِ أَنْ يُعَوِّدَ: لِأَنَّ النِّقْصَ كَثِيرٌ فَيُؤْمَرُ بِالْعَوِّدِ اسْتِغْنَاءً كَأَنَّهُ لَا يُعَوِّدُ بِإِحْرَامٍ جَدِيدٍ. وَإِنْ لَمْ يُعَوِّدْ وَبَعَثَ بِذَنْبَةٍ أَجْزَأَهُ لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ جَائِزٌ لَهُ، إِلَّا أَنَّ الْأَفْضَلَ هُوَ الْعَوُّدُ. وَلَوْ رَجَعَ إِلَى أَهْلِيهِ وَقَدْ طَافَهُ مُعْذِرًا إِنْ عَادَ وَطَافَ جَازًا، وَإِنْ بَعَثَ بِالشَّيْءِ فَهُوَ أَفْضَلُ: لِأَنَّهُ خَفَّ مَعْنَى النِّقْصَانِ وَفِيهِ نَفْعٌ لِلْفُقَرَاءِ، وَلَوْ لَمْ يَطُفْ طَوَافَ التَّوْبَةِ أَصْلًا حَتَّى رَجَعَ إِلَى أَهْلِيهِ فَقَلِيلُهُ أَنْ يُعَوِّدَ بِذَلِكَ الْإِحْرَامِ لِأَعْدَامِ التَّحْلِيلِ مِنْهُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَنِ النَّسَاءِ أَبَدًا حَتَّى يَطُوفَ.

ترجمہ:

اگر وہ اپنے وطن لوٹ آیا حالانکہ اس نے طواف حالت جنابت میں کیا تھا تو اس پر واپس آنا ضروری ہے کیونکہ نقصان بہت بڑا ہے لہذا اس کو پورا کرنے کیلئے لوٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسے احرام کے ساتھ واپس آئے اور اگر نہیں لوٹ کر آیا تو ایک بندہ بھیجے تو اس کیلئے کافی ہوگا۔ اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ بد نہ نقصان کو پورا کرنے والا ہے۔ لیکن افضل اس کیلئے اہل آقا ہے۔ اور اگر وہ اپنے وطن لوٹ آیا حالانکہ اس نے طواف زیارت حالت حدث میں کیا تھا۔ اگر یہ پھر واپس گیا اور طواف کیا تو نذرانہ ہے لیکن اگر بکری بھیجے تو افضل ہے کیونکہ اس صورت میں نقصان کا حکم کم ہے جبکہ بکری بھیجے میں فقرا کیلئے فائدہ ہے۔ اور اگر اس نے طواف زیارت کیا یا نہیں تھا کہ اپنے وطن کی طرف واپس لوٹ گیا تو اس پر احرام کے ساتھ واپس جانا واجب ہے۔ اس لئے کہ اس احرام سے حلال ہونا معدوم ہے اور وہ طواف کرنے تک ہوتوں کیلئے حرم ہوگا۔

شرح

جنابت میں طواف کر کے گھر چلا گیا تو پھر سے نیا احرام باندھ کر واپس آئے اور واپس نہ آیا بلکہ بد نہ بیچ دیا تو بھی کافی ہے بکر افضل واپس آتا ہے اور بے وضو کیا تھا تو واپس آتا بھی جائز ہے اور بہتر یہ کہ وہیں سے بکری یا قیمت بیچ دے۔ (عالمگیری)

حالت حدث میں طواف صدر کرنے والے پر وجوب صدقہ کا بیان:

«وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الصَّدْرِ مُحْدِثًا فَلَعَلَّيْهِ صَدَقَةٌ» لَأَنَّهُ دُونَ طَوَافِ الزَّيَّارَةِ، وَإِنْ كَانَ وَاجِبًا فَلَا بُدَّ مِنْ إِنْطِهَارِ النَّفَاثَةِ. وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ تَجِبُ شَاةٌ، إِلَّا أَنَّ الْأَوَّلَ أَصَحُّ، وَلَوْ طَافَ جُبًّا فَلَعَلَّيْهِ شَاةٌ، لَأَنَّهُ نَقَصَ كَثِيرٌ، ثُمَّ هُوَ دُونَ طَوَافِ الزَّيَّارَةِ فَيَكُنْفَى بِالشَّاةِ

ترجمہ:

اور جس شخص نے حالت حدث میں طواف صدر کیا تو اس پر صدقہ واجب ہے اس لئے کہ طواف صدر طواف زیارت سے کم ہے۔ اگرچہ واجب ہے لہذا فرق کا اظہار ضروری ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ بکری واجب ہے۔ جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور اگر حالت جنابت میں طواف کیا تو بکری واجب ہے۔ کیونکہ نقصان زیادہ ہے۔ مگر طواف زیارت سے کم ہے اس لئے بکری کافی ہے۔

شرح

علامہ ابن محمود الباری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طواف زیارت حالت حدث میں کرنے کی وجہ سے نقص داخل ہو گیا ہے لہذا دم واجب ہو گیا۔ اور اس کی دلیل فقہاء احناف کے نزدیک یہ ہے کہ اکثر کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اور اگر اس پر اعتراض کیا جائے کہ تقدیرات شرعیہ پر اس کا اطلاق درست نہیں ہے۔ کیونکہ نماز، روزہ ہے۔ کیونکہ اکثر کل کے قائم مقام نہیں ہے۔ تو اس جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے وقف عرفہ کی اس کو حج مکمل ہو گیا۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرنے والی ہے کہ اکثر کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (مناہی شرح الہدایہ، ص ۵۷، بیروت)

جنابت کے ساتھ طواف کرنے والے پر دم واجب ہے۔ کیونکہ طواف حکم شرعی ہے۔ اور حج جب میں کسی حکم شرعی میں جنابت واقع ہو جائے تو اس جنابت پر دم واجب ہوتا ہے۔ لہذا اس پر دم واجب ہوگا۔

طواف زیارت کے تین چکر چھوڑنے والے پر وجوب دم کا بیان:

«وَمَنْ تَرَكَ مِنْ طَوَافِ الزَّيَّارَةِ ثَلَاثَةً أَشْوَاطٍ فَمَا دُونَهَا فَلَعَلَّيْهِ شَاةٌ» لَأَنَّهُ النِّقْصَانُ يَتَرَكُ الْأَقْلَّ يَسِيرًا فَأَشْبَهَ النِّقْصَانُ سَبَبَ الْحَدِيثِ فَلَزِمَتْهُ شَاةٌ. فَلَوْ رَجَعَ إِلَى أَهْلِيهِ أَجْزَأَهُ أَنْ لَا يَعُودَ وَيَبْعَثَ بِشَاةٍ لِمَا بَيَّنَّا» (وَمَنْ تَرَكَ أَرْبَعَةً أَشْوَاطٍ بَقِيَ مُحْرَمًا أَبَدًا حَتَّى يَطُوفَهَا)

لَأَنَّ الْمَتْرُوكَ أَكْثَرَ قَصَارًا كَأَنَّهُ لَمْ يَطُفْ أَصْلًا.

ترجمہ:

اور جس نے طواف زیارت کے تین یا اس سے کم چکر چھوڑے تو اس پر بکری واجب ہے کیونکہ چھوڑا چھوڑنے پر نقصان بھی تو رہا ہے۔ پس اس کا یہ نقصان حدیث کی وجہ لازم ہونے والے نقصان کے مشابہ ہو گیا ہے۔ لہذا اس پر بکری لازم ہے۔ پھر اگر وہ اپنے دہن واپس لوٹ گیا ہے تو اس کیلئے کافی ہے کہ مکہ میں نہ آئے بلکہ ایک بکری بھی دے۔ اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور جس نے چار چکر ترک کیے تو دوبارہ طواف کرنے تک حرم رہے گا۔ اس لئے اس نے زیادہ چکر ترک کیے ہیں۔ لہذا وہ اس طرح ہو گیا ہے کہ گویا اس نے طواف کیا ہی نہیں ہے۔

طواف کے چکر کو کی شرط عدد میں مذاہب اربعہ:

علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس نے طواف زیارت کے تین یا اس سے کم چکر چھوڑے یعنی ایک چکر یا دو چکر ترک کئے تو اس پر بکری واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر وہی لازم ہے جو اس نے چھوڑا ہے۔ اور وہ اس وقت تک حلال نہ ہوگا جب تک ترک شدہ کو بجا نہیں لائے گا۔

حضرت امام مالک و احمد، شافعی، عہم علیہم الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ عدد کی تعداد کا سات ہونا شرط ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس نے ایک چکر یا ایک دم بھی چھوڑا تو اس کیلئے کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ طواف میں سات کے عدد کا ثبوت نصوص متواترہ سے ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نقصان کو پورا کرنا یہ حدیث والے جبر کے مشابہ ہو گیا۔ لہذا ایک بکری واجب ہوگی۔ اور حج کے افعال میں یہ دلیل موجود ہے کہ بعض سے بعض فصل کرنا قبول کرتے ہیں۔ لہذا بعض سے فصل ہونے کے باوجود باقی رہتے ہیں۔ جبکہ نماز میں اس طرح نہیں ہوتا۔ (المنہاج فی شرح الہدایہ، ص ۵۷، ح ۲۲۳، حناہ پبلشنگ)

طواف فرض مکمل یا اکثر یا بدترہل کر نہ کیا بلکہ سوا دی پر یا گود میں ستر کیا مثلاً عورت کی چارم کھائی یا چارم سر کے بال کھتے یا ناٹن طواف کیا یا جطیم کے اندر سے طواف میں گزرایا یا دوسرے کے بعد کیا تو ان سب صورتوں میں دم دے اور بیخ طور پر اعادہ کر لیا تو دم ساقط اور بغیر اعادہ کیے چلا آ تو بکری یا اس کی قیمت بیچ دے کہ حرم میں ذبح کر دی جائے، واپس آنے کی ضرورت نہیں۔

جنابت میں طواف کر کے گھر چلا گیا تو پھر سے نیا احرام باندھ کر واپس آئے اور واپس نہ آیا بلکہ بد نہ بیچ دیا تو بھی کافی ہے بکر افضل واپس آتا ہے اور بے وضو کیا تھا تو واپس آتا بھی جائز ہے اور بہتر یہ کہ وہیں سے بکری یا قیمت بیچ دے۔ طواف فرض چار پھر سے کر کے چلا گیا پھر تین یا دو یا ایک پھر باقی ہے تو دم واجب، اگر خود نہ آیا بیچ دیا تو کافی ہے۔ فرض کے سوا کوئی اور طواف کل یا اکثر جنابت میں کیا تو دم دے اور بے وضو کیا تو صدقہ اور تین پھر سے یا اس سے کم جنابت میں کیے تو ہر پھر سے کے

بدلے ایک صدقہ پھر اگر مکہ معظمہ میں ہے تو سب صورتوں میں اعادہ کرے، کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

طواف بدر مکمل یا چار چکر ترک کرنے کی صورت میں وجوب بکری کا بیان:

(وَمَنْ تَرَكَ طَوَافَ الصَّدْرِ أَوْ أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ مِنْهُ فَقَعَلِيهِ شَاةٌ لِأَنَّهُ تَرَكَ الْوَاجِبَ أَوْ الْأَكْثَرَ مِنْهُ ، وَمَا دَامَ بِمَكَّةَ يُؤْمَرُ بِالْإِعَادَةِ لِإِقَامَةِ لِلْوَاجِبِ فِيهِ (وَمَنْ تَرَكَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ مِنْ طَوَافِ الصَّدْرِ فَقَعَلِيهِ الصَّدَقَةُ ، وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الْوَاجِبِ فِي جَوْفِ الْحِجْرِ ، فَإِنْ كَانَ بِمَكَّةَ أَعَادَهُ لِأَنَّ الطَّوَافَ وَرَاءَ النَّخِيطِ وَاجِبٌ عَلَى مَا قَدْ مَنَاهُ وَالطَّوَافُ فِي جَوْفِ الْحِجْرِ أَنَّ يَدُورَ حَوْلَ الْكَعْبَةِ وَيَدْخُلُ الْفُرْجَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ النَّخِيطِ ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَذْخَلَ نَقْصًا فِي طَوَافِهِ فَمَا دَامَ بِمَكَّةَ أَعَادَهُ كَلَّهُ لِيَكُونَ مُؤَدِّيًا لِلطَّوَافِ عَلَى الْوَجْهِ الْمَشْرُوعِ .

ترجمہ:

اور جس نے طواف بدر ترک کیا یا اس نے چار چکر ترک کیے ہوں تو اس پر بکری واجب ہے۔ کیونکہ اس نے واجب یا اس سے اکثر کو ترک کیا ہے۔ اور جب تک وہ مکہ میں رہے اس کو طواف بدر کو دوبارہ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنے وقت میں ادا ہوں۔ اور حرمی شخص نے طواف بدر کے تین چکر چھوڑے تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

اور اگر اس نے واجب طواف جوف حرم میں کیا ہے۔ اور اگر وہ مکہ میں ہے تو طواف کو دوبارہ کرے۔ کیونکہ یہ طواف حطیم کے باہر سے کرنا واجب ہے۔ جس طرح ہم پہلے بتائے ہیں۔ اور جوف حرم میں طواف کرنا اس طرح ہے کہ وہ کعبہ کے گرد پھیرے لگائے لیکن ان میں دو کشادگیاں ہیں۔ جو کعبہ اور حطیم کے درمیان ہے اور وہ ان میں داخل ہو۔ لہذا جب اس نے اس طرح کیا تو وہ اپنے طواف میں کمی داخل کرنے والا ہو گا لہذا جب تک مکہ میں ہے وہ مکمل طواف کا ادہ کرے گا۔ تاکہ طواف کو اس کے شرعی طریقے کے مطابق مکمل کرنے ہو جائے۔

جرات پر سات کنکریاں پھینکنا واجب ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا استسقاء طاق ہے (یعنی استنجے کے لئے تین ڈھیلے لینے چاہئیں) کنکریاں پھینکنی طاق ہے (یعنی سات کنکریاں پھینکنی چاہئیں) صفار مردہ کے درمیان سنی طاق ہے (یعنی ان دونوں کے درمیان سات مرتبہ جہر پڑھنا چاہئے) خاند کعبہ کے گرد طواف حق ہے (یعنی سات چکر کا ایک طواف ہوتا ہے) اور جب جہر میں سے کوئی شخص اگر کسی دھوئی لینا چاہئے تو اسے چاہئے کہ طاق (یعنی تین یا پانچ یا سات مرتبہ) لے۔ (مسلم)

جرات (مناروں) پر سات کنکریاں پھینکنا واجب ہے، اسی طرح صفار مردہ کے درمیان سات مرتبہ سنی واجب ہے اور جہر مردہ کے نزدیک ایک طواف کے لئے خاند کعبہ کے گرد سات چکر فرض ہیں جب کہ اختلاف کے ہاں چار چکر تو فرض ہیں اور باقی واجب ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

طواف رخصت مکمل یا اکثر ترک کیا تو دم لازم اور چار پھیروں سے کم چھوڑا تو ہر پھیروں کے بدلے میں ایک صدقہ اور طواف قدوم ترک کیا تو کفارہ نہیں مگر اگر ایک پھیروں میں ترک کر لیا تو دم لازم ہوگا اور بالکل نہ کیا یا اکثر ترک کیا تو کفارہ نہیں بلکہ اس کا ادا کرنا لازم ہے۔ قارن نے طواف قدوم و طواف عمرہ دونوں بے وضو کیے تو دوسری سے پہلے طواف عمرہ کا اعادہ کرے اور اگر ادا نہ کیا میں تک کہ دوسری تاریخ کی فجر طالع ہوئی تو دم واجب اور طواف فرض میں رمل و سنی کرے۔

(فک الفقاعی الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس)

خمس پیکروں میں طواف مکروہ ہے کفارہ نہیں۔ طواف فرض جنابت میں کیا تھا اور بارہویں تک اس کا اعادہ بھی نہ کیا، اب تیسرے حرم کو طواف رخصت طہارت کیا تو یہ طواف رخصت طواف فرض کے قائم مقام ہو جائے گا اور طواف رخصت کے چھوڑنے اور طواف فرض میں دیر کرنے کی وجہ سے اس پر دو دم لازم اور اگر بارہویں کو طواف رخصت کیا ہے تو یہ طواف فرض کے قائم مقام ہوگا اور چونکہ طواف رخصت نہ کیا، لہذا ایک دم لازم اور اگر طواف رخصت دوبارہ کر لیا تو یہ دم بھی ساقط ہو گیا اور اگر طواف فرض بے وضو کیا تھا اور یہ وضو تو ایک دم اور اگر طواف فرض بے وضو کیا تھا اور طواف رخصت جنابت میں تو دو دم۔ "رد المحتار"، کتاب الصحیح، باب الجنایات،

طواف فرض کے تین پھیروں سے کیے اور طواف رخصت پورا کیا تو اس میں سے چار پھیروں سے اس میں محسوب ہو جائیں گے اور دو دم لازم، ایک طواف فرض میں دیر کرنے، دوسرا طواف رخصت کے چار پھیروں سے چھوڑنے کا۔ اور اگر ہر ایک کے تین تین پھیروں سے کیے تو کل فرض میں شائبہوں کے اور دو دم واجب۔

ترک شدہ طواف کا اعادہ کر لینے کا بیان:

(وَأِنْ أَعَادَ عَلَى الْحِجْرِ) خَاصَّةً (أَجْزَاءَهُ) لِأَنَّهُ تَلَا فَيَ مَا هُوَ الْمَتْرُوكُ وَهُوَ أَنْ يَأْخُذَ عَنْ يَمِينِهِ حَارِجَ الْحِجْرِ حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى آخِرِهِ ثُمَّ يَدْخُلُ الْحِجْرَ مِنَ الْفُرْجَةِ وَيَخْرُجَ مِنَ الْجَنْبِ الْآخَرِ هَكَذَا يَقَعْلُهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ .
(فَلَوْ رَجَعَ إِلَى أَهْلِيهِ وَتَمَّ بَعْدَهُ فَقَعْلِهِ دَمٌ) لِأَنَّهُ تَمَكَّنَ نَقْصَانًا فِي طَوَافِهِ بِتَرْكِ مَا هُوَ قَرِيبٌ مِنَ الرَّبْعِ وَلَا تَجْزِيهِ الصَّدَقَةُ .

ترجمہ:

اور اگر اس نے صرف حجر کے طواف کو لایا تو بھی کافی ہے۔ کیونکہ وہ چھوڑے ہوئے کو مکمل کرے۔ اور حجر کا طواف یہ ہے کہ وہ حجر کے باہر سے دائیں طرف سے ابتداء کرے حتیٰ کہ آخر تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد حجر میں کشادگی سے داخل ہو کر دوسری جانب نکلے۔ ایسے ہی سات مرتبہ کرے۔ اور اگر وہ اپنے وطن واپس آئے اور اس کا اعادہ نہیں کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ چوقاتی کے قریب چھوڑنے کی وجہ سے اس کے طواف میں نقصان پیدا ہو گیا ہے۔ لہذا اس کو صدقہ کافی نہ ہوگا۔

حطیم کے باہر سے طواف کرنے کا بیان:

حضرت امام المومنین سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حطیم کے متعلق دریافت کیا فرمایا یہ بیت اللہ کا حصہ ہے میں نے عرض کیا پھر لوگوں نے اسے بیت اللہ میں داخل کیوں نہ کیا فرمایا ان کے پاس (حلال مال میں سے) خرچہ نہ تھا میں نے عرض کیا کہ پھر بیت اللہ کا دروازہ اتنا اونچا کیوں رکھا کہ سیرجی کے بغیر چڑھائیں جا سکتا۔ فرمایا یہی تمہاری قوم نے اسی لئے کیا تاکہ جسے چاہیں اندر جانے دیں اور چاہیں اندر جانے سے روک دیں اور تمہاری قوم کا زمانہ قریب قریب نہ ہوتا (یعنی تو مسلم نہ ہوتی) اور یہ ذرہ نہ ہوتا کہ ان کے دل درود نہ ہو جائیں تو اس بات پر غور کرتا کہ کیسے تہجد پڑھ لیاؤں اس میں پھر میں جوگی ہے وہ پوری کر دوں اور اس کا دروازہ زمین پر کر دوں گا۔ (سنن ابی داؤد، بیہرہ کتاب الحج)

حجر کے باہر سے طواف شروع کرنے میں مدامپ اور بعد:

علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اور اگر اس نے صرف حجر کے طواف کو لایا تو بھی کافی ہے۔ کیونکہ وہ چھوڑے ہوئے کو مکمل کرے۔ اور حجر کا طواف یہ ہے کہ وہ حجر کے باہر سے دائیں طرف سے ابتداء کرے حتیٰ کہ آخر تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد حجر میں کشادگی سے داخل ہو کر دوسری جانب نکلے۔ ایسے ہی سات مرتبہ کرے۔

اگر عیال کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دیوار کے ساتھ حطیم کے گرد خاص طواف کرے۔ کیونکہ دیوار حطیم میں داخل نہیں ہے۔

فقہاء شوافع میں سے علامہ نووی نے شرح منہب میں اسی طرح لکھا ہے۔ اور فقہاء حنابلہ میں سے علامہ ابن قدامہ حنبلی نے معنی میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اس کا طواف دیوار کے باہر سے ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا۔ جبکہ فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا ہے لیکن آپ ﷺ کا عمل اس کی کینیت پر دلالت کرنے والا نہیں ہے۔

(المنہاج شرح الہدایہ، ۵/۳۲۶، حقایق ملتان)

طواف زیارت حدیث میں جبکہ طواف صدرا یا تم تشریق میں حالت طہارت میں کرنے کا بیان:

(وَمَنْ طَافَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ عَلَى غَيْرِ وَضُوءٍ وَطَوَافَ الصَّدْرِ فِي آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

طَافًا رَاحَةً عَلَيْهِ دَمٌ، فَإِنْ كَانَ طَافَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ جُنُبًا فَعَلَيْهِ دَمَانٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ) وَقَالَ عَلَيْهِ دَمٌ وَاحِدٌ لِأَنَّ فِي الزُّجْجَةِ الْأَوَّلِ لَمْ يُنْقَلْ طَوَافُ الصَّدْرِ إِلَى طَوَافِ الزِّيَارَةِ لِأَنَّهُ وَاجِبٌ، وَإِعَادَةُ طَوَافِ الزِّيَارَةِ بِسَبَبِ الْحَدَثِ غَيْرٌ وَاجِبٌ وَإِنَّمَا هُوَ مُسْتَحَبٌّ فَلَا يُنْقَلُ إِلَيْهِ.

وَفِي الزُّجْجَةِ الثَّانِي يُنْقَلُ طَوَافُ الصَّدْرِ إِلَى طَوَافِ الزِّيَارَةِ لِأَنَّهُ مُسْتَحَقٌّ لِلإِعَادَةِ فَيَصِيرُ تَارِكًا لَطَوَافِ الصَّدْرِ مُؤَخَّرًا لَطَوَافِ الزِّيَارَةِ عَنْ أَيَّامِ النَّحْرِ فَيَجِبُ الدَّمُ بِتَرْكِهِ الصَّدْرُ بِإِلْتِقَائِهِ وَتَأْخِيرِ الْآخِرِ عَلَى الْإِخْلَافِ، إِلَّا أَنَّهُ يُؤْمَرُ بِإِعَادَةِ طَوَافِ الصَّدْرِ مَا دَامَ يَمَكَّةً وَلَا يُؤْمَرُ بَعْدَ الرُّجُوعِ عَلَى مَا بَيَّنَّا.

ترجمہ:

اور جس شخص نے طواف زیارت وضو کے بغیر کیا اور طواف صدرا یا تم تشریق سے آخر میں وضو کیا تو اس پر ایک دم واجب ہے اور اگر اس نے طواف زیارت جنابت کی حالت میں کیا۔ تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک دوم واجب ہیں۔ صاحبین نے کہا ہے۔ اس پر ایک دم واجب ہے۔ اور حدیث کی وجہ سے طواف زیارت کا وہ ذکر نا واجب نہیں ہے جبکہ مستحب ہے۔ کیونکہ طواف صدرا طواف زیارت کی طرف منتقل نہیں کیا جائے گا۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ طواف صدرا چھوڑنے کی وجہ سے باہق دم واجب ہے۔ اور طواف زیارت میں تاخیر کرنے کی وجہ سے اختلاف کے مطابق واجب ہوگا لیکن جب تک وہ مکہ میں ہے۔ اس کو طواف صدرا کے کوٹنا نہ حکم دیا جائے گا۔ جبکہ وطن واپس چلے جانے کے بعد تک نہیں دیا جائے گا۔ جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

شرح

صاحب ہدایہ نے اس عبارت میں دو مسائل کا ذکر کیا ہے۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی شخص نے وضو کے بغیر طواف زیارت کیا۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس نے طواف صدرا یا تم تشریق کے آخر میں کیا ہے البتہ وضو کے ساتھ کیا ہے۔ تو ان دونوں صورتوں میں ایک پر ایک دم واجب ہے۔ کیونکہ اس ان دونوں مسائل میں جنابت کی وجہ سے دم واجب ہو گیا ہے۔

البتہ حدیث جنابت کی صورت میں نقصان بڑا ہونے کی وجہ سے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک دوم واجب ہیں جبکہ صاحبین کے نزدیک اس صورت میں ایک دم واجب ہے۔ ان کی تفصیل دلائل ہم جنابت کے شروع میں طل کی صورتوں میں بیان کر چکے ہیں۔ لہذا یہاں بھی علت کے موافق حکم دیا جائے گا۔

طواف کے لئے وضو کے حکم کا بیان:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ

سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ پہنچ کر جو سب سے پہلے کام کیا وہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا اور پھر بیت اللہ کا طواف کیا (یعنی عمرہ کا طواف کیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن یا تمنا تھے اور عمرہ نہیں ہوا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو آپ نے بھی بیت اللہ کے طواف سے انفرادی حج کی ابتداء کی اور عمرہ نہیں ہوا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا۔ (بخاری و مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا۔ کا مطلب یہ ہے کہ مکہ پہنچ کر طواف بیت اللہ سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ وضو کیا، کیونکہ یہ بات پہلے ہی معلوم ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی طوی میں غسل کرتے تھے اور خواہر کے غسل میں وضو بھی شامل ہوتا تھا۔ طواف کے صحیح ہونے کے لئے طہارت یعنی پاکی جمہور علماء کے نزدیک تو شرط ہے لیکن حنفیہ کے ہاں شرط نہیں ہے البتہ واجب ہے۔

گزشتہ احادیث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ نے مکہ پہنچ کر عمرہ کیا، اس کے بعد جو لوگ قربانی کا جانور ساتھ لائے تھے وہ تو احرام باندھ رہے اور جو لوگ قربانی کا جانور ساتھ نہ لائے تھے انہوں نے احرام کھول دیا۔ ہذا اور عمرہ نہ ہوا کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کو یعنی متوفی کر کے عمرہ نہیں کیا اور احرام نہیں کھولا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے احرام میں ہی کی حالت میں رہے کیونکہ قارن تھے اور پھر آخر میں قربانی کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کھولا۔ لہذا راوی نے یہ بات اس لئے کہی تاکہ ان لوگوں کی تردید ہو جائے جو یہ گن کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کو حج کر کے عمرہ کیا۔

پھر اس جملہ کی مراد یہ ہے کہ ان سب نے حج کے بعد امگ سے اور عمرہ نہیں کیا بلکہ اسی عمرہ پر اکتفا دیا جو حج کے ساتھ شامل تھا۔

تجدید وضو میں مذاہب اربعہ کا بیان:

آپ ہر فرض نماز کے موقع پر نیا وضو کیا کرتے تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے لیے تجدید وضو کا مشمولہ اندراج کے اکثر فقہاء نے بعض شرائط کے ساتھ ایک تجدید پسند ہے اور مستحب عمل قرار دیا ہے۔

امام ابن جنبل سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ تجدید وضو کی کو فضیلت نہیں ہے۔ لیکن علماء حنابلہ، امام احمد کی اسی روایت کو زیادہ مستند قرار دیتے ہیں جو جمہور کے موافق ہے۔

دین میں اس عمل کے استحباب کے لیے فقہاء نے جو بعض شرائط بیان کی ہیں ان کے حوالے سے ان کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ علماء شافعیہ کے نزدیک وضو پر نیا وضو کرنا اس شرط کے ساتھ پسند ہے کہ پہلے وضو سے آدمی نے کم از کم دو رکعت نماز خواہ نفل ہو یا فرض، پڑھی ہو۔

احناف نے یہ شرط عائد کی ہے کہ پہلے اور دوسرے وضو کے مابین ایک نشست یا ایک نماز ضرور ہونی چاہیے، اگر ایسا نہیں ہے

تو اس صورت میں نیا وضو کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔

مالک کا کہنا ہے کہ دونوں کے مابین کسی ایسی عبادت کا ہونا ضروری جس کی صحت کے لیے وضو کا ہونا شرط ہے۔ جیسے نماز، طواف بیت اللہ یا محض قرآنی سے تلاوت کرنا وغیرہ۔

جس نے عمرے کیلئے طواف سعی وضو کے بغیر کیا:

(وَمَنْ طَافَ لِعُمْرَتِهِ وَسَعَى عَلَى غَيْرِ وَضوءٍ وَحَلَّ فَمَا دَامَ بِمَكَّةَ يُعِيدُهُمَا وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) أَمَّا عَادَةُ الطَّوَّافِ فَلَيْسَتْ مَكْنِ النَّصِّ فِيهِ بِسَبَبِ الْحَدِيثِ.

وَأَمَّا السَّعْيُ فَلِأَنَّهُ تَبَعَ لِلطَّوَّافِ، وَإِذَا أَعَادَهُمَا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ لَا يَنْقَضُ (وَأِنْ رَجَعَ إِلَى أَهْلِيهِ قَبْلَ أَنْ يُعِيدَ فَقَلْبُهُ دَمٌ) لَيَرْكَلُ الطَّهَّارَةَ فِيهِ، وَلَا يُؤْمَرُ بِالْعُدْوِ لَوْ فُوعِ الْحَلِّ بِإِذَارِ الرُّكْنِ إِذْ النِّصَافُ يَسِيرُ، وَكَيْسَ عَلَيْهِ فِي السَّعْيِ شَيْءٌ؛ لِأَنَّهُ أَتَى بِهِ عَلَى أَثَرِ طَوَّافٍ مُعْتَدٍ بِهِ، وَكَذَا إِذَا أَعَادَ الطَّوَّافِ وَلَمْ يُعِدْ السَّعْيَ فِي الصَّحِيحِ.

وَمَنْ تَرَكَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَلْبُهُ دَمٌ وَحُجَّتُهُ تَامَ، لِأَنَّ السَّعْيَ مِنَ الْوُاجِبَاتِ عِدَّتًا فَلَيْزَمَ بِتَرْكِهِ الدَّمُ ذَوْنُ الْقَسَادِ.

ترجمہ:

اور جس بندے نے وضو کے بغیر عمرے کیلئے طواف سعی کی اور وہ حلال ہو گیا۔ جب تک تو کہ میں ہے۔ ان دونوں کو لوٹانے اور اس پر کوئی شے واجب نہیں ہے۔ اور طواف کا اعادہ اس لئے ہے کہ اس میں حدث کی وجہ سے نقصان پیدا ہو چکا ہے اور اگر طواف کا اعادہ کرنے پہلے اپنے وطن میں واپس چلا گیا تو اس پر قربانی واجب ہے۔ اس لئے اس کے طواف میں طہارت روٹی تھی۔ اور اسے واپس آئے اس کا حکم نہیں دیا جائے۔ کیونکہ رکن کی ادائیگی کی حلال ہو چکا ہے۔ کیونکہ نقصان ٹھوڑا ہے اور سعی سے متعلق اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اسلئے کہ وہ سعی کو طواف کے بعد لانے والا ہے۔ جس کا شریعت نے اعتبار کیا ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق اگر اس نے طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اعادہ خواہ نہیں کیا ہے۔

اور جس شخص نے صفا و مرہ کے درمیان سعی کو ترک کیا اس کا حج تکمیل ہو گیا ہے کیونکہ وہ رے نزدیک سعی واجبات میں سے ہے لہذا اس کے ترک کی وجہ سے اس پر دم واجب ہو گا حج فاسد نہ ہوگا۔

سعی کے وضو میں ائمہ اربعہ کے مذاہب کا بیان:

علامہ ابن قدامہ مقدسی صلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اور سعی کے بارے میں یہ ہے کہ اس میں وضو کی شرط نہیں، آئمہ اربعہ اور امام

مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے، بلکہ حاضہ عورت کیسے صفہ سرور کی سعی کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضہ عورت کو سعی کرنے سے منع فرمایا بلکہ صرف طواف کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب انہیں جنس آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا: (حائضوں والے سارے کام سر انجام دو لیکن پاک صاف ہونے تک صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرنا)۔ (المحلی لابن قدامہ 246/5)

لہذا اگر کسی نے بغیر وضو یا نجی حالت میں سعی کر لی یا پھر کسی عورت نے جنس کی حالت میں سعی کر لی تو اس کی یہ سعی کئی ہوئی لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ وہ طہارت دیا بیڑی کر سعی کرے۔

سعی کے وجوب و رکن میں مذاہب اربعہ:

علامہ بدر الدین رحمہ اللہ جتنی سعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قضا، احناف کے نزدیک اگر کسی نے سعی ترک کر لی تو اس پر دم واجب ہے۔ اور اس کا حج مکمل ہوگا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک سعی واجب ہے۔ جبہ، مارشائی حیدر رحمہ کے نزدیک رکن ہے۔ ہمارے نزدیک اس کے ترک پر فساد حج نہیں بلکہ دم لازم آئے گا کیونکہ ہر رکن میں ہے لہذا دم اس کا قائم مقام ہوگا جس طرح رمی میں ہوتا ہے۔ اور فساد سے احتراز اس لیے کیا کہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک سعی رکن ہے۔

(الہینا شرح ابیہ ۵، ۶، ۷، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲،

ثُمَّ يَتَأَخَّرُهَا يَجِبُ اللَّذَمُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهُمَا .

ترجمہ:

اور جس بندے نے وقف مزلف چھوڑ دیا تو اس قربانی واجب ہے اس لئے مزلف کا وقف واجبات میں سے ہے۔ اور جس نے تمام دنوں میں ری چھوڑی تو، پر قربانی واجب ہے کیونکہ واجب کا چھوڑنا ثابت ہو گیا ہے۔ اس کو ایک قربانی کفایت کرنے والی ہے۔ کیونکہ جس شخص سے جس طرح حلق میں ہے اور دوسرے کے دنوں میں ترک آخری دن کے غروب آفتاب سے ثابت ہوگا۔ کیونکہ دہری کا عادت ہونا صرف انہی دنوں کے ساتھ ہے۔ اور جب تک یہ دن موجود ہوں گے تو اس کا اعادہ کرنا ممکن ہے۔ لہذا ترتیب کے ساتھ دہری کرے۔ پھر تاخیر دہری کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی۔ اس حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے۔

شرح

دوسری کی وجہ کو مزلف میں بلا غرض وقف نہ کیا تو دم دے۔ ہاں کمزور یا عورت بخوف از دام وقف ترک کرے تو جرم نہیں۔ کسی دن بھی زنی نہیں کی یا ایک دن کی بالکل یا اکثر ترک کر دی مثلاً دوسویں کو تین کنکریاں تک ماریں یا گیارہویں وغیرہ کو دس کنکریاں تک یا کسی دن کی بالکل یا اکثر زنی دوسرے دن کی تو سب صورتوں میں دم ہے اور اگر کسی دن کی نصف سے کم چھوڑی مثلاً دوسویں کو چار کنکریاں ماریں، تین چھوڑ دیں یا دوسویں کی گیارہ ماریں دس چھوڑ دیں یا دوسرے دن کی تو ہر کنکری پر ایک صدقہ دے اور اگر صدقوں کی قیمت دم کے برابر ہو جائے تو چھک کر دم دے۔

(دھرم رات کتاب الحج، باب الجمایات) (جوہرہ نیرہ، کتاب الحج)

ایک دن کی ری ترک کرنے میں وجوب دم کا بیان:

(وَإِنْ تَرَكَ رَمَى يَوْمٍ وَاحِدٍ فَلَعَلَّكَ دَمٌ رَلَّ أَنْ تَنْسُكَ تَامَ) وَمَنْ تَرَكَ رَمَى إِحْدَى الْجُمَارِ الثَّلَاثِ فَلَعَلَّكَ الصَّدَقَةُ لِأَنَّ الْكُلَّ فِي هَذَا الْيَوْمِ نُسْكٌ وَاحِدٌ فَكَانَ الْمَتْرُوكُ أَقَلَّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْمَتْرُوكُ أَكْثَرَ مِنَ النِّصْفِ فَيَحْبِثُ يَلْتَزِمُهُ اللَّذَمُّ لَوْ جُودَ تَرَكَ الْأَكْثَرَ (وَإِنْ تَرَكَ رَمَى جَمْرَةٍ الْعَقَبَةِ فِي يَوْمِ النَّحْرِ فَلَعَلَّكَ دَمٌ رَلَّ أَنْ تَنْسُكَ كُلَّ وَطِيفَةٍ هَذَا الْيَوْمِ وَمِمَّا وَكَلَّا إِذَا تَرَكَ الْأَكْثَرَ مِنْهَا) (وَإِنْ تَرَكَ مِنْهَا حَصَاةً أَوْ حَصَاةَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا نَصَدَّقَ لِكُلِّ حَصَاةٍ نِصْفَ صَاعٍ إِلَّا أَنْ يَبْلُغَ دَمًا فَيَنْقُصَ مَا شَاءَ رَلَّ أَنْ الْمَتْرُوكُ هُوَ الْأَقَلُّ فَتُكْفِيهِ الصَّدَقَةُ .

ترجمہ:

اور اگر اس نے ایک دن کی ری کو ترک کیا تو اس پر ایک دم واجب ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک مکمل نیک ہے اور جس نے تینوں

جرات میں ایک دن کی ری کو چھوڑ دیا تو اس پر صدقہ واجب ہے۔ کیونکہ تینوں جرات کی ری اس دن میں ایک ہی نیک ہے۔ لہذا متروک نصف سے بھی کم ہے۔ کیونکہ متروک جب نصف زائد ہو تو اس پر دم لازم ہوگا۔ اس لئے اکثر پایا گیا ہے اور اگر نحر کے دن جہرہ عقبہ کی ری نہ کی تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ اس نے اس دن کی ری کے پورے عمل کو ترک کیا ہے اور اگر اس نے ری کے اکثر کو ترک کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اس نے ری کرنے سے دو یا تین یا ایک کنکری نہ ماری تو ہر کنکری پر نصف صاع گندم صدقہ ہے۔ لیکن جب اس کا یہ صدقہ ایک بکری کی قیمت تک جا پہنچے تو جتنا چاہے کم کر دے۔ کیونکہ اس کا متروک نصف سے کم ہے لہذا صدقہ دین کافی ہے۔

ری کی تاخیر میں وجوب دم میں مذاہب اربعہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قربانی کے دن مٹی میں لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (نقدیم و تاخیر کے سلسلہ میں) مسئلہ دریافت کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں سب فرماتے تھے کہ کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں نے شام ہونے کے بعد کنکریاں ماری ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ (بخاری)

دوسرے ائمہ (ملائے) کا مسلک تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کے دن کنکریاں مارنے میں اتنی تاخیر کرے کہ آفتاب غروب ہو جائے تو اس پر دم واجب ہوگا چنانچہ ان کے نزدیک حدیث میں شام کے بعد سے مراد بعد عصر ہے۔

اتحاد کے نزدیک اس بارے میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ دوسویں ذی الحجہ کو طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے کا وقت کنکریاں مارنے کے لئے وقت جواز ہے مگر اسامۃ کے ساتھ یعنی اگر کوئی شخص طلوع فجر کے بعد یا کنکریاں مارے تو یہ جائز ہو جائے گا مگر یہ اچھا نہیں ہوگا۔ طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب تک کا وقت، وقت مسنون ہے۔ زوال آفتاب کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقت، وقت جواز ہے مگر بغیر اسامۃ کے یعنی اگر کوئی شخص زوال آفتاب کے بعد سے غروب آفتاب تک کے کسی حصہ میں کنکریاں مارے تو یہ جائز بھی ہوگا اور اس کے بارے میں یہ بھی نہیں کہیں گے کہ اس نے اچھا نہیں کیا۔ البتہ وقت مسنون کی سعادت اسے حاصل نہیں ہوگی۔ اور غروب آفتاب کے بعد یعنی رات کا وقت، وقت جواز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔

مگر اتنی تاخیر نہ کریں کہ کہہ سکیں کہ رات کا وقت، وقت مسنون میں ہے جب کہ کوئی شخص بلا غرض تاخیر کرے کہ آفتاب بھی غروب ہو جائے اور پھر وہ رات میں کنکریاں مارے، چنانچہ اگرچہ وہ اپنے یا ان کے مانند وہ لوگ جو کسی عذر کی بناء پر رات ہی میں کنکریاں مار سکتے ہوں تو ان کے حق میں کراہت نہیں ہے، البتہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ کوئی حرج نہیں ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسائل کوئی حرج نہ رہا ہوگا جس نے شام کے بعد یعنی رات میں کنکریاں ماریں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تم چونکہ دن میں کنکریاں مارنے سے معذور تھے اس لئے رات میں کنکریاں مارنے کی وجہ سے تم پر کوئی گناہ نہیں۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص باغذری نکلے گا، دھرنے میں اتنی تاخیر کرے کہ صبح ہو جائے تو وہ رسی کا ٹکڑا اس پر بطور جزا دے یعنی پانچ روز تک کرنا واجب ہو جائے گا، یہ حضرت امام اعظم کا قول ہے صاحبین کا اس سے اختلاف ہے۔

یومِ حج کے بعد کے دونوں یعنی ذی الحجہ کی گیارہویں اور بارہویں تاریخ میں نکلنا یا مارنے کا وقت مسنون زوالِ آفتاب کے بعد سے غروبِ آفتاب تک ہے اور غروبِ آفتاب کے بعد سے فجر طلوع ہونے تک مکروہ ہے، لہذا فجر طلوع ہوتے ہی حضرت امام اعظم کے نزدیک وقت ادا قسم ہو جاتا ہے جب کہ صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے نزدیک وقت ادا طوع و نحر کے بعد بھی باقی رہتا ہے، یومیہ رسی کا وقت طلوعِ فجر کے بعد باقی رہتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اس وقت کی رسی حضرت امام اعظم کے ہاں وقت تقاضا نہیں ہوگی اور صاحبین کے ہاں وقت ادا ہی میں! اور چونکہ ذی الحجہ کی تیرہویں تاریخ کو آفتاب غروب ہوتے ہی مختلف طور پر سب کے نزدیک رسی کا وقت ادا بھی فوت ہو جاتا ہے اور وقت تقاضا بھی ہے۔

حلق کو ایامِ نحر تک مؤخر کرنے کے بیان میں حکم فقہی:

(وَمَنْ أَحْرَسَ الْخَلْقَ حَتَّى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَا إِذَا أَخَّرَ طَوَافَ الزَّيَّارَةِ حَتَّى مَضَتْ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ (فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَهُ وَقَالَ: لَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي الْوُجْهَيْنِ) وَكَذَا الْخِلَافُ فِي تَأْخِيرِ الرَّمْيِ وَفِي تَقْدِيمِ نُسْكِ عَلَى نُسْكِ كَالْخَلْقِ قَبْلَ الرَّمْيِ وَنَحْرِ الْقَارِنِ قَبْلَ الرَّمْيِ وَالْخَلْقِ قَبْلَ الذَّبْحِ، لَهُمَا أَنَّ مَا فَاتَ مُسْتَدْرَكٌ بِالْقَضَاءِ وَلَا يَجِبُ مَعَ الْقَضَاءِ شَيْءٌ آخَرُ.

وَلَمْ يَحْدِثْ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ "مَنْ قَدَّمَ نُسْكَ عَلَى نُسْكِ فَعَلَيْهِ دَمٌ" وَلَئِنْ تَأَخَّرَ عَنِ الْمَكَانِ مُوجِبِ الدَّمِ فِيمَا هُوَ مُوقِفٌ بِالْمَكَانِ كَالْإِخْرَامِ فَكَذَا التَّأَخُّرُ عَنِ الزَّمَانِ فِيمَا هُوَ مُوقِفٌ بِالزَّمَانِ.

ترجمہ:

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس بندے نے طلق کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ایامِ نحر گزر گئے تو اس پر دم واجب ہے اور اسی طرح جب اس نے طوافِ زیارت کو مؤخر کیا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں کوئی چیز لازم نہیں ہے۔ اور اس اختلاف کی بنیاد رسی کو مؤخر کرنے اور ایک نکل کو دوسرے نکل پر مقدم کرنے والے مسئلہ کی طرح ہے۔ جس طرح رسی سے پہلے طلق کروانا ہے اور قارن کا رسی سے پہلے ذبح کرنا ہے اور ذبح سے پہلے طلق کروانا ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جو چیز فوت ہوئی ہے اس کو قضاء سے مکمل کر لیا گیا ہے لہذا قضاء کے

ناجی کوئی دوسری چیز واجب نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔ فرمایا ہے کہ جس نے ایک نکل کو دوسرے نکل پر مقدم کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ جو چیز جگہ کے ساتھ موقت ہے۔ جس طرح اہرام کو اس کے مکان سے ہزول کرنے کی صورت میں واجب کو واجب کرنے والا ہے۔ لہذا اسی طرح زمانے کے ساتھ موقت کی گئی چیز کو جب اس کے زمانے سے مؤخر کریں گے تو موجب دم ہوگی۔

یومِ نحر میں افعالِ اربعہ کی ترتیب کے وجوب میں مذاہبِ اربعہ:

علامہ بدر اللہ بن عینی رضی اللہ عنہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یومِ نحر میں چار چیزیں کا مل کیا جاتا ہے جن کی ترتیب کے وجوب و عدم وجوب میں اختلاف ہے۔ اور وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ (۱) رسی (۲) حلق (۳) طواف۔

حضرت امام مالک و امام شافعی علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ ترتیب واجب ہے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ترتیب مستحب ہے۔ اور اگر اس نے طلقِ نحر سے مقدم کی تو جائز ہے۔ اور ان کے اس ایک قول کے مطابق اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔

اور ان کے ایک قول کے مطابق اگر اس نے ہجرت کو مقدم کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ اور امام مالک علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ جبکہ امام احمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان تمام میں سے کسی ایک بھی بطور جہالت یا بھول کر مقدم کرنے کی صورت میں ہجرت واجب نہیں ہے۔ اور اگر اس نے بطور ارادہ مقدم کیا تو وجوب دم میں دو روایات ہیں۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مقدم کرنا تحریر کی صورت ہوگا تو خواہ وہ جہالت کی بناء پر ہو یا بھول کر ہو۔ حضرت امام مالک، امام زفری و اسی طرح کہا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک مقدم کرنا تحریر کی صورت میں کچھ واجب نہیں ہے۔ البتہ قارن جب ذبح پر مقدم کرے تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ طلق کا غیر ہونا یا اہرام کی بنا پر ہے جبکہ مقدم کرنا تحریر کا اعتبار نہیں ہے۔

(البنائے شرح الہدایہ ج ۵، ص ۲۱۱، ح ۲۱۱، ح ۲۱۱)

یومِ نحر میں حرم کے سوا طلق کروانے پر وجوب دم کا بیان:

(وَإِنْ خَلَقَ فِي أَيَّامِ النَّحْرِ فِي غَيْرِ الْحَرَمِ فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَمَنْ اغْتَمَرَ فَتَحْرَجَ مِنَ الْحَرَمِ وَقَصَّرَ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَرَجَمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ) رَجَمَهُ اللَّهُ: (لَا شَيْءَ عَلَيْهِ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ذَكَرَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ فِي الْمُغْتَمِرِ وَلَمْ يَذْكُرْهُ فِي الْحَاجِ، قِيلَ هُوَ بِإِتِّفَاقٍ لِأَنَّ السَّنَةَ حَرَّتْ فِي

الْحَجَّ بِالْحَلْقِ يَوْمِي وَهُوَ مِنَ الْحَرَمِ .

وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ عَلَى الْخِلَافِ ، هُوَ يَقُولُ : الْخَلْقُ غَيْرُ مُنْتَصِصٍ بِالْحَرَمِ (لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ أُخْضِرُوا بِالْحَدِيثِيَّةِ وَخَلَقُوا فِي غَيْرِ الْحَرَمِ) . وَلَهُمَا أَنَّ الْخَلْقَ لَمَّا جُعِلَ مُحَلَّلًا صَارَ كَالسَّلامِ فِي آخِرِ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ مِنْ وَاجِبَاتِهَا ، وَإِنْ كَانَ مُحَلَّلًا ، فَإِذَا صَارَ نُسْكَاً اخْتَصَّ بِالْحَرَمِ كَالذَّبْحِ وَيَنْصُلُ الْحَدِيثِيَّةِ مِنَ الْحَرَمِ فَلَعَلَّهُمْ خَلَقُوا فِيهِ . فَلِإِحْصَائِهِ أَنَّ الْخَلْقَ يَتَوَقَّفُ بِالزَّيْمَانِ وَالْمَكَانِ عِنْدَ أَبِي حَبِيبَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَ أَبِي مُوسَى لَا يَتَوَقَّفُ بِهِمَا وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَتَوَقَّفُ بِالْمَكَانِ دُونَ الزَّيْمَانِ ، وَعِنْدَ زُفَرٍ يَتَوَقَّفُ بِالزَّيْمَانِ دُونَ الْمَكَانِ . وَهَذَا الْخِلَافُ فِي التَّوَقُّفِ فِي حَقِّ التَّضْمِينِ بِالذَّمِّ . وَأَمَّا فِي حَقِّ التَّحَلُّلِ فَلَا يَتَوَقَّفُ بِإِلْتِقَافٍ .

ترجمہ:

اور اگر اس نے ایام حرم کے سوا میں حلق کر دیا تو اس پر دم واجب ہے اور جس بندے نے عمرہ کیا اس کے بعد حرم سے چلا گیا اور قصر کر دیا تو اس پر بھی واجب ہے۔ مگر طہن کے نزدیک بھی حکم ہے۔

حضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں حضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ کا قول عمرہ ادا کرنے والے کیلئے ذکر کیا ہے۔ اور حج کرنے والے کیلئے بیان نہیں کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مسند بہ اتفاق ہے۔ کیونکہ حج میں منی میں حلق کرنے کی سنت نبی ہے جبکہ منی حرم میں ہے۔ اور مسند زیادہ صحیح روایت ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

حضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ نے فرماتے ہیں کہ حلق کرنا حرم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب مقام حدیبیہ کے مقام پر دو رکعت دیئے گئے تو انہوں نے حرم سے باہر حلق کر دیا۔

طہن کی دلیل یہ ہے کہ حلق کرنا احرام سے طہل ہونا ایسی طرح قرار دیا گیا ہے جس طرح میں نماز کے آخر میں سلام کو تہارہ دیا گیا ہے۔ جبکہ مسند نماز کے واجبات میں سے ہے۔ اگر یہ تو حرم سے نماز کو طہل کرنے والا ہے۔ لہذا حلق تک ہے تو حرم کے ساتھ خاص ہوگا جس طرح ذبح کرنا ہے اور حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں شامل ہے۔ اور بات قرین قیاس ہے کہ انہوں نے اسی جگہ میں حلق کر دیا ہو۔ اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک حلق کرنا زبان و مکان کے ساتھ موقت کر دیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت امام زفر علیہ

الرحمہ کے نزدیک صرف زمان کے ساتھ موقت کیا گیا ہے مکان کے ساتھ نہیں ہے اور موقت میں اختلاف لزوم دم ہونے حق میں ہے۔ البتہ طہل ہونے کے حق میں یہ اتفاق تو قیت نہیں ہے۔

علامہ علاؤ الدین صلیبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حرم میں حلق نہ کیا، حدود حرم سے باہر کیا یا رھویں کے بعد کیا یا زمی سے پہلے کیا یا قارن و مُتَمَتِّع نے قربانی سے پہلے کیا یا ان دونوں نے زمی سے پہلے قربانی کی تو ان سب صورتوں میں دم ہے۔ عمرہ کا حلق بھی حرم ہی میں ہونا ضروری ہے، اس کا حلق بھی حرم سے باہر ہوا تو دم ہے مگر اس میں وقت کی شرط نہیں۔ حج کرنے والے نے رھویں کے بعد حرم سے باہر سر موٹا یا تو دو دم ہیں، ایک حرم سے باہر طہل کرنے کا دوسرا رھویں کے بعد ہونے کا۔ (درمختار، کتاب الحج)

حلق وقصر کا عمرہ میں عدم توقیت کا بیان:

وَالْتَقْصِيرُ وَالْحَلْقُ فِي الْعُمْرَةِ غَيْرُ مُؤَقَّتٍ بِالزَّيْمَانِ بِالْإِجْمَاعِ ، لِأَنَّ أَصْلَ الْعُمْرَةِ لَا يَتَوَقَّفُ بِهِ بِخِلَافِ الْمَكَانِ ، لِأَنَّهُ مُؤَقَّتٌ بِهِ .

قَالَ (قِيَانٌ لَمْ يَقْصُرْ حَتَّى رَجَعَ وَقَصَرَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) مَعْنَاهُ : إِذَا خَرَجَ الْمُعْتَمِرُ ثُمَّ عَادَ ، لِأَنَّهُ أَتَى بِهِ فِي مَكَانٍ فَلَا يَلْزُمُهُ ضَمَانُهُ .

ترجمہ:

عمرہ میں حلق وقصر بہ اتفاق زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ کیونکہ عمرہ بھی کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہ خلاف جگہ کے کیونکہ اس کے ساتھ عمرہ خاص ہے۔

فرمایا اگر عمرہ کرنے والا نے قصر نہ کیا حتیٰ کہ لوٹ آیا اور پھر قصر کیا تو بہ اتفاق اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے اس کا حکم یہ ہے کہ عمرہ کرنے والا حرم سے نکل کر پھر حرم میں لوٹ آیا ہے۔ اس لئے کہ اس نے حلق وقصر کرنا چاہا جس میں کیا ہے تو اس پر کوئی ضمان لازم نہ آئے گا۔

شرح

اس عبارت میں صاحب ہدایہ طہل وقصر کے بارے میں بیان کیا ہے ان کو وقت کی قید کے ساتھ متعین نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ عمرہ خود جو ان کی اصل ہے وہ زمانے کے ساتھ موقت نہیں ہے تو اس ادا کام میں فری حیثیت رکھنے والے کیونکہ موقت ہو سکتے ہیں۔ لہذا بہ اتفاق ان میں کسی زمانے کی قید نہیں ہے۔ کہ جس کے ساتھ ان کو خاص کیا جائے۔ عمرہ کے وقت عموم میں اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

جج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ عمرہ ہے جس سے ہم نے فائدہ اٹھایا ہے جس نے پس قربانی کا جو نذر نہ دیا وہ جہت میں ہو پڑے (یعنی عمرہ کے بعد جو پورا احرام بحول دے) کیونکہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا قیامت تک کے لئے جائز ہو گیا ہے۔ (مسلم)

ایام حج میں عمرہ حج قرآن کرنے کی صورت میں جائز ہے جبکہ صرف عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اور اس کی کراہت کے ذیل آنندہ صحاح میں بیان کی جائے گی۔

قارن کے ذبح سے پہلے حلق پر دو دموں کے وجوب کا بیان

(فَبِإِنْ خَلَقَ الْقَارِئُ قِيلَ أَنْ يَذْبَحَ عَلَيْهِ ذَمَانٌ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ : ذَمٌّ بِالْحَلْقِ
فِي غَيْرِ أَوَانِهِ ؛ لِأَنَّهُ أَوَانُهُ بَعْدَ الذَّبْحِ وَذَمٌّ بِتَأْخِيرِ الذَّبْحِ عَنْ الْحَلْقِ .
وَعِنْدَهُمَا يَجِبُ عَلَيْهِ ذَمٌّ وَاحِدٌ وَهُوَ الْأَوَّلُ ، وَلَا يَجِبُ بِسَبَبِ التَّأْخِيرِ شَيْءٌ عَلَى مَا
قُلْنَا

ترجمہ

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک جب حج قرآن کرنے والے نے ذبح کرنے سے پہلے حلق کر دیا تو اس پر دو (۲) دم واجب ہیں۔ ایک دم اس لئے ہے کہ اس نے وقت غیر میں حلق کر دیا ہے۔ کیونکہ حلق کا وقت ذبح کے بعد ہے اور ایک دم اس لئے ہے کہ اس نے ذبح کو طوق سے مؤخر کیا ہے۔

صاحبین کے نزدیک ایک دم واجب ہے اور وہ پہلا ہے جبکہ تاخیر کی وجہ سے کوئی دم واجب نہیں ہے اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم کہتے ہیں۔

افعال حج میں تقدیم و تاخیر کی وجہ سے واجب دم میں مذاہب اربعہ:

حضرت مہذب بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیسہ اوداع کے موقع پر جب منیٰ میں ٹھہرے تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسائل دریافت کریں تو ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور استبلاغ کرنا، اذیتیں دینے میں نے ذبح کرنے سے پہلے اپسر منڈا لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب ذبح کر لو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر ایک اور شخص نے آ کر عرض کیا کہ میں نے تا اذیت کی بنا پر ننگریاں مارنے سے پیسے جانور ذبح کر لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب ننگریاں مارلو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس فعل کی بھی تقدیم یا تاخیر کرے۔ درمیان سوال کیا یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میں فرمایا: اب نہ رو۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (بخاری و مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے ننگریاں مارنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب ننگریاں مار لو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اب اور شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں نے خاکہ بیکہ کا فرض حواف ننگریاں مارنے سے پہلے کر لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب ننگریاں مار لو، اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس روایت میں ان افعال حج کی تقدیم و تاخیر کے سلسلے میں فرمایا گیا ہے اور سائلین کے جواب دینے گئے ہیں جو قربانی کے دن میں ذی الحجہ کی صویر تاریخ کو کئے جاتے ہیں، چنانچہ اس دن چار چیزیں ہوتی ہیں جن کی ترتیب یہ ہے کہ پہلی منیٰ میں پہنچ کر عمرہ مقبہ پر جو ایک منار ہے سات ننگریاں ماری جائیں، پھر جانور کو ذبح کی تکمیل پہلے بین بونجی سے ذبح کئے جائیں اس کے بعد سر منڈا یا پائے یا بال کتر وائے چائیں اور پھر مکہ جا کر نئے کعبہ کا طواف کیا جائے، اس ترتیب کے ساتھ ان افعال کی اس سلسلہ طواف کے نزدیک مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں سنت ہے

چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمدی انہیں میں شامل ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک اگر ان افعال کی ادائیگی میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو بطور جزا۔ (اس کے بدلہ میں) دم یعنی بونجی بونجی کرنا واجب نہیں ہوتا۔ کی ایک ہمت کا کرنا یہ ہے۔ مذکورہ بالا ترتیب واجب ہے۔

حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک بھی اس جماعت کے ساتھ ہیں۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ ارشاد فرمائی اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مطلب صرف اتنا ہے کہ یہ تقدیم و تاخیر ہو چکے، تا اذیت و نہان کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن جزا کے طور پر دم یعنی جانور ذبح کرنا واجب ہوگا۔ ہذا ان حضرات کے مسلک کے مطابق ان پر دو چیزوں میں سے کوئی چیز اگر مقدم یا مؤخر ہو تو بطور جزا، ایک کبری یا اس کے مانند کوئی جانور ذبح کرنا ضروری ہوگا۔

علامہ طہیجی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسی ہی ایک حدیث روایت کی ہے جب کہ خود انہوں نے مذکورہ افعال کی تقدیم و تاخیر کے سلسلہ میں دم واجب کیا ہے اگر وہ حدیث کے مدعی نہ ہوتے تو حضرت امام اعظم اور ان کے اصحاب نے سمجھے ہیں تو وہ خود دم واجب کیوں کرتے؟

اس کے قتل میں اعانت کرنے سے محرم پر جزاء لازم آتی ہے۔

شکار کی وجہ سے محرم پر جو جزاء یا کفارہ لازم ہوتا ہے اس سے مراد وہ قیمت ہے جو وہ عادل و تجربہ کا شخص اس شکار کی تجویز کرے اور یہ قیمت یہ تو اس مقام کے اعتبار سے ہو جہاں وہ شکار مارا گیا ہے یا اگر اس مقام پر کوئی قیمت نہ ہو تو اس مقام کے اعتبار سے ہو جو شکار کے مقام سے قریب تر ہو کیونکہ ایک چیز کی قیمت مختلف مقامات کے اعتبار سے بدل جاتی ہے، اسی طرح یہ قیمت اس زمانہ کے اعتبار سے ہو جس میں وہ شکار مارا گیا ہے کیونکہ ایک چیز کی قیمت مختلف اوقات و زمانہ میں بدل جاتی ہے، پھر اس بارے میں محرم کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو وہ اس مجوزہ قیمت سے قربانی کا کوئی یا نور خرید کر اگر اس قیمت میں کوئی جانور مل سکتا ہو حرم میں ذبح کر دے، اور چاہے اس قیمت سے غلہ خرید کر برقیہ کو، اگر گیسوں، بوتلوں نصف صاع، اور اگر جو یا بھجور ہو تو ایک ایک صاع نصف صاع کر دے کسی فقیہ کو اس تعداد سے کم نہ دے اور چاہے برقیہ کی تعداد صدق یعنی نصف صاع یا ایک صاع جو کہ خوش ایک روزہ رکھ لے اور اس صورت میں اگر ایک فقیر کے مقدار صدقہ کا کوئی حصہ باقی بچے تو اس کو خیرات کر دے یا اس کے بدلہ بھی ایک روزہ رکھ لے۔ اس صورت میں یہ بات ٹھوکر رہے کہ شکار کی جزا بہر صورت واجب ہو گی اور کوئی حرم قصداً شکار نہ کرے یا ہوا اس کا مرتکب ہو جائے۔

فقہی اصطلاح تحقیق مناط کا مفہوم:

تحقیق مناط کی دوسو تہیں ہیں، ایک یہ کہ غیر منصوص مسائل اور واقعات کے بارے میں یہ تحقیق کرنا کہ وہ (یعنی غیر منصوص مسائل) اس قاعدہ کلیہ کا مصداق بن رہے ہیں یا نہیں، جس کا ثبوت نص یا جماع سے ہو؛ اگر وہ قاعدہ کلیہ کا مصداق بن رہے ہوں تو اس کا حکم ان پر بھی نافذ ہوگا، مثلاً جانب احرام میں اگر کوئی شکار کرے تو قرآن سے کہ مناط اس پر کفارہ شکار کے مماثل ہوگا: "بِأَنَّهُمَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهَا مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَخَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ"۔

(المائدہ: ۴)

پس کفارہ شکار کے مماثل ہونا منصوص قاعدہ کلیہ ہے، لیکن تحقیق کر آیا نیل گئے، گئے کے مماثل ہے یا نہیں، تحقیق مناط ہے، ایسے ہی اگر کوئی چوری کرے تو نص قطعی کی رو سے اس کے ہاتھ کاٹ دئے جائیں گے:

"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا لَكَرَامًا مِنَ اللَّهِ"۔ (المائدہ: ۴)

پس سرقہ کے ثبوت پر چور کے ہاتھ کاٹنا کا منصوص قاعدہ کلیہ ہے، لیکن یہ تحقیق کر کہ جب کس تاہن چار تا سرقہ ہے "تحقیق مناط" ہے اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ "علت حکم" جس کا ثبوت نص یا جماع سے ہو کیا ہے جس میں یہ تحقیق کرنا کہ وہ نئے پیش آنے والے مسائل اور جزایات میں پائی جاتی ہے یا نہیں، مثلاً یہی کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ اس کا جھوٹا نہیں:

"إِنَّهَا لَيْسَتْ بِسُوءٍ مِنْهَا مِنَ الطَّوْافِينَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوْافَاتِ" (مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۲۶۲۸۹، شامل،

الناشر: موسسہ قرطبہ، القاہرہ)

فصل

﴿یہ فصل حالت احرام میں شکار کرنے کے بیان میں ہے﴾

محرم کی جنائت شکار کی فصل کی فقہی مناسبت کا بیان:

علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ فصل صرف اس تقریر پر بھی چسکتی ہے کہ مصنف نے اس میں شکار کی جنائت ہونے کا بیان کیا ہے اور جنائت کے باب میں شکار کی جنائت ایک خاص قسم کی جنائت ہے اسی لئے مصنف نے اس کو الگ بیان کیا ہے۔

احرام والے کیلئے خشکی کے شکار کی حرمت کا بیان:

: اَعْلَمُ أَنَّ صَيْدَ الْبَرِّ مُحَرَّمٌ عَلَى الْمُحْرِمِ، وَصَيْدَ الْبَحْرِ حَلَالٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدَ الْبَحْرِ) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ. وَصَيْدَ الْبَرِّ مَا يَكُونُ تَوَالِدُهُ وَمَوْتُهُ فِي الْبَرِّ، وَصَيْدُ الْبَحْرِ مَا يَكُونُ تَوَالِدُهُ وَمَوْتُهُ فِي الْمَاءِ. وَالصَّيْدُ هُوَ الْمُمْتَنِعُ الْمُتَوَحَّشُ فِي أَصْلِي الْخِلْفَةِ، وَاسْتَنْتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَمْسَ الْقَوَاسِقَ وَهِيَ: الْكَلْبُ الْعَقُورُ، وَالذَّنْبُ وَالْحِدَّةُ، وَالْفَرَابُ وَالْحَيَّةُ، وَالْعَقْرَبُ، فَإِنَّهَا مُبْتَدَنَاتٌ بِالْأَذَى وَالْمَرَادُ بِهِ الْفَرَابُ الَّذِي يَأْكُلُ الْحَيْفَ. هُوَ الْمَرُورِيُّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

ترجمہ:

جان لینا چاہئے کہ محرم کیلئے خشکی کا شکار احرام ہے جبکہ دریائی شکار حلال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے لئے زری کا شکار حلال کیا گیا ہے۔ الخ۔ اور خشک شکار وہ ہے جس کی پیدائش و رہائش خشکی پر ہو اور دریائی شکار وہ ہے جس کی پیدائش و رہائش پانی میں ہو۔ شکار سے کہتے ہیں جو اپنے آپ کو شکاری سے بچانے والا ہو۔ اور اصل تحقیق کے اعتبار سے وحشی ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے پانچ طاقتیں کا استثناء کیا ہے اور وہ کانٹے والا کرتا ہے، سمجیر یا چیل، کوا، چچو اور سانپ ہے اس لئے یہ جانور تکلیف پہنچانے میں خود پہلے لاتے ہیں۔ اور کو سے مراد وہ ہے جو مردار کھانے والا ہے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے

شکار یا اس کی ولالت کی حرمت میں اجماع:

مقتطع طور پر تمام علماء کے نزدیک شکار یا شکار میں کسی کی اعانت محرم کے لئے حرام ہے، چنانچہ کسی شکار کے جانور کو قتل کرنے یا

الْأَمْوَالِ وَالْمُتَعَدِّ وَالْعَائِدَ سَوَاءٌ) لَرَأَى الْمُوجِبَ لَا يَخْتَلِفُ.

ترجمہ:

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ جب کسی محرم نے شکار والے جانور کو قتل کر دیا یا اس نے ایسے بندے کو اس طرف دشمنائی کی جس نے اس کو قتل کر دیا تو اس پر جزاء واجب ہے۔ البتہ قتل کرنے کے حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم شکار کے جانور کو قتل نہ کرو۔ جب تک حالت احرام میں ہو۔ اور تم میں سے جس نے بطور ارادہ قتل کر دیا تو قتل شدہ جانور کی جزاء ہے۔ جزاء کے وجوب بھی نص صراحہ کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ البتہ دلالہ میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جزاء قتل کے مطلق ہے دلالہ کے ساتھ معلق نہیں ہے۔ لہذا یہ حلال کو حلال کی طرف دلالہ کرنے کے مشابہ ہو جائے گا۔

حضرت ابو یوسف رحمہ اللہ والی حدیث ہماری دلیل ہے جسے ہم نے روایت کر دیا ہے۔ حضرت عطاء علیہ الرحمہ نے کہا ہے لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ دلالہ کرنے والے پر جزاء ہے۔ کیونکہ دلالہ کرنا احرام کے ممنوعات میں سے ہے۔ کیونکہ دلالہ کرنے کی وجہ سے شکار کا امن ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ شکار اپنے وحشی ہونے اور چھپ جانے کی وجہ سے امن میں ہوتا ہے۔ لہذا یہ اس کو تلف کرنے کی مثل ہو جائے گا۔ اور اس دلیل کی وجہ سے محرم نے احرام کی حالت میں شکار سے باز رہنے کیلئے اپنے آپ کو پابند کیا ہے۔ لہذا اس نے جو پابندی کی تھی اس کو چھوڑنے کی وجہ سے اس پر ضمان (جرمانہ) لازم آئے گا۔ جس طرح وہ بندہ ہے جس کے پاس وہ دیت رکھی جائے بخلاف حلال کے کیونکہ اس کی جانب سے کوئی پابندی لازم نہیں کی گئی۔ البتہ حلال کی دلالہ پر جزاء ہے جس طرح حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ اور حضرت امام زفر علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے۔ اور جو دلالہ جزاء کو واجب کرنے والی ہے اس کی تہریف یہ ہے کہ جسے دلالہ کی گئی ہے وہ شکار والی جگہ پر متا ہو اور وہ مدلول کی دلالہ کی تصدیق کرنے والا بھی ہو۔ یہاں تک کہ اگر اس نے اس کو جھٹلایا یا کسی دوسرے آدمی کی تصدیق کرتی تو جھٹلانے والے شخص پر کوئی ضمان واجب نہیں ہے۔ اور اگر دلالہ کرنے والا محرم میں حلال ہو گیا تو اس پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ جو برخلاف ارادہ سے کرنے والا اور جو ملنے والا دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ جڑ اعام ایک ایسی ضمان ہے جس کا جو بوجب نقصان کو پورا کرتا ہے۔ لہذا مالوں کے جرائموں کے مشابہ ہو گیا۔ اور اس میں ابتداء کرنے والا اور لوٹانے والا دونوں برابر ہیں اس لئے کہ ان کو موجب علق نہیں ہے۔

شرح

حضرت ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہیں اگر کوئی مدینہ سے حج کیلئے نکلے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے اور راہ لی اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض کو فرمایا تم ساحل سمندر کی راہ لو حتیٰ کہ کھجھ سے آلو۔ انہی میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان لوگوں نے ساحل بحر کی راہ لی۔ پھر جب وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس

اس نص کی روشنی میں اس حکم کی عتلی کا طوائف (بار بار آمد و رفت کرنے والی چیزوں) میں سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ محقق نہ کیا یا چہ اور دوسرے حشرات الارض میں سے عتلی پائی جاتی ہے یا نہیں، تحقیق مناسط ہے:

"فاما الأول، فهو الاجتهاد المتعلق بتحقيق المناسط ومعناه أن يثبت الحكم بمدرکہ الشرعي لكن بغير النظر في تعيين محلہ". (الموافقات، ج ۳، ص ۶۳)

امداد ابوہریرہ کے عہد اور ان کے بعد بھی ایک عرصہ تک کاراجتہاد کے ان تینوں شعبوں سے استفادہ کیا جاتا رہا اور اس میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی گئی البتہ بعد کو بعل کرخاص کرسلطنت عباسیہ کے زوال کے بعد کاراجتہاد کا ایک بڑا حصہ آپ سے منتقل ہو گیا، لیکن اسی کے ایک حصہ یعنی "تحقیق مناسط" (جس کا قدرے وضاحت کے ساتھ اوپر تذکرہ کیا گیا ہے) کو ابی ضرورت کے تحت علماء نے باقی رکھا؛ لیکن وہ قسم ہے جو ہم فقہ کوئی ضروریات اور جدید فیض آنے والے مسائل کے بارے میں شرعی حکم کی یافت کے لیے مذکورہ کارکردار ہر طرح کے جود و اشتغال سے محفوظ رکھتی ہے۔

جب احرام والا شکار کرے یا اس کی طرف دلالہ کرے تو حکم شرعی:

قَالَ : (وَإِذَا قُتِلَ الْمُحْرِمُ صَيْدًا أَوْ ذَلَّ عَلَيْهِ مِنْ قَتْلِهِ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ) أَمَا الْقَتْلُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ) الْآيَةُ نَصٌّ عَلَى إيجابِ الْجَزَاءِ. وَأَمَّا الدَّلَالَةُ فَفِيهَا خِلَافٌ شَافِعِيٌّ رَحِمَهُ اللَّهُ.

هُوَ يَقُولُ : الْجَزَاءُ تَعَلَّقَ بِالْقَتْلِ، وَالْإِثْلَةُ لَيْسَتْ بِقَتْلٍ، فَأَشْبَهَ دَلَالَةُ الْإِحْلَالِ خِلَافًا. وَلَمَّا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

وَقَالَ عَطَاءٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : أَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى أَنَّ عَلَى الدَّالِّ الْجَزَاءَ؛ وَلَئِنْ الدَّلَالَةُ مِنْ مَحْظُورَاتِ الْإِحْرَامِ وَلَئِنْ تَقَوُّيَتِ الْأَمْنُ عَلَى الصَّيْدِ إِذْ هُوَ آمِنٌ بِوَحْشِيهِ وَتَوَارِيهِ قَصَارَ كَالِإِتْلَافِ؛ وَلَئِنْ الْمُسْحَرَمُ بِإِحْرَامِهِ الْتَزَمَ لِلْإِمْتِنَاعِ عَنِ التَّعَرُّضِ فَيَضْمَنُ بِزَلِّهِ مَا التَّزَمَهُ كَالْمُدْوَغِ بِخِلَافِ الْإِحْلَالِ لِأَنَّهُ لَا إِتْزَامَ مِنْ جِهَتِهِ، عَلَى أَنَّ فِيهِ الْجَزَاءَ عَلَى مَا رَوَى عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَزُفَرَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، وَالدَّلَالَةُ الْمُوجِبَةُ لِلْجَزَاءِ أَنَّ لَا يَكُونُ الْمُدْأُولُ عَالِمًا بِمَكَانِ الصَّيْدِ وَأَنْ يُضَدِّقَ فِي الدَّلَالَةِ، حَتَّى لَوْ كَذَبَهُ وَصَدَّقَ غَيْرُهُ لَا ضَمَانَ عَلَى الْمُكَذِّبِ (وَلَوْ كَانَ الدَّالُّ خِلَافًا فِي الْحَرَمِ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ شَيْءٌ) لِمَا قُلْنَا (وَسَوَاءٌ فِي ذَلِكَ الْعَائِدُ وَالنَّاسِي) لِأَنَّهُ ضَمَانَ يَعْتَمِدُ وَجُوبَةُ الْإِتْلَافِ فَأَشْبَهَ غَرَامَاتِ

پہنچے تو انہوں نے احرام باندھ لئے سوائے حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ کے انہوں نے احرام نہیں باندھا تھا وہ چلے جا رہے تھے کہ انہوں نے راستہ میں وحشی کدو کھلا۔ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک گرجی کی کونجیں کاٹ دیں چنانچہ سب نے ایک جگہ پڑاؤ کیا اس کا گوشت کھایا پھر انہوں نے (آپس میں) کہا کہ ہم نے گوشت کھایا حالانکہ ہم عمر تھے۔ اس کا باقی گوشت ساتھ لے لیا۔ پھر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے احرام باندھ لیا تھا لیکن حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ نے نہیں باندھا تھا پھر ہم نے چند وحشی کدو کھائے اور حضرت ابو قادہ رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر کے ایک کی کونجیں کاٹ والیں۔ ہم نے پڑاؤ ڈالا اور سب نے اس کا گوشت کھایا۔ پھر ہم نے کہا کہ ہم شکار کا گوشت کھا رہے ہیں حالانکہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں اور اس کا باقی گوشت ہم لے آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے تم میں سے اس کا سے حکم دیا تھا یہ اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ تو انہوں نے عرض کیا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا جو گوشت باقی ہے وہ بھی کھاؤ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت صحبہ رضی اللہ عنہ بن جشامہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاروشی (گورخر) بطور ہدیہ بھیجا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام البواہ یا وادان میں کہ جو کدو اور دھن کے درمیان واقع ہیں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے واپس کر دیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وجہ سے ان کے چہرہ پر غم و افسوس کے آثار محسوس کئے تو فرمایا کہ ہم نے تمہارا ہدیہ یا اس نے واپس کر دیا ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

بظاہر یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو غفلت شکار کا گوشت کھانے کو حرم کے لئے احرام قرار دیتے ہیں اور چونکہ حنفیہ کا مسلک جواب کی ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق ہے اس لئے حنفیہ کے نزدیک اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ زندقہ گورخر بطور شکار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجی گئی تھا اور چونکہ شکار قبول کرنا حرم کے لئے درست نہیں ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے واپس کر دیا۔ لیکن پھر ایک اشکال ان پر پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ایک روایت میں وضاحت کے ساتھ یہ منقول ہے کہ گورخر کا گوشت بھیجا گیا تھا، ایک روایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ گورخر کی ران بھیجی گئی تھی، اسی طرح ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ اس کا ایک کدوا بھیجا گیا تھا۔

لہذا ان روایتوں کے پیش نظر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زندقہ گورخر نہیں بھیجی گیا تھا بلکہ یہاں حدیث میں بھی گورخر سے اس کا گوشت ہی مراد ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زندقہ گورخر بھیجا گیا ہوگا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول نہیں کیا تھا، پھر بعد میں دوسرے گورخر کی ران بھیجی گئی اسی کو کسی نے تو گوشت سے تعبیر کیا اور کسی نے اسے اس کا کدوا کہا۔

اس بارے میں حنفیہ کی بڑی دلیل یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گورخر پیش کیا گیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام عرف میں تشریف فرما تھے اور احرام باندھے ہوئے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے رقتہ میں تقسیم کر دو۔ مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گورخر کو اس گمان کی بناء پر واپس کر دیا کہ بطور خاص میرے لئے شکار کیا گیا ہے۔

امام مالک و امام شافعی کی مستدل حدیث اور اس کا مطلب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے احرام کی حالت میں شکار کا گوشت حلال ہے بشرطیکہ وہ شکار تو تم نے خود کیا اور تمہارے لئے کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد ترمذی، نسائی) حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اگر حالت احرام میں تم خود شکار کرو گے یا کوئی دوسرا تمہارے لئے شکار کرے گا، اگرچہ وہ شکاری حالت احرام میں نہ ہو تو اس شکار کا گوشت کھانا تمہارے لئے درست نہیں ہوگا۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی اس حدیث کو اپنے اس مسلک کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ حرم کے لئے اس شکار کا گوشت کھانا حرام ہے جسے کسی غیر حرم نے اس کے لئے شکار کیا ہو۔

لیکن حنفیہ اس حدیث کے یہ معنی مراد لیتے ہیں کہ اگر حالت احرام میں زندہ شکار تمہارے لئے بطور تقدیم بھیجا جائے تو اس کا گوشت کھانا تمہارے لئے حرام ہوگا۔ ہاں اگر اس شکار کا گوشت حنفیہ کے طور پر تمہارے پاس بھیجا جائے اس کا کھانا حرام نہیں ہوگا۔ گویا اس صورت میں حدیث کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر تمہارا حکم کی بناء پر کوئی شکار کیا جائے گا تو اس کا کھانا تمہارے لئے درست نہیں ہوگا لہذا اس شکار کا گوشت حرم کے لئے حرام نہیں ہے جسے کوئی غیر حرم اس کے لئے ذبح کرے بشرطیکہ اس شکار میں حرم کے حکم یا اس کی اعانت اور اشارت و دلالت کا کوئی دخل نہ ہو۔

احناف کی مستدل حدیث پر اشکال کا جواب:

حضرت ابوقادہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کدو واقعہ حبیبہ کے موقع پر کہہ کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے تو وہ اپنے چند ساتھیوں سمیت پیچھے رہ گئے جو عمرہ کے لئے احرام باندھے ہوئے تھے لیکن خود ابوقادہ حالت احرام میں نہیں تھے! چنانچہ راستہ میں ایک جگہ ان کے ساتھیوں نے گورخر دیکھا مگر ابوقادہ کی نظر اس پر نہیں پڑی، ان کے ساتھیوں نے اس گورخر کو کچھ کسوف نظر کر لیا، آخر کار ابوقادہ نے بھی اس گورخر کو دیکھ لیا اور اس کو شکار کرنے کی غرض سے پروا رہے اور اپنے ساتھیوں سے اپنا چابک مانگا مگر انہوں نے اس وجہ سے کہ اس شکار میں ہماری اعانت کسی درجہ میں بھی شامل نہ ہو چابک دینے سے انکار کر دیا ابوقادہ نے گھوڑے سے اتر کر خود چابک اٹھایا اور گورخر پر حملہ آور ہوئے یہاں تک کہ اسے مار لیا، پھر اس کے گوشت کو تیار کر کے خود انہوں نے بھی کھایا اور ان کے ساتھیوں نے بھی کھایا، مگر ان کے ساتھی اس کا گوشت کھا کر پشیمان ہوئے

کیونکہ انہوں نے گمان کیا کہ حرم کے لئے مطلق شکار کا گوشت کھانا درست نہیں ہے۔ چنانچہ جب وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا حکم پوچھا کہ آیا اس گورخر کا گوشت کھانا ہمارے لئے درست تھا یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس اس میں سے کچھ باقی ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس اس کا پاؤں باقی رہ گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پاؤں لیا اور کتے کو تر کر کر کھایا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر فرمایا کہ اس کا گوشت کھانا تمہارے لئے درست تھا (بخاری و مسلم)

بخاری و مسلم ہی کی ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جب وہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے ابوقتہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ گورخر پر حملہ آور ہوں یا تم میں سے کسی نے گورخر کی طرف اشارہ کر کے اس کے شکار پر متوجہ کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پھر اس کے گوشت میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسے کھاؤ۔

اس حدیث کے بارے میں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سن تو بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گورخر میں سے بچے ہوئے پاؤں تیار کر کر کھایا جب کہ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کھایا یا نہیں؟ لہذا اس اشکال کو دور کرنے کے لئے علماء دین دونوں روایتوں میں یہ مطابقت پیدا کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خود حالت احرام میں تھے اس لئے ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ گمان کیا ہو گا کہ اس گورخر کے شکار میں کسی حرم کے حکم یا اس کی اعانت کو ضرر رہا ہو گا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کھانے سے انکار کر دیا ہو گا مگر جب صحیح صورت حال سامنے آگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ اس کے شکار میں کسی حرم کے حکم یا اس کی اعانت کا کوئی دخل نہیں تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کھایا۔

حرم کے لئے جس طرح یہ ممنوع ہے کہ وہ شکار کے لئے کسی کو حکم دے اسی طرح دلالت اور اشارت بھی ممنوع ہے دلالت اور اشارت میں فرق یہ ہے کہ دلالت کا تعلق زبان سے ہوتا ہے مثلاً حرم کو کسی ہاتھ کے اشارہ سے شکار کی طرف متوجہ کرے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ دلالت کا تعلق اس شکار سے ہوتا ہے جو نظر کے سامنے نہ ہو اور اشارت کا تعلق اس شکار سے ہوتا ہے جو نظر کے سامنے ہو۔

اس موقع پر یہ بات جان لیجئے کہ حرم کے لئے تو دلالت حدود حرم میں بھی حرام اور حدود حرم سے باہر بھی لیکن غیر حرم کے لئے حدود حرم میں تو حرام ہے اور حدود حرم سے باہر نہیں۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حرم کو شکار کا گوشت کھانا حلال ہے بشرطیکہ وہ شکار تو خود اس نے کیا ہو اور اس شکار میں اس کی دلالت اشارت اور اعانت کا قطعاً دخل ہو، چنانچہ یہ حدیث حنفیہ کے اس مسلک کی دلیل ہے اور ان حضرات کے مسلک کی تردید کرتی ہے جو حرم کو مطلق شکار کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔

حرم کیلئے شکار کا گوشت کھانے کا بیان:

حضرت عبدالرحمن بن عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ہم سب احرام کی حالت میں تھے کہ ان کے پاس بطور ہدیہ ایک پرندہ کا پاؤں آگیا تو آپ اذکار حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت سو رہے تھے چنانچہ ہم میں سے بعض نے وہ گوشت کھالیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حرم کو شکار کا گوشت کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس شکار میں اس کے حکم وغیرہ کو کوئی دخل نہ ہو اور بعض نے اس سے پرہیز کیا کیونکہ ان کا گمان تھا کہ حرم کو یہ گوشت کھانا درست نہیں ہے، پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انہوں نے ان لوگوں کی موافقت کی جنہوں نے وہ گوشت کھایا تھا، نیز انہوں نے فرمایا کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اسی طرح یعنی حالت احرام میں شکار کا گوشت کھایا تھا۔

گوشت کھانے والوں سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی موافقت کا تعلق قول سے بھی ہو سکتا ہے اور فعل سے بھی، یعنی یا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے زبانی یہ کہا ہو گا کہ تم نے گوشت کھالیا، یا اس میں کوئی حرج نہیں یہ قولی موافقت ہے، یا پھر یہ کہ خود انہوں نے بھی باقی بچا ہوا گوشت کھایا ہو گا یہ فعلی موافقت ہے۔ بہر کیف یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے اس مسلک کی تائید کرتی ہے کہ اگر حرم خود شکار نہ کرے اور نہ اس شکار میں اس کے حکم وغیرہ کا دخل ہو تو وہ اس کا گوشت کھا سکتا ہے۔

ایک پرندہ سے مراد یا تو جس سے کئی پرندوں کا گوشت آیا تھا، یا پھر وہ ایک ہی پرندہ تھا جو اتنا بڑا تھا کہ اس کا گوشت تمام لوگوں کے لئے کافی ہو گیا۔

شکار چانور کو چھوڑنا بھی دلالت کے حکم میں ہوگا:

حرم نے چانور پر اپنا سکتا یا باز سکتا یا ہوا چھوڑا، اس نے شکار کو مار ڈالا تو کفارہ واجب ہے اور اگر احرام کی وجہ سے تعمیل حکم شرع کے لیے باز چھوڑ دیا، اس نے چانور کو مار ڈالا یا سکتا ہے لیکن جال پھیلا یا اس میں چانور نہیں کر مگر مایا کواں کھودا تھا اس میں گر کر مرنا تو صورتوں میں کفارہ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الحج)

شکار کی قیمت بنانے کے طریقے کا بیان:

وَالْأَجْرُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي مُوسَى رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَنْ يَقُومَ الصَّيْدُ فِي الْمَكَانِ الَّذِي قِيلَ فِيهِ أَوْ فِي أَقْرَبِ الْمَوَاضِعِ مِنْهُ إِذَا كَانَ فِي بَرِّيَّةٍ يَقُومُهُ ذَوَا عَدْلٍ، ثُمَّ هُوَ مُحَيَّرٌ فِي الْفِدَاءِ إِنْ شَاءَ ابْتِاعَ بِهَا هَذِيًّا وَذَبَحَهَا إِنْ بَلَغَتْ هَذِيًّا، وَإِنْ شَاءَ اشْتَرَى بِهَا طَعَامًا وَتَصَدَّقَ عَلَى كُلِّ مَسْكِينٍ يَصِفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَعِيرٍ، وَإِنْ شَاءَ صَامَ عَلَى مَا نَذَرُوا، وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ: يَجِبُ فِي الصَّيْدِ النَّظِيرُ لِمَا لَمْ يَنْظُرْ،

فَقَبِي الطَّبْيِي شَاةً، وَلَقِي الصَّبْعَ شَاةً، وَلَقِي الْأَرْزَبَ عَنَاقٍ، وَلَقِي الْيَرْبُوعَ جَفْرَةً، وَلَقِي
النَّعَامَةَ بَدَنَةً، وَلَقِي حِمَارَ الْوُحْشِ بَقَرَةً يَقُولُهُ تَعَالَى (فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَاتَلَ مِنَ النَّعْمِ)
وَمِثْلُهُ مِنَ النَّعْمِ مَا يُشْبِهُ الْمَقْتُولَ صُورَةً؛ لِأَنَّ الْقِيَمَةَ لَا تَكُونُ نَعْمًا.

وَالصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَوْجَبُوا النَّظِيرَ مِنْ حَيْثُ الْخِلْقَةُ وَالْمَنْظَرُ فِي النَّعَامَةِ
وَالطَّبْيِي وَحِمَارِ الْوُحْشِ وَالْأَرْزَبِ عَلَى مَا بَيَّنَّا. وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الصَّبْعُ
صَيْدٌ وَفِيهِ شَاةٌ) "وَمَا لَيْسَ لَهُ نَظِيرٌ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَجِبُ فِيهِ الْقِيَمَةُ مِثْلُ
الْمُغْضُوفِ وَالْحِمَامِ وَأَشْبَاهِهِمَا. وَإِذَا وَجِبَتْ الْقِيَمَةُ كَانَ قَوْلُهُ كَقَوْلِهِمَا.

وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ يُوجِبُ فِي الْحَمَامَةِ شَاةً وَثَبُتَ الْمُشَابَهَةُ بَيْنَهُمَا مِنْ حَيْثُ إِنَّ
كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَعْصَى وَيَهْدُرُ.

ترجمہ:

تین کے نزدیک جزاء یہ ہے کہ شکار کی قیمت اس جگہ لگائی جائے جہاں وہ قتل ہوا ہے۔ اور اگر وہ جنگل میں ہو تو اس کے
سب سے زیادہ قریبی آبادی میں قیمت لگائی جائے گی۔ اور دو عادل آدمی اس کی قیمت کو مقرر کریں۔ اس کے بعد عمر مذہب ادا کرنے
میں اختیار رکھتا ہے کہ وہ قیمت دے یا اس کی قیمت سے کوئی جانور خرید کر ہدیہ بھیجے۔ اور اس کو ذبح کرے۔ جبکہ یہ قیمت ہدی کو
پہنچ جائے اور اگر وہ پہنچ کرے تو اس کی قیمت کے بدلے میں کھانا خریدے اور ہر مسکین کیلئے نصف صاع غنم یا ایک صاع جو
یا مجبور کا صدقہ کرے۔ اور اگر وہ پہنچ نہ کرے تو روزے رکھے اس کی دلیل کے پیش نظر جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت امام محمد اور حضرت امام شافعی علیہما رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ شکار کا جانور ہلاک ہونے میں اس کی شل واجب ہوگا لیکن شرطا
یہ ہے اس کی شل موجود ہو۔ لہذا ہران کے بدلے میں بکری دے اور جو بھی بکری ہے جبکہ خرگوش کے بدلے میں بکری کا دودھ پچ
(پھوری) ہے۔ جنگلی چوہے میں چارہ کا بکری کا پچ ہے اور شتر مرغ میں اونٹ ہے۔ اور وحشی گدھے کے بدلے میں گائے ہے۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اور شاد فرمایا: چوپاؤں سے ہیں مرزا، اس کی شل ہے جو اس نے قتل کیا ہے۔ لہذا جانوروں میں سے اس کی شل وہ
ہوگا جس صورت کے اعتبار سے اس مقتول کے مشابہ ہوگا۔ کیونکہ چوپائے کی قیمت نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شتر مرغ، گور خر خرگوش کی خلقت اور صورت کے اعتبار سے شل کو واجب کیا ہے۔ جس طرح ہم
بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ دلیل کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخوار ہے اور اس میں ہدی واجب ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جس جانور کی شل نہیں ہوتی اس کی قیمت واجب ہوگی۔ جس طرح گویا، بکیر اور اس کی

طرح کے جانور ہیں۔ جب قیمت کے اعتبار ہو گیا تو حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی تین کے قول کی طرح ہو گیا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کو بڑی بکری واجب کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان اس اعتبار سے شل بہت ثابت کرتے
ہیں۔ کہ ان دونوں میں ہر ایک پانی میں نہ ڈالنے ہوئے گھونٹ سے پانی پینے والا ہے اور اڈانگ لے والا ہے۔

مثلی چیز کی قربانی کرنے میں مذاہب اربعہ:
علامہ بدر الدین عینی علیہ غایہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ اگر وہ چاہے تو قربانی خرید کر ذبح کرے جب اس کی قیمت ہدی کو پہنچے والی
ہو اور اگر چاہے تو وہ صدقہ کرے۔

حضرت امام شافعی، امام مالک اور امام احمد اور اکثر اہل علم نے اس کا شل جانور دینے کو واجب قرار دیا ہے۔ (مثلی جانور جو
عبارت میں ذکر کیے گئے ہیں۔) (الہدایہ شرح الہدایہ، ص ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷

یعنی قیمت کا اندازہ کریں اور قیمت وہاں کی معتبر ہوگی جہاں شکار مارا گیا ہو یا اس کے قریب کے مقام کی۔ یعنی شکار کے جانور کا حرم مکہ شریف کے باہر ذبح کرنا درست نہیں بلکہ مکہ میں ہونا چاہئے اور یکن کعبہ میں بھی ذبح جائز نہیں، اسی لئے کعبہ کو بچھتی فرمایا، کعبہ کے اندر نہ فرمایا اور کفارہ کھانے یا روزہ سے ادا کیا جائے تو اس کے لئے مکہ مکرمہ میں ہونے کی قید نہیں باہر بھی جائز ہے۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)

مسئلہ: یہ بھی جائز ہے کہ شکار کی قیمت کا نقد خرید کر ساکن کو اس طرح دے کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کے برابر پہنچے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس قیمت میں جتنے مسکینوں کے ایسے حصے ہوتے تھے اتنے روزے رکھے۔ یعنی اس حکم سے قبل جو شکار مارے۔

مش مطلق ہونے میں شیخین کی دلیل کا بیان:

وَأَبَى حَنِيفَةَ وَأَبَى يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَنَّ الْمَيْلَ الْمَطْلُوقَ هُوَ الْمَيْلُ صُورَةً وَمَعْنَى، وَلَا يُمَكِّنُ الْحَمْلَ عَلَيْهِ فَحُمِلَ عَلَى الْمَيْلِ مَعْنَى لِكُونِهِ مَعْقُودًا فِي الشَّرْعِ كَمَا فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ أَوْ لِكُونِهِ مُرَادًا بِالنَّاحِيَةِ، أَوْ لِمَا فِيهِ مِنَ التَّعْيِيمِ، وَفِي صِيغَةِ التَّخْصِصِ.

وَالْمُرَادُ بِالنَّصِّ وَاللَّهُ أَعْلَمُ فَجَزَاءُ قِيَمَةٍ مَا قَتَلَ مِنَ النِّعَمِ الْوَحْشِيِّ. وَاسْمُ النِّعَمِ يَنْطَلِقُ عَلَى الْوَحْشِيِّ وَالْأَخْلَى، كَذَا قَالَهُ أَبُو عُبَيْدَةَ وَالْأَصْمَعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. وَالْمُرَادُ بِمَا رَوَى التَّقْدِيرُ بِهِ دُونَ إِيْجَابِ الْمُعَيَّنِ.

ترجمہ:

شیخین علیہما الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مش مطلق کے خواہ صورت کے اعتبار سے ہو یا معنی کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ مثل کو حقیقت پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے لہذا مثل کو معنی پر محمول کیا گیا ہے۔ اور مش معنوی شریعت میں شروع ہے۔ جس طرح حقوق العباد میں ہے یا حکم ہے یا بجا میں معنوی مراد ہے کیونکہ مثل معنوی میں عوم ہے۔ جبکہ اس کی ضد میں تخصیص ہے۔ نص سے کیا مراد ہے اللہ ہی سب سے زیادہ جانے والا ہے۔ لہذا جزاء اس شکار کی قیمت ہے جس کو وحشی چوپائے کو قتل کیا گیا ہے اور ”نعم“ کا لفظ وحشی و چوپائے دونوں کیلئے بولا جاتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ اور حضرت اصمعی علیہما الرحمہ نے اسی طرح کہا ہے۔ اور جو جانور روایت میں بیان ہوا ہے اس سے مراد اندازہ ہے جبکہ اس کی وجہ سے وجوب متعین نہیں ہے۔

شرح

حضرت امام عظیم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف علیہما الرحمہ کا موقف یہ ہے کہ مش مطلق مراد ہے کیونکہ خواہ صوری ہو یا معنوی اور

شیخین کی دلیل حسب ذیل آیت مبارکہ سے اخذ کی گئی ہے۔

الْشَّهْرَ الْحَرَامَ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتِ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ. (البقرہ، ۱۹۴)

ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام اور ادب کے بدلے ادب ہے تو جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان ٹھوکر لٹاؤ ردائوں کے ساتھ ہے۔ (کنز الایمان)

قیمت جزاء سے ہدی یا کھانا، یا روزے رکھنے کے اختیار کا بیان:

ثُمَّ الْخِيَارُ إِلَى الْقَاتِلِ فِي أَنْ يَجْعَلَهُ هَذِيًا أَوْ طَعَامًا أَوْ صَوْمًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبَى يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: الْخِيَارُ إِلَى الْحَكَمَيْنِ فِي ذَلِكَ، فَإِنْ حَكَمَا بِالْهَدْيِ يَجِبُ النَّظِيرُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَإِنْ حَكَمَا بِالطَّعَامِ أَوْ بِالصِّيَامِ فَعَلَى مَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَبُو يُوسُفَ. لَهُمَا أَنَّ التَّخْيِيرَ شُرْعٌ وَفَقًّا يَمْنُ عَلَيْهِ فَيَكُونُ الْخِيَارُ إِلَيْهِ كَمَا فِي كَفَّارَةِ الْيَمِينِ. وَلِلْمَحْمَدِ وَالشَّافِعِيِّ قَوْلُهُ تَعَالَى (يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَذِيًا) الْآيَةُ، ذَكَرَ الْهَدْيُ مَنْصُوبًا لِأَنَّهُ تَفْسِيرٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (يَحْكُمُ بِهِ) وَمَفْعُولٌ لِحُكْمِ الْحَكَمِ، ثُمَّ ذَكَرَ الطَّعَامَ وَالصِّيَامَ بِكَلِمَةٍ أَوْ فَيَكُونُ الْخِيَارُ إِلَيْهِمَا. فَلَنَا: الْكَفَّارَةُ غُطِفَتْ عَلَى الْجَزَاءِ لَا عَلَى الْهَدْيِ بِدَلِيلِ أَنَّهُ مَرْفُوعٌ، وَكَذَا قَوْلُهُ تَعَالَى (أَوْ عَذْلٌ ذَلِكَ صِيَامًا) مَرْفُوعٌ، فَلَمْ يَكُنْ فِيهَا دَلَالَةٌ لِاخْتِيَارِ الْحَكَمَيْنِ، وَإِنَّمَا يُرْجَعُ إِلَيْهِمَا فِي تَقْوِيمِ الْمُتَلَفِّ ثُمَّ لِاخْتِيَارِ بَعْدَ ذَلِكَ إِلَى مَنْ عَلَيْهِ، وَيُقَوِّمَانِ فِي الْمَكَانِ الَّذِي أَصَابَهُ لِاخْتِلَافِ الْقِيَمِ بِاخْتِلَافِ الْأَمَّاكِنِ، فَإِنْ كَانَ الْمَوْضِعُ بَرًّا لَا يَبْتَاعُ فِيهِ الصَّيْدَ يُعْتَبَرُ أَقْرَبُ الْمَوَاضِعِ إِلَيْهِ مِمَّا يَبْتَاعُ فِيهِ وَيُسْتَرَى.

قَالُوا: وَالْوَاجِبُ يَكْفِي وَالْمُشْتَى أَوْلَى؛ لِأَنَّهُ أَحْطَ وَأَبْعَدُ عَنِ الْغَلْطِ كَمَا فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ. وَقِيلَ يُعْتَبَرُ الْمُشْتَى هَهُنَا بِالنَّصِّ.

ترجمہ:

شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک اس کی قیمت سے ہدی کرنا یا کھانا کھانا یا روزے رکھنے کا اختیار قاتل کو حاصل ہے۔ جبکہ حضرت امام محمد و امام شافعی علیہما الرحمہ نے فرمایا ہے اختیار ان دو عدل کرنے والوں کو ہے جو مقرر کر رکھے ہیں۔ لہذا اگر ان عادیین نے ہدی کا

حکم دیا تو اس کی مشل واجب ہو جائے گی۔ جس طرح ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور اگر کھانے یا روزے کا حکم دیا تو وہ واجب ہو جائے گا۔ جس طرح شیخین کا قول ہے۔

شیخین بیہ الرحمہ کے دلیل ہے کہ اختیار دینے کا حکم اس بندے کو مہلت دینے کیلئے مشروع ہوا ہے جس پر ضمان لازم ہے۔ جس طرح قسم کے کفارے میں ہے۔

حضرت امام محمد و امام شافعی علیہما الرحمہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ ""اس میں "ہدیا" اس لئے منسوب ہے کیونکہ یہ حکم بہ کی تفسیر ہے یا حاکم میں حکم ہے اس کا مفعول ہے۔ اس کے طعام اور روزے کا حکم کل "او" کے ساتھ بیان ہوا ہے لہذا دونوں حاکموں کی طرف اختیار ہوا۔

ہم کہتے ہیں کہ کفارے کا عطف جزاء پر ہے ہدی پر نہیں ہے اور لفظ جزاء مرفوع ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ""مرفوع ہے۔ لہذا ایسا حکم و طعام کی دلالت دونوں حاکموں میں اختیار پر نہیں ہے۔ لہذا ان دو دالوں کی طرف ضائع ہونے والے شکار کی قیمت لگانے میں رجوع کیا جائے گا۔ اس کے بعد اختیار دے جس پر جزاء واجب ہوئی ہے۔ اور وہ دونوں عادل اس مقام پر قیمت لگائیں گے جہاں شکار قتل ہوا ہے کیونکہ اختلاف مقامات کی وجہ سے قیمتوں میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر شکار قتل ہونے کے جگہ جنگل ہو جہاں ہر نور کی فروخت نہیں ہوتی تو اس کے قریب والی ایسی جگہ جہاں شکار خریدایا بیچا جاتا ہے وہاں کا اعتبار کیا جائے گا۔

مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے کہ ایک عادل کافی ہے عدالت کیلئے دو کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ خطا سے دور ہونے میں زیادہ یہی ہے اور احتیاط بھی اسی میں زیادہ ہے۔ اور یہ بھی یہی کیا ہے کہ نص سے مراد یہاں دو دالوں کا اعتبار ہے۔

شرح

اے ایمان والو! اتم احرام کی حالت میں شکار کو مت مارا کرو، اور تم میں سے جس نے (بجائت احرام) قصد اسے مارا تو (اس کا) بدلہ موشیوں میں سے اسی کے برابر (کوئی جانور) ہے جسے اس نے قتل کیا ہے جس کی نسبت تم میں سے دو عادل شخص فیصلہ کریں (اور واقعی یہ جانور اس شکار کے برابر ہے بشرطیکہ وہ قربانی کو کچھ چٹپٹے ہوا ہو یا (اس کا) کفارہ چٹپٹے جوں کا کھانا ہے (یعنی چ نوڑی قیمت کے برابر معمول کا کھانا جسے چٹپٹے جوں کو پورا آجائے) یا اس کے برابر (یعنی چٹپٹے جوں کا کھانا ہے اس قدر) روزے میں جس کا وہ اپنے کیے (کو بوجھ) کا مزہ چکے۔ جو کچھ (اس سے) پیئے ہو گزر اللہ نے اسے معاف فرمادیا، اور جو کوئی (ایسا کام) کا وہ بارہ کرے گا تو اللہ اس سے (نافرمانی) کا بدلہ لے لے گا، اور اللہ بڑا عقاب بدلہ لینے والا ہے۔

علامہ علاؤ الدین ہسکتی حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔

شکار کی قیمت میں اختیار ہے کہ اس سے بھیڑ بکری وغیرہ اگر خرید سکتا ہے تو خرید کر حرم میں ذبح کر کے فقر کو تقسیم کر دے یا اس کو غنہ خیر کر مسکین ہر صدقہ کر دے، اتنا اتنا کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کی قدر پہنچے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس قیمت کے غنہ میں جتنے

مدت ہو سکتے ہوں ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے اور اگر کچھ غنہ خیر جائے جو پورا صدقہ نہیں تو اختیار ہے وہ کسی مسکین کو دیدے یا اس کی عوض ایک روزہ رکھے اور اگر پوری قیمت ایک صدقہ کے لائق بھی نہیں تو بھی اختیار ہے کہ اسے کا غنہ خرید کر ایک مسکین کو دیدے یا اس کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ کفارہ کا جانور حرم کے باہر ذبح کیا تو کفارہ ادا نہ ہوا اور اگر اس میں سے خود بھی کھایا تو اسے کا تاوان دے اور اگر اس کفارہ کے گوشت کو ایک مسکین پر تصدق کیا جب بھی جائز ہے۔ یا اس تاوان کی قیمت بھی ایک مسکین کو دے سکتا ہے اور اگر جانور کا ہر ذبح کیا اور اس کا گوشت ہر مسکین کو ایک ایک صدقہ کی قیمت کا دیا اور وہ سب گوشت اتنی قیمت کا ہے جتنی قیمت کا ظہر یا جانور کا تاوان ہو گیا۔

(الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات)

ہدی کو مکہ میں ذبح کرنے کا بیان:

(وَالْهَدْيُ لَا يُذْبَحُ إِلَّا بِمَكَّةَ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (هَذِبْنَا بَالِغَ الْكَعْبَةِ) (وَيَجُوزُ الْإِطْعَامُ فِي غَيْرِهَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ.
هُوَ يَتَعَبَّرُ بِالْهَدْيِ وَالْجَامِعِ التَّوَسُّعَةِ عَلَى سَكَنِ الْحَرَمِ، وَتَحْنُ نَقُولُ: الْهَدْيُ قُرْبَةٌ غَيْرُ مَعْقُولَةٍ فَيَحْتَضُّ بِمَكَانٍ أَوْ زَمَانٍ.
أَمَّا الصَّدَقَةُ قُرْبَةٌ مَعْقُولَةٌ فِي كُلِّ زَمَانٍ وَمَكَانٍ (وَالصَّدَقُ يَجُوزُ فِي غَيْرِ مَكَّةَ) لِأَنَّهُ قُرْبَةٌ فِي كُلِّ مَكَانٍ فَإِنْ ذَبَحَ الْهَدْيُ بِالْكَوْفَةِ أَجْزَأُهُ عَنِ الطَّعَامِ مَعْنَاهُ إِذَا تَصَدَّقَ بِاللَّحْمِ وَفِيهِ وَفَاءً بِقِيَمَةِ الطَّعَامِ، لِأَنَّ الْإِزَاقَةَ لَا تَنْتُوبُ عَنْهُ.

ترجمہ:

اور قربانی کو صرف مکہ میں ذبح کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "هَذِبْنَا بَالِغَ الْكَعْبَةِ" جبکہ کھانا کھانا مکہ کے سوا میں بھی جائز ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا اس میں اختلاف ہے وہ کھانے کو ہدی پر قیاس کرتے ہیں اور حرم میں رہنے والوں کی وصت دینا ہے اور ہم کہتے ہیں ہدی عبادت ہے جو عقل میں آنے والی نہیں ہے اس لئے وہ مکان و زمان کے ساتھ مقید ہوگی جبکہ صدقہ عبادت معقولہ ہے جو ہر زمان و مکان میں جائز ہے۔ اور روزہ بھی غیر مکہ میں جائز ہے کیونکہ ہر مقام پر عبادت ہے۔ لہذا اگر قتل کرنے والے نے کوئی ذبح کیا تو اس کا کھانا کافی ہوگا اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب گوشت صدقہ کرے گا تو اس میں کھانے کی قیمت بھی پوری ہو جائے گی کیونکہ خون بہانا ہدی کے قائم مقام نہیں ہوتا۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹوں کے لئے اپنے ہاتھوں سے پنے

بنائے اور پھر انہیں اٹھنے کے گئے میں ڈالا اور ان کے کوبان) کوڑھی کیا اور پھر ان کو بطور ہدیٰ خاندہ کعبہ روانہ کر دیا (یعنی جب وہ میں حج فرض ہوا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حایوں کا مقرر میر کر کے مکہ مکرمہ بھیجا گیا تو ان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بطور ہدیٰ اونٹ بھیجے گئے اور اس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی کوئی چیز حرام نہیں ہوئی جو ان کے لئے حلال تھی۔ (بخاری و مسلم)

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں کو بطور ہدیٰ بھیجنے کی وجہ سے آنحضرت پر احرام کے احکام جاری نہیں ہوئے کہ احرام کی حالت میں جو چیزیں حرام ہو جاتی ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرام ہو گئی ہوں، یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس لئے کہی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں سنا تھا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص خود حج کو نہ جائے اور اپنی طرف سے ہدیٰ مکہ بھیجتے ہیں تو وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اس وقت تک کہ اسے حرام ہو جاتی ہیں جب کہ اس کی ہدیٰ حرم میں نہ پہنچ جائے اور نہ ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تردید کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اس صوف کے جو میرے پاس تھا پیے بنائے اور پھر (یہ بے اونٹوں کے گئے میں ڈال کر) ان کو بطور ہدیٰ اپنے والد ماجد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ہمراہ خاندہ کعبہ روانہ کیا۔ (بخاری و مسلم)

ہدی میں دیئے جانے والے جانوروں کا بیان:

وَإِذَا وَقَعَ لِاخْتِيَارِ عَلَى الْهَدْيِ يُهْدَى مَا يُجْزِيهِ فِي الْأُضْحِيَّةِ لِأَنَّ مُطْلَقَ اسْمِ الْهَدْيِ مُنْصَرِفٌ إِلَيْهِ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ: يُجْزَى صِغَارُ النِّعَمِ فِيهَا؛ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَوْ جُؤَا عَنَاقًا وَجَفْرَةً. وَعِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ يَجُوزُ الصَّغَارُ عَلَى وَجْهِ الْإِطْعَامِ: يَخْبَى إِذَا تَصَدَّقَ.

وَإِذَا وَقَعَ لِاخْتِيَارِ عَلَى الطَّعَامِ يَقُومُ الْمُتَلَفُّ بِالطَّعَامِ عِنْدَنَا؛ لِأَنَّهُ هُوَ الْمَضْمُونُ فَتُعْبَرُ قِيَمَتُهُ (وَإِذَا اشْتَرَى بِالْقِيَمَةِ طَعَامًا تَصَدَّقَ عَلَى كُلِّ مَسْكِينٍ يَصِفُ صَاعٌ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُطْعِمَ الْمُسْكِينَ أَقْلَ مِنْ يَصِفُ صَاعٌ)؛ لِأَنَّ الطَّعَامَ الْمَذْكُورَ يُنْصَرِفُ إِلَى مَا هُوَ الْمَعْهُودُ فِي الشَّرْعِ

ترجمہ:

اور اگر قتل کرنے والا ہدیٰ دینا پسند کرے تو وہ ایسی ہدیٰ کرے جس طرح انھیں میں ہدیٰ بنے کیونکہ ہدیٰ کے لفظ کا اطلاق

کی بات کا قاعدہ نہ کرتا ہے۔

حضرت امام محمد و ان مشافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہدیٰ میں جانوروں کے بچے بھی جائز ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہدیٰ کا چھوٹا بچہ اور بھینس کا چارہ کا بچہ بھی واجب کیا ہے جبکہ شیخین کے نزدیک چھوٹے بچے کھانے دینے کی طرح جائز ہیں حتیٰ جب وہ صدقہ کرے۔

اگر اس نے کھانا دینا چاہا تو ہمارے نزدیک اس سے تلف شدہ جانور کی قیمت لگائی جائے گی۔ کیونکہ قتل شدہ جانور ہی کی قیمت دینی ہے لہذا اس کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اگر اس نے قیمت کے بدلے میں کھانا خریدنا تو نصف صاع گندم کا یا ایک صاع جوہر کا بر مسکین پر صدقہ کرے جبکہ کسی مسکین کو نصف صاع سے تجاوز دینا جائز نہیں ہے کیونکہ آیت مبارکہ میں جس طعام کا ذکر ہے اس میں شریعت کی طرف سے مقرر کردہ حکم کا بیان ہے۔

شرح

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا اس پر اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر محرم شکار کے جانور کو کھانا یا سہواً قتل کرے ہرحال میں اس پر بدلہ واجب ہے اور اہل مالک نے ہوا قتل کرنے میں بدلہ واجب نہیں رکھا اور حسن اور مجاہد نے اس کے برعکس منقول ہے، اس طرح اکثر علماء نے یہ کہا کہ اس کو اختیار ہے چاہے کفارہ دے یا چاہے بدلہ دے دے ثوری نے کہا اگر بدلہ نہ پائے تو کھانا کھائے اگر یہ بھی نہ ہو سکتا تو روزے رکھے۔

صاحب جزاء سے تعین روزوں کا بیان:

(وَإِنْ اخْتَارَ الصَّيَّامُ يَقُومُ الْمَقْتُولُ طَعَامًا ثُمَّ يَقُومُ عَنْ كُلِّ نِصْفِ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ يَوْمًا)؛ لِأَنَّ تَقْدِيرَ الصَّيَّامِ بِالْمَقْتُولِ غَيْرُ مُمَكِّنٍ إِذَا قِيَمَةُ لِلصَّيَّامِ قَسَدَرْنَاهُ بِالطَّعَامِ، وَالتَّقْدِيرُ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ مَعْهُودٌ فِي الشَّرْعِ كَمَا فِي بَابِ الْهَدْيِ) فَإِنْ قَضَلَ مِنَ الطَّعَامِ أَقْلَ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ فَهُوَ مُخَيَّرٌ إِنْ شَاءَ تَصَدَّقَ بِهِ، وَإِنْ شَاءَ صَامَ عَنْهُ يَوْمًا كَامِلًا؛ لِأَنَّ الصَّوْمَ أَقْلَ مِنْ يَوْمٍ غَيْرِ مَشْرُوعٍ، وَكَذَلِكَ إِنْ كَانَ الْوَجِبُ ذَوْنُ طَعَامٍ مُسْكِينٍ يُطْعِمُ قَدْرَ الْوَجِبِ أَوْ يَصُومُ يَوْمًا كَامِلًا لِمَا قُلْنَا.

(وَلَوْ جَرَحَ صَيْدًا أَوْ تَفَّتْ شَعْرَةٌ أَوْ قَطَعَ عُضْوًا مِنْهُ ضَمِنَ مَا نَقَصَ) اغْتِيَارًا لِلْبَعْضِ بِالْكُلِّ كَمَا فِي حَقُوقِ الْعِبَادِ (وَلَوْ تَفَّتْ رِيَشُ طَائِرٍ أَوْ قَطَعَ قَوَائِمَ صَيْدٍ فَخَرَجَ مِنْ حَيْثُ الْإِمْتِنَاعِ فَعَلَيْهِ قِيَمَتُهُ كَامِلَةٌ)؛ لِأَنَّهُ قَوَتْ عَلَيْهِ الْأَمْنُ بِتَقْوِيَةِ آلَةِ الْإِمْتِنَاعِ فَيَقُومُ

جن جانوروں کے مارنے پر حکم جڑا نہیں ہے:

(وَلَيْسَ فِي قَتْلِ الْغَرَابِ وَالْجِدَاةِ وَالذَّنْبِ وَالْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَالْفَأْرَةَ وَالْكَلْبِ الْعَقُورِ جَزَاءٌ) ؛ يَقُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (خَمْسٌ مِنَ الْفَوَاسِقِ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ ، الْجِدَاةُ وَالْحَيَّةُ وَالْعَقْرَبُ ، وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ) " وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يُقْتَلُ الْمُحَرَّمُ الْفَأْرَةُ وَالْغَرَابُ وَالْجِدَاةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحَيَّةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ) " وَقَدْ ذَكَرَ الذَّنْبُ فِي بَعْضِ الرُّوَايَاتِ .

وَقِيلَ الْمُرَادُ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ الذَّنْبُ ، أَوْ يُقَالُ إِنَّ الذَّنْبَ فِي مَعْنَاهُ ، وَالْمُرَادُ بِالْغَرَابِ الَّذِي يَأْكُلُ الْحَيَّةَ وَيَخْلَطُ ؛ لِأَنَّهُ يَتَّبِعُهُ بِالْأَذَى ، أَمَّا الْعَقْرَقُ فَعَبْرٌ مُسْتَنِيٌّ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُسَمَّى غُرَابًا وَلَا يَتَّبِعُهُ بِالْأَذَى .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْكَلْبَ الْعَقُورَ وَغَيْرَ الْعَقُورِ وَالْمُسْتَأْنَسَ وَالْمَوْحَشَ مِنْهُمَا سَوَاءٌ ؛ لِأَنَّ الْمُعْتَبَرُ فِي ذَلِكَ الْجِنْسُ ، وَكَذَا الْفَأْرَةُ الْأَهْلِيَّةُ وَالْوَحْشِيَّةُ سَوَاءٌ ، وَالضَّبُّ وَالزَّبْرَبُوعُ كَيْسًا مِنَ الْخَمْسِ الْمُسْتَنَائَةِ ؛ لِأَنَّهُمَا لَا يَتَّبِعَانِ بِالْأَذَى .

ترجمہ:

کوا، چیل، بھیر یا بچھو جو ہمارے کھانا کھانے کو قتل کرنے میں کوئی جزاء واجب نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ بدمعاش جانور اور حرام میں بھی قتل کیے جا سکتے۔ جو چیل، سانپ، بچھو، چوہا اور کتہ کھانا کس میں۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حرم (۱) چوہا۔ (۲) کوا (۳) چیل (۴) بچھو (۵) کتہ کھانا کھانے کو قتل کر دے۔ اور بعض روایات میں: بھیرے کا ذکر بھی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کلب عقور سے مراد بھیر یا بے اذان یا کسم ہے کہ بھیر یا کلب عقور ہے یہ کہہ جائے گا۔ اور کسے سے مراد وہ کوا ہے جو نجاست کھانے والا ہے جبکہ دانے کو نہ دے والا ہے کیونکہ وہ نجاست میں سبقت کرنے والا ہے۔ البتہ عقن کا استثناء نہیں ہے کیونکہ وہ غراب نہیں کہلاتا اور نجاست کھانے میں پہل کرنے والا بھی نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت کی گئی ہے کہ کتے سے مراد عام ہے خواہ کتہ کھانا ہو یا نہ ہو، ملا جلا ہو یا وحشی ہو سب برابر ہیں۔ کیونکہ اس میں جن کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح دس پر ہوا جنگلی چوہا یا دونوں برابر ہیں۔ اور گوہ اور جنگلی چوہا ان پانچ میں سے نہیں ہے جن کا استثناء کیا گیا ہے کیونکہ یہ دونوں تکلیف دینے میں پہل کرنے والے نہیں ہیں۔

وہ جانور جن کو احرام اور حرم میں مارنا جائز ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور ہیں جن کو حرم میں اور احرام میں مارنا مکنا نہیں ہے (۱) چوہا۔ (۲) کوا (۳) چیل (۴) بچھو (۵) کتہ کھانا۔ (بخاری و مسلم)
الغراب (کوا) سے مراد الغراب الباقع (باقل کوا) یعنی وہ سیاہ سفید گوا ہے جو اکثر مردار اور نجاست کھاتا ہے۔ چنانچہ انکی روایت میں اس کی وضاحت بھی ہے۔ اس لیے وہ کوا مارنا جائز نہیں ہے جو کیت کھلیاں کھاتا ہے اور جس کے پورے جسم کا رنگ تو سیاہ اور چونچ و پاؤں کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔

کتہ کتے کے حکم کے میں وہ تمام درندے جانور شامل ہیں جو حملہ آور ہوتے ہیں، ایسے تمام جانوروں کو حرم میں اور احرام میں کتہ کتے میں مارنا جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایذا پہنچانے والے پانچ جانور ہیں جن کو حرم و حرم سے باہر بھی اور حرم و حرم میں بھی مارا جاسکتا ہے (مارنے والا اور احرام کی حالت میں ہو خواہ احرام سے باہر ہو) سانپ، باقل کوا، چوہا، کتہ کھانا، چیل۔ (بخاری و مسلم)

اس کتے کو مارنا حرام ہے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے، اسی طرح اس کتے کو بھی مارنا حرام ہے جس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو اس سے کوئی ضرورت نقصان بھی نہ پہنچتا ہو۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں جن جانوروں کا ذکر کیا گیا ہے مارنے کی اجازت صرف انہیں پر منحصر نہیں بلکہ یہی حکم ان تمام جانورں کا بھی ہے جن سے ایذا پہنچتی ہو جیسے چیونٹی، بچھو، چر، کوا، کھل وغیرہ۔ ہاں اگر جو میں ماری جائیں گی تو پھر حسب استطاعت وہ کوئی صدمہ دینا واجب ہوگا۔

چھو و چیونٹی وغیرہ مارنے پر کچھ واجب نہیں ہے:

(وَلَيْسَ فِي قَتْلِ الْبُعُوضِ وَالنَّمْلِ وَالزَّبْرَابِغِ وَالْفَرَادِ شَيْءٌ) ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِضَيُودٍ وَلَيْسَتْ بِمَعْتَبَرَةٍ مِنَ الْبَدَنِ ثُمَّ هِيَ مُؤَدِّيَةٌ بِطَبَاعِهَا ، وَالْمُرَادُ بِالنَّمْلِ السُّودُ أَوْ الصَّفُرُ الَّذِي يُؤْذِي ، وَمَا لَا يُؤْذِي لَا يَحِلُّ قَتْلُهَا ، وَلَكِنْ لَا يَجِبُ الْجَزَاءُ لِلْعِلَّةِ الْأُولَى .

ترجمہ:

چھو، چیونٹی، پھو اور چڑی کو مارنے پر کچھ واجب نہیں ہے اسلئے کہ یہ جانور نہ تو فساد ہیں اور نہ ہی بدن سے پیدا ہونے والے ہیں۔ البتہ یہ اپنی طبیعت کے اعتبار سے تکلیف پہنچانے والے ہیں اور چیونٹی سے مراد سیاہ یا زرد چیونٹی ہے جو تکلیف دینے والی ہے اور وہ چیونٹی جو تکلیف دہ نہ ہو اس کا مارنا حلال نہیں ہے مگر جزاء بھی واجب نہ ہوگی کیونکہ اس میں بھی وہی پہلی علت پائی گئی ہے

مجموعہ و حیوان وغیرہ میں علت وجوب کے معدوم ہونے کا بیان:

علامہ ابن مود العبادنی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ صنف کا قول یہ جانور شکاری نہیں ہے یعنی یہ جانور انسان سے وحشت کمانے والے نہیں ہیں بلکہ اس کو طلب کرنے والے ہیں اور یہ بدن سے پیدا ہونے والے نہیں ہے۔ یہاں تک ان کو گندگی پھیلانے میں شریک کیا جائے جس طرح جوں ہے۔ البتہ ان کی طبیعت ایذا دینے والی ہے لہذا ان کے قتل پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

اور صاحب ہدایہ کا قول اس میں جزاء واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی پہلی والی علت پائی جاتی ہے اور وہ علت یہ ہے کہ وہ شکار نہیں ہے اور بدن سے پیدا ہونے والے بھی نہیں ہے۔ ان دونوں کا نام علت ہے۔ یہ دونوں اس لئے بھی علت ہوں گے کیونکہ ان کو مقام سلب پر ذکر کیا جائے تو مقام سبب میں بہت ساری مثل اس ایک علت کے حکم میں جمع ہو جائیں گی۔ لہذا حکم تعامل کے ساتھ اس طرح منقح ہو جائے گا جس طرح اس ایک علت کے ساتھ منقح ہوتا ہے۔ (حایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۱۷۱، بیروت)

شکار سے کون جانور اور ہیں؟

محم لے لئے جس شکاری کی ممانعت ہے اس سے مراد جنگلی شکار قتل کرنا ہے۔ جنگلی ان پر نور کو کہتے ہیں جن کا والد و تامل جنگلی یا جنگل میں ہوتا ہو موان کی بود و باش پنی میں ہو جیسے مرغابی وغیرہ۔ اسی طرح شکار اس پر نور کو کہتے ہیں جو اصل خلقت میں وحشی ہو خواہ وہ کسی وجہ سے مانوس ہو گیا ہو جیسے برن کر وہ پالنے والے سے مانوس ہو جاتا ہے مگر چونکہ وہ دراصل وحشی ہے اس لئے شکار کہلانے کا خواہ وہ جنگل میں رہتا ہو یا پالا ہوا ہو بر صورت اس کا شکار کرنے سے جزا واجب ہوگی۔ جو جانور دراصل وحشی نہ ہو اس کا قتل کرنا حالت احرام میں بھی جائز ہے چنانچہ بکری، دنب، بھینگر کے گوشت اور گھری چلی ہوئی تلخ کو ذبح کرنا محرم کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ نہفتہ دینے وحشی اصل قرار دیا ہے اس لئے اس کے شکار پر جزا واجب ہوتی ہے۔ دوسری جانوروں کا شکار آیت کریمہ۔ (وَأُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ) ۵۔ المائدہ ۹۶:۔ کے پیش نظر محرم اور غیر محرم دونوں کے لئے حلال ہے خواہ وہ جانور کھائے جائے والے ہوں یا کھائے جانے والے نہ ہوں۔

جو جنگلی جانور کھائے جاتے ہیں ان کا شکار تو مستقلاً طور پر حرام ہے، ہاں جو پر نور کھائے نہیں جاتے ان کو صاحب ہدایہ نے دو قسمیں ہیں ایک قسم تو ان جانوروں کی ہے جو طبیعتاً ایذا پہنچاتے ہیں اور اکثر و بیشتر ایذا پہنچانے میں خود ابتداء کرتے ہیں، جیسے شیر، پتیا اور بھینر یا چٹا بھینر ان جانوروں کو قتل کرنا محرم کے لئے جائز ہے اور ان کو قتل کرنے سے محرم پر جزاء واجب نہیں ہوتی، دوسری قسم ان جانوروں کی ہے جو ایذا پہنچانے میں ابتداء نہیں کرتے جیسے چرغ (شرہ کی ایک قسم وغیرہ) ایسے جانوروں کے بارے میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر یہ جانور محرم پر سپید حملہ کرے تو وہ ان کو مار سکتا ہے اور اس کی وجہ سے اس پر جزاء واجب نہیں ہوگی اور اگر وہ حملہ نہ کرے بلکہ یہ مباح نہیں ہے کہ وہ ان کو مارے میں ابتداء کرے اگر ابتداء کرے گا تو اس پر جزا واجب ہو گی۔

محرم کیلئے حشرات الارض کو مارنے کی ممانعت میں اہل تشیع کا نظریہ:

مسئلہ۔ احتیاط واجب یہ ہے کہ محرم حشرات (جیسے بھینر، کبھی، چوٹی وغیرہ) کو نہ مارے خواہ اس کے بدن یا لباس پر ہو یا دوسری جگہ بلکہ احتیاط واجب یہ ہے کہ زمین پر ریٹنے والے کسی بھی جانور کو نہ مارے مگر یہ کہ اس کی اذیت و آزار کا سبب ہوں یا موزی اور خطرناک حیوانات میں سے ہوں جیسے سانپ و بچھو وغیرہ حتیٰ احتیاط واجب یہ ہے کہ مذکورہ حشرات کو بدن پر سے نہ ہائے اور اگر غلطی سے ایسا کر دے تو تفریق کھڑا سا کھائے کھائے۔

مسئلہ۔ احتیاط واجب یہ ہے کہ حشرات کا کھنڈا جگہ سے معرض سقوط میں منتقل نہ کرے، بلکہ احتیاط واجب یہ ہے کہ مطلقاً ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کرے مگر یہ کہ دوسری جگہ محفوظ رہو۔

مسئلہ۔ حالت احرام میں حشرات کا مارنا یا منتقل کرنا موجب کفارہ ہے اور اس کا کفارہ خواہ عدا ہو یا غلطی اور اشتباہ سے ہو تھوڑا مالعام ہے۔ (توضیح المسائل، حشرات الارض کو قتل کرنا)

جوں مارنے کے صورتِ حد کے کا حکم:

(وَمَنْ قَتَلَ قَمَلَةً تَصَدَّقَ بِمَا شَاءَ) وَمِلَّ كَفٍّ مِنْ طَعَامٍ؛ لِأَنَّهُ تَمَوَّلَدَ مِنَ النَّفْثِ الَّذِي عَلَى الْبَدَنِ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ أَطْعَمَ شَيْئًا) وَهَذَا يُدَلُّ عَلَى أَنَّهُ يُجْزِيهِ أَنْ يُطْعِمَ مِسْكِنًا شَيْئًا يَجِيزًا عَلَى سَبِيلِ الْإِبَاهَةِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُشْبِعًا.

(وَمَنْ قَتَلَ جَرَادَةً تَصَدَّقَ بِمَا شَاءَ)؛ لِأَنَّ الْجَرَادَ مِنْ صَيِّدِ الْبَرِّ فَإِنَّ الصَّيْدَ مَا لَا يُمَكِّنُ أَخْذَهُ إِلَّا بِحِيلَةٍ وَيَقْضِيهِ الْإِخْدُ (وَتَمَرَّةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ) لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: تَمَرَّةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ.

ترجمہ:

جس شخص نے جو ماری تو اس کیلئے جو کچھ چاہے صدقہ کرے جس طرح مٹھی بھر تلہ ہے کیونکہ وہ بدن والی میل پھیل سے پیدا ہونے والی ہے۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ وہ کچھ تلہ سے اور جامع صغیر کا یہ قول دلالت کرنے والا ہے کہ اباحت کے طور پر مسکین کو کچھ کھلانے کی کافی ہے۔ خواہ وہ سیر ہو کر نہ کھایا جائے۔

جس محرم نے مٹی ماری تو وہ جس قدر چاہے صدقہ کرے کیونکہ مٹی جنگلی شکار ہے۔ اس لئے کہ شکار اس جانور کو کہتے ہیں جس کو کھانے کے بغیر کھل لینا ممکن نہ ہو اور پکڑنے والا اس کا ارادہ بھی کرنے والا ہو اور ایک کھجور ایک مٹی سے زیادہ ہے کیونکہ حضرت فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھجور مٹی سے زیادہ ہے۔

حالت احرام میں ٹڈی کے شکار کا بیان:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نذی دریا کے شکار کی مانند ہے (ابوداؤد ترمذی)

حالت احرام میں ٹڈی مارنے میں فقہاء احناف کا بیان:

فقہاء احناف کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کو دریا کے شکار کی مانند صرف اس اعتبار سے فرمایا ہے، کہ نذی دریائی شکار یعنی مچھلی کے سب سے کہ جس طرح مچھلی بغیر ذبح کئے ہوئے کھائی جاتی ہے اسی طرح نذی کو بھی بغیر ذبح کئے کھا، درست ہے، چنانچہ پھر عمرہ کے لئے نذی کا راجا تا نہیں ہے اگر کوئی حرم نذی دے گا تو اس پر صدقہ جتنا بھی وہ دے سکے لازم ہوگا۔ نیز ہدایہ میں بھی یہ لکھا ہے کہ نذی جنگل کے شکار کے حکم میں ہے اور ان تمام کے قول کے مطابق اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ کے لئے نذی کا شکار یعنی نذی کی پکڑنا جائز ہے کیونکہ یہ دریائی شکار کی مانند ہے اور اس آیت کریمہ - (أَجَلٌ لَّكُمْ صَبْدُ الْبَحْرِ) - المائدہ 96: 5 - اور احرام کی حالت میں تمہارے لئے دریائی شکار حلال رکھا گیا ہے کہ پیش نظر عمرہ کے لئے دریا کا شکار جائز ہے۔

جوں مارنے کی جزا کے بارے میں فقہی بیان:

حضرت کعب بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے جب کہ وہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مدینہ میں تھے اور وہ کعب رضی اللہ عنہ احرام کی حالت میں تھے نبی یہ اس موقع کا ذکر ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفقاء کے ہمراہ عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوئے تھے لیکن مشرکین نے حدیبیہ میں سب کو روک دیا تھا چنانچہ سب کے ساتھ کعب رضی اللہ عنہ بھی مکہ میں داخل ہونے کے متوقع تھے مگر پھر بعد میں ایک معاہدہ کے تحت کہ جس کو صلح حدیبیہ کہتے ہیں، سب لوگ عمرہ کے بغیر واپس ہو گئے تھے، بہر کیف جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب کے پاس سے گزرے تو وہ ہانڈی کے نیچے آگے چلا رہے تھے اور جوئیں سر سے جھڑ کر ان کے منہ پر گر رہی تھیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ کیا یہ جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم اپنا سر منڈاؤ اور بطور جزا ایک چھ مسکینوں کو کھلا دو اور فرق بین صاع کا ہوتا ہے یا تین روزے رکھو اور ایک جانور جو ذبح کرنے کے قابل ہو، ذبح کرو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن جراح ایک طویل القدر انصاری صحابی ہیں، صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ بھی موجود تھے، ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بڑا دلچسپ بھی ہے اور بڑا متنبہ آموز بھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس ایک بھت تھا جس کو وہ پوجا کرتے تھے، معاہدہ بن صامت ان کے دوست تھے، ایک دن معاہدہ کعب کے پاس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ کعب بت کی پوجا کرنے کے

بجہد سے نکل کر گئے ہیں، معاہدہ گھر میں داخل ہوئے اور اس بت کو توڑ ڈالا، جب کعب گھر میں آئے تو دیکھا کہ بت ٹوٹا پڑا ہے، انہیں معلوم ہوا کہ یہ حرکت عباد کی ہے، بڑے غضب ناک ہوئے اور چاہا کہ معاہدہ کو برا بھلا کہیں مگر پھر سوچ میں پڑ گئے، دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر اس بت کو کچھ بھی قدرت حاصل ہوتی تو اپنے آپ کو بچا لیتا، بس یہ خیال گزرتھا کہ شرک و کفر کا اندھا جھوٹا گمراہ اور ایمان و صداقت کے نور نے قلب و دماغ کے ایک ایک گوشہ کو منور کر دیا اور اس طرح وہ مشرف باسلام ہو گئے، صبح بے اللہ خالی جسے ہدایت یافتہ بنا تا ہے اسی طرح ہدایت کی توفیق بخش دیتا ہے۔

بہر کیف اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی حرم کسی عذر مثلاً جوئیں، زخم اور دوسرے وغیرہ کی وجہ سے اپنا سر منڈا دے تو اسے اختیار ہے کہ بطور جزا چاہے تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اس طور کہ ہر مسکین کو آدھا صاع دیں دے دے، چاہے تین روزے رکھے اور چاہے چار روزہ رکھے۔ چنانچہ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے کہ (فَصَنَ كُنَانٍ مِّمَّنْهُمْ مَّوْبِصًا أَنْ يَبَ أَدَى مَنْ وَأَنْ يَفْذِلَهُمْ قَيْنَ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةً أَوْ نُفْلٍ) - البقرہ 196: 2 - اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور وہ اپنا سر منڈا دے تو وہ بطور نقد یا تو روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔

حالت احرام میں ٹڈی مارنے میں اہل تشیع کا نظریہ:

بخ (نذی) کا مارنا بھی حرم کے لئے جائز نہیں ہے، بنا براین اگر ایسے راستے سے گزرے کہ وہاں بخ ہیں چنانچہ اپنا سر منڈا دے سکتا ہے تو بدل دے اور اگر انہیں بدل سکتا تو مستحب رہے کہ بخ حتی الامکان نا سمال نہ ہوں، لیکن نا چاری کی صورت میں اور مشقت و مروجہ میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (توضیح المسائل، محرر ایشکار کا بیان)

پکھو مارنے پر عدم ضمان کا بیان:

(وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي ذَنْبِ السَّخَفَةِ) ؛ لِأَنَّهُ مِنَ الْهَوَامِ وَالْخَشَرَاتِ فَأَشْبَهَ الْخَنَافِسَ وَالْوَرَعَاتِ ، وَيُمْكِنُ اخْذُهُ مِنْ غَيْرِ حِلْيَةٍ وَكَذَا لَا يَنْقُصُ بِالْأَخْذِ قَلَمٌ يَكُنْ صَيِّدًا . وَمَنْ حَلَبَ صَيِّدَ الْحَرَمِ فَلَعَلَّهِ فِيمَتَهُ) ؛ لِأَنَّ اللَّبَنَ مِنْ أَجْزَاءِ الصَّيِّدِ فَأَشْبَهَ كَلَّةً .

ترجمہ:

اور پکھو مارنے والے حرم پر کچھ بھی واجب نہیں ہے کیونکہ کیڑوں کو موزوں میں سے ہے لہذا وہ اجنبی حیاتی کیڑے اور چھپکلیوں کی طرح ہو گیا اور البتہ خیلے کے بغیر اس کو پکڑنا ممکن نہیں ہے اور اسی طرح اس کو طرح طرح پکڑا بھی نہیں جاتا جس طرح کسی شکار کو پکڑا جاتا ہے۔

جس نے حرم والے جانور کا دودھ دہرایا تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے کیونکہ یہ دودھ شکار کے حصوں میں سے ہے لہذا دودھ کے کل کے مشابہ ہوا۔

علامہ ابن محمود الباری فی غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

الشرع

قَالَ (وَمَنْ حَلَبَ صَيْدَ الْحَرَمِ) : الْمَلْبَنُ مِنْ أَجْزَاءِ الصَّيْدِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (نُشَوِّكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ) وَكَلِمَةً مِنَ اللَّتَائِيصِ. (4/175)

غیر ما کول تم جانوروں کے قتل کی جزاء کا بیان:

(وَمَنْ قَتَلَ مَا لَا يُؤْكَلُ لِحُصْمَةٍ مِنَ الصَّيْدِ كَالسَّبَاعِ وَنَحْوِهَا فَقَلْبُهُ الْجَزَاءُ إِلَّا مَا اسْتَنَاءَ الشَّرْعُ وَهُوَ مَا عَدَّ ذَنَاءً. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجِبُ الْجَزَاءُ إِلَّا نَهَا جُعِلَتْ عَلَى الْبَائِذَاءِ فَدَخَلَتْ فِي الْقَوَاسِي الْمُسْتَنَاءَةِ، وَكَذَا اسْمُ الْكَلْبِ يَسْتَأْوِلُ السَّبَاعَ بِأَسْرِهَا لَفْعًا.

وَلَسْنَا أَنْ السَّبْعَ صَيْدَ لِحُصْمَةٍ، وَكَوْنُهُ مَقْضُودًا بِالْأَخِيذِ إِنَّمَا يَجْلِدُهُ أَوْ يُضْطَادُّ بِهِ أَوْ لِدَفْعِ أَذَاهُ، وَالْفَيَاسُ عَلَى الْقَوَاسِي مُنْتَعٍ لِمَا فِيهِ مِنْ بَطَالِ الْعَدَدِ، وَاسْمُ الْكَلْبِ لَا يَقَعُ عَلَى السَّبْعِ عُرْفًا وَالْعُرْفُ أَمْلَكُ وَلَا يُجَاوِزُ بَقِيْعَهُ شَاةً) وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: تَجِبُ قِيَمَتُهُ بِأَلْفَةٍ مَا بَلَغَتْ اِغْتِيَارًا يَمَّا كَوَّلَ اللَّحْمِ.

وَلَقَدْ قَوْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الصَّبْعُ صَيْدٌ وَفِيهِ الشَّاةُ) " وَلَنْ اِغْتِيَارَ قِيَمَتِهِ لِمَكَانِ الْاِتِّسَاعِ بِجِلْدِهِ لَا ؛ لِأَنَّهُ مُحَارَبٌ مُؤَيَّدٌ، وَمِنْ هَذَا الْوُجُوهِ لَا يُزَادُ عَلَى قِيَمَةِ الشَّاةِ طَاهِرًا.

ترجمہ:

اور جب حرم لا یؤکل جانور کا قتل کر دیا جس طرح درندہ ہے میں اور اسی طرح کے جانور ہے تو اس پر جزا واجب ہے۔ البتہ وہ جانور نہیں ہوں گے جن کا شریعت نے استثناء کر دیا ہے اور استثناء دالے وہی ہیں جن کو شمار کر آئے ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک کسی جانور میں جزاء واجب نہیں ہے کیونکہ یہ تمام تکلیف پہنچانے کے لیے پیدا ہوئے ہیں لہذا یہ ان فاقوں میں شامل ہوں گے جن کا استثناء کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح لفظ "کلب" نعت کے اعتبار سے تمام درندوں کو شامل ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ درندہ شکار ہے اس لئے کہ وہ وحشی ہے اور پکڑنے میں بھی غائب ہو جاتا ہے۔ اور اس لئے تاکہ اس کی

کمال کام آئے یا اس سے شکار کیا جائے یا اس کی تکلیف دور کرنے کیلئے اس کو پکڑا جائے (تو دور بھاگتے ہیں) لہذا ان کو فاقوں پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ (قیاس) کو بعد و باطل کرنے والا ہے۔ اور کلب کا لفظ عرف عام میں درندہ پر نہیں بولا جاتا۔ اور عرف ہی زیادہ مضبوط دلیل ہے۔

اور جزاء کی قیمت بکری زائد نہ کی جائے۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ پوری قیمت واجب ہوگی۔ حتیٰ کہ اس کی قیمت ما کول تم کو پہنچ جائے۔ کیونکہ ما کول تم پر قیاس کیا جائے گا اور ہماری دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شکار ہے اور اس میں بکری واجب ہے۔ لہذا اس کی کھال سے فائدہ اٹھانے کی وجہ سے قیمت واجب ہے اور اس لئے نہیں کہ وہ کالڑے والا مؤذی ہے اور اس دلیل کے پیش نظر ظاہر بکری سے اس کی قیمت نہ ہو گئی۔

حرام جانوروں کو قتل پر جو بدو دم میں احادیث سے استدلال:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں بچو (یا گوہ) کا شکار کرنے پر ایک دنسے کی قربانی قدریہ مقرر فرمایا ہے اور اسے شکار قرار دیا ہے۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوعمار (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے چرغ کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ شکار ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں! میں نے پھر پوچھا کہ کیا اس کا گوشت کھایا جاسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں! میں نے کہا کہ کیا آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ ہاں! (ترمذی، نسائی، شافعی) نیز امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

چرغ کے حلال و حرام ہونے میں مذاہب اربعہ:

سائل کا مطلب یہ تھا کہ چرغ شکار ہے کہ حرم کے لئے اس کا کھانا حرام ہو یا یہ کہ شکار نہیں ہے، بہر کیف اس موقع پر محرم سے قطع نظر چرغ کے بارے میں بنیادی اختلاف تو یہ ہے کہ چرغ کا گوشت دینے بھی حلال ہے یا نہیں؟ چنانچہ حضرت امام شافعی تو اس حدیث کے پیش نظریہ فرماتے ہیں کہ چرغ حلال جانور ہے اس کا گوشت کھانا درست ہے جب کہ حضرت امام مالک اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک حلال جانور نہیں ہے اس لئے اس کا گوشت کسی کو بھی کھانا درست نہیں ہے۔ ان کی دلیل حضرت خزیمہ ابن جزی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو آگے آ رہی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چرغ کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شکار ہے اگر کوئی حرم اس کا مرکب ہو جائے تو اس کے بدلہ میں دیندے یا مینڈھا دے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے احرام کی حالت میں چرغ کا شکار کیا اسے خریدنا تو اس کی جزاء کے طور پر ایک دینہ یا ایک مینڈھا واجب ہوگا۔

چرغ کے حرام ہونے کا بیان:

حضرت خزیمہ بن زری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چرغ کا گوشت کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کہیں کوئی اس کا گوشت بھی کھاتا ہے؟ یعنی اس کا گوشت نہ کھانا چاہئے پھر میں نے بھیڑیے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا کوئی ایسا شخص جس میں بھلائی یعنی ایمان یا تقویٰ ہو بھیڑیے کا گوشت بھی کھاتا ہے؟ اس روایت کا امام ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد قوی نہیں ہے۔

جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا ہے یہ روایت اگرچہ باقیہ سند کے ضعیف ہے لیکن بذات خود یہ حدیث بالکل صحیح ہے جس کی دلیل ابن ماجہ کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ومن یساکل الطبیخ زاس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ذی تاب کو بچھا دانا درندہ کھانے سے منع کیا (ذی تاب درندہ اس درندہ کو کہتے ہیں جو ذات سے شکار کرتا ہے) اور چرغ ذی تاب درندہ ہے، بہر کیف چونکہ چرغ کے مباح اور حرام ہونے کی دلیلوں میں تو عرض ہے اس لئے حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک مردہ تجرئی ہے کہ اس کا گوشت نہ کھانا چاہئے۔

علامہ علاء الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حرام اور حلال چار نورددوں کے شکار کا ایک حکم ہے مگر حرام جانور کے قتل کرنے میں کفارہ ایک بکری سے زیادہ نہیں ہے اگرچہ اس جانور کی قیمت ایک بکری سے بہت زیادہ کی ہو مثلاً باغی ٹیٹل یا تو صرف ایک بکری کفارہ میں واجب ہے۔ سکھایا ہوا جانور قتل کیا تو کفارہ میں وہی قیمت واجب ہے جو بے سکھائے کی ہے، البتہ اگر وہ کسی کی ملک ہے تو کفارہ کے علاوہ اس کے مالک کو سکھائے ہوئے کی قیمت دے۔ (در مختار، کتاب الحج، باب الہیائم)

جب بحرم نے حملہ آور درندہ سے قتل کر دیا تو حکم:

(وَإِذَا صَالَ السَّبُعُ عَلَى الْمُحْرِمِ فَقَتَلَهُ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ) وَقَالَ زُفَرٌ: يَجِبُ الْجَزَاءُ اغْتِبَارًا بِالْجَمَلِ الصَّائِلِ.

وَلَسَا مَا رَوَى عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ قَتَلَ سَبُعًا وَأَهْدَى كَنْبًا وَقَالَ: إِنَّا ابْتَدَأْنَاهُ؛ وَلَئِنْ الْمُحْرِمُ مَمْنُوعٌ عَنِ التَّعَرُّضِ لَا عَنْ دَفْعِ الْأَذَى، وَلِهَذَا كَانَ مَا دُونَهُ فِي دَفْعِ الْمُتَوَهِّجِ مِنَ الْأَذَى كَمَا فِي الْقَوَاسِقِ فَلَا يَكُونُ مَا دُونَهُ فِي دَفْعِ الْمُتَحَقِّقِ مِنْهُ أَوَّلَى، وَمَعَ وجودِ الْإِذْنِ مِنَ الشَّارِعِ لَا يَجِبُ الْجَزَاءُ حَقًّا لَهُ، بِخِلَافِ الْجَمَلِ الصَّائِلِ؛ لِأَنَّهُ لَا إِذْنَ مِنْ صَاحِبِ الْحَقِّ وَهُوَ الْعَبْدُ.

ترجمہ:

جب کسی درندہ نے بحرم پر حملہ کر دیا اور بحرم نے اس کو قتل کر دیا تو بحرم پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا کہ اذن پر قیاس کرتے ہوئے بحرم پر واجب ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ والا اثر ہماری دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک درندہ سے قتل کر دیا اور بکری یا بھینسی کو فرمایا کہ بحرم نے درندہ سے قتل کرنے میں پہلی کی تھی حالانکہ بحرم کو لڑنے سے منع کیا گیا ہے ہاں البتہ اذیت دور کرنے سے نہیں روکا گیا۔ اسی دلیل کے پیش نظر وہ ایسے جانوروں دور کرے جو اذیت پہنچانے والے ہیں جس طرح فواسق ہیں لہذا ان میں بدرجہ اولیٰ دور کرنے کی اجازت ہوگی۔ جن سے اذیت ثابت ہے۔ جن شارعی جزا اشارع کی طرف سے واجب نہ ہوگا حملہ آور اذیت میں اجازت واجب ہوگا۔ کیونکہ اس میں قتل کرنے والے کو قتل کی طرف اجازت نہیں ہے اور بندہ صاحب حق ہے۔

حالت احرام میں حملہ آور درندہ کے کو مار ڈالنے کا حکم:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بحرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بحرم حملہ کرنے والے درندہ کے کو مار ڈالے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حملہ کرنے والے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانور لینے یا زخمی کرنے کے لئے چڑھ دوڑے جیسے شیر، بھیڑیا اور چیتا وغیرہ کہ یہ درندہ انسان کو دیکھتے ہی اس پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔

مجبور ہو کر قتل کرنے والے بحرم پر حکم جزاء کا بیان:

(فَإِنْ أَضْطُرَّ الْمُحْرِمُ إِلَى قَتْلِ صَبِيٍّ فَقَتَلَهُ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ)؛ لِأَنَّ الْإِذْنَ مُقَيَّدَ بِالْكَفَّارَةِ بِالنَّصِّ عَلَى مَا تَلَوْنَاهُ مِنْ قَبْلِ.

ترجمہ:

اگر بحرم کو شکار کے قتل پر مجبور کیا گیا پس اس نے قتل کر دیا تو اس پر جزاء واجب ہے۔ کیونکہ کفارہ کا حکم نص کے ساتھ متقید ہے اسی جو ہم تلاوت کرتے ہیں۔

مجبور بحرم کے گوشت کھانے میں مذاہب اربعہ:

صاحب ہدایہ کی مذکورہ بیان کردہ عبارت میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جب بحرم کو شکار کے گوشت کی طرف مجبور کیا جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس حکم سے متعلق نص ہم نے بیان کر دی ہے۔

اسی طرح امام مالک، امام احمد اور امام ثوری علیہم الرحمہ نے کہا ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف اور امام شعبی نے کہا ہے کہ وہ گوشت کھائے اور جزاء ادا کرے۔ اور زفر نے بھی ہے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے پہلی روایت بیان کی گئی ہے جبکہ خزانہ میں ابن سنانہ

ہے۔ اور اس کی یہ دلیل بھی ہے کہ شریعت کی طرف سے مشریت اس کے خون اور گوشت کے درمیان فرق کرنے کے قائم مقام ہے۔ لہذا اس میں حلت معدوم ہوگئی کیونکہ ذبح کا شروع ہونا معدوم ہو گیا ہے۔

علامہ علی بن محمد ربیع کی تفسیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

خمر نے جنگل کے پتوں کو ذبح کیا تو حلال نہ ہوا بلکہ مردار ہے ذبح کرنے کے بعد اسے کھا بھی لیا تو اگر کفارہ دینے کے بعد کھایا تو آپ کھانے کا کفارہ دے اور اگر نہیں دیا تھا تو ایک ہی کفارہ کافی ہے۔

جتنی قیمت اس شکار کی جو یہ ہوئی اس کا جانور خرید کر ذبح کیا اور قیمت میں سے بیچ رہا تو بقیہ کا غلہ خرید کر تصدق کرے یا ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے یا پھر روزے رکھے کچھ صدقہ دے سب جائز ہے۔ یوں اگر وہ قیمت دو جانوروں کے خریدنے کے اتنے سے تو چاہے دو پتوں روزہ رکھے یا ایک ذبح اور ایک کے بدلے کا صدقہ دے یا روزے رکھے ہر طرح اختیار ہے۔

(الجوهرة النيرة، کتاب الحج، باب الجنایات)

جب محرم نے اپنے ذبیحے سے کچھ کھایا تو جو جب قیمت کا بیان:

(فَبِأَن أُكِلَ الْمُحْرِمُ الذَّابِحُ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعَلَيْهِ قِيمَةُ مَا أُكِلَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) رَحِمَهُ اللَّهُ.

(وَقَالَ: لَيْسَ عَلَيْهِ جَزَاءُ مَا أُكِلَ، وَإِنْ أُكِلَ مِنْهُ مُحْرِمٌ آخَرُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لَهْمَا أَنْ هَذِهِ مِثَّةٌ فَلَا يَلْزُمُهُ بِأَكْلِهَا إِلَّا الْإِسْتِغْفَارُ وَصَارَ كَمَا إِذَا أَكَلَهُ مُحْرِمٌ غَيْرُهُ.

وَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ حُرْمَتَهُ بِغَيْرِهَا كَحُرْمَتِهِ مِثَّةً كَمَا ذَكَرْنَا، وَبِاعْتِبَارِ أَنَّهُ مَحْظُورٌ إِخْرَاهُ؛ لِأَنَّ إِخْرَاهُ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الصَّيْدَ عَنِ الْمَحَلِّيَةِ وَالذَّابِحَ عَنِ الْأَهْلِيَّةِ فِي حَقِّ الذَّكَاءِ فَصَارَتْ حُرْمَةُ التَّنَازُلِ بِهَذِهِ الْوَسَائِلِ مُصَافَةً إِلَى إِخْرَاهِهِ بِغُلَافٍ مُحْرِمٌ آخَرُ؛ لِأَنَّ تَنَازُلَهُ لَيْسَ مِنْ مَحْظُورَاتِ إِخْرَاهِهِ.

ترجمہ:

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک جب محرم نے اپنے ذبیحے سے کچھ کھایا ہے تو اس پر کھائے ہوئے کی مقدار قیمت واجب ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ اس کھائے ہوئے کی جزا واجب نہیں ہے۔ اور اگر ذبیحے سے کسی دوسرے محرم نے کچھ کھایا تو فقہاء احناف کے نزدیک بافتاق کوئی چیز واجب نہیں ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہ مردار ہے لہذا اس کے کھانے پر سوائے استغفار کے کچھ واجب نہیں ہے اور یہ اس طرح ہو گیا جس طرح کسی دوسرے محرم نے کھایا ہو۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ محرم کے ذبیحے کا حرام ہونا اس کے مردار ہونے کی وجہ سے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اور یہ احرام کے ممنوعات ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ محرم ہونا ہی اس کے شکار کو کل شکار سے نکالنے والا ہے۔ اور ذبح کرنے والے کو اہلیت تذبح سے نکالنے والا ہے۔ لہذا انہی ذرائع کے پیش نظر کھانے کی حرمت احرام کی طرف نسبت کرنے والی ہو گئی۔ البتہ دوسرے محرم کیلئے انہیں ہے کیونکہ اس کا کھانا احرام کے ممنوعات میں سے نہیں ہے۔

شرح

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہیں صاحب بن جابر لیثی رضی اللہ عنہ نے کہ جب وہ ایوانہ وادان میں تھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گورخ کا تھوڑا تو آپ نے اسے واپس کر دیا تھا، پھر جب آپ نے ان کے چہروں پر تارائی کا رنگ دیکھا تو آپ نے فرمایا واپس کی چیز صرف یہ ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم ۱۸۲۵)

ابن خزیمہ اور ابوالروانہ کی روایت میں یوں ہے کہ گورخ کا گوشت بیچنا، مسلم کی روایت میں ران کا ذکر ہے یا شے کا جن میں سے خون نکل رہا تھا۔ یہی کی روایت میں ہے کہ صعب نے جنگلی گدھے کا بیچنا بیچنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھگڑے میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے فوراً کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ یہی ہے کہ اگر روایت محفوظ ہو تو شاید پہلے صعب نے زندہ گورخ بیچنا ہو گا کہ آپ نے اس کو واپس کر دیا پھر اس کا گوشت بیچنا تو آپ نے اسے لے لیا۔ ایوانہ ایک پہاڑ کا نام ہے اور وادان ایک موضع ہے جھگڑے کے قریب۔ حافظ نے کہا کہ ایوانہ سے جھگڑے تک میل اور وادان سے جھگڑے تک آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔ باب کے ذریعہ احرام بناری میں بتلانا چاہتے ہیں کہ اس شکار کو واپس کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ زندہ تھا، حضرت امام نے دوسرے قرائن کی روشنی میں یہ تطبیق دی ہے۔

جب حلال ہونے والے کے ذبح سے محرم نے کھایا ہو:

(وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَأْكُلَ الْمُحْرِمُ لَحْمَ صَيْدٍ اضْطَادَهُ حَلَالًا وَذَبَحَهُ إِذَا لَمْ يَذَلِّ الْمُحْرِمُ عَلَيْهِ، وَلَا أَمْرُهُ بِصَيْدِهِ) خِلَافًا لِمَالِكٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيمَا إِذَا اضْطَادَهُ؛ لِأَجْلِ الْمُحْرِمِ. لَمْ يَقُولْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَا بَأْسَ بِأَنْ يَأْكُلَ الْمُحْرِمُ لَحْمَ صَيْدٍ مَا لَمْ يَبْذِهِ أَوْ يَبْذَنَّهُ لَهُ) "وَلَنَا مَا رَوَى (أَنَّ الصَّحَابَةَ زَيَّسَ اللَّهُ عَنْهُمْ نَذْرًا كَرُوا لَحْمَ الصَّيْدِ فِي حَقِّ الْمُحْرِمِ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِهِ) "وَاللَّامُ فِيمَا رَوَى لَمْ تَمْلِكْ قِيَمَلٌ عَلَى أَنْ يَهْدَى إِلَيْهِ الصَّيْدُ ذَوْنُ اللَّحْمِ، أَوْ مَعْنَاهُ أَنْ يَبْذَنَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ شَرَطَ عَدَمَ

الذَّلَالَةُ، وَهَذَا تَنْبِيْهُ عَلَى أَنَّ الذَّلَالََةَ مُحَرَّمَةٌ، قَالُوا : فِيهِ رَوَايَتَانِ. وَوَجْهُ الْحُرْمَةِ حَدِيثُ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ.

ترجمہ:

حرم کیلئے ایسے شکار کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جو کسی غیر حرم نے شکار کیا اور اس کو ذبح کیا ہو۔ اس شرط کے ساتھ کہ حرم نے اس پر دلالت نہ کی ہو اور نہ ہی اسے شکار کرنے کا حکم دیا ہو۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے جبکہ حلالی نے اس کو حرم کیلئے شکار کیا ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حرم کیلئے کوئی حرج نہیں کہ وہ ایسے شکار کا گوشت کھائے جس کو اس نے خود شکار نہ کیا ہو۔ یا اس کیلئے وہ شکار نہ کیا گیا ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حرم کے حق شکار کا گوشت کھانے میں باہم مباحثہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اس روایت میں "الام" التماک کیلئے ہے تو اس کا حدیث کا معنی یہ ہوا کہ وہ حرم کو شکار کا بدلہ بھی نہ دے اور گوشت بھی دے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ شکار اس کے حکم کیا جائے۔ اور صاحب قدوری نے دلالت نہ کرنے کو بطور شرط بیان کیا ہے اور اس میں اس حکم کی صراحت ہے کہ دلالت کرنے کے حرام ثابت کرنے والا ہے۔ جبکہ مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے کہ اس میں دو روایات ہیں۔ اور حرم کی دلیل حدیث قدوسی رضی اللہ عنہ ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

امام مالک و امام شافعی کی مسئلہ حدیث کا فقہی مفہوم:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے اہرام کی حالت میں شکار کا گوشت حلال ہے بشرطیکہ وہ شکار نہ تو تم نے خود کیا اور نہ تمہارے لئے کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی و نسائی)

حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اگر حالت اہرام میں تم خود شکار کر دو گے یا کوئی دوسرا تمہارے لئے شکار کرے گا، اگرچہ وہ شکاری حالت اہرام میں نہ ہو تو اس شکار کا گوشت کھانا تمہارے لئے درست نہیں ہوگا۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی اس حدیث کو اپنے اس مسلک کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ حرم کے لئے اس شکار کا گوشت کھانا حرام ہے جسے کسی غیر حرم نے اس کے لئے شکار کیا ہو۔

لیکن حنفیہ اس حدیث کے یہ معنی مراد لیتے ہیں کہ اگر حالت اہرام میں زندہ شکار تمہارے لئے بطور تحفہ بھیجا جائے تو اس کا گوشت کھانا تمہارے لئے حرام ہوگا۔ ہاں اگر اس شکار کا گوشت تحفہ کے طور پر تمہارے پاس بھیجا جائے اس کا کھانا حرام نہیں ہوگا۔ مگر یا اس صورت میں حدیث کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر تمہارے حکم کی بناء پر کوئی شکار کیا جائے گا تو اس کا کھانا تمہارے لئے درست نہیں

ہوگا۔ لہذا اس شکار کا گوشت حرم کے لئے حرام نہیں ہے جسے کوئی غیر حرم اس کے لئے ذبح کرے، بشرطیکہ اس شکار میں حرم کے حکم یا اس کی اجازت اور اشارت و دلالت کا کوئی دخل نہ ہو۔

حرم کے گوشت کھانے میں مذاہب اربعہ:

حرم شکار کھانے یا نہ کھانے؟ اس بارے میں تفصیل ہے اس بات میں تو بالائے حق تمام علماء کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی حرم خود شکار کرے یا کوئی دوسرا حرم شکار کرے تو وہ شکار کھانا حرم کے لئے حرام ہے ہاں اگر صورت یہ ہو کہ کوئی غیر حرم اپنے لئے شکار کرے یا حرم کے لئے اس کی اجازت سے یا اس کی اجازت کے بغیر شکار کرے تو اس کے کھانے کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال و مسلک ہیں چنانچہ بعض صحابہ و تابعین کہ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں کا قول تو یہ ہے کہ حرم کے لئے مطلق شکار کھانا حرام ہے، ان کی دلیل حضرت شعب ابن جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو اس باب کی پہلی حدیث ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ اگر حرم خود شکار کرے یا کوئی دوسرا شخص اس کے لئے یا اس کی اجازت سے یا اس کی اجازت کے بغیر شکار کرے تو اس کے لئے اس شکار کا کھانا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی غیر حرم اپنے لئے شکار کرے اور اس میں سے کچھ بطور ہبہ یا تحفہ کو بھیجے تو اس کا کھانا اس کے لئے حلال ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے تبعین علماء کا مسلک یہ ہے کہ حرم کے لئے شکار کا گوشت کھانا حلال ہے خواہ وہ شکار اس کے لئے ہی کیوں نہ کیا گیا ہو بشرطیکہ وہ شکار نہ تو اس نے خود کیا ہو، نہ اس شکار کرنے کی کسی کو حکم دیا ہو، نہ اس شکاری راہ کی کو دکھائی ہو، نہ اس شکاری طرف کسی کو توجہ کیا ہو، اور نہ اس شکار میں خود اس نے یا کسی اور حرم نے امانت کی ہو۔ حنفیہ کی دلیل حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

حلالی کے شکار حرم کی صورت میں وجوب قیمت کا بیان:

(وَفِي صِيْدِ الْحَرَمِ إِذَا ذَبَحَهُ الْحَلَالُ فِيمَتَهُ يَتَصَدَّقُ بِهَا عَلَى الْفُقَرَاءِ) ؛ لِأَنَّ الصَّيْدَ اسْتَحَقَّ الْأَمْنُ بِسَبَبِ الْحَرَمِ. قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ فِيهِ مَوْلٌ (وَلَا يَنْفَرُ صَيْدُهَا) " (وَلَا يُجْزِيهِ الصَّوْمُ) ؛ لِأَنَّهَا غَرَامَةٌ وَلَيْسَتْ بِكَفَّارَةٍ، فَأَشْبَهَ ضَمَانَ الْأَمْوَالِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ يَجِبُ بِتَقْوِيَتِ وَضْفٍ فِي الْمَحَلِّ وَهُوَ الْأَمْنُ وَالْوَجِبُ عَلَى الْمُحْرَمِ بِطَرِيقِ الْكَفَّارَةِ جَزَاءٌ عَلَى فِعْلِهِ ؛ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ بِإِغْتِيَارٍ مَعْنَى فِيهِ وَهُوَ إِحْرَامُهُ، وَالصَّوْمُ يَصْلُحُ جَزَاءً لِلْأَفْعَالِ لَا ضَمَانَ الْمَحَالِّ.

وَقَالَ زُفَرٌ : يُجْزِيهِ الصَّوْمُ اِغْتِيَارًا بِمَا وَجِبَ عَلَى الْمُحْرَمِ، وَالْفَرْقُ قَدْ ذَكَرْنَاهُ، وَهَلْ يُجْزِيهِ الْهَدْيُ؟ فَفِيهِ رَوَايَتَانِ.

ترجمہ:

جب کسی حلال ہونے والے آدمی نے حرم کا شکار کیا تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے جسے وہ وغیرہوں میں صدقہ کرے کیونکہ حرم کی وجہ سے شکار حرام اس کا حقدار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس میں بڑی طویل حدیث ہے اور مکہ کے جانور کو ذرا مانہ جائے۔ اور اس کے روزے روکنا کفایت نہ کریں گے کیونکہ قیمت تاوان ہے کفارہ نہیں ہے۔ تو یہ بالوں کی مٹاؤں کی طرح ہوگی۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ضمان کسی محل وصف سے فوت ہو جانے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔ اور حرم پر کفارہ کے طور پر جو چاہے واجب ہوا ہے وہ اس کے فعل کی جزاء کے طور پر ہے۔ کیونکہ حرمت ایسے حکم کی بناء ہے جو حرم میں موجود ہے اور وہ اس کا احرام ہے۔ اور روزہ اعمال کی جزاء میں تو اس کے کھان وغیرہ نہیں بن سکتا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حرم پر واجب ہونے والے روزے پر قیاس کرتے ہوئے اس کو روزہ روکنا جائز ہے۔ اور فرق ہم نے بیان کر دیا ہے کہ اس کو بدریہ دینا جائز ہے یا نہیں۔ تو اس میں دو روایات ہیں۔

حرم وغیر حرم کیلئے حرم کے جانوروں کو قتل کرنے کی لہذا نکت:

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حرم کے جانور کو شکار کرنا یا اسے کسی طرح ایذا پہنچانا یا اس کو حرام ہے۔ پھر حرم وغیر حرم دونوں اس حکم میں یکساں ہیں۔ غیر حرم نے حرم کے جنگل کا بے نور ذبح کیا تو اس کی قیمت واجب ہے اور اس قیمت کے بدلے روزہ نہیں روک سکتا اور حرم ہے تو روزہ بھی روک سکتا ہے۔ پھر حرم کے جانور مارا تو ایک ہی کفارہ واجب ہوگا دونوں اور اگر وہ جانور کسی کا ملک تھا تو مالک کو اس کی قیمت بھی دے۔ پھر اگر کھانا ہوا یا ہوشلا غولی تو مالک کو وہ قیمت دے جو کھانے ہوئے کے بار کفارہ میں ہے۔ کھانے ہوئے کی قیمت۔ جو حرم میں داش ہو اور اس کے پاس کوئی وحشی جانور ہو اگرچہ پیڑھے میں تو حکم ہے کہ اسے چھوڑ دے، پھر اگر وہ شکاری جانور یا ہشتا، بھری وغیرہ ہو اور اس نے اس حکم شرع کی قیاس کے لیے اسے چھوڑا، اس نے شکار کیا تو اس کے ذمہ تاوان نہیں اور شکار پر چھوڑا تو تاوان ہے۔

ایک شخص دوسرے کا وحشی جانور غصب کرے حرم میں لایا تو واجب ہے کہ چھوڑ دے اور مالک کو قیمت دے اور نہ چھوڑا بلکہ مالک کو واپس دیا تو تاوان دے۔ غصب کے بعد احرام یا عدا حجاب بھی یہی حکم ہے۔

اور اگر وہ غیر حرم نے حرم کے جانور کو ایک ضرب میں مار ڈالا تو دونوں آدمی آدمی قیمت دیں۔ یا ہیں اگر بہت سے لوگوں نے مارا تو سب پر وہ قیمت تقسیم ہو جائے گی اور اگر ان میں کوئی حرم بھی ہے تو علاوہ اس کے جو اس کے حصہ میں پڑا پوری قیمت بھی کفارہ میں دے اور ایک نے پہلے ضرب لگائی پھر دوسرے نے تو ہر ایک کی ضرب سے اس کی قیمت میں جو کمی ہوئی وہ دے۔ پھر اگر ایک قیمت دونوں پر تقسیم ہو جائے گی اس بقیت کا نصف نصف دونوں دیں۔

اور اس طرح ایک نے حرم کا جانور پکڑا دوسرے نے مار ڈالا تو دونوں پوری پوری قیمت دیں اور پکڑنے والے کو اختیار ہے کہ دوسرے سے تاوان وصول کر لے۔ چند شخص حرم مکہ کے کسی مکان میں غصہ سے، اس مکان میں کبوتر رہتے تھے۔ سب نے ایک سے

کھانا دروازہ بند کر دے، اس نے دروازہ بند کر دیا اور سب مٹی کو چٹپٹے گئے، واپس آئے تو کبوتر پیاس سے مرے ہوئے ملے تو سب پورا پورا کفارہ دیں۔

جب جانور کا حصہ حرم میں ہو اور کچھ باہر تو اگر کھڑا ہو اور اس کے سب یا تو حرم میں ہوں یا ایک ہی پاؤں تو وہ حرم کا جانور ہے، اس کو مارنا حرام ہے اگرچہ حرم سے باہر ہے اور اگر صرف سر حرم میں ہے اور پاؤں سب کے سب باہر تو قتل پر جزم لازم نہیں اور اگر لیٹا ہو یا اپنے اور کوئی حصہ بھی حرم میں ہے تو اسے مارنا حرام ہے۔

اور جب وہ جانور حرم سے باہر تھا، اس نے تیر چھوڑا وہ جانور بھاگا اور تیر اُسے اس وقت لگا کہ حرم میں پہنچ گیا تھا تو جرم لازم اور اگر تیر لگنے کے بعد بھی کہ حرم میں گیا اور وہیں مر گیا تو نہیں مگر اس کا کھانا حلال نہیں۔ جانور حرم میں نہیں مگر یہ شکار کرنے والا حرم میں ہے اور حرم ہی سے تیر چھوڑا تو جرم لازم واجب ہے۔ (دیکھنا کتاب الحج باب الجمالیات)

جب کسی نے حرم کا شکار حرم میں چھوڑ دیا:

(وَمَنْ دَخَلَ الْحَرَمَ بِصَيْدٍ فَعَلَيْهِ أَنْ يُزِيلَهُ فِيهِ إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ
اللَّهُ فَإِنَّهُ يَقُولُ: حَقُّ الشَّرْعِ أَنْ يَطْفُرَ فِي مَمْلُوكِ الْعَبْدِ لِاحْتِاجَةِ الْعَبْدِ.
وَلَسَا أَنَّهُ لَمَّا حَصَلَ فِي الْحَرَمِ وَجَبَ تَرْكُ التَّعَرُّضِ لِعُرْمَةِ الْحَرَمِ إِذْ صَارَ هُوَ مِنْ صَيْدِ الْحَرَمِ فَاسْتَحَقَّ الْأَمْنُ لِمَا زَوَيْنَا (فَإِنْ تَبَاعَهُ رَدَّ الْبَيْعِ فِيهِ إِنْ كَانَ قَانِمًا)؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ لَمْ يَحْزَرْ لِمَا فِيهِ مِنَ التَّعَرُّضِ لِلصَّيْدِ وَذَلِكَ حَرَامٌ (وَإِنْ كَانَ قَانِمًا فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ)؛ لِأَنَّهُ تَعَرَّضَ لِلصَّيْدِ بِتَقْوِيَةِ الْأَمْنِ الَّتِي اسْتَحَقَّ (وَكَذَلِكَ بَيْعُ الْمُحْرَمِ الصَّيْدِ مِنْ مُحْرَمٍ أَوْ حَلَالٍ) لِمَا قُلْنَا.

ترجمہ:

جو بندہ حرم میں شکار لے کر گیا تو اس پر واجب ہے کہ اس کو اس میں چھوڑ دے۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس کے قبضے میں ہو۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں ملک چیز میں شریعت کا حق ظاہر نہیں ہے کیونکہ بندہ محتاج ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جب یہ جانور حرم میں داخل ہوا تو احرام حرم کی وجہ سے اس کے اچھے کو ترک کرنا واجب ہے۔ کیونکہ وہ جیسے ہی شکار حرم ہوا تو اس کا حقدار ہو گیا۔ اسی حدیث کے مطابق جو روایت کر چکے ہیں۔

اور اگر اس نے شکار کو بچ دیا تو شکار کے حق میں بچ روک دیا جائے گی۔ اس شرط کے ساتھ وہ شکار موجود ہو۔ کیونکہ اس کی بیخ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ شکار کے ساتھ تعرض ہو گیا اور یہی حرام ہے اور اگر شکار نہ ہو یا بچ پڑا وہ واجب ہے۔ اسلئے کہ اس نے شکار

کے اس ان تعرض کے ساتھ برہنہ کی جس کا وہ حقدار تھا۔ اور اس طرح مرد کا شکار کی تحریم میں کوئی شک نہیں ہے۔ اسی دلیل پر وجہ سے ہم بیان کر چکے ہیں۔

حرم وغیر حرم جانور کا شکار کرنے کی ممانعت کا بیان:

اور جو شخص حرم کا جانور پکڑ لیا اور اسے بیرون حرم چھوڑ دیا، اب کسی نے مار ڈالا تو پکڑنے والے پر کفارہ لازم ہے اور اگر کسی نے نہ بھی مار ڈالا تو جب تک اس کے ساتھ حرم کی زمین میں پہنچ جائے یا معلوم نہ ہو، کہ وہ سے بری نہ ہوگا۔ اور اگر جانور حرم سے باہر تھا تو اس کا بہت چھوٹا بچہ کے اندر، غیر حرم سے اس پر نور کو مارا تو اس کا کفارہ نہیں مگر بچہ بھوک سے مر جائے گا تو بچہ کا کفارہ دینا ہوگا۔ (مشک)

اور جب جانور اور شکاری دونوں حرم سے باہر ہیں مگر حرم سے ہوتا ہو اگر تو اس میں بھی بعض علامات دان واجب کرتے ہیں۔ درختار میں ہیں لکھا مگر جزا برائے دلہا میں تعرض ہے کہ اس میں تاوان نہیں اور بدشامی سے فریاد کا سامنا ہے۔ یہی ثابت ہو گیا باز وغیرہ چھوڑا اور حرم سے ہوتا ہو اگر تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اور اگر جانور حرم سے باہر تھا اس پر کتا چھوڑا، کتے نے حرم میں جا کر پکڑا تو اس پر تاوان نہیں مگر شکار نہ کیا جائے۔ گھوڑے وغیرہ کسی پر نور پر سوار جا رہا تھا اسے ہانکنا چھینٹا لے جا رہا تھا، اسے ہاتھ پوں سے کوئی پر نور دبر میں یا اسے کسی جانور کو دانت سے کاٹا اور دبر میں تو تاوان دے۔ پھینے پر کتا چھوڑا، اس نے جانور کا پکڑا یا پھینے سے جانے جانے میں شکار پھینس گیا تو دونوں صورتوں میں تاوان پتہ نہیں۔ پر نور کو بھینچا وہ کوئیں میں گر پڑا یا چھل کر اور میر یا کسی چیز کی ٹھوکر لگا وہ مر گیا تو تاوان دے۔

حرم کا جانور پکڑ لیا اور اسے بیرون حرم چھوڑ دیا، اب کسی نے مار ڈالا تو پکڑنے والے پر کفارہ لازم ہے اور اگر کسی نے نہ بھی مارا تو جب تک اس کے ساتھ حرم کی زمین میں پہنچ جائے یا معلوم نہ ہو، کہ وہ سے بری نہ ہوگا۔ پر نور حرم سے باہر تھا تو اس کا بہت چھوٹا بچہ حرم کے اندر، غیر حرم سے اس پر نور کو مارا تو اس کا کفارہ نہیں مگر بچہ بھوک سے مر جائے گا تو بچہ کا کفارہ دینا ہوگا۔ (مشک)

حرم کے پھرنے والے شکار کو نہ چھوڑنے کا بیان:

(وَمَنْ أَحْرَمَ وَفِي يَدَيْهِ أَوْ فِي قَفْصٍ مَعَهُ صَيْدٌ فَلْيَسَّ عَلَيْهِ أَنْ يُرْسِلَهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَجَمَهُ اللَّهُ: يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُرْسِلَهُ: لِأَنَّهُ مُتَعَرِّضٌ لِلصَّيْدِ بِإِمْسَاكِهِ فِي مِلْكِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ.

وَلَمَّا أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كَانُوا يُعْرِمُونَ وَفِي بُيُوتِهِمْ صَيْدٌ وَكَوْاجِرٌ، وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْهُمْ إِزْسَالُهَا، وَبِذَلِكَ حَوَتْ الْعَادَةُ الْفَاشِيَةَ وَهِيَ مِنْ إِحْدَى الْحُجَجِ، وَلَئِنْ

الْوَاجِبُ تَرْكُ التَّعَرُّضِ وَهُوَ لَيْسَ بِمُتَعَرِّضٍ مِنْ جَبْتِهِ: لِأَنَّهُ مُحْفُوظٌ بِالْيَدِ وَالْقَفْصِ لَا بِغَيْرِ أَنَّهُ فِي مِلْكِهِ، وَلَوْ أُرْسِلَتْهُ فِي مَفَازَةٍ فَيُوقَى عَلَى مِلْكِهِ فَلَا مُعْتَبَرٌ بِتَقَاعِ الْمِلْكِ. وَقِيلَ: إِذَا كَانَ الْقَفْصُ فِي يَدِهِ لَزِمَهُ إِزْسَالُهُ لَكِنْ عَلَى وَجْهِ لَا يَضِيعُ.

ترجمہ:

اور جس بندے نے اس حالت میں احرام باندھا یا کہ اس کے گھر میں یا بنگرے میں شکار کا پرور ہے۔ تو اس پر واجب ہے کہ اس کو چھوڑ دے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر چھوڑنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ شکار کو اپنے پاس رکھنے میں شکار کے ساتھ تعرض کرنے والا نہیں ہے۔ لہذا یہ اس طرح ہو گیا کہ گواہ اس کے ہاتھ میں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ سچا پر کرام رضی اللہ عنہم جب احرام باندھتے تھے حالانکہ ان کے گھروں میں شکاری جانور اور دواجن ہوتے تھے۔ لیکن ان سے ان کا چھوڑنا نقل نہیں کیا گیا۔ لہذا ان کو نہ چھوڑنے کی عادت ظاہری طور پر جاری ہوئی۔ (عرف عام)۔ ورنہ ہمارے دل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ شکار کے ساتھ تعرض کا ترک واجب ہے جبکہ اس حالت میں حرم کسی قسم کے تعرض میں مصروف ہونے والا نہیں ہے۔ کیونکہ شکار گھر اور بنگرے میں محفوظ ہے ورنہ حرم کے ساتھ تو ہے ہی نہیں۔ ہاں البتہ یہ مسئلہ ضرور ہے کہ شکار کا یہ جانور اس کی ملکیت میں ہے۔ اور حرم اس کو کسی جگہ میں بھگل میں چھوڑ دے تب بھی شرعی طور پر وہ اس کی ملکیت میں ہوگا۔ لہذا ملکیت کے باقی رہنے کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

بعض سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں بنگرہ ہو تو اسے چھوڑنا ضروری ہے البتہ ایسے طریقے کے ساتھ چھوڑے کہ وہ ضائع نہ ہو۔

بنگرے میں بند شکار کو چھوڑنے میں غماہ پر اربعہ:

ورجس بندے نے اس حالت میں احرام باندھا یا کہ اس کے گھر میں یا بنگرے میں شکار کا پرور ہے۔ تو اس پر واجب ہے کہ اس کو چھوڑ دے۔ کیونکہ اس کی ملکیت زائل نہیں ہوئی۔ اور یہی مذہب امام اوزاعی کا ہے۔ اور اسی مجاہد، عبد اللہ بن حارث، مالک، احمد اور ابو ثور نے کہا ہے۔

لیکن جب وہ اس کے ہاتھ میں یا اس کی سواری میں یا اس کے خیمے میں ہو یا مضبوطی کے ساتھ باندھا ہوا ہے تو اس کی چھوڑنا واجب ہے۔ جبکہ ابو ثور نے کہا ہے صرف ہاتھ میں ہونے کی صورت میں چھوڑنا واجب ہے۔ جبکہ ابن منذر نے کہا ہے کہ گھٹا یہ ہے کہ جب وہ اس کے ہاتھ میں ہو یا اس کے گھر میں ہو۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر چھوڑنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ شکار کو اپنے پاس رکھنے میں شکار کے ساتھ

تعرض کرنے والا نہیں ہے۔ لہذا یہ اس طرح ہو گیا کہ گویا وہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت امام باک اور امام احمد علیہما الرحمہ سے اسی روایت ہے۔ (البنائے شرح الہدایہ، ص ۵، ج ۳۲۲، حنفیہ لبنان)

فیہ محرم کا شکار پکڑنے کے بعد احرام باندھنے کا بیان:

قَالَ (فَإِنْ أَصَابَ خِلَافٌ صَيْدًا ثُمَّ أَحْرَمَ فَأَرْسَلَهُ مِنْ يَدِهِ غَيْرُهُ يَضْمَنُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَجْمَهُ اللَّهُ) وَقَالَ: لَا يَضْمَنُ؛ لِأَنَّ الْمُؤْسِلَ آمَرَ بِالْمَعْرُوفِ نَاهٍ عَنِ الْمُنْكَرِ (وَمَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ) وَلَهُ أَنَّهُ مَلَكَ الصَّيْدَ بِأَلَاخِذٍ مِلْكًا مُحْتَرَمًا فَلَا يَبْطُلُ اخْتِرَامُهُ بِاخْتِرَامِهِ وَقَدْ أَتْلَفَهُ الْمُؤْسِلُ فَيَضْمَنُهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَخَذَهُ فِي حَالَةِ الْإِحْرَامِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُ.

وَالْوَاجِبُ عَلَيْهِ تَرْكُ التَّعَرُّضِ وَيُمْكِنُهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُ يُحْلِلُهُ فِي يَمِينِهِ، فَإِذَا قَطَعَ يَدَهُ عَنْهُ كَانَ مُتَعَدِّيًا، وَنَظِيرُهُ الْإِخْلَافُ فِي كَسْرِ الْمُعَاذِفِ.

ترجمہ:

حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ کے مطابق وہ شخص ضامن ہوگا۔ کہ جب کسی طالی نے کوئی شکار پایا اور پھر اس نے احرام باندھا اور اس کے بعد اس کے ہاتھ میں کسی نے شکار کو ہا کر دیا۔

صاحبین کے نزدیک وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس کو چھوڑنے والا نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے منع کرنے والا ہے۔ اور نیک لوگوں پر کوئی راہ (حکم تکلیف) نہیں ہے۔

حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ بندہ شکار کا مالک ہے لہذا وہ اس کی ملکیت محترم حاصل کرنے وجہ سے ہاک ہو گیا۔ اور اس کا محترم ہونا اس کے احرام باندھنے والے عمل کو ترک کرنے والا نہیں ہے۔ اور چھوڑنے والے نے جب اس سے تکلف (قسم) ضائع کر دیا ہے لہذا وہ اس کی ضمانت دے گا۔ ہاں البتہ اگر اس نے حالت احرام میں پکڑا تو ضمانت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اب محرم شکار کا مالک ہی نہیں ہے۔ لہذا اس کی تعرض کا ترک واجب ہے۔ اور یہ اس طرح بھی ممکن ہے کہ وہ اس طرح شکار اپنے گھر میں چھوڑ دے۔ تو اس طرح بھیجبے واجب محرم کے ساتھ ہے قسم کر دیا۔ تو وہ ظلم کرنے والا ہوا اور اسی کی مثال وہ اختلاف ہے جو بے دلیل و دلیل کا یا لٹو کے بیان میں ہے۔

شکار کو پالینے کے بعد ضمانت میں مذاہب اربعہ:

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ کے مطابق وہ شخص ضامن ہوگا۔ کہ جب کسی طالی نے کوئی شکار پایا اور پھر اس نے احرام باندھا اور اس کے بعد اس کے ہاتھ میں کسی نے شکار کو ہا کر دیا۔ حضرت امام باک اور امام

احمد علیہما الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ان کے نزدیک دلیل یہ ہے کہ اس شخص کی ملکیت زائل نہیں ہوئی۔

ہمارا دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محرم تھے حالانکہ ان کے گھروں میں شکار اور دواجن تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) (البنائے شرح الہدایہ، ص ۵، ج ۳۲۲، حنفیہ لبنان)

محرم کے ہاتھ سے شکار چھڑوانے والا ضامن نہ ہوگا:

(وَإِنْ أَصَابَ مُحْرِمٌ صَيْدًا فَأَرْسَلَهُ مِنْ يَدِهِ غَيْرُهُ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ بِالِاتِّفَاقِ)؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُ بِالْأَخِذِ، فَإِنَّ الصَّيْدَ لَمْ يَبْقَ مَعَالًا لِلْمَلِكِ فِي حَقِّ الْمُحْرِمِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَحُرْمٌ عَنْكُمُ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا) فَصَارَ كَمَا إِذَا اشْتَرَى الْخَمْرَ (فَإِنْ قَتَلَهُ مُحْرِمٌ آخَرَ فِي يَدِهِ قَتَلَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا جَزَاءُهُ)؛ لِأَنَّ الْأَخِذَ مُتَعَرِّضٌ لِلصَّيْدِ الْآمِنِ، وَالْقَاتِلُ مُقَرَّرٌ لِلذَّكَاءِ، وَالتَّقْرِيرُ كَالْإِنْدَاءِ فِي حَقِّ التَّضْمِينِ كَتُهُودِ الطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ إِذَا رَجَعُوا (وَيَرْجِعُ الْأَخِذُ عَلَى الْقَاتِلِ) وَقَالَ زُفَرٍ: لَا يَرْجِعُ؛ لِأَنَّ الْأَخِذَ مُؤَاخَذٌ بِضَمْنِهِ فَلَا يَرْجِعُ عَلَى غَيْرِهِ.

وَلَمَّا أَنَّ الْأَخِذَ إِنَّمَا يُصِيرُ سَبَبًا لِلضَّمَانِ عِنْدَ اتِّصَالِ الْهَلَكَ بِهِ، فَهُوَ بِالْقَتْلِ جَعَلَ فِعْلَ الْأَخِذِ عَلَةً يَكُونُ فِي مَعْنَى مُبَاشَرَةِ عَلَّةِ الْعِلَّةِ قَبِيحًا بِالضَّمَانِ عَلَيْهِ.

ترجمہ:

اور جب کسی محرم نے شکار پکڑ لیا تو کسی دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ سے چھڑو دیا تو چھڑو دینے پر یہ اتفاق فقہاء ضمان واجب نہیں ہے کہ نیک وہ اس کو پکڑنے کی وجہ سے مالک نہ ہوا۔ کیونکہ شکار اس محرم کے حق ملکیت آئے کامل ہی نہیں بنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور تم پر خشکی کا شکار حرام کیا گیا ہے جب کہ تم حالت احرام میں ہو" لہذا یہ اس طرح ہو گیا جس طرح کسی مسلمان نے شراب خریدی ہو۔

اور اگر محرم کے ہاتھ ہوتے ہوئے کسی دوسرے محرم نے قتل کر دیا تو ان دونوں میں ہر ایک پر مکمل جزاء واجب ہے۔ پکڑنے والا پراس لئے واجب ہے کہ وہ شکار کے اس کو زائل کر دے تو بے شکار کے ساتھ تعرض کرنے والا ہے اور قتل کرنے والا محرم اس کو ثابت کرنے والا ہے۔ اور اگر کرنا ہے وجوب ضمان کے حق میں اس ابتداء کی طرح ہے جس طرح دخول سے قبل طلاق کے گواہ جب رجوع کر لیں۔ لہذا پکڑنے والا مارنے والے سے رجوع کرے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ پکڑنے والا رجوع نہیں کرے گا کیونکہ اس کے اپنے فعل سے اس کو پکڑا ہے لہذا وہ دوسرے سے رجوع نہ کرے۔

ہماری دلیل ہے کہ پکڑنا خان کا سبب تب ہے جب اس کے ساتھ ہلاکت سے متصل ہو۔ لہذا اس قائل نے پکڑنے والے فصل کو ملت بنادیا۔ تو لہذا یہاں ملت کی علت کے ارتکاب پر حکم ثابت ہو گیا۔ اس لئے اس حال میں مٹان کا وجوب قائل پر ہوا۔
شرح

صاحب ہدایہ کے بیان کردہ مسئلہ میں بالاتفاق ہے مراد امام مسلم اور صاحبین کے درمیان یہ مسئلہ حلق علیہ ہے۔ کہ جب کسی عمر نے شکار پکڑا تو کسی دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ سے پھروادیا تو پھروانے پر باعفاق فقہاء خان واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس کو پکڑنے کی وجہ سے کالک نہ ہوا۔ کیونکہ شکار اس عمر کے ملکیت آئے گا کل ہی نہیں بنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور تم پر ہتھی کا شکار حرام کیا گیا ہے جب کہ تم حالت احرام میں ہو" لہذا یہ اس طرح ہو گیا جس طرح کسی مسلمان نے شراب خریدی ہو۔
حرم کی گھاس و درخت کاٹنے کی صورت قیمت کے وجوب کا بیان:

(فَإِنْ قُطِعَ خَشِيشُ الْحَرَمِ أَوْ شَجَرَةٌ لَيْسَتْ بِمَمْلُوكَةٍ، وَهُوَ مِمَّا لَا يَنْبَغُهُ النَّاسُ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ إِلَّا فِيمَا جَفَّتْ مِنْهُ)؛ لِأَنَّ حُرْمَتَهُمَا تَبَتُّ بِسَبَبِ الْحَرَمِ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يُمْسِكُنِي خَلَاوَاهُ وَلَا يُعْضِدُ شَوْكُهَا) "وَلَا يَكُونُ لِلصَّوْمِ فِي هَذِهِ الْقِيَمَةِ مَذْخَلٌ؛ لِأَنَّ حُرْمَةً تَنَازُلُهَا بِسَبَبِ الْحَرَمِ لَا بِسَبَبِ الْإِحْرَامِ فَكَانَ مِنْ ضَمَانِ الْمَحَالِّ عَلَى مَا بَيَّنَّا وَيَصْدَقُ بِقِيَمَتِهِ عَلَى الْفُقَرَاءِ، وَإِذَا أَذَاهَا مَلَكَهٖ كَمَا فِي حَقُوقِ الْعِبَادِ، وَيَكُونُ بَيْعُهُ بَعْدَ الْقَطْعِ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهٖ بِسَبَبِ مَخْطُورٍ شَرْعًا، فَلَوْ أُطْلِقَ لَهُ فِي بَيْعِهِ لَتَطَوَّقَ النَّاسُ إِلَى مِثْلِهِ، إِلَّا أَنَّهُ يُجُوزُ الْبَيْعُ مَعَ الْكَرَاهَةِ، بِخِلَافِ الصَّيْدِ، وَالْفَرْقُ مَا نَذَرُوهُ. وَالَّذِي يَنْبَغُهُ النَّاسُ عَادَةً عَرَفْنَاهُ غَيْرَ مُسْتَحَقٍّ لِلْأَمْنِ بِالْإِجْمَاعِ؛ وَلِأَنَّ الْمُحْرِمَ الْمَنْسُوبَ إِلَى الْحَرَمِ وَالنَّسَبَ إِلَيْهِ عَلَى الْكَمَالِ عِنْدَ عَدَمِ النَّسَبَةِ إِلَيْهِ غَيْرِهِ بِالْإِبْنَانِ. وَمَا لَا يَنْبَغُ عَادَةً إِذَا ابْتَنَتْ إِنْشَانُ التَّحَقُّ بِمَا يَنْبَغُ عَادَةً.

وَلَوْ بَتَّتْ بِنَفْسِهِ فِي مِلْكٍ رَجُلٍ فَعَلَى قَاطِعِهِ قِيَمَتَانِ: قِيَمَةُ لِحْرْمَةِ الْحَرَمِ حَقًّا لِلشَّرْعِ، وَقِيَمَةُ أُخْرَى ضَمَانًا لِمَالِكِهِ كَالصَّيْدِ الْمَمْلُوكِ فِي الْحَرَمِ، وَمَا جَفَّتْ مِنْ شَجَرِ الْحَرَمِ لَا ضَمَانٌ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِنَامٍ.

ترجمہ:

کہ اگر کوئی شخص زمین حرم کی ایسی گھاس یا ایسا درخت کاٹے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو اور خود ہو تو اس پر اس گھاس یا درخت

کی قیمت بطور جزاء واجب ہوگی۔ البتہ اس گھاس میں قیمت واجب نہ ہوگی جس خشک ہوگئی۔ اس دلیل کے پیش نظر گھاس حرم اور درخت حرم کی حرمت حرم کی وجہ سے ثابت ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حرم کی کوئی گھاس نہ کاٹنی چاہئے اور نہ اس کے کانٹوں کو توڑنا چاہئے۔ اور اس قیمت میں روزے کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے حصول کا سبب حرم ہے ازام نہیں ہے۔ لہذا یہ محل ضمان نہ ہو جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں اور اسکی قیمت کو فقہاء پر صدقہ کر دے اور جب وہ شخص یہ قیمت ادا کر دے تو وہی اس گھاس یا درخت کا مالک ہو گیا جس طرح حقوق العباد ہوتا ہے۔

اور کاٹنے کے بعد اسکی بیج کرنا کر وہ ہے کیونکہ اس کی ملکیت اس طرح ثابت ہوئی ہے جو شریعت کے اعتبار سے منع ہے اور اگر بیج کی اجازت دی جائے تو تو گھوس اس طرح کاروبار بنائیں گے۔ ہاں البتہ کہ ربیت کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔ البتہ شکار نہیں بیچ سکتا اور اس کا فرق ہم بیان کر دیں گے۔

اور جس گھاس کو یا درخت کو لوگ عرف کے طور پر اگاتے ہیں۔ ان کیلئے استحقاق اس نہ ہونا اجماع سے معروف ہے۔ کیونکہ حرام اس کو کیا گیا ہے جس کی نسبت حرم کی طرف کی گئی ہے۔ اور حرم کی طرف کھینچ ثابت ہوگی جس اس کی نسبت دوسرے کی نہ ہو۔ اور وہ درخت جس کی بیجواں نہیں ہوتی اس کو اگر کسی نے اگایا تو وہ اس درخت کے حکم میں لاق ہوگا جس کو بطور عادت عرف یوایا جاتا ہے۔

اور ایسا درخت جو دے عرف کے طور پر یو نہیں جاتا جب وہ کسی شخص کی ملکیت میں خود اگ آیا ہے تو اس کے کاٹنے والے پر ایک قیمت اس لئے واجب ہوگی کہ حق شریعت ہے اور دوسری قیمت اس لئے واجب ہوگی کہ وہ مالک کیلئے بطور تاوان واجب ہوئی ہے۔ جس طرح حرم میں ملکوت شکار حکم ہے۔ اور حرم کے خشک درخت میں کوئی ضمان نہیں ہے اس لئے کہ وہ نائی نہیں ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ حرم کے کاٹنے نہ کانے جائیں۔ (صحیح بخاری، کتاب العرہ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہ جب عمر بن عبدالمطلب نے شکر کشی کر رہا تھا تو انہوں نے کہا ایسا اجازت دے تو میں ایک ایسی حدایت سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن ارشاد فرمائی تھی، اس حدایت مبارک کو میرے ان کانوں نے سنا، اور میرے دل نے پوری طرح اسے یاد کر لیا تھا اور جب آپ ارشاد فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد اور اس کی ثنائیں کی، پھر فرمایا کہ کسی حرمت اللہ نے قائم کی ہے لوگوں نے نہیں! اس لیے اسے شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ نہ زور دے کہ یہاں خون بہانے اور کوئی یہاں کا ایک درخت بھی نہ کاٹے لیکن اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاتل (فتح مکہ کے موقع پر) سے اس کا جواز نکالے تو اس سے یہ کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے اجازت دی تھی، لیکن تمہیں اجازت نہیں ہے اور مجھے بھی تجھو کی دیر کے لیے اجازت

لی تھی بجز دوبارہ آج اس کی حرمت ایسی ہی قائم ہوگئی جیسے پہلے تھی اور ہاں جو موجود ہیں وہ غائب کو (اللہ کا یہ پیام) پہنچا دیں، ابوشرف سے کسی نے پوچھا کہ پھر عمرو بن سعید نے (یہ حدیث سن کر) آپ کو کیا جواب دیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ عمرو نے کہا ابوشرف! میں یہ حدیث تم سے بھی زیادہ جانتا ہوں مگر حرم کی ہجرم کو پناہ نہیں دیتا اور نہ خون کر کے اور نہ کسی جرم کر کے بھاگنے والے کو پناہ دیتا ہے۔ خربہ سے مراد وہ پہلے ہے۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۸۳)

حدیث ہذا میں عمرو بن سعید کی فوج کشی کا ذکر ہے جو خلافت اموی کا ایک حاکم تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلہ پر مکہ شریف میں جنگ کرنے کے لیے فوج بھیج رہا تھا اس موقع پر کل حق بلند کرنے کے لیے حضرت ابوشرف رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ اسے کن کر شایہ عمرو بن سعید اپنے اس اقدام سے رک جائے مگر وہ رکے والا کہاں تھا۔ الناحیہ حدیث کی تاویل کرنے لگے اور اسی سیدھی باتوں سے اپنے فعل کا جواز ثابت کرنے لگا جو سراسر اس کا فریب نفس تھا۔ آخر اس نے مکہ شریف پر فوج کشی کی اور حرمت مکہ کو پال کر کے رکھ دیا۔ ابوشرف نے اس لیے کہہ نہیں سکی کہ عمرو بن سعید کا جواب معقول تھا بلکہ اس کا جواب سراسر نامعقول ثابت تو یہ تھی کہ مکہ پر لشکر کشی اور جنگ جائز نہیں لیکن عمرو بن سعید نے دوسرا مسئلہ چھیڑ دیا کہ کوئی حدی جرم کا مرتکب ہو کر حرم میں بھاگ جائے تو اس کو حرم میں پناہ نہیں ملتی۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے مگر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے تو کوئی حدی جرم بھی نہیں کیا تھا۔

اذخر کو کاٹنے کی اجاحت کا بیان:

(وَلَا يُرْعَى حَشِيشُ الْحَرَمِ وَلَا يَقْطَعُ إِلَّا الْإِذْخِرَ) وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا بَأْسَ بِالرَّعْيِ، لِأَنَّ فِيهِ ضَرُورَةً، فَإِنَّ مَنَعَ الدَّوَابَّ عَنْهُ مُعْتَدًى. وَلَسَا زَوَيْسًا، وَالْقَطْعُ بِالْمَشَارِقِ كَالْقَطْعِ بِالْمَنَاجِلِ، وَحَمَلَ الْخَشِيشَ مِنَ الْغِلِّ مُمَكِّنٌ فَلَا ضَرُورَةَ، بِخِلَافِ الْإِذْخِرِ، لِأَنَّهُ اسْتِثْنَاءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُجُوزُ قَطْعُهُ وَرَعْيُهُ، وَبِخِلَافِ الْكُمَاةِ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ جُمْلَةِ النَّبَاتِ.

ترجمہ:

اور زمین حرم کی گھاس کو چرانا اور کاٹنا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اذخر کو کاٹنا بھی جائز ہے اور چرانا بھی جائز ہے اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ گھاس چرانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس کی ضرورت ہے کیونکہ جانوروں کو اس سے روکنا مشکل ہے۔

ہماری دلیل ہماری روایت کردہ حدیث ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہونٹوں اور داڑھیوں سے کاٹنا اسی طرح ہے جس طرح داڑھیوں سے کاٹنا ہے۔ حالانکہ صل سے گھاس نلکڑا ناممکن ہے۔ لہذا حرم کی گھاس کی ضرورت نہ رہی۔ یہ خلاف اذخر کے کیونکہ نجی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اشتہاء کیا ہے۔ لہذا اس کو کاٹنا اور چرانا جائز ہے۔ یہ خلاف سانپ کی چستری (گھسنی) والی کے کیونکہ یہ تو گھاس ہی نہیں ہے۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے مجھ سے پہلے بھی یہ کسی کے لیے حلال نہیں تھا اس لیے میرے بعد بھی وہ کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا۔ میرے لیے صرف ایک دن گھڑی بھر حلال ہوا تھا اس لیے اس کی گھاس نہ کاٹاؤ یہ جانے اور اس کے درخت نہ کاٹنے جائیں، اس کے شکار نہ بھڑکائے جائیں اور وہاں کی گری ہوئی چیز اٹھا لی جائے۔ ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔ (تا کہ اصل کا تک تک پہنچا دے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اذخر کی اپ زنت دیجئے کیوں کہ یہ ہمارے ساروں اور ہماری قبروں کے لیے کام آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذخر کی اجازت ہے۔ خالد نے روایت کیا کہ مکہ مدینہ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ شکار کو نہ بھڑکانے سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اگر گھبراہٹ کوئی جانور سایہ میں بیٹھا ہوا ہے تو) اسے سایہ سے بھاگ کر خود وہاں قیام نہ کرے۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۸۳)

معلوم ہوا کہ حرم محترم کا مقام یہ ہے کہ جس میں کسی جانور تک کو بھی ستانا، اس کو اس کے آرام کی جگہ سے اٹھا دینا، خواہ اس جگہ پر قبضہ کر لیتا ہے جملہ امور حرم شریف کے آداب کے خلاف ہیں۔ ایام حج میں ہر حاجی کا فرض ہے کہ وہاں دوسرے بھائیوں کے آرام کا ہر وقت خیال رکھے۔

البتہ خشک گھاس کاٹنے کی صورت میں قیوت واجب نہیں ہوتی لیکن اس کا کاٹنا بھی درست نہیں ہے۔! اسی طرح کھانا پکھنی کھنسی (ایک قسم کا خورد دروازا) بھی مسخنی ہے کیونکہ یہ نباتات میں سے نہیں ہے! حضرت امام شافعی کے مسلک میں زمین حرم کی گھاس میں جانوروں کو چرانا بھی جائز ہے۔

حرم مدینہ کے جانور کو مارنے کی کراہت میں فقہی مذاہب کا بیان:

حضرت عمار بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں اپنی حویلی کی طرف جو مدینہ کے قریب مقام عشق میں تھی، سوار ہو کر چلے تو راستہ میں انہوں نے ایک غلام کو دیکھا جو ایک درخت کاٹ رہا تھا یا اس درخت کے پتے چھاؤں رہا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بطور سزا و تہیبا اس غلام کے کپڑے چھین لئے، پھر جب وہ مدینہ واپس آئے تو غلام کے مالک ان کی خدمت میں آئے اور یہ گفتگو کی کہ انہوں نے جو چیز ان کے غلام سے لی ہے یعنی اس کے کپڑے اسے وہ غلام کو واپس کر دیں یا ان مالگوں کو دے دیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی پناہ میں اس چیز کو کیسے واپس کر سکتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلوالی ہے۔ چنانچہ سعد نے کپڑے واپس کرنے سے بالکل انکار کر دیا۔ (مسلم)

ان یورد علی غلامہم او علیہم حرف اورادی کے شک کو ظاہر کر رہا ہے کہ ان کے انگوٹھ نے یا تو کہا تھا کہ نام کے کپڑے غلام کو لپیٹ کر دیں یا اس کے بجائے کہا تھا کہ جو کپڑے ہمارے غلام سے لئے ہیں وہ ہمیں دے دیں۔ حدیث کے اس جملہ جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی اجازت دی تھی کہ جو شخص کسی کو مدینہ شکار مارے یا درخت کاٹے دیکھے تو وہ اس کے کپڑے ضبط کر لے، لہذا کہا جائے گا کہ یا تو یہ حدیث منسوخ ہے یا پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ اجازت زجر تنبیہ کے طور پر دی گئی تھی۔

علامہ طبری فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مدینہ میں شکار مارنے یا درخت کاٹنے کے بعد سے بدلہ کفارہ واجب نہیں ہوتا بلکہ مدینہ میں یہ چیزیں بغیر بدلہ کے حرام ہیں، جب کہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ کسی طرح کہ جس ان چیزوں کے ارتکاب سے بدلہ واجب ہوتا ہے اسی طرح مدینہ میں بھی ان کی وجہ سے بدلہ میں واجب ہوتا ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک مدینہ میں یہ چیزیں حرام نہیں ہیں البتہ مکہ میں۔

قارن کیلئے جنایات کے ارتکاب سے دو دھموں کے وجوب کا بیان:

(وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلَهُ الْقَارِئُ مِمَّا ذَكَرْنَا أَنْ فِيهِ عَلَى الْمُفْرِدِ دَمًا فَعَلَيْهِ دَمَانِ دَمٌ لِحَبْتِهِ وَدَمٌ لِعُمُرَتِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: دَمٌ وَاحِدٌ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ مُحَرَّمٌ بِإِحْرَامٍ وَاحِدٍ عِنْدَهُ، وَعِنْدَنَا بِإِحْرَامَيْنِ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ.
قَالَ (إِلَّا أَنْ يَتَحَاوَرَ السِّبْقَاتُ غَيْرَ مُحَرَّمٍ بِالْعُمْرَةِ أَوْ الْحَبِّ فَيَلْزَمُهُ دَمٌ وَاحِدٌ) خِلَافًا لِمُفْرِدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لَمَّا أَنَّ الْمُسْتَحَقَّ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمِيقَاتِ إِحْرَامٌ وَاحِدٌ وَتَأْخِيرٌ وَاجِبٌ وَاحِدٌ لَا يَجِبُ إِلَّا جَزَاءُ وَاحِدٌ.

ترجمہ:

اورد مذکرہ جنایت میں سے اگر کسی کا ارتکاب قارن نے یا تو اس پر دو دم واجب ہیں۔ ایک دم اس کے حج اور ایک دم اس کے عمرہ کی وجہ سے واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایک دم واجب ہے۔ اس دلیل کے پیش نظر کہ ان کے مطابق وہ ایک احرام کے ساتھ حرم ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک وہ دو احراموں کے ساتھ حرم ہے۔ جس طرح پہلے حکم بیان کیا جا چکا ہے۔

امام قدوری نے کہا ہے کہ قارن جب بغیر احرام کے احرام حج یا احرام عمرہ میقات سے تجاوز کر جائے تو اس پر ایک دم لازم ہوگا حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ وقت میقات اس پر ایک احرام واجب ہے اور (بقیہ) ایک احرام کی تاخیر کا باء پر اس پر ایک ہی جزاء واجب ہوگی۔

قارن کے دو دھموں کے وجوب میں مذاہب اربعہ:

فقہاء احناف کی دلیل سوائے امام زفر علیہ الرحمہ کے واضح ہے کہ قارن سے جب جنایت جن کی جنس مختلف ہے وہ سرزد ہوئی ہے تو اس کی وجہ سے اس پر دو دم واجب ہوں گے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ ایک جنایت کے وجوب قائل ہیں۔ ان کی دلیل دم کے اندر عدم تکرار ہے حالانکہ ان کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔ کیونکہ جنایت میں جب اختلاف جنس پایا گیا تو اسی کے موافق کفارہ بھی مختلف ہو جائے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ بھی ایک ہی جزاء کے قائل ہیں۔ وہ بھی عدم تکرار کے پیش نظر جبکہ جزاء میں تعدد پایا جاتا ہے کسی حکم شرعی کے خلاف نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام زفر علیہم الرحمہ کا اس مسئلہ میں فقہاء احناف سے یہی اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک قارن پر ایک دم جبکہ احناف کے نزدیک دو دم واجب ہیں۔ (البنائے شرح الہدایہ ص ۵۵، ۳۳۰، فقہیہ لبنان)

ایک شکار کے مشترک عمر میں پر وجوب جزاء کا بیان:

(وَإِذَا اشْتَرَكَ مُحْرَمَانِ فِي قَتْلِ صَيْدٍ فَعَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا جَزَاءُ تَامِلٌ)؛ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالشَّرَكَةِ يُصِيرُ جَانِبًا جَنَائَةً تَفُوقُ الدَّلَالََةَ فَيَتَعَدَّدُ الْجَزَاءُ بِتَعَدُّدِ الْجَنَائَةِ.
(وَإِذَا اشْتَرَكَ خَلَائِلَانِ فِي قَتْلِ صَيْدٍ الْحَرَمُ فَعَلَيْهِمَا جَزَاءُ وَاحِدٌ)؛ لِأَنَّ الصَّمَانَ بَدَلٌ عَنِ الْمَحَلِّ لَا جَزَاءَ عَنْ الْجَنَائَةِ فَيَتَجَدُّ بِاتِّحَادِ الْمَحَلِّ، كَمَنْ جَلَيْنِ قَتَلَا رَجُلًا خَطَاً تَجِبَ عَلَيْهِمَا دِيَّةٌ وَاحِدَةٌ، وَعَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَفَّارَةٌ.
(وَإِذَا بَاعَ الْمُحْرَمُ الصَّيْدَ أَوْ ابْتَاعَهُ قَالِبُغٍ بَاطِلٌ)؛ لِأَنَّ بَيْعَهُ حَيْثُ تَعَرَّضَ لِلصَّيْدِ الْغَائِبِ وَيَبِيعُهُ بَعْدَمَا قَتَلَهُ بَيْعٌ مَيْتَةٌ.

ترجمہ:

اورد کسی ایک شکار کے قتل میں دو حرم شریک ہو گئے تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر عمل جزاء واجب ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک شرکت ایسی جنایات کا ارتکاب کرنے والی ہے۔ لہذا ان میں ہر ایک جنایت ایسی ہوئی جو دالالت سے بڑھ گئی لہذا جنایت کے تعدد کی وجہ سے جزاء میں تعدد ثابت ہو گیا۔

اگر دو حلالی حرم کے ایک شکار میں شامل ہو گئے تو ان دونوں پر ایک جزاء واجب ہوئی کیونکہ ان عثمان محل شکار ہے اس کا بدلہ نہیں ہے لہذا جنایت کی جزاء واجب ہوئی۔ لہذا اتفاقاً قتل کے پیش نظر تاوان بھی واحد ہوا جس طرح ایک آدمی کو دو بندوقوں نے بطور

خطا قتل کر دیا تو ان دونوں پر ایک دیت واجب ہوگی اور ان دونوں میں سے ہر ایک پر کفارہ واجب ہوگا۔

اگر محرم شکار بچیا فروخت کیا تو اس کی بیع باطل ہے کیونکہ زندہ شکار کی بیع اس طرح ہے جس طرح شکار کے ساتھ تعرض کر ہے اور یہی اس کے امن کو فوت کرنے کی دلیل ہے اور اس کو قتل کر دینے کے بعد بیچنا اس طرح ہے جیسے مردار کی بیع ہے۔

حالت احرام میں شکار کی خرید و فروخت کے ابطال کا بیان:

علامہ ابن حجر زبیدی حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ ”حرم نے جنگ کا جانور یہ ایا پتا تو بیع باطل ہے پھر بائع دشمنی و دونوں حرم ہیں اور جانور ہلاک ہوا تو دونوں پر کفارہ ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ احرام کی حالت میں کچرا اور احرام ہی میں بیچا اور اگر کچرے کے وقت خرمن نہ تھا اور بیچنے کے وقت بیے تو بیع فاسد ہے اور اگر کچرے کے وقت خرمن تھا اور بیچنے کے وقت نہیں ہے تو بیع جائز ہے۔“

غیر حرم نے غیر حرم کے ہاتھ جنگل کا چانور بیچا اور مشرکی نے ابھی تصدق نہ کیا تھا کہ دونوں میں سے ایک نے احرام باندھ لیا تو اب وہ بیچ بطل ہو گئی۔ احرام باندھا اور اس کے ہاتھ میں جنگل کا چانور ہے تو حکم ہے کہ چھوڑ دے اور نہ چھوڑا یہاں تک کہ مر گیا تو ضامن دے مگر چھوڑنے سے اس کی ملک سے نہیں نکلتا جب کہ احرام سے پہلے چلا تھا اور یہ بھی شرط ہے کہ بیرون حرم چلا اور بھولنا اکر اسے کئے بغیر لیا تو مالک اس سے لے سکتا ہے۔ جب کہ احرام سے نکل چکا ہو اور اگر سر کسی اور نے اس کے ہاتھ سے چھوا دیا تو یہ تادان دے اور اگر بانواس کے گھر ہے تو کچھ فضائیہ نہیں پاس اس سے ہے مگر بھڑے میں سے تو جب تک حرم سے باہر ہے چھوڑا ضروری نہیں لہذا اگر سر گیا تو کفارہ لازم نہیں۔

خیر میں نے جانور پکڑا تو اس کی ہلک تہ ہوا حکم ہے کہ چھوڑ دے اگرچہ پیچھے میں ہویا گھر ہو اور اسے کوئی پکڑے تو احترام کے بعد اس سے نہیں لے سکتا اور اگر کسی دوسرے نے چھوڑ دیا تو اس سے تاوان نہیں لے سکتا اور دوسرے خرم نے مار ڈالا تو دونوں پر کفارہ ہے مگر بکڑنے والے نے جو کفارہ دیا ہے وہ ہارنے والے سے وصول کر سکتا ہے۔ (جوہر دنیہ ۲، کتاب الحج)

حرم سے ہرن کو نکالنے والے پر وجوب جزاء کا بیان:

(وَمَنْ أَخْرَجَ طَبْعَهُ مِنَ الْحَرَمِ قَوْلَ كُتِبَ آلُؤَادُ فَمَاتَ هِيَ وَأَوْلَادُهَا فَعَلَيْهِ جَزَاؤُهُمْ) لِأَنَّ الصَّيْدَ بَعْدَ الْإِخْرَاجِ مِنَ الْحَرَمِ يَبْقَى مُسْتَحَقًّا لِلْأُمْنِ شَرْعًا وَلِهَذَا وَجِبَ رَدُّهُ إِلَى مَالِيهِ، وَهَذِهِ صِفَةُ شَرْعِيَّةٍ تَقْتَضِي إِلَى الْوَلَدِ (فَإِنْ أَدَّى جَزَاءَهَا ثُمَّ وَلَدَتْ لَيْسَ عَلَيْهِ جَزَاءُ الْوَلَدِ) لِأَنَّ بَعْدَ آدَاءِ الْجَزَاءِ لَمْ يَبْقَ أَمْنَةٌ، لِأَنَّ وُضُوءَ الْخَلْفِ كَوُضُوءِ الْأَصْلِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:

اور جس شخص نے ہرن کو حرم سے نکال دیا اس کے بعد اس ہرن نے کئی بچے جن دیئے پھر وہ ہرن اور اس کے بچے مر گئے تو اس

ہاں کی جڑا واجب ہے کیونکہ ہرن حرم سے نکلنے کے بعد بھی شرعی طور پر امن کا مستحق ہے۔ اس دہل کے پیش نظر کافل کو امن کی طرف نوازا جاتا ہے۔ اور یہ حکم شرعی ہے۔ اور یہی حکم بچوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور اگر اس نے ہرن کی جڑا کر دی، اس کے بعد اس نے بچوں کو ختم کیا تو اس صورت میں حرم پر بچوں کی جڑا واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ جڑا کی ادائیگی کے بعد وہ مستحق امن نہیں ہے۔ اس لئے کہ بیدل کا پختہ حاصل کے بغیر یہ کی طرح ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

جہالت کے متعدد اسباب متعدد جزاؤں کو واجب کرتے ہیں:

صاحب ہدایہ کی اس عبارت میں یہ مسئلہ کیل فقہی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس کا ثبوت قواعد شرعیہ سے ثابت ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ جب جنابت جو جو جب تراوا کا جب ہے اس کی ذات میں تعدد پایا جائے تو اس جنابت کے حکم کے مطابق واجب کرنے والی تراوا میں تعدد ثابت ہو جائے گا۔

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ہرئی کو مارا اس کے پیٹ میں بچہ تھا وہ مارا اگر تو اس بچہ کی قیمت کفارہ دے اور مرئی بعد کو مرئی تو اس کی قیمت بھی اور اگر مرئی کو اس کی وجہ سے جتنا اس میں نقصان آیا وہ کفارہ میں دے اور اگر بچہ نہیں مریں اگر مرئی مرئی تو حلالہ حاصل جس کو اس کی قیمت نفی دے۔ (جو ہر نہ، کتاب الحج، مکتبہ رضانیہ لاہور)

باب مجاوزة الوقت بغير احرام

یہ باب میقات سے بغیر احرام کے گزرنے والے کے بیان میں ہے

بالمجاوزت کی فقہی مطابقت کا بیان:

علامہ بدرالہ دیوبند بنی حنفی طبعی اہل احمد لکھتے ہیں کہ یہ باب اس شخص کے بیان میں ہے جو میقات سے بغیر احرام کے آگے بڑھے۔ اس کے وہ نہ ثابت ہے کہ یہ صرف جب احرام کے ان جنایات سے فارغ ہوئے جو احرام سے پہلے ہوتی ہیں۔ اور جو شرک ہیں۔ لیکن بعض جنایات ایسی ہیں جو احرام سے پہلے یا اس کے اندر نہیں ہوتیں بلکہ بعد میں ہوتی ہیں۔ اور اس باب کا لفظ نہ باب مفاد ہے صدر ہے۔ لیکن اس کا معنی جواز ہے۔ (البیان شرح الہدایہ ج ۵، ص ۳۳۲، حنفیان پاکستان)

نب کوئی بنو عابر کے بستان سے آ کر عمرے کا احرام باندھے:

(وَإِذَا أَتَى الْكُوفَى بُسْتَانَ بَنِي عَامِرٍ فَأَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ، فَإِنْ رَجَعَ إِلَى ذَاتِ عِرْقٍ وَلَبَّى

بَطَلَ عَنْهُ ذَمُّ الْوَقْفِ، وَإِنْ رَجَعَ إِلَيْهِ وَلَمْ يَلْبَثْ حَتَّى دَخَلَ مَكَّةَ وَطَافَ لِعُمْرَتِهِ فَلَعَلَّيْهِ ذَمٌّ (وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَ: إِنْ رَجَعَ إِلَيْهِ مُحْرِمًا فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ لَّئِي أَوْ لَمْ يَلْبَثْ وَقَالَ زُهْرِي: لَا يَسْقُطُ لَكِي أَوْ لَمْ يَلْبَثْ لِأَنَّ حَيَاتِيهِ لَمْ تَرْتَفِعْ بِالْعُودِ وَصَارَ كَمَا إِذَا أَقْضَى مِنْ عَزَاقَاتِ لَمْ عَادَ إِلَيْهِ بَعْدَ الْغُرُوبِ.

وَلَسْنَا أَنَّهُ تَدَارَكَ الْمُتَرَوِّكُ فِي أَوَائِهِ وَذَلِكَ قَبْلَ الشُّرُوعِ فِي الْأَفْعَالِ فَيَسْقُطُ الذَّمُّ، بِخِلَافِ الْيَاقُظَةِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَتَدَارَكَ الْمُتَرَوِّكُ عَلَى مَا مَرَّ.

غَيْرَ أَنَّ التَّدَارُكَ عِنْدَهُمَا بِعَوْدِهِ مُحْرِمًا؛ لِأَنَّهُ أَظْهَرَ حَقَّ الْمِيقَاتِ كَمَا إِذَا مَرَّ بِهِ مُحْرِمًا سَارِكًا.

وَعِنْدَهُ رَحِمَهُ اللَّهُ بِعَوْدِهِ مُحْرِمًا مُكْتَبًا؛ لِأَنَّ الْعَزِيمَةَ فِي الْبَحْرَامِ مِنْ ذُوْبِرَةِ أَهْلِهَا، فَإِذَا تَرَخَّصَ بِالتَّأْخِيرِ إِلَى الْمِيقَاتِ وَجَبَ عَلَيْهِ قَضَاءُ حَقِّهِ بِإِنْشَاءِ التَّلْبِيَةِ فَكَانَ التَّلْبِيَةُ بِعَوْدِهِ مُكْتَبًا، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا أَحْرَمَ بِحَجَّةٍ بَعْدَ الْمُجَاوِزَةِ مَكَانَ الْعُمْرَةِ فِي جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا.

ترجمہ:

جب کوئی نوجوان عمر کے بستان سے آیا اور اس نے عمرے کا احرام باندھا اور پھر وہ ذات عرق کی طرف گیا اور اس نے تلبیہ کہا تو اس کے ذمے سے قربانی عیقات ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر وہ اس کی جانب لوٹ گیا لیکن اس نے تلبیہ نہیں کہا ہے یہاں تک کہ وہ کہیں داخل ہو گیا اور اس نے اپنے عمرے کا طواف کیا تو اس پر ایک دم واجب ہے۔ یہ حکم حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے مطابق ہے۔

صالحین نے کہا ہے کہ اگر وہ عمرہ ہو کر عیقات کی طرف لوٹنے والا ہے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اگرچہ اس نے تلبیہ کہا ہو یا نہ کہا ہو۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دم کفارہ ساقط نہ ہوگا چاہے اس نے تلبیہ کہا ہے یا نہیں کہا۔ کیونکہ اس کا جرم عیقات کی طرف لوٹنے سے ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جس طرح کوئی شخص عرفات سے امام سے پہلے چل پڑے۔ پھر غروب آفتاب کے بعد عرفات میں داخل آ جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اس نے ترک شدہ عمل کو اپنے وقت میں پورا کر لیا ہے اور اس کے یہ افعال شروع کرنے سے پہلے ہی تو

موجود ہیں ہذا سے قربانی کا حکم ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ عرفات سے چلنے والے نے اپنے فعل کو پورا نہیں کیا ہے جس طرح یہ مسئلہ پُر کر چکا ہے۔

صالحین کے نزدیک اس کے مثل کا تذکرہ اس کا احرام کے ساتھ لوٹنے سے ہو گیا ہے کیونکہ عیقات اس نے ختم نہ کیا ہے۔ جس طرح وہ خاموشی کے ساتھ عیقات سے گزرا ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے مطابق اس کا احرام کے ساتھ تلبیہ کہنے سے لوٹنے میں تذکرہ ہو گیا ہے کیونکہ عیقات احرام کے ساتھ عزیمت کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے اہل کی چیزوں سے ہو۔ اور جب اس نے عیقات تک اس کو مؤخر کرنے کی رخصت ہو کر اپنا تو تلبیہ کہتے ہوئے عیقات احرام کو پورا کرنا اس پر واجب ہے۔ اور اس کے اس جرم کی تلافی تلبیہ کہتے ہوئے واپس آنے کی صورت میں مکمل ہوگی۔

اسی اختلاف کی بنیاد پر یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب وہ عیقات سے بغیر احرام کے گئے تو بڑھ گیا اور اس نے عمرے کی بجائے حج کا احرام باندھ لیا۔ (اس کا حکم بھی مذکور ہو تمام احکام میں اختلاف کے ساتھ ہے)۔

اور اگر وہ شخص عیقات کی جانب طواف شروع کرنے اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے بعد واپس آیا تو یہ اتفاق اس سے دم قربانی ساقط نہ ہوگا اور اگر وہ احرام باندھنے سے پہلے عیقات کی جانب واپس گیا یا اتفاق اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر یہ بیان کردہ تمام فقہی جزئیات اس وقت ہیں جب وہ حج یا عمرے کا ارادہ کرنے والا ہو۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ شخص احرام باندھ رہے بغیر عیقات سے گزرا تا اسے عیقات پر واپس لوٹا (تاکہ احرام باندھ کر آئے)۔ اسے شافعی نے روایت کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں داخل ہوئے اور (حدیث کے ایک راوی) تنہیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز کہیں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ پٹری تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احرام کے تھے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احرام کے بغیر داخل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کا حکم ان ہی لوگوں کو دیا جو حج اور عمرہ کے ارادے سے آئیں۔ لکھنؤ بیچنے کے لیے آئے والوں اور دیگر لوگوں کو ایسا حکم نہیں دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس واقعہ کو امام مالک نے موطا میں ناغہ سے نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ثبہ قدیم میں پہنچے تو انہوں نے نبی ذی نحر بنی۔ وہ لوٹ گئے اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو گئے۔ اب کا مطلب حضرت امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے یوں نکالا کہ حدیث میں ذکر ہے جو لوگ حج اور عمرے کا ارادہ رکھتے ہوں ان پر لازم ہے کہ مکہ میں با احرام داخل ہوں یہاں جو لوگ اپنی ذاتی ضروریات کے لیے مکہ تشریف آتے جاتے رہتے ہیں ان

کے لیے احرام واجب نہیں۔ امام شافعی کا یہی مسلک ہے مگر چند مکہ شریف میں داخل ہونے والے کے لیے احرام ضروری قرار دیتے ہیں۔ ابن عبد البر نے کہا اگر صحابہ اور تابعین واجب کہہ سکتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

میقات کے باہر سے جو شخص آیا اور بغیر احرام مکہ معظمہ کو گیا تو اگرچہ نہ حج کا ارادہ ہو، نہ عمرہ کا مگر حج یا عمرہ واجب ہو گیا پھر اگر میقات کو واپس نہ گیا، تب تک احرام باندھ لیا تو واجب ہے اور میقات کو واپس جا کر احرام باندھ کر آیا تو نہ مسافہ اور نہ مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے جو اس پر حج یا عمرہ واجب ہوا تھا اس کا احرام باندھا اور ادا کیا تو بری الذمہ ہو گیا۔ یو ہیں اگر حجۃ الاسلام یا نفل یا منت کا عمرہ یا حج جو اس پر تھا، اس کا احرام باندھا اور اسی سال ادا کیا جب بھی بری الذمہ ہو گیا اور اگر اس سال ادا نہ کیا تو اس سے بری الذمہ ہوا، جو کہ میں جانتے سے واجب ہوا تھا۔ (رد المحتار، کتاب الحج)

وَلَوْ عَادَ بَعْدَهَا ابْتَدَأَ بِالطَّوَافِ، وَاسْتَلَمَ الْحَجَرَ لَا يَنْقُطُ عَنْهُ الدَّمُ بِالِاتِّفَاقِ، وَلَوْ عَادَ إِلَيْهِ قَبْلَ الْإِحْرَامِ يَنْقُطُ بِالِاتِّفَاقِ (وَهَذَا) الَّذِي ذَكَرْنَا (إِذَا كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ أَوِ الْعُمْرَةَ،

جب کوئی بغیر حاجت کے بستان بنوعام میں داخل ہو:

فَإِنْ دَخَلَ الْبُسْتَانَ لِحَاجَةٍ فَلَهُ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ، وَوَقْتُهُ الْبُسْتَانُ، وَهُوَ وَصَاحِبُ الْمَنْزِلِ سَوَاءٌ، لِأَنَّ الْبُسْتَانَ غَيْرُ وَاجِبِ التَّعْظِيمِ فَلَا يُلْزَمُهُ إِلَّا إِحْرَامُ بَقْصِدِهِ، وَإِذَا دَخَلَهُ التَّحَقُّقُ بِأَهْلِهِ، وَلِلْبُسْتَانِيِّ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ لِلْحَاجَةِ فَكَذَلِكَ لَهُ، وَالْعُمَرَاءُ بِقَوْلِهِ وَوَقْتُهُ الْبُسْتَانُ جَمِيعُ الْجَلِّ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْحَرَمِ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ، فَكَذَا وَقْتُ الذَّائِلِ الْمُلْحِقِ بِهِ (فَإِنْ أَحْرَمَ مِنَ الْجِلِّ وَوَقَّتْ بَعْرَةً لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمَا شَيْءٌ) يُرِيدُ بِهِ الْبُسْتَانِي وَالذَّائِلُ فِيهِ لِأَنَّهُمَا أَحْرَمًا مِنْ مِيقَاتِهِمَا.

ترجمہ:

اور جب کوئی شخص کسی ضرورت کیلئے بنوعام کے بستان میں داخل ہوا تو اس کیلئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کا اختیار ہے۔ اور بستان میں یہ داخل ہونے والا شخص اور اس میں رہنے والا شخص دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ یہ بستان واجب تقسیم نہیں ہے۔ کیونکہ بستان کے ارادے کی وجہ سے اس پر احرام باندھنا ضروری نہ ہوا۔ اور جب وہ بستان میں داخل ہو گیا ہے تو اب وہ بستان والوں کے ساتھ ملنے والا ہے۔ اور بستانی کیلئے اپنی ضرورت کیلئے مکہ میں بغیر کسی احرام کے داخل ہونا جائز ہے۔ لہذا اس کیلئے بھی

جائز ہوا۔ اور مصنف کے قول "ووقته البستان" سے مراد تمام محل ہے۔ جو اس شخص کے درمیان اور حرم کے درمیان ہے۔ جس طرح مکر چکا ہے۔ لہذا داخلے کے وقت یہ بھی بستانی سے حکم سے مل دیا جائے گا۔ اور اگر اس نے اور بستانی دونوں سے اپنا احرام باندھا اور خوف عرفہ کیا تو ان دونوں پر بھی چیز واجب نہیں ہے۔ اور ان دونوں سے مراد بستانی و بستان میں داخل ہونے والا ہے۔ کیونکہ ان دونوں نے اپنے میقات سے احرام باندھا ہے۔

شرح

اس نے اولاً داخل مکہ کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا اس کا ارادہ تو بستان ہی تھا۔ نہایت ہے یہ اس آفاقی کے لئے حیلہ ہے جو مکہ میں بغیر احرام داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو پس وہ شخص غلطی میں داخل ہونے کی نیت کرے۔ اس کیلئے بغیر احرام داخلے سے گزرنا جائز ہے جو شافعی اور مصری لوگوں کا میقات اور حج کے مقابل ہے

آفاقی جب محل میں غلطی وغیرہ کا ارادہ کرے تو اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے مکر رہا جائے۔ اور یہ شخص کے لئے حیلہ ہے جو میقات سے مکہ بغیر احرام ہی چاہتا ہو لیکن یہ حیلہ اس شخص کے لئے ہے جو نہیں جس پر حج فرض ہے کیونکہ اب کما سفر حج مذکور ہے۔ (بخاری، کتاب حج مطبوعہ جامعہ مدینہ منورہ)

اشباہ میں ہے اگر کوئی غیر کی بغیر احرام داخل ہو جائے تو وہ میقات کے اندر کی اور جگہ کا ارادہ کے مثالی ہے۔ مگر مکہ بستان۔

(الاشباہ والنظائر الفن الخامس)

ذخیرہ ہندیہ میں یہ اس آفاقی کے لئے جو داخل مکہ بغیر احرام کے جاتا ہے حیلہ یہ ہے کہ وہ داخل مکہ کا ارادہ نہ کرے بلکہ میقات کے اندر کی اور جگہ کا ارادہ کرے جو خارج مکر ہو مثالی عامر کے بستان (ت) تو جب وہاں پہنچے تو بے گناہی میں بغیر احرام داخل ہو جائے۔ (فساوی ہندیہ کتاب التحیل الفصل الخامس فی الجمع مطبوعہ نودانی کتب خانہ بشاور)

مسلم منقطع میں فقہاء نے بغیر احرام جرم میں داخل ہونے کے لئے یہ حیلہ بیان کیا ہے کہ وہ شخص بستان بنی عامر کا ارادہ کرے پھر وہاں سے مکہ میں داخل ہو جائے اور فی الجملہ وجہ یہ ہے کہ اس نے اولاً بستان کا ارادہ کیا تھا تو اس کے بعد حرم میں داخل ہونے میں اور عارض ہونے کی وجہ سے نقصان دہ نہیں ہو سکتا جیسے کہ ہندی شخص اولاً حج بستر کے لئے حرم کی نیت کر کے آیا ہے اور ذہن میں تھا کہ فارغ ہو کر ٹائپا مکہ چلا جائے گا بخلاف اس شخص کے جو ہندوستان سے اور حج کے ارادے سے آتا ہے اور وہ حرم میں داخل کا ارادہ چھوڑتا ہے اگرچہ وہ حج و شراہ کا ارادہ رکھتا ہو اور۔

امام احمد رضا ربیو علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اس مبارک تحقیق (جو اس عبد ضیف کے دل میں تھا) عظیم، خیر اور لطیف ذات اقدس نے فیض کے طور پر فرمائی، اسے بتا دیا اس حیلہ پر وارد ہونے والا وہ اعتراض زد ہو گیا جس میں اقوال منظر اور کثرت قیل و قال تھی اور اس کے جواب میں لوگوں کے

ذہن مختلف تھے اور جس کی طرف میرا ذہن گھسیا اس کے قریب تر، علامہ علی قاری ہیں اور انھوں نے لباب میں نہایت ہی اسن بات کی جب کثرت کے ساتھ حلیہ بیان کرنے والے علما کے کلام سے اشکال ظاہر کیا تو لباب کے کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ مسند فقہ اس شخص کیلئے ہے جسے دخول بستان کے بعد دخول کدہ کا شوق ہو اور اس سے پہلے دخول حرم کا قصد اس کے ذہن میں نہ تھا۔ علامہ شری نے رد المحتار اور مفتی الخاق میں اس کا کس کیا تو لباب کی ظاہر عبارت سے ائمہ کے جمہوری کلام پر اشکال پیدا ہو گیا، اللہ تعالیٰ کی توفیق دہر بیاں واضح ہو گیا کہ اس میں کوئی صعوبت اور اشکال نہیں اور کوئی مخالفت نہیں خواہ حرم کا قصد بالکل نہ ہو یا قصد اولیٰ نہ ہو یا قصد بستان کا کسی ہو، اس کے لئے جو حلیہ کے ساتھ حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا یا پنا ہونا صواب کے ظہور اور مقصد کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ جب توفیق اللہ تعالیٰ یہ قدم اتارے گا تو ہم سب کو ملے گا۔ مشکف ہو گیا آؤں اگر کسی مقام کا امت سے خاص ایک جگہ کے قصد پر چلے ہو یا اس سے تین منزل ہو تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں اگر چہ راہ میں منحنی طور پر اور موضع میں بھی وہ ایک دور نظر کرنے کی بیت رکھے،

جیسا کہ مائل قری نے اپنے الفاظ میں بیان کیا بخلاف اس شخص کے جو بندگان سے قصد اولیٰ کے ساتھ حج کے لئے آئے۔

(المسک المتقسط فی المنسک المتوسط فصل فی مجاوزة المیقات بغیر احرام مطبوعہ

دار الکتاب العربیہ بیروت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، کتاب الحج)

جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے چاہے اور میقات سے گزرے یا ہو تو اس پر میقات سے احرام باندھنا واجب ہے، اور اگر وہ احرام باندھے بغیر ایسی میقات تجاوز کرے تو اس پر احرام باندھنے کے لیے میقات واپس جانا واجب ہے، اگر وہ واپس میقات پر واپس نہیں جاتا یا میقات تجاوز کرنے کے بعد احرام باندھتا ہے تو علماء کرام کے ہاں مشہور ہے کہ اس کے قصد اولیٰ لازم آتا ہے، لہذا وہ ایک بکری مکہ میں ذبح کرے اس کا گوشت حرم کے قریب اور مسلمان میں تقسیم کرے گا۔

کی جب باہر سے حج کا احرام باندھ کر داخل ہوا:

(وَمَنْ دَخَلَ مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ عَامِيهِ ذَلِكَ إِلَى الْوُقُوفِ، وَأَحْرَمَ بِحَجَّةٍ عَلَيْهِ أَجْزَاءَهُ) (ذَلِكَ) (مِنْ دُخُولِهِ مَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ) وَقَالَ قُفْرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجْزِيهِ، وَهُوَ الْفَيْسُ اغْتِيَاؤًا بِمَا لَوْ مَهْ يَسْبَبُ النَّذْرَ، وَصَارَ كَمَا إِذَا تَحَوَّلَتِ السَّنَةُ.

وَلَمَّا أَنَّهُ تَلَا فِي الْمَرْوَةِ فِي وَقْفِهِ، لِأَنَّ الْوَاجِبَ عَلَيْهِ تَعْظِيمُ هَذِهِ النِّفْعَةِ بِالْإِحْرَامِ، كَمَا إِذَا أَتَاهُ مُحْرِمًا بِحَجَّةٍ الْإِسْلَامِ فِي الْإِنْدَاءِ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا تَحَوَّلَتِ السَّنَةُ، لِأَنَّهُ صَارَ ذَنْبًا فِي ذِمَّتِهِ فَلَا يَتَأَذَّى إِلَّا بِإِحْرَامٍ مَقْصُودٍ كَمَا فِي الْإِعْتِكَافِ الْمُنْدُورِ فَإِنَّهُ

يَتَأَذَّى بِصَوْمٍ وَمَضَانٍ مِنْ هَذِهِ السَّنَةِ ذَوْنُ الْعَامِ الثَّانِي

ترجمہ:

اور جو بندہ مکہ میں بغیر میقات کے داخل ہوا اور پھر اسی سال وہ بکری میقات کی طرف گیا اور اس نے ایسے حج کا احرام باندھا جو اس پر واجب ہے تو اس کیلئے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا کافی ہوگا۔

حضرت امام زفر علی الرحمہ نے کہا ہے کہ کافی نہیں ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اور یہ نذر کی وجہ سے لازم ہونے والے پر قیاس کیا گیا ہے۔ لہذا یہ اس طرح ہو گیا کہ جس طرح پلٹ آیا ہے۔

ہماری دلیل ہے کہ اس نے ترک شدہ کو اپنے وقت میں پورا کرنے مکمل کر لیا ہے کیونکہ احرام کے ساتھ اس بعد مبارک کی تقسیم اس پر واجب ہے۔ جس طرح اگر وہ شروع میں حج کے فریضہ کیلئے احرام باندھ کر آتا ہے۔ یہ ظاہر اس صورت مسند کے جب سال پلٹ کر آئے کیونکہ اب اس کے ذمے قرض ہو گیا ہے۔ لہذا وہ مقصود احرام کے بغیر ادا ہوگا۔ جس طرح نذر کے اشکاف میں ہوتا ہے اور اسی لئے اس سال میں رمضان کے روزوں کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے۔ جبکہ دوسرے سال میں روزوں کے ساتھ ادا ہوگا۔

میقات سے بغیر احرام کے تجاوز میں فقہ شافعی و حنفی کا اختلاف:

اگر کوئی شخص (یعنی غیر نبی) حج و عمرہ کے ارادے سے بغیر میقات سے گزرے تو اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ مکہ میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھے۔ جیسا کہ امام شافعی کا مسلک ہے، لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ خواہ حج و عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ یعنی اگر کوئی غیر کی شخص مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہے خواہ وہ حج کے لئے جاتا ہو یا کسی اور غرض سے تو اس پر واجب ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھ کر گئے احرام کے بغیر وہ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مفتی مسک کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ۔ لا یجاوز حد المیقات الا محرما۔ کوئی شخص (مکہ میں داخل ہونے کے لئے) میقات کے آگے بغیر احرام کے نہ ہو۔ یہ حدیث اس بارے میں مطلق ہے کہ اس میں حج و عمرہ کے ارادے کی قید نہیں ہے، پھر یہ کہ احرام اس مقدس و فترہ مکان یعنی نبی مکرم کی تقسیم و احرام کی غرض سے باندھا جاتا ہے۔ حج و عمرہ کی اجائے یا نہ کیا جائے لہذا اس حکم کا تعلق جس طرح حج و عمرہ کرنے والے سے ہے اسی طرح یہ حکم تاہم وسیع و کثیر ہو بھی لوگوں کو ہوتا ہے۔ ہاں جو لوگ میقات کے اندر ہیں ان کو اپنی حاجت کے لئے بغیر احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہے کیونکہ ان کو بار بار مکہ مکرمہ میں آنا جانا پڑتا ہے۔

اس واسطے ان کے لئے ہر بار احرام کا واجب ہونا وقت و تکلیف سے خالی نہیں ہوگا لہذا اس معاملے میں وہ ال کہ کے حکم میں داخل ہیں کہ جس طرح ان کے لئے جائز ہے اگر وہ کسی کام سے مکہ مکرمہ سے باہر نکلیں اور پھر مکہ میں داخل ہوں تو بغیر احرام چلے آئیں اسی طرح میقات کے اندر والوں کو بھی احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہونا جائز ہے۔ فمن كان دونهم (اور جو ان

مقامات کے اندر رہتا ہے (انچ) کا مطلب یہ ہے کہ لوگ میقات کے اندر گھر حدود حرم سے باہر رہتے ہوں تو ان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر سے تا حد حرم ہے ان کو احرام باندھنے کے لئے میقات پر جانا ضروری نہیں ہے اگرچہ وہ میقات کے قریب ہی کیوں نہ ہوں۔ جو لوگ نہ میقات میں ہی رہتے ہوں ان کے بارے میں اس حدیث میں کوئی حکم نہیں ہے۔ لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ ان کا حکم بھی وہی ہے جو میقات کے اندر رہنے والوں کا ہے۔ وکذا انک وکذا (اور اسی طرح اور اسی طرح) اس کا تعلق پہلی ہی جملے سے ہے کہ کل (حدود حرم سے باہر سے موقت تک جو زمین ہے) اس میں جو جہاں رہتا ہے وہیں سے احرام باندھئے۔ یعنی میقات اور حد حرم کے درمیان جو لوگ رہنے والے ہیں وہ اپنے اپنے غرض سے احرام باندھیں گے چاہے وہ میقات کے بالکل قریب ہوں اور چاہے میقات سے کتنے ہی دور اور حد حرم سے کتنے ہی قریب ہوں۔ حتیٰ اہل مکہ یملئون منہا کا مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ یعنی اہل حرم مکہ سے احرام باندھیں جو لوگ نہ من کثر نہیں جیتے ہیں وہ تو خاص مکہ کی سے احرام باندھیں گے اور جو لوگ خاص مکہ شریف نہیں بلکہ شہر سے باہر گھر حدود حرم میں رہتے ہیں، دیگر مکہ سے احرام باندھیں گے۔ حدیث کے آخری الفاظ سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ کے لئے احرام باندھنے کی جگہ نہ ہے خواہ احرام حج کے لئے خواہ عمرہ کے لئے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ عمرہ کرنے والا اصل کی طرف جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر پھر حرم میں داخل ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تنہا جائیں جو محل میں ہے یہذا بین ما ہا ہے گا کہ اس حدیث کا تعلق صرف حج کے ساتھ ہے یعنی یہ حکم اہل مکہ کے لئے ہے کہ وہ جب حج کرتے کہ ارادہ کریں تو احرام مکہ کی سے باندھیں اور اگر عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو پھر محل میں آکر احرام باندھیں جیسا کہ حضرت عائشہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

میقات سے آگے احرام عمرہ باندھنے والے کا حکم:

(وَمَنْ جَاوَزَ الْوَقْتَ فَأَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَفْسَدَ مَا دَخَلَ فِيهَا وَقَضَاهَا) ۱ لَا إِلَهَ إِلَّا أَحْرَامٌ يَقَعُ لَا زِمًا قَصَارَ كَمَا إِذَا أَفْسَدَ الْحَجَّ (وَلَيْسَ عَلَيْهِ ذَمٌّ لَنَزَلِ الْوَقْتُ) ۲ وَعَلَى قِيَاسٍ قَوْلُ زُفَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لَا يَسْقُطُ عَنْهُ وَهُوَ نَظِيرُ الْأَخْيَارِ فِي قَابِئِ الْحَجِّ إِذَا جَاوَزَ الْوَقْتَ بِغَيْرِ أَحْرَامٍ ۳ وَفِيمَنْ جَاوَزَ الْوَقْتَ بِغَيْرِ أَحْرَامٍ وَأَحْرَمَ بِالْحَجِّ ثُمَّ أَفْسَدَ حَجَّتَهُ ۴ هُوَ يَتَعَيَّرُ الْمُتَجَاوِزَةُ هَذِهِ بِغَيْرِهَا مِنَ الْمُحْظُورَاتِ ۵

وَلَسْنَا أَنَّهُ يَصِيرُ قَاضِيًا حَقَّ الْمِيقَاتِ بِالْأَحْرَامِ مِنْهُ فِي الْقَضَاءِ ۶ وَهُوَ يُخْجَى الْقَائِلُ وَلَا يُعْتَدَمُ بِهِ غَيْرُهُ مِنَ الْمُحْظُورَاتِ فَوْضَ الْقَوْلِ

ترجمہ:

اور جس شخص نے میقات سے آگے بڑھ کر عمرہ کا احرام باندھا اور پھر عمرہ کو فاسد کر دیا تو وہ عمرہ کے اعمال پورے

کرتے اور آئندہ سال اس عمرہ کے قضاء کرے۔ کیونکہ لازم ہونے کی صورت میں واقع ہو گیا اور یہ اسی طرح ہو گیا جو اسی طرح کسی نے حج کو فاسد کر دیا ہے۔ اور تک میقات کی وجہ سے اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قیاس یہ ہے اس سے قربانی ساقط نہ ہوگی۔ اور یہ اختلاف اسی اختلاف کی ہم مثل ہے جس حج فوت ہونے والے کے حق میں ہے۔ جب وہ میقات سے بغیر احرام کے بڑھ گیا ہو۔ اور اسی طرح اس بندے کے بارے میں ہے جو احرام کے بغیر میقات سے بڑھ گیا ہو۔ اور حج کا احرام باندھ کر پھر اس نے حج کو فاسد کر دیا ہو۔ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ اس تجاؤ کو دوسرے منوعات حج پر قیاس کرتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ادا کی حکم قضاء میں میقات سے احرام باندھنے والا ہو جائے گا۔ قضاء فوت ہونے والے کو مکمل کرنا ہے لہذا قضاء کی وجہ سے دوسرے منوعات ختم نہ ہوں گے۔ لہذا فرق مکمل کر سائے آگیا ہے۔

شرح: اس مسئلہ کا اختلاف باب الفوات میں آئے گا۔

حج و عمرہ کے بغیر داخل ہونے والے کے احرام میں مذاہب فقہاء:

وہاں جو شخص بھی حج یا عمرہ کی نیت سے آئے وہ احرام کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ دوسری کسی غرض سے داخل ہونے والے کے لیے بھی احرام باندھ کر جانا ضروری ہے یا نہیں۔ ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ کسی حال میں بلا احرام داخل نہیں ہو سکتے۔ امام احمد اور امام شافعی کا بھی ایک ایک قول اسی کو صیغہ ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ صرف وہ لوگ احرام کی قید سے مستثنیٰ ہیں جن کو بار بار اپنے کام کے لیے وہاں جانا پڑتا ہو۔ باقی سب کو احرام باندھ جانا چاہیے۔ یہ امام احمد اور امام شافعی کا دوسرا قول ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ جو شخص میقاتوں کے حدود میں رہتا ہو وہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو سکتا ہے، مگر جو حدود میقات سے باہر کا رہے والا ہو وہ بلا احرام نہیں جا سکتا۔ یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

جب کسی نے صل سے احرام باندھ کر وقف عرفہ کیا تو جو بدم کا بیان:

(وَإِذَا حَرَجَ الْمَكِّيُّ يُرِيدُ الْحَجَّ فَأَحْرَمَ وَلَمْ يَغْزِ إِلَى الْحَرَمِ وَوَقَّفَ بِعَرَفَةَ فَقَلْبُهُ شَاةٌ) ۱ لَا إِلَهَ وَقَفَهُ الْحَرَمُ وَقَدْ جَاوَزَهُ بِغَيْرِ أَحْرَامٍ ۲ فَإِنْ عَادَ إِلَى الْحَرَمِ وَلَكِنِ أَوْ لَمْ يَلْبَسْ فَهُوَ عَلَى الْأَخْيَارِ ۳ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِي الْأَفَاقِي ۴

ترجمہ:

اور جب کسی مکہ کا حج کا ارادہ کیا پس اس نے احرام باندھ لیا اور پھر وہ مکہ کی جانب لوٹ کر نہ آیا بلکہ اس نے وقف عرفہ کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے۔ کیونکہ اس کا میقات حرم سے تحقیق وہ اس سے بغیر احرام کے تجاوز کر گیا ہے۔ پھر اگر وہ لوٹ کر حرم آیا اور پھر اس نے تکبیر کیا نہ کہا تو یہ مسئلہ افاقی کے اختلاف والے کی طرح اختلاف میں واقع ہو گیا جس کو ہم ذکر کرتے ہیں۔

شرح

قال شارح الهدایہ علامہ البابر بن حنفی فی شرحہ وَقَوْلُهُ (وَإِذَا خَرَجَ الْمُكْحَلُ مِنَ الْحَرَمِ إِلَيْهِ) عَظَامَةٌ .

جب تہن والا حرم کے باہر سے احرام باندھے تو وہ جو دم کا بیان:

(وَالْمُكْتَمِعُ إِذَا قَرَعَ مِنْ عُمْرَتِهِ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْحَرَمِ فَأَحْرَمَ وَوَقَفَ بِعَرَفَةَ فَعَلَيْهِ دَمٌ) ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا دَخَلَ مَسْكَةً وَأَتَى بِأَفْعَالِ الْعُمْرَةِ صَارَ بِمَنْزِلَةِ الْمُكْحَلِ ، وَإِحْرَامُ الْمُكْحَلِ مِنَ الْحَرَمِ لَمَّا ذُكِرْنَا فَيَلْزُمُهُ الدَّمُ بِتَأْخِيرِهِ عَنْهُ (فَإِنْ رَجَعَ إِلَى الْحَرَمِ فَأَقْلَّ فِيهِ قِلٌّ أَنْ يَقِفَ بِعَرَفَةَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) وَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ الَّذِي تَقَدَّمَ فِي الْأَقَائِقِ ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ .

ترجمہ:

اور جب تہن والا اپنے عمرے سے فارغ ہوا اور پھر وہ حرم سے نکل گیا اور اس نے احرام باندھا اور عرفہ کا وقف کیا تو اس پر ایک دم واجب ہے۔ کیونکہ جب یہ بندہ مکہ میں داخل ہوا اور اس نے عمرے فعل ادا کیے تو یہ کسی کے حکم میں داخل ہو گیا۔ اسی دلیل کے پیش نظر جو دم بیان کر چکے ہیں۔ اور اس کو بھی حرم (میقات) سے احرام کو موقوف کرنے کی وجہ سے، جو دم ادا کرنا ہو گا۔ اور اسی طرح اگر اسی طرح کے تہن والا وقف عرفہ سے پہلے حرام آیا اور یہ عید کہ تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی صورت کے موافق ہے جو آقا فی کے اختلاف میں گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ جانتے والا ہے۔

مکہ سے باہر عمرے کا احرام باندھنے میں غیر مقلدین کی رائے زنی:

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ نقل عمرے کے لیے مکہ کمرے سے باہر نکلنا مکروہ اور تاہینہ یہ ہے۔ اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں عمل کیا ہے، نہ آپ کے صحابہ نے، نہ اہل رمضان میں، نہ اس کے سوا کسی دوسرے مینے میں۔ سیدہ عائشہ کو بھی آپ نے خود اس کا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ بلکہ ان کی مراجعت (اور اصرار) پر تاہینہ قلب کے لیے آپ نے انہیں اس کی اجازت دی تھی۔ (الاعتقادات العلویہ، ابن تیمیہ)

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ جس طرح آج کل بہت سے لوگ مکہ کمرے سے باہر نکل کر عمرہ کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح عمرہ کرنا عمرہ میں ایک باہر بھی صادر نہیں ہوا۔ بلکہ آپ نے تو اپنے تمام عمرے مکہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ہی کیے ہیں۔ یہاں تک کہ مصعب رسالت کے بعد آپ تیرہ سال کسی میں مقیم رہے، لیکن سارے عمرے میں بھی یہ بات کہ آپ

نے مکہ سے باہر نکل کر کوئی عمرہ کیا ہو قطعاً کہیں نقل نہیں ہوئی ہے۔ (زاد المعاد، ابن قیم، (86/2)

روایت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق تنعیم سے عمرہ کرنے کا بیان:

اس باب کی تمام روایتوں کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس موقع پر یہ منہورہ سے آپ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہوئی تھیں۔ پھر جب مکہ کمرہ پہنچیں تو وہ ایام سے تھیں؛ جس کی بنا پر اپنا قصد کیا ہوا عمرہ وہ ادا نہ کر سکیں۔ اور نتیجتاً اسی حالت احرام میں باقی رہیں، یہاں تک کہ ایام حج کا آغاز ہو گیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق تمام حجاج کے ساتھ اپنے اسی احرام میں حج ادا کیا۔

حج کے بعد انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سب حج و عمرہ دونوں کی ادائیگی کر کے نبیوں اور میری واپسی صرف حج کے ساتھ ہو؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اللہ کے ہاں تمہیں بھی وہی کچھ ملے گا جو ان سب کو ملے گا۔ پھر سیدہ نے کہا: (اے اللہ کے رسول!) میرے دل میں یہ بات ٹھنک رہی ہے کہ میں حج کرنے تک بیت اللہ کا طواف تک نہ کر سکتی تھی۔ (چنانچہ سیدہ کے اصرار کو دیکھ کر) آپ نے ان کے بھائی سے کہا: اے عبدالرحمن! تم انہیں لے کر جاؤ اور تنعیم سے لاکر عمرہ کرو۔ (مسلم، رقم: 1213-1211؛ بخاری، رقم: 1560؛ ابوداؤد، رقم: 1785)

اور اسی طرح جس نے عمرے کا احرام باندھ لیا اور پھر حج کا احرام باندھ لیا اور عمرے کے افعال میں سے اس نے کچھ نہ کیا تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو ہم مذکور دلیل میں بیان کر چکے ہیں۔

شرح

علامہ ابن مجدد الباری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جب وہ کے میں آیا اور عمرے کے افعال بجالا تو وہ کی حکم میں ہو گیا۔ اور کی کا احرام حرم سے ہے اور اس کی تاخیر پر دم لازم ہے۔ لہذا اسی طرح اس کی تاخیر پر بھی دم لازم ہوگا۔ اور اگر وہ حرم میں جا کر توقف عرفات سے پہلے حلال ہو گیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ کیونکہ اب وہ کی نہ بنا اور نہ ہی اس کی تاخیر کوئی دم لازم آئے گا۔ اور وہ آفاقی کے حکم میں ہوگا جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ (حنا یہ شرح الہدایہ ص ۳۲۶، بیروت)

اگر کوئی آفاقی (میتات سے باہر رہنے والا) شخص بغیر احرام کے حرم میں داخل ہو جائے تو اس کے لئے واجب ہے۔ کہ وہ کسی بھی میتات کو واپس آئے اور احرام باندھ کر عمرہ کیلئے روانہ ہو۔ اگر وہ شخص میتات کو واپس ہونے بغیر کہ مکہ حرم میں ہی احرام باندھ لے تو اس پر دم واجب ہے اور اگر میتات کو واپس لوٹ کر احرام باندھ تو دم واجب نہ ہوگا۔ عالمگیری ج ۱ ص 221 میں ہے:

ولا يجوز للانفاقي ان يدخل مكة بغير احرام نوى النسك اولاً ولو دخلها فعليه حجة ذر عمرة۔

اور فتاویٰ عالمگیری کے ص 253 میں ہے:

فان احرم بالحج او العمرة من غير ان يرجع الى الميتات فعليه دم لترك حق الميتات وان عاد الى الميتات واحرم فهذا على وجهين فان احرم بحجة او عمرة عما لزمه خرج عن العهدة۔

موسوعة فقهية الكويتية ج 2 ص 129 میں ہے ::

من جاوز الميتات قاصداً للحج او العمرة او القرآن وهو غير محرم اثم ويجب عليه العود اليه والا حرام منه فان لم يرجع وجب عليه الدم۔

رخص عمرہ یا حج میں مذاہب اربعہ:

علامہ بدر الدین عینی غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک غیر کیلئے حج وعمرے کو منع کرنا مشروع ہے۔ بلکہ اس میں حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما رحمہما نے اختلاف کیا ہے۔ اور ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے۔ ”اور عمرے کو چھوڑنا تو ایسا ہے۔ کیونکہ عمرے کا حال سنت ہے اور حج کا حال فرض ہوتا ہے۔ اور عمرے کے افعال بھی کم ہیں یعنی طواف وسیّی کرنا ہے۔ اور اسی طرح اس کے ایام بھی موقت نہیں ہیں۔ اور اس عبارت ”وَكَذَا إِذَا أَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ بِالْحَجِّ وَتَمَّ يَأْتِ بِشَيْءٍ مِنْ أَفْعَالِ الْعُمْرَةِ لِمَا قُلْنَا“ میں تسامح ہے۔ کیونکہ اس قول کا عطف اور اسی طرح متفق علیہ عطف مختلف فیہ پر ہے۔ اور اتباس اسی میں ہے کہ جب وہ عمرے کا احرام باندھ اور پھر وہ حج کرے۔ اور عمرے کے افعال میں سے کچھ بھی نہ کرے۔ اور اسی قول کی وجہ سے جو ہم کہہ چکے ہیں۔ (الہنا یہ شرح الہدایہ ص ۳۳۲، ہتھانیہ لبنان)

باب اضافۃ الاحرام

یہ باب احرام کی اضافت کے بیان میں ہے

باب اضافۃ احرام کی فہمی مطابقت کا بیان:

علامہ بدر الدین عینی غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ باب احرام کی اضافت احرام کی طرف کرنے کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ اور جب یہ شخص اہل مکہ سے ہو۔ اور جو شخص میتات میں جنابت سے داخل ہوا ہو۔ اور یہ مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح کوئی آفاقی عمرے سے حج کی طرف داخل ہو۔ لہذا اسی وجہ سے اس کو جنابت سے متصل بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ بھی جنابت کی ایک قسم ہے۔ (الہنا یہ شرح الہدایہ ص ۵، ص ۳۳۱، ہتھانیہ لبنان)

کی نے جب عمرے کا احرام باندھا اور ایک چکر طواف کے بعد حج کا احرام باندھ لیا:

(قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِذَا أَحْرَمَ الْمُحْجِي بِغَيْرَةِ وَطَافَ لَهَا شَوْطًا ثُمَّ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ فَإِنَّهُ يَرْفُضُ الْحَجَّ، وَعَلَيْهِ لِرَفْضِهِ دَمٌ، وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ)۔

(وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: رَفَضَ الْعُمْرَةُ أَحَبُّ إِلَيْنَا وَقَضَاؤُهَا، وَعَلَيْهِ دَمٌ) لِأَنَّهُ لَا يَنْدَمُ مِنْ رَفْضِ أَحَدِهِمَا؛ لِأَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا فِي حَقِّ الْمُحْجِي غَيْرُ مَشْرُوعٍ، وَالْعُمْرَةُ أَوْلَى بِالرَّفْضِ؛ لِأَنَّهَا أَذْنَى حَالًا وَقَلَّ أَعْمَالًا وَأَيْسَرُ قَضَاءً لِكُونِهَا غَيْرَ مُؤَقَّتَةٍ، وَكَذَا إِذَا أَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَأْتِ بِشَيْءٍ مِنْ أَفْعَالِ الْعُمْرَةِ لِمَا قُلْنَا)۔

ترجمہ:

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جب کسی نے عمرے کا احرام باندھا اور اس کے طواف کا ایک چکر لگایا پھر اس نے حج کا احرام باندھا تو وہ حج چھوڑ دے اور اس پر ترک حج کی وجہ سے ایک قربانی واجب ہوگی۔ اور اس پر ایک حج اور ایک عمرہ واجب ہوگا۔

حاصل میں نے کہا ہے کہ ہمارے مطابق اس کیلئے عمرہ چھوڑنا بہتر ہے۔ اور وہ عمرے کی قضاء کرے اور عمرے سے ترک کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا۔ اس لئے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑنا ضروری ہو گیا ہے تاکہ کسی کے حق میں حج و عمرہ کو منع کرنے کی ضرورت لازم نہ آئے۔ اور ترک کا زیادہ مستحق عمرہ ہے کیونکہ عمرے مرتبے میں تہمڑا ہے اور اعمال میں بھی تہمڑا ہے اور قضاء کے طور پر آسان بھی ہے اس لئے کہ عمرہ کسی وقت کے ساتھ متعین نہیں ہے۔

فقہ حنبلی کے مطابق بھی حکم اسی طرح ہے جس طرح فقہاء احناف نے کہا ہے۔

جب اس نے احرام عمرہ کے ساتھ چار چکر لگائے ہوں:

فَإِنْ طَافَ لِلْعُمْرَةِ أَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ ثُمَّ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ رَفَضَ الْحَجَّ بِلَا خِلَافٍ ، لِأَنَّهُ لَا يُخْفَرُ حُكْمُ الْكُلِّ فَتَعَدُّ رَفْضُهَا كَمَا إِذَا قَرَعَ مِنْهَا ، وَلَا كَذَلِكَ إِذَا طَافَ لِلْعُمْرَةِ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَبِيبَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَلَهُ أَنَّ إِحْرَامَ الْعُمْرَةِ قَدْ تَأَكَّدَ بِإِدَاءِ شَيْءٍ مِنْ أَعْمَالِهَا ، وَإِحْرَامِ الْحَجِّ لَمْ يَتَأَكَّدْ ، وَرَفُضُ غَيْرِ اللَّهِ تَأَكَّدَ أَيْسَرُ ؛ وَلَئِنْ فِي رَفْضِ الْعُمْرَةِ ، وَالْحَالَةِ عَلَيْهِ إِبْطَالُ الْعَمَلِ .

وَلِي رَفِضِ الْحَجِّ امْتِنَاعٌ عَنْهُ وَعَلَيْهِ دَمٌ بِالرَّفِضِ إِلَيْهِ رَفِضُهُ؛ لِأَنَّهُ تَخَلُّفٌ قَبْلَ أَوَّلِهِ،
لِتَعَذُّرِ الْمُضِيِّ فِيهِ فَكَانَ فِي مَعْنَى الْمُحْصَرِّ إِلَّا أَنْ يَفِي رَفِضِ الْعُمْرَةِ قَصًّا، كَمَا لَا غَيْرَ،
وَلِي رَفِضِ الْحَجِّ قَضَاؤُهُ وَعُمْرَةُ؛ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى قَائِلِ الْحَجِّ .

ترجمہ:

انگریزی نے عمرے کے لیے چار چکر کر طواف کیا اور اس نے پھر حج کا احرام باندھا۔ تو وہ بغیر کسی اختلاف کے حج کو چھوڑ دے کیونکہ اکثر مکمل کے حکم میں ہوا کرتا ہے۔ اور اس کیلئے عمرے کو ترک کرنا نامکمل ہو گیا ہے۔ جس طرح جب وہ عمرے سے فارغ ہوا ہے اور ایسی طرح جب اس نے عمرے کے چار چکر کر کے طواف کیا تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے مطابق یہی حکم ہے اور آپ علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ عمرے کا احرام عمرے کے انکسال میں سے بعض ادا کرنے کی وجہ سے پختہ ہو گیا ہے جبکہ حج کا احرام مکہ مکرمہ میں ہوا ہے اور اس کیلئے غیر مکہ کو ترک کرنا آسان ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اب اگر وہ عمرہ شروع کرنے کے بعد ترک کرے تو یہ بعد از شروع مکمل کا لازم آئے گا جبکہ حج کو چھوڑنا اس سے رکتا ہے اور ایسی کسی پر ترک کی وجہ سے ایک دم واجب ہے خواہ وہ کسی کو کبھی ترک کرے۔ کیونکہ دو وقت سے پہلے حلال ہونے والا ہے اور اسے پہلے جس کی اس کا مکمل کرنا مشکل ہے۔ لہذا اب عمرے کے حکم میں ہو جائے گا۔ ہاں البتہ عمرہ چھوڑنے کی صورت میں صرف عمرے کے قضاء واجب ہوگی اور حج کو چھوڑنے کی صورت میں حج کی قضاء واجب ہے اس لئے کہ وہ حج فوت ہونے والے کے حکم میں ہوگا۔

صاحب ہدایہ کی عبارت کے بارے میں اختلاف کا بیان:

قال العلامة ابن محمود البابرty الحنفى عليه الرحم: وَقَوْلُهُ (وَلَا كَذَلِكَ إِذَا طَافَ بِالْعُمْرَةِ أَقْلٌ مِنْ ذَلِكَ عِنْدَهُمَا) اخْتَلَفَ النَّحْسُ هَاهُنَا فِي بَعْضِهَا عِنْدَهُمَا فِي بَعْضِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَفِي بَعْضِهَا: وَكَذَلِكَ

إِذَا طَافَ لِلْعُمْرَةِ أَقْلٌ مِنْ ذَلِكَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ بِحَذْفِ كَلِمَةٍ لَا مِنْ قَوْلِهِ وَلَا كَذَلِكَ.

قَالَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ رَحِمَهُ اللَّهُ : ذَكَرَ الْإِمَامُ مَوْلَانَا حَسَنُ بْنُ الْإِسْحَاقِ رَحِمَهُ اللَّهُ وَالصَّوَابُ وَكَذَلِكَ بَعْنَى السُّنَّةِ الْأَجِيرَةِ قَالَ : وَهَكَذَا أَيْضًا وَجَدْتُهُ يَخْطُ شَيْخِي ، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْ هَذِهِ النَّسَخِ وَجْهٌ ، وَأَمَّا وَجْهُ الْأَوَّلَى وَالثَّانِيَةِ فَطَاهِرٌ ، وَأَمَّا وَجْهُ الثَّانِيَةِ فَهُوَ أَنَّهُ يَدْفَعُ سُؤَالَ سَائِلِي وَهُوَ أَنْ يَقَالَ : لِمَا أَخَذَ الْأَكْثَرُ حُكْمَ الْكُلِّ يَكُونُ الْأَقْلُ مَعْلُومًا حُكْمًا ، فَيَقْبَلُ أَنْ يَرْفُضَ الْعُمَرَةَ عَنْهُ أَبِي حَقِيقَةً جَيِّدَةً لِأَنَّهُ لَمْ يَأْخُذْ حُكْمَ الْمَعْلُومِ فَضَارَ كَأَنَّهُ لَمْ يَطْفِئِ لِلْعُمَرَةِ سَبِيلًا وَهَذَا لَمْ يَرْفُضْ الْعُمَرَةَ كَمَا مَرَّ ، فَكَذَلِكَ فِي الْمَعْلُومِ الْحُكْمِيُّ ، فَقَالَ لَيْسَ كَذَلِكَ ، لِأَنَّهُ لَمَّا أَتَى بَعْثِي (عنايه شرح الهداية ٥، ص ٢٦٦، بيروت)

جب مکی نے حج و عمرہ دونوں کو جمع کر کے کیا تو وجوب دم کا بیان:

(وَإِنْ مَضَىٰ عَلَيْهِمَا أَجْرَاهُ) ؛ لِأَنَّهُ أَذَىٰ أَفْعَالُهُمَا كَمَا التَّرْمَهُمَا ، غَيْرَ أَنَّهُ مَنَّهُنَّ عَنْهُمَا
وَالنَّهْيُ لَا يَمْنَعُ تَحَقُّقَ الْفِعْلِ عَلَى مَا عُرِفَ مِنْ أَصْلَانَا (وَعَلَيْهِ دَمٌ) ؛ لِتَمَيُّزِهِمَا ؛
لِأَنَّهُ تَمَكَّنَ الْقَضَاؤُ فِي عَمَلِهِ لَا تَكْبَاهُ الْمَنَهُنَّ عَنْهُ ، وَهَذَا فِي حَقِّ الْمَكِّي دَمٌ جَبَرُ ،

ترجمہ:

اور اگر اس نے ان دونوں کو مکمل کی تو اس کیلئے کافی ہے کیونکہ اس نے ان دونوں کے افعال کو اسی طرح کیا ہے جس طرح وہ اس پر لازم ہوئے تھے۔ البتہ ان دونوں کو جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے اور مٹی ثبوت فصل سے، منع نہیں ہوتی (قاعدہ تھبہ)۔ جس طرح ہمارا قانون معروف ہے ہاں اس پر ایک قربانی واجب ہے کیونکہ اس بندے نے دونوں کو جمع کیا ہے اور اس کو روکے گئے عمل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اس کیلئے نقصان پیدا ہو گیا۔ اور یہ سب کئی حق میں زبردستی دم ہے جبکہ قاتی کے حق میں شکرانہ کے طور پر دم ہے۔

شرح

نہی ثبوت فعل سے مانع نہیں ہوتی (قاعدہ فقہیہ

حضرت سیدنا ناس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہری چار کشتیں چرائیں اور ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور عسکر کی ڈاکھلیہ میں پہنچ کر دو کشتیں چرائیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر ڈاکھلیہ میں رہے یہاں تک کہ صبح ہوئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہونے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بیدار میں تھوٹی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد بیان کی اور صبح پڑھی اور نکسیر کھا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کی لیب پکاری اور لوگوں نے بھی حج و عمرہ دونوں کی لیب کی پھر جب ہم لوگ (سکدیں) پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو (احرام کوٹنے کا) حکم دیا چنانچہ وہ احرام سے باہر ہو گئے یہاں تک کہ ترویج کا دن آیا تو لوگوں نے حج کا احرام باندھا۔

سیدنا انس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکی اونٹ، کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے نحر (قربان) کیے اور ہدین میں بتیگوں والے دو مینڈھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربان کیے تھے۔

حرم نے جب یوم نحر میں دوسرے حج کا احرام باندھا:

(وَمَنْ أَحْرَمَ بِالسَّحَجِ ثُمَّ أَحْرَمَ يَوْمَ النَّحْرِ بِحَجَّةٍ أُخْرَى ، فَإِنْ خَلَقَ فِي الْأَوَّلَى لَزِمَتْهُ الْأُخْرَى وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ ، وَإِنْ لَمْ يَخْلُقْ فِي الْأَوَّلَى لَزِمَتْهُ الْأُخْرَى وَعَلَيْهِ ذَمٌّ قَصْرٌ أَوْ لَمْ يَقْصُرْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ (وَقَالَا : إِنْ لَمْ يَقْصُرْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) ؛ لِأَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ إِحْرَامَيْ السَّحَجِ أَوْ إِحْرَامَيْ الْعُمْرَةِ بِذَعَةٍ ، فَإِذَا خَلَقَ فَهُوَ وَإِنْ كَانَ نُسْكَافِي الْإِحْرَامِ الْأَوَّلِ فَهُوَ جَنَائَةٌ عَلَى الثَّانِي لِأَنَّهُ فِي غَيْرِ أَوَائِهِ فَلَزِمَتْهُ الدَّمُ بِالْإِجْمَاعِ ، وَإِنْ لَمْ يَخْلُقْ حَتَّى حَجَّ فِي الْعَامِ الْقَابِلِ فَقَدْ أَخَّرَ الْخَلْقَ عَنْ وَفْيِهِ فِي الْإِحْرَامِ الْأَوَّلِ وَذَلِكَ يُوجِبُ الدَّمَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَعِنْدَهُمَا لَا يَلْزِمُهُ شَيْءٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا ، فَلِهَذَا سَوَى بَيْنَ التَّقْصِيرِ وَعَدَمِهِ عِنْدَهُ وَشَرَطُ التَّقْصِيرِ عِنْدَهُمَا .

ترجمہ:

جب حرم نے حج کا احرام باندھا اور پھر اس نے دس ذوالحجہ کو دوسرے حج کا احرام باندھا۔ اگر اس نے پہلے حج کا خلق کر دیا تو دوسرا حج پورا کرنا نہ ہو گیا اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اور اگر اس نے پہلے حج میں خلق نہیں کر دیا تو بھی دوسرا حج ضروری ہو گیا ہے اور اس پر ایک قربانی واجب ہے۔ حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کے نزدیک خواہ قصر کر دے یا نہ کر دے۔

صالحین نے کہا ہے کہ اگر اس نے قصر نہیں کر دیا تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے کیونکہ حج کے دو احرام اور عمرے کے دو احراموں کو حج کرنا بدعت ہے۔ اور جب اس نے خلق کر دیا تو یہ اس کے احرام اول کا نیک ہو جبکہ دوسرے احرام پر جنابت واجب ہوگی۔ کیونکہ اس کا خلق وقت طح کے سوا میں ہے۔ لہذا باجماع اس پر دم ضروری ہو گیا ہے۔ اور اگر اس نے خلق نہیں کر دیا تو حتیٰ کہ آنے والے سال میں دوسرا حج کیا تو احرام اول کا اپنے وقت سے مؤخر ہو گیا ہے۔

حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ میل بھی دم کو واجب کر دے والا ہے جبکہ صالحین کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے دم واجب نہ ہوگا۔

جس کو عمرہ نے بیان کر دیا ہے اور اسی دلیل کے پیش نظر کہ امام عظیم علیہ الرحمہ کے مطابق منڈوانے اور نہ منڈوانے کی صورت میں حکم برابر ہے۔ جبکہ صالحین کے نزدیک قصر کرنا شرط ہے۔

حج کے دو احرام اور عمرے کے دو احراموں کو حج کرنے کی بدعت کا بیان:

حدید بدر الدین بنی غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ احرام دو گونہ کیلئے یا دعوں کیلئے جمع کرنا حرام ہے کیونکہ یہ بدعت ہے۔ اور اس کی چار اقسام ہیں۔

(۱) تقسیم عقلی: حج کے احرام کو حج کے احرام میں داخل کرنا۔ (۲) حج کے احرام کو عمرے کے احرام میں داخل کرنا۔ (۳) عمرے کے احرام کو حج کے احرام میں داخل کرنا۔ (۴) عمرے کے احرام کو عمرے کے احرام میں داخل کرنا۔

پہلی صورت میں جنابت کی صورت حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کے نزدیک م لازم آئے گا۔ دوسری صورت میں پہلے احرام کے تن میں نیک ہے۔ اور جب وہ پیچے کا خلق نہ کر دے تو دم لازم ہے۔ کیونکہ اس نے نیک کو اس وقت سے مؤخر کر لیا ہے۔ جس سے دم واجب ہو گیا ہے۔

صالحین نے کہا اگرچہ اس نے قصر نہیں کر دیا اس کا حج نااقبل عام ہے۔ لہذا اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے کیونکہ اس کے نزدیک تاخیر نیک وجوب دم کا سبب نہیں ہے۔ (الہدایہ شرح الہدایہ، ص ۵۳۳، ۳۳۴، حنفیہ ملتان)

حج کا احرام باندھ کر پھر اس کو عمرہ میں بدل دینے کی تخصیص کا بیان:

حضرت سلیم بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے حج کی نیت کی اور پھر اس کو حج کے عمرہ میں بدل دیا تو یہ درست نہ ہوگا بلکہ یہ امر ان لوگوں کے لیے خاص تھا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا حج کا فسخ کرنا ہمارے لیے خاص ہے یا ہمارے بعد کے لوگوں کے لیے بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صرف تم لوگوں کے لیے خاص ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت الباقی کے موقع پر فضل بن عباس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے اسی دران قبیلہ شعمی کی ایک عورت کی آنی اور مسئلہ دریافت کرنے لگی فضل نے اس عورت کی طرف دیکھا اور وہ عورت بھی فضل کو دیکھنے کی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضل کا منہ اس عورت سے دوسری طرف پھیر دیا وہ عورت بولی یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے اور میرے والد پر حج واجب ہے اور میرے والد پر حج واجب ہے وہ بڑھتے ہوئے کہے ہیں اور وہ حواری نہیں کر سکتے تو کیا ایسی صورت میں میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں

یہ واقعہ اذکار کا ہے۔

ابن رزین سے جو کہی عامر سے تعلق رکھتے ہیں روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والد پڑھے ہوئے ہیں وہ حج اور عمرہ کے سفر کے لیے طاقت نہیں رکھتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اپنے باپ کی طرف سے حج بھی کر سکا ہے اور عمرہ بھی۔

جعفر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا شہر مکہ سے؟ اس نے کہا وہ میرا بیٹا ہے (یابہ کہا کہ وہ میرا شہر دار ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تو اپنا حج کر چکا ہے؟ اس نے کہا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلے تو اپنا حج ادا کر پھر اس کے بعد میری طرف سے حج کرنا۔ (سنن ابوداؤد کتاب الحج)

قمر کے علاوہ عمر سے فارغ ہونے والے پر جو بدمکار بیان:

(وَمَنْ فَرَّغَ مِنْ عُمْرَتِهِ إِلَّا التَّقْصِيرَ فَأَحْرَمَ بِأُخْرَىٰ عَلَيْهِ ذِمَّ لِإِحْرَامِهِ قَبْلَ الْوَقْتِ) ؛ لِأَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ إِحْرَامَيْ الْعُمْرَةِ وَهَذَا مَكْرُوهٌ فَلَزِمَهُ الذَّمُّ وَهُوَ ذِمٌّ جَبَرٌ وَكُفَّارَةٌ وَمَنْ أَهَلَ بِالْحَجِّ ثُمَّ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ لِرَمَاهُ ؛ لِأَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا مَشْرُوعٌ فِي حَقِّ الْتَأَقُّبِ ، وَالْمَسْأَلَةُ فِيهِ قِصَصٌ بِذَلِكَ قَارَنًا لِكُنْهَ أَخْطَأَ السُّنَّةَ قِصَصٌ مُبِينٌ) وَلَوْ وَقَفَ بِعَرَفَاتٍ وَلَمْ يَأْتِ بِأَفْعَالِ الْعُمْرَةِ فَهُوَ رَافِضٌ لِعُمْرَتِهِ ؛ لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ عَلَيْهِ إِذَاؤُهَا إِذْ هِيَ مَحَبَّةٌ عَلَى الْحَجِّ عَزْرٌ مَشْرُوعٌ (فَإِنْ تَوَجَّهَ إِلَيْهَا لَمْ يَكُنْ رَافِضًا حَتَّى يَقِفَ) وَقَدْ ذَكَرْنَا مِنْ قَبْلُ

ترجمہ:

اور جو شخص تقصیر کرے بغیر اپنے عمر سے فارغ ہوا تو اس نے دوسرا احرام باندھ تو وقت سے پہلے احرام باندھنے کی وجہ سے ایک دم واجب ہے۔ کیونکہ اس نے عمر سے دوسرا احرام حج کیے ہیں۔ اور ایسا کرنا مکروہ ہے لہذا اس پر دم واجب ہوگا اور یہ دم نقصان کو پورا کرنے اور کفارے کے طور پر ہے۔

اور جس آقا نے حج کا اس کے بعد عمر کے احرام لیا تو اس پر دونوں لازم ہوں گے۔ کیونکہ ان دونوں کو حج کرنا آفاقی کتب میں جائز ہے۔ اور یہ مسئلہ آفاقی کیلئے ہے کیونکہ وہ اس طرح قاتر ہو جائے گا۔ البتہ خلاف سنت کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو گا۔ اس لئے اس نے عرفات کا وقف کر لیا اور اس نے افعال عمرہ ادا نہیں کیے ہیں تو وہ اپنے عمرے کو ترک کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ اب اس کیلئے عمرے کی ادائیگی مشکل ہے۔ لہذا اس کا عمرہ حج پر بنا دیا جائے گی۔ غیر مشروع ہوگا اگر عمرہ بدعت عرفات کی طرف گیا اور یہ عمرے کو ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار نہ ہوگا حتیٰ کہ وقف مذکورے اور اس کو ہم اس سے پہلے بیان کر آئے ہیں۔

شرح

آفاقی کیلئے حج و عمرہ جمع کرنے کا بیان: اس مسئلہ کی تشریح حج قرآن اور حج تمتع میں بیان کر دی گئی ہے۔

حج و عمرہ جمع کرنے کی صورت میں وجوب دم کا بیان:

(فَإِنْ طَافَ لِلْحَجِّ ثُمَّ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ قَمَضَىٰ عَلَيْهِمَا لِرَمَاهُ وَعَلَيْهِ ذِمٌّ لَجَمْعِهِ بَيْنَهُمَا) ؛ لِأَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا مَشْرُوعٌ عَلَى مَا عَرَفْنَا قِصَصَ الْإِحْرَامِ بِهِمَا ، وَالْمَرَادُ بِهَذَا الطَّوَّافِ طَوَّافَ السَّجْيَةِ ، وَأَنَّهُ سُنَّةٌ وَلَكِنَّ بَرْنِيَّ حَتَّى لَا يَلْزَمَهُ بَتَرَكِهِ شَيْءٌ ، وَإِذَا لَمْ يَأْتِ بِمَا هُوَ رُكْنٌ يُمَكِّنُهُ أَنْ يَأْتِيَ بِأَفْعَالِ الْعُمْرَةِ ثُمَّ بِأَفْعَالِ الْحَجِّ ، فَلِهَذَا لَوْ قَمَضَىٰ عَلَيْهِمَا جَازٌ وَعَلَيْهِ ذِمٌّ لَجَمْعِهِ بَيْنَهُمَا وَهُوَ ذِمٌّ كُفَّارَةٌ وَجَبَرٌ هُوَ الصَّحِيحُ ؛ لِأَنَّهُ بَانَ أَفْعَالُ الْعُمْرَةِ عَلَى أَفْعَالِ الْحَجِّ مِنْ وَجْهِ .

ترجمہ:

اگر اس نے حج کیلئے طواف کر لیا پھر اس نے عمرے کا احرام باندھا اور ان دونوں کے مناسک کیے تو اس پر اس ایک دم واجب ہے کیونکہ اس نے ان دونوں کو حج کر لیا ہے۔ البتہ ان دونوں کو حج کرنا جائز ہے اسی دلیل کے پیش نظر جو گنہگار رہی ہے۔ لہذا ان دونوں کا احرام حج ہوگا۔ اور اس طواف سے مراد طواف قدم ہے اور یہ سنت ہے مگر نہیں ہے کہ اس کے ترک سے بھی کوئی چیز لازم ہو ہے؟ اور جس اب بندے نے ایسا نہیں کیا ہے جو کہ سنت ہے تو پھر اس کیلئے افعال عمرہ اور پھر افعال حج کرنا ممکن ہے۔ اور اسی دلیل کی وجہ سے اگر اس نے ان دونوں کو کر لیا تو اس پر ان دونوں کو جمع کرنے کی وجہ سے ایک قربانی لازم آئے گی۔ اور یہ قربانی کفارے کی ہے اور نقصان کو پورا کرنے کی ہے صحیح روایت یہی ہے۔ کیونکہ وہ شخص ایک طرح افعال عمرہ کی بنا و افعال حج پر کرنے والا ہے۔

حج میں غداہب اربعہ کا بیان:

امام نووی فرماتے ہیں کہ عمرہ کے ساتھ اس فتح حج کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ آیا یہ اس سال میں صرف صحابہ ہی کے لئے تھا یا ہمیشہ کے لئے دوسروں کو بھی ایسا جائز ہے؟ چنانچہ امام احمد اور اہل ظاہر کی ایک جماعت نے تو یہ کہا ہے کہ فتح حج صرف صحابہ ہی کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے باقی ہے، لہذا اس شخص کے لئے کہ حج کا احرام باندھے، اور بدعتی اس کے ساتھ نہ ہو یہ جائز ہے، حج کا احرام عمرہ کے ساتھ فتح حج کر دے اور افعال عمرہ کی ادائیگی کے بعد عدال ہو جائے یعنی احرام کھول دے، جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور علماء مطلق و حنفی کی آخریت کا کہنا یہ ہے

کہ یہ حکم صرف اسی سال میں صحابہ کے لئے تھا کہ نہ جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو حرام سمجھا جاتا تھا اس کی تردید ہو جائے۔

احرام حج کی تاکید کیلئے عمرے کے افعال کو ترک کرنے کا بیان:

(وَيُتَسَبَّحُ أَنْ يَرْفُضَ عُمْرَتَهُ)؛ لِأَنَّ إِحْرَامَ الْحَجِّ قَدْ تَأَكَّدَ بِبَنَىءٍ مِنْ أَعْمَالِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يَطْفُئْ لِلْحَجِّ، وَإِذَا رَفَضَ عُمْرَتَهُ يَقْضِيهَا لِصِحَّةِ الشُّرُوعِ فِيهَا (وَعَلَيْهِ دَمٌ) لِيَرْفُضَهَا (وَمَنْ أَهْلُ عُمْرَةٍ فِي يَوْمِ النَّحْرِ أَوْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ لَزِمَتْهُ) لِمَا قُلْنَا (وَيَرْفُضُهَا) أَيْ يَلْزِمُهُ الرُّفْضُ، لِأَنَّهُ قَدْ أَذَى رُكْنَ الْحَجِّ فَيَصِيرُ بَائِثًا أَفْعَالِ الْعُمْرَةِ عَلَى أَفْعَالِ الْحَجِّ مِنْ كُلِّ وَجْهِ، وَقَدْ كُرِهَتْ الْعُمْرَةُ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ أَيْضًا عَلَى مَا نَذَرُ فَلِهَذَا يَلْزِمُهُ رَفْضُهَا،

ترجمہ:

اور اس کیلئے انتخاب یہ ہے کہ اپنے عمرے کو فتم کر دے کیونکہ اس کا حج بعض عمل کرنے کی وجہ سے پختہ ہو گیا ہے۔ یہ خلاف اس کے کہ جب اس نے طواف قدم نہ کیا اور جب اس نے عمرے کو فتم کر دیا ہو تو وہ اسکی قضاء کرے۔ کیونکہ اس کیلئے عمرے کا شروع کرنا صحیح ہو گیا ہے اور اس پر ترک عمرہ کی وجہ سے ایک دم اس پر واجب ہے۔

اور جس بندے سے یونہی یا یوم تشریق میں عمرے کا احرام باندھا تو اس پر عمرہ لازم ہو گیا ہے اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کر چکے ہیں اور وہ اس عمرے کو توڑے کیونکہ اس کا توڑنا واجب ہے اس لئے کہ اس نے حج کا رکن ادا کر لیا۔ لہذا وہ ایک طرح سے افعال حج پر بناء کرنے والا ہے اور ان دنوں میں عمرہ مکروہ بھی ہے اس دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کرتے ہیں۔ لہذا اسی دلیل کی وجہ سے اس پر عمرے کا ترک ضروری ہوا ہے۔

افعال حج کی بناء پر ترک عمرہ کا بیان:

عمرے کو ترک کرتے ہوئے اس بناء پر حج کرنے کا فقہاء نے مستحب کہا ہے۔ کیونکہ افعال عمرہ پر اس صورت میں بناء یعنی ترتیب درست ہے۔ اور اسی طرح حج و عمرہ ایک ساتھ یعنی حج قرآن یا حج تمتع کی صورت میں جب کیے جاتے ہیں تو بھی مستلزامی اصل سے ثابت ہوتا ہے۔ اور حج عمرے کو ایک ساتھ کرنے میں روایت تلبیس بھی دالالت کرنے والی ہے۔

حضرت انس بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ تلبیس پڑھتے ہوئے نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرما رہے تھے تَبَيْتَ عُمْرَةً وَحَجًّا تَبَيْتَ عُمْرَةً وَحَجًّا۔

(مسند ابو داؤد، کتاب الحج)

ترک عمرہ کی وجہ سے وجوب دم و قضاے عمرہ کا بیان:

فَبِإِنْ رَفَضَهَا فَعَلَيْهِ دَمٌ؛ لِيَرْفُضَهَا (وَعُمْرَةٌ مَكَانَهَا) لِمَا بَيَّنَّا (فَبِإِنْ مَضَى عَلَيْهَا أَجْرُهَا)؛ لِأَنَّ الْكِرَامَةَ لِمَعْنَى فِي غَيْرِهَا وَهُوَ كَوْنُهُ مَشْغُولًا فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ بِإِذَاءِ بَقِيَّةِ أَعْمَالِ الْحَجِّ فَجِبَّ تَخْلِيصُ الْوَقْتِ لَهُ تَغْفِيظًا (وَعَلَيْهِ دَمٌ لِجَمْعِهِ بَيْنَهُمَا) إِنَّمَا فِي الْإِحْرَامِ أَوْ فِي الْأَعْمَالِ الْبَاقِيَةِ، قَالُوا: وَهَذَا دَمٌ كَفَّارَةٌ أَيْضًا. وَقِيلَ إِذَا حَلَقَ لِلْحَجِّ ثُمَّ أَحْرَمَ لَا يَرْفُضُهَا عَلَى ظَاهِرِ مَا ذَكَرَ فِي الْأَصْلِ، وَقِيلَ يَرْفُضُهَا اخْتِارًا عَنْ النِّهْيِ.

قَالَ الْفَقِيه أَبُو جَعْفَرٍ: وَمَتَابِعُ خَسَا رَجَمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى هَذَا (فَبِإِنْ فَاتَهُ الْحَجُّ ثُمَّ أَحْرَمَ عُمْرَةً أَوْ بَحْجَةٍ فَإِنَّهُ يَرْفُضُهَا)؛ لِأَنَّ قَائِمَ الْحَجِّ يَتَحَلَّلُ بِأَفْعَالِ الْعُمْرَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقَلِبَ إِحْرَامُهُ إِحْرَامَ الْعُمْرَةِ عَلَى مَا يَأْتِيكَ فِي بَابِ الْقَوَاتِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى فَيَصِيرُ جَامِعًا بَيْنَ الْعُمْرَتَيْنِ مِنْ حَيْثُ الْأَفْعَالُ فَعَلَيْهِ أَنْ يَرْفُضَهَا كَمَا لَوْ أَحْرَمَ بِعُمْرَتَيْنِ

ترجمہ:

اور اگر اس نے عمرہ چھوڑ دیا تو عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہے اور اسی کی جگہ ایک عمرہ واجب ہے اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہذا جب وہ عمرہ کرگے تو پھر دم کافی ہے۔ کیونکہ اس میں کراہت غیر عمرہ کی وجہ سے آئی ہے۔ اور اس کا بقیہ حکم اس کیلئے باقی ایام میں حج کے اعمال میں مصروف ہونے کے ساتھ بھی ہے۔ لہذا اعظم کے پیش نظر اس کیلئے ضروری ہے کہ کوئی کفارہ نہ کرے۔ اور اس کیلئے ان دونوں کو جمع کرنے کی بناء پر ایک قربانی واجب ہے۔ اور اس کا جمع کرنا احرام میں ہے یا پھر حج کے بقیہ اعمال میں ہے۔

مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے کہ یہ کفارہ سے کام نہ لے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ حج کیلئے طواف کروائے اور پھر عمرے کا احرام باندھے تو وہ اس کو ترک نہ کرے۔ اور موسط میں ظاہری عبارت کے مطابق کہا گیا ہے کہ وہ چھوڑے تاکہ وہ نبی سے حج سکے۔ اور فقہاء جعفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے اسی قول پر ہمارے مشائخ ہیں۔

اور جب اس کا حج فوت ہو چکا ہے اور اس نے عمرے یا حج کا احرام باندھا تو اسے چھوڑ دے۔ کیونکہ حج کو فوت کرنے والا عمرے کے افعال سے حلال ہو جائے گا۔ سوائے اس کے کہ اس کا احرام عمرے سے والا احرام ہو جائے۔ اور اس کی دلیل باب الفوات میں ان شاء اللہ آئے گی۔ لہذا وہ فعل کے اعتبار سے دو عمروں کو جمع کرنے والا ہوگا۔ لہذا اس پر ترک عمرہ ضروری ہے جس طرح اگر اس نے دو عمروں کا احرام باندھا ہے۔

شرح

صورت مسئلہ یہ ہے کہ جس بندے نے اپنے عمرے کا احرام اُٹھ کر کے دن یا ایام تشریق میں باندھا ہے اور اب اگر وہ محض عمرے کو ترک کرے تو اس پر عمرہ ترک کرنے کی وجہ سے ایک دم واجب ہے۔ جبکہ ترک شدہ عمرے کے بقا میں پر ایک عمرہ واجب ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کو جمع کرنے کی اباحت آفاقی کیلئے ہے۔ ہاں اگر وہ اس نے عمرے کو پورا کیا اور اس کو ترک نہ کیا تو اس کیلئے کافی ہے۔

مبسوط میں ہے کہ جب اس نے حج کیلئے حلق کیا اور اس کے بعد احرام باندھا تو اب وہ عمرہ نہ چھوڑے۔ جبکہ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ عمرہ ترک کرے کیونکہ ان ایام میں ٹہکی کا حکم جو بیان ہوا ہے اور اس پر عمل کیا جائے۔ اسی قول کے بارے میں فقہاء اچھٹے نے کہا ہے کہ ہمارے مشائخؒ نے اس کو اپنایا ہے۔

جب عمرے والا پہنی نلٹائے تو اس کے حلال ہونے میں غم اب رابع:

حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد کا مسک یہ بھی ہے کہ جو شخص عمرہ کا احرام باندھے اور بدی اپنے ساتھ نہ لائے تو افعال عمرہ کی ادائیگی کے بعد احرام سے باہر آئے اور اگر بدی ساتھ لا ہوا تو احرام سے باہر نہ ہوتا آنکہ قرعہ بونی کے دن اس کی بدی ذبح ہو جائے، لیکن حضرت ابوشامہؒ، اور حضرت ابومالکؒ یہ کہتے ہیں کہ شخص افعال عمرہ کی ادائیگی کے بعد احرام سے باہر آ جانا جائز ہے خواہ بدی ساتھ لا ہوا یا ساتھ نہ ہو۔

دو حج کو جمع کرنے کی صورت میں وجوب دم کا بیان:

وَإِنْ أَحْرَمَ بِحَجَّةٍ يَصِيرُ جَامِعًا بَيْنَ الْحَجَّتَيْنِ إِحْرَامًا فَعَلَيْهِ أَنْ يَرْفُضَهَا كَمَا لَوْ أَحْرَمَ بِحَجَّتَيْنِ وَعَلَيْهِ قَضَاؤُهَا لِصَلَةِ الشَّرُوعِ فِيهَا وَدَمٌ لِرَفْضِهَا بِالتَّحْلِيلِ قَبْلَ أَوَانِهِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:

اور اگر اس نے دوسرا احرام حج کا باندھا تو وہ احرام میں دو حج جمع کرنے والا ہو جائے گا تو اس پر دوسرے حج کا ترک لازم آئے گا۔ جس طرح وہ شخص حج کا احرام باندھے جس پر قضا واجب ہے۔ کیونکہ اس کا شروع کرنا صحیح ہے اور دم واجب ہے کیونکہ اس نے اس کو ترک کیا ہے اور اس کے وقت سے پہلے حلال ہو گیا ہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

شرح

حج کے ارادہ سے گیا اور احرام کے وقت نیت ح ضروری تو حج ہے اور اگر نیت کچھ تھی تو جب تک طواف نہ کیا ہو اسے اختیار ہے حج کا احرام قرار دے یا عمرے کا اور طواف کا ایک پھر ابھی کر چکا تو یہ احرام عمرہ کا ہو گیا۔ یو ہیں طواف سے پہلے جماع کیا

روک دیا گیا (جس کو احصار کہتے ہیں) تو عمرہ قرار دیا جائے یعنی قضا میں عمرہ کرنا کافی ہے۔ جس نے حجۃ الاسلام نہ کیا ہو اور حج کا احرام باندھا، فرض و نفل کی نیت نہ کی تو حجۃ الاسلام ادا ہو گیا۔

دو حج کا احرام باندھا تو دو حج واجب ہو گئے اور دوسرے کا تو دوسرے احرام باندھا اور حج یا عمرہ کسی خاص تو میں نہ کیا پھر حج کا احرام باندھا تو پہلا عمرہ ہے اور دوسرا عمرہ کا باندھا تو پہلا حج ہے اور اگر دوسرے احرام میں بھی کچھ نیت نہ کی تو قرآن ہے۔ لیکن میں حج کہا اور نیت عمرہ کی ہے یا عمرہ کہا اور نیت حج کی ہے، تو جو نیت ہے وہ ہے لفظ کا اعتبار نہیں اور لیکن میں حج کہا اور نیت دونوں کی ہے تو قرآن ہے۔

احرام باندھا اور یاد نہیں کہ کس کا باندھا تھا تو دونوں واجب ہیں یعنی قرآن کے افعال بجالانے کے پہلے عمرہ کرے پھر حج عمرہ قرآن کی قربانی اس کے ذمہ نہیں۔ اگر دو چیزوں کا احرام باندھا اور یاد نہیں کہ دونوں حج ہیں یا عمرے یا حج و عمرہ تو قرآن ہے اور قربانی واجب۔ حج کا احرام باندھا اور یہ نیت نہیں کہ کس سال کریگا تو اس سال کا مرادیا جائے گا۔ منت و نفل یا فرض و نفل کا احرام باندھا تو نفل ہے۔

اگر یہ نیت کی کہ فلاں نے جس کا احرام باندھا اسی چیز کا میرا احرام ہے اور بعد میں معلوم ہو گیا کہ اُس نے کس چیز کا احرام باندھا ہے تو اُس کا بھی وہی ہے اور معلوم نہ ہوا تو طواف کے پہلے پھیرے سے پیشتر جو چاہے معین کر لے اور طواف کا ایک پھیرا کر لیا تو عمرہ ہو گیا۔ یو ہیں طواف ہے پہلے جماع کیا یا روک دیا گیا یا تو فوفہ کرنا وقت نہ ملا تو عمرہ کا ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثالث فی الاحرام، ومما يتصل بذلك مسائل)

باب الاحصار

﴿یہ باب احصار کے بیان میں ہے﴾

باب الاحصار کی فقہی مطابقت کا بیان:

عناہ بدرالدین یعنی حنفی طبعی الحرجہ لکھتے ہیں۔ مصنف احصار کے باب کو جن بات کے باب کے بعد لائے ہیں کیونکہ اس میں بھی جنائیت کی ایک قسم ہے۔ کہ عمر کیلئے رکنا ہے۔ اور احصار کا لغوی معنی ”منع“ ہے۔ اور محصر اس شخص کو کہتے ہیں جس کو روک دیا جائے۔ اہل عرب اس شخص کو محصر کہتے ہیں جس کو حج یا عمرے سے روک دیا جائے۔ خواہ اس کو خوف کی وجہ سے روکا گیا ہو یا کسی بیماری کی وجہ سے یا دشمن کی وجہ سے روکا جائے۔ (البنائے شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۳۵۰، حقایق بلقان)

احصار کا فقہی مفہوم:

احصار کا معنی نفی کے اعتبار سے تو روک لیا جانا ہے اور اصطلاح فقہ میں احرام باندھ لینے کے بعد حج یا عمرہ سے روکا جانا احصار کہلاتا ہے۔ جس شخص پر ایسا واجب پیش آ جائے یعنی جس شخص نے احرام باندھا اور پھر جس کام کے واسطے یعنی حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھا تھا اس کے ادا کرنے سے دھوکا لگایا تو اس کو محصر کہتے ہیں۔

فقہ حنفی کے مطابق ثبوت احصار کے ذرائع کا بیان:

فقہ حنفی کے مطابق احصار کی کئی صورتیں ہیں جو اس چیز کی بنا پر ہیں کہ جس کا احرام باندھا ہے یعنی حج یا عمرہ، حقیقتاً یا شرعاً مانع ہو جاتی ہیں، ان صورتوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کسی دشمن کا خوف ہو! دشمن سے مراد عام ہے خواہ کوئی آدمی ہو یا مردانہ چارہ۔ مثلاً یہ معلوم ہو کہ راستہ میں کوئی دشمن بیٹھا ہے جو حج کو تھمتا ہے یا مارتا ہے آگے نہیں جانے دیتا، یا ایسے کسی جگہ شیر و خیرہ کی موجودگی کا علم ہو۔

(۲) بیماری! احرام باندھنے کے بعد ایسا بیمار ہو جائے کہ اس کی وجہ سے آگے نہ جا سکتا ہو یا آگے جا تو سکتا ہے مگر مرض کے بدھ جانے کا خوف ہو۔

(۳) عورت کا محرم نہ رہے! احرام باندھنے کے بعد عورت کا محرم یا اس کا خاوند مر جائے، یا کہیں چلا جائے یا آگے جانے سے انکار کر دے۔

(۴) خرچ کم ہو جائے! مثلاً احرام باندھنے کے بعد مال و اسباب چوری ہو جائے، یا پہلے ہی سے خرچ کم لے کر چلا ہو اور اب آگے کی ضروریات کے لئے روپیہ پیسہ نہ رہے۔

(۵) عورت کے لئے عدت! احرام باندھنے کے بعد عورت کا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے جس کی وجہ سے وہ باندھتے ہو جائے تو یہ احصار ہو جائے گا۔ ہاں اگر وہ عورت اس وقت عقیقہ ہے اور اس کے چاہ قیام سے کہ بقدر مسافت سفر نہیں ہے تو احصار نہیں سمجھا جائے گا۔

(۶) راستہ بھول جائے اور کوئی راہ بتانے والا مثل کے

(۷) عورت کو اس کا شوہر منع کر دے! بشرطیکہ اس نے حج کا احرام اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر باندھا ہو، حج فرض کے روکنے اور حج فطر میں اجازت دینے کے بعد روکنے کا اختیار شوہر کو نہیں ہے۔

(۸) لونڈی یا غلام کو اس کا منع کر دے۔

احصار کی یہ تمام صورتیں حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہیں، بقیہ تینوں ائمہ کے ہاں احصار کی صرف ایک ہی صورت یعنی دشمن کا خود ہے، چنانچہ ان حضرات کے نزدیک دیگر صورتوں میں احصار درست نہیں ہوتا بلکہ احرام کی حالت برقرار رہتی ہے۔

احصار کے بارے میں فقہی حکم کا بیان:

جس محرم کو احصار کی مندرجہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آ جائے تو اسے چاہے کہ وہ اگر مفرد ہو تو ایک ہدی کا جانور مثلاً ایک بکری اور اگر تارن ہو تو دو ہدی کے چار نور مثلاً دو بکری کسی شخص کے ذریعہ حرم میں پہنچ دے تاکہ وہ اس کی طرف سے وہاں ذبح ہو۔ یا قیمت پہنچ دے کہ وہاں ہدی کا جانور خرید کر ذبح کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی ذبح کا دن اور وقت بھی متعین کر دے یعنی جس شخص کے ذریعہ جانور جو حج تمتع رہا ہو اس کو یہ تاکید کر کے کہ یہ جانور وہاں قلاں دن اور قلاں وقت ذبح کیا جائے پھر وہ اس متعین دن اور وقت کے بعد احرام کھول دے، سر منڈانے یا بال کتروانے کی ضرورت نہیں! اور پھر آئندہ سال اس کی قصا کرے یا اس طور کہ اگر اس نے احصار کی وجہ سے حج کا احرام اتارا ہے تو اس کے بدلہ ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور قراں کا احرام اتارا ہے تو اس کے بدلہ ایک حج اور دو عمرے کرے جب کہ عمرہ کا احرام اتارنے کی صورت میں صرف ایک عمرہ کیا جائے گا۔

اگر ہدی کا جانور پہنچنے کے بعد احصار چارہ رہا اور یہ ممکن ہو کہ اگر محصر روانہ ہو جائے تو قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے پہنچ جائے گا اور حج جمعیل جائے گا تو اس پر واجب ہوگا کہ وہ فوراً روانہ ہو جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر اس پر فوراً جانا واجب نہیں ہوگا۔ تاہم اگر وہ حج کو روانہ ہو جائے اور وہاں اس وقت پہنچے جب کہ ہدی کا جانور بھی ذبح ہو چکا ہو اور حج کا وقت بھی گزر چکا ہو تو اس صورت میں عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام کھول دے۔

حج فوت ہو جانے کا مطلب اور اس کا حکم

حج فوت ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص حج کے لئے گیا، اس نے احرام بھی باندھا لیا تھا مگر کوئی ایسا بات پیش آ گئی کہ عرفہ کے دن زوال آفتاب کے بعد سے بعد عید کی صبح تک کے عرصہ میں ایک منٹ کے لئے بھی قیوف عرفات نہ کر سکا، یا راد رہے

کہ وقف عرفات کا وقت عرفہ کے دن زوال آفتاب کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور بقرعہ کی فجر طلوع ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے اس عرصہ میں وقف عرفات فرض ہے۔ خواہ ایک منٹ کے لئے ہی کیوں نہ ہو تو اس صورت میں حج فوت ہو جائے گا اور جس شخص کا حج فوت ہو جاتا ہے اسے فائز حج کہتے ہیں۔

جس شخص کا حج فوت ہو جائے اس کو چاہئے کہ عمرہ کر کے یعنی خانہ کعبہ کا طواف اور صفا کر دے کہ درمیان سعی کرنے کے بعد احرام کھول دے، اگر مضر ہو تو ایک عمرہ کرے اور اگر قارن ہو دو عمرے کرے اور اس کے بعد سر منڈا دے یا بال اتروادے اور پھر سال آئندہ میں اس حج کی قضا کرے۔

صلح حدیبیہ کا تاریخی پس منظر اور احصار کا بیان:

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں اور وہاں عمرہ ادا فرمایا ہے۔ پیغمبر کا خواب ظاہر ہے کہ شخص خواب دیکھا نہ ہو سکتا تھا وہ وحی کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور اسے چل کر آیت 27 میں اللہ تعالیٰ نے توثیق کر دی ہے کہ یہ خواب ہم نے اپنے رسول کو دکھایا تھا۔ اس لیے درحقیقت یہ نہ خواب نہ تھا بلکہ ایک الہی اشارہ تھا جس کی پیروی کا حضور کے لیے ضروری تھا۔

بظاہر اصحاب اس ہدایت پر عمل کرنے کی کوئی صورت ممکن نظر نہ آتی تھی۔ کفار قریش نے 6 سال سے مسلمانوں کے لیے بیت اللہ کا راستہ بند کر رکھا تھا اور اس پوری مدت میں کسی مسلمان کو انہوں نے حج اور عمرے تک کے لیے حد و حرم کے قریب نہ بھیجئے دیا تھا۔ اب اگر یہ کسیے توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابی ایک جمیعت کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے دیں گے۔ عمرے کا احرام باندھ کر جنگی ساز و سامان ساتھ لیے ہوئے نکلتا گویا توڑائی کو دعوت دینا تھا اور غیر مسلح جانے کے معنی اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان خطرے میں ڈالنے کے تھے۔ ان حالات میں کوئی شخص یہ نہ بھیج سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس اشارے پر عمل کیا جائے تو کیسے۔

مگر پیغمبر کا منصب یہ تھا کہ اس کا رب جو حکم بھی اس کو دے وہ بے تکلف اس پر عمل کر گزردے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا تامل اپنا خواب صحابہ کرام کو سنا کر سناری جاری شروع کر دی۔ آس پاس کے قبائل میں بھی آپ نے اعلان عام کروا دیا کہ ہم عمرے کے لیے جا رہے ہیں جو ہمارے ساتھ چنا چاہے وہ آجائے۔ جن لوگوں کی نگاہ ظاہری اسباب پر تھی انہوں نے سمجھا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی آپ کے ساتھ چلنے پر آمادہ نہ ہوا۔ مگر جو اللہ اور اس کے رسول پر چچا ایمان رکھتے تھے انہیں اس امر کی کوئی پروا نہ تھی کہ انجام کیا ہوگا ان کے لیے بس یہ کافی تھا کہ اللہ کا اشارہ ہے اور اس کا رسول تمہیں حکم کے لیے اٹھ کر ہوا ہے۔ اس کے بعد کوئی چیز ان کو رسول خدا کا ساتھ دینے سے روک نہ سکتی تھی۔ 1400 صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں اس نہایت خطرناک سفر پر جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

ذی القعدہ 6ھ کے آغاز میں یہ مبارک قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا۔ ذوالحجہ پہنچ کر سب نے عمرے کا احرام باندھا۔ قربانی

کے لیے 70 اونٹ ساتھ لیے جن کی گردنوں میں حدی کی علامت کے طور پر قلاوے بڑے ہوئے تھے۔ پرکوں میں صرف ایک ایک گنوار رکھی جس کی تمام زائرین حرم کو عرب کے معروف قاعدے کے مطابق اجازت تھی اور اس کے سوا کوئی سامان جنگ ساتھ نہ لیا۔ اس طرح یہ قافلہ لیک لیک کی صدائیں بلند کرتا ہوا بیت اللہ کی طرف چل پڑا۔

اس وقت مکہ اور مدینے کے تعلقات تھے جو نوعیت تھی، عرب کا بچہ بچہ اس کو جانتا تھا۔ ابھی چھپٹے سال ہی تو شمال 5ھ میں قریش نے قبائل عرب کی متحدہ طاقت کے ساتھ مدینے پر چڑھائی کی تھی اور غزوہ احزاب کا شور و معرکہ پیش آچکا تھا۔ اس لیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسٹے بڑے قافلے کے ساتھ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو پورے عرب کی نگاہیں اس عجیب سفر کی طرف مرکوز ہو گئیں اور لوگوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ یہ قافلہ لڑنے کے لیے نہیں جا رہا ہے بلکہ ہمارا ہم، احرام باندھ کر حدی کے اونٹ ساتھ لیے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرنے جا رہا ہے اور غرضی طور پر فیہر سفر ہے۔

قریش کے لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اقدام نے سخت پریشانی میں ڈال دیا۔ ذی القعدہ کا مہینہ ان حرام مہینوں میں سے تھا جو صد ہا برس سے عرب میں حج و زیارت کے لیے حرم سمجھے جاتے تھے۔ اس مہینے میں جو قافلہ احرام باندھ کر حج یا عمرے کے لیے جا رہا ہو اسے روکنے کا کسی کو حق نہ تھا، کسی کیسے قیلے سے اس کی دشمنی بھی ہو تو عرب کے مسلمان تو ایسی رو سے وہ اپنے علاقے سے اس کے گزرنے میں مانع نہ ہو سکتا تھا۔ قریش کے لوگ اس انجمن میں پڑ گئے کہ اگر ہم مدینے کے اس قافلے پر حملہ کر کے اسے مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں تو پورے ملک میں اس پر شوریج جائے گا۔ عرب کا ہر شخص پکاراٹھے گا کہ یہ سرسرا ہوا دی ہے۔ ہمارے قبائل عرب یہ سمجھیں گے کہ ہم خانہ کعبہ کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ ہر قبیلہ اس تشویش میں مبتلا ہو جائے گا کہ آئندہ کسی کوچ اور عمرہ کرنے دینا یا نہ کرنے دینا یا ہماری مرضی پر موقوف ہے، جس سے بھی ہم نامراض ہو گئے اسے بیت اللہ کی زیارت کرنے سے اس طرح روک دیں گے جس طرح آج مدینے کے ان زائرین کو روک رہے ہیں۔ یہ ایسی غلطی ہوگی کہ جس سے سارا عرب ہم سے منحرف ہو جائے گا۔ لیکن اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسٹے بڑے قافلے کے ساتھ بخیریت اپنے شہر میں داخل ہو جائے دیتے ہیں تو پورے ملک میں ہماری ہوا اٹھ جائے گی اور لوگ کہیں گے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرعوب ہو گئے۔ آخر کار بڑی شش و پنج کے بعد ان کی جاہلانہ حیثیت ہی ان پر غالب آ کر رہی اور انہوں نے اپنی تاک کی خاطر یہ فیصلہ کر لیا کہ کسی قیمت پر بھی اس قافلے کو شہر میں داخل نہیں ہونے دینا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی کب کے ایک شخص کو خبر کی حیثیت سے آگے بھیج رکھا تھا تا کہ وہ قریش کے ارادوں اور ان کی نقل و حرکت سے آپ کو بروقت مطلع کر سارے۔ جب آپ عسکان پہنچے تو اس نے آپ کو اطلاع دی کہ قریش کے لوگ پوری تیاری کے ساتھ ذی طونی کے مقام پر پہنچ گئے ہیں اور خالد بن ولید کو انہوں نے 200 سواروں کے ساتھ کراغ انعم کی طرف آگے بھیج دیا ہے تاکہ وہ آپ کا راستہ روکیں۔ قریش کی چال یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح آنحضرت کے ساتھیوں سے چھین چھاڑ کر کے ان کو اشتعال دلائیں اور پھر اگر لڑائی ہو جائے تو پورے ملک میں یہ مشہور کر دیں کہ یہ لوگ دراصل آئے تھے لڑنے کے لیے مگر بہانہ

انہوں نے عمرؓ کا کیا تھا اور احرام شخص جو کہ دینے کے لیے ہاتھ رکھنا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اطلاع پا کر ہی نوراً رستہ بدل دیا اور ایک نہایت دشوار گزار راستہ سے سخت مشقت اٹھا کر مدینہ کے مقام پر پہنچ گئے جو بین خرم کی سرحد پر واقع تھا۔ یہاں خزا کا رعد کا سردار بدیل بن ورقہ اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کے ساتھ آپ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کس غرض کے لیے آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف ہمارے پیش نظر ہے۔ یہی بات ان لوگوں نے جا کر قریش کے سرداروں کو بتادی اور ان کو ضرور دیا کہ وہ ان زائرین حرم کا رستہ نہ روکیں۔ مگر وہ اپنی خند پر آڑے رہے اور انہوں نے احابش کے سردار علی بن علقمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہ آپ کو واپس جانے پر آمادہ کرے۔ سرداران قریش کا مقصد یہ تھا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بات نہ مانیں گے تو وہ ان سے ناراض ہو کر پلٹے گا اور پھر احابش کی پوری طاقت ہمارے ساتھ ہوگی۔ مگر جب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اسارا کا قائلہ احترام بندے احمدی کے اونٹ سامنے کھڑے ہیں جن کی گردنوں میں قنارے بڑے ہوئے ہیں اور یہ لوگ لڑنے کے لیے نہیں بلکہ بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے آئے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات کیے بغیر ان کی طرف نصیب کیا اور اس نے جا کر قریش کے سرداروں سے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ لوگ بیت اللہ کی عظمت مان کر اس کی زیارت کے لیے آئے ہیں اگر تم ان کو روکو گے تو احابش اس کام میں تمہارا ساتھ ہرگز نہ دیں گے۔ تم تمہارا حلیف اس لیے نہیں بنے ہیں کہ تم حرموں کو پال کر اور ہم اس میں تمہاری حمایت کریں۔

پھر قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقیفی آیا اور اس نے اپنے نزدیک بڑی ادب و شیخہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ آپ کدھ میں داخل ہونے کے ارادے سے باز آجائیں، مگر آپ نے اس کو بھی وہی جواب دیا جو نبی خزاہ کے سردار کو دیا تھا کہ تم لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے ہیں بلکہ بیت اللہ کی تعظیم کرنے والے بن کر ایک دینی فریضہ بھالانے کے لیے آئے ہیں۔ واپس جا کر عروہ نے قریش کے لوگوں سے کہا کہ میں قصیر و سوری اور نجاشی کے درباروں میں بھی گیا ہوں، مگر خدا کی قسم میں نے اسباب محمد کو جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فدائی دیکھا ہے ایسا منظر کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے ہاں بھی نہیں دیکھا۔ ان لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ محمد ﷺ کو ضرور کہیں تو ان کے اصحاب پانی کا ایک قطرہ زمین تک نہیں گرنے دیتے اور سب اپنے جسم پر پکڑواں پلٹ لیتے ہیں۔ اب تو لوگ مونگ لو کہ تمہارا مقابلہ کس سے ہے۔

اس دوران جبکہ پیغام رسانیوں کی آمد و رفت اور گفت و شنید کا یہ سلسلہ جاری تھا، قریش کے لوگ بار بار یہ کوشش کرتے رہے کہ چپکے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیمپ پر چھاپے مار کر صحابہ کو شتال دلائیں اور کسی نہ کسی طرح ان سے کوئی ایسا اقدام کرا لیں جس سے لڑائی کا بہانہ ہاتھ آجائے۔ مگر ہر مرتبہ صحابہ کے ہمدرد اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت و فراست نے ان کی ساری تدبیروں کو ناکام کر دیا۔ ایک دفعہ ان کے چالیس پیچاس آدمی رات کے وقت آئے اور مسلمانوں کے پڑاؤ پر چھڑاؤ تیر برسانے لگے۔ صحابہ نے ان سب کو گرفتار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا مگر آپ نے ان سب کو چھوڑ دیا۔

ایک اور موقع پر عجم کی طرف سے 80 آدمی بین خرم کے وقت آئے اور انہوں نے ایک جگہ چھاپ مار دیا۔ یہ لوگ بھی پکڑے گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی رہا کر دیا۔ اس طرح قریش کی اپنی ہرجال اور ہر تدبیر میں ناکامی ہوتی چلی گئی۔

آخر کار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی طرف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی بنا کر مکہ بھیجا اور ان کے ذریعے سے سرداران قریش کو یہ پیغام دیا کہ ہم جنگ کے لیے نہیں بلکہ زیارت کے لیے ہمدی ساتھ لے کر آئے ہیں، طواف اور قربانی کر کے واپس چلے جائیں گے۔ مگر وہ لوگ نہ مانے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ کی میں روک لیا۔ اس دوران یہ خیرات مئی کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے ہیں، اور ان کے واپس نہ آنے سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ یہ خبر سچی ہے۔ اب معرکہ خیبر کی کوئی موقع نہ تھا۔ مکہ میں داخلہ کی بات تو دوسری تھی، اس کے لیے طاقت کا استعمال ہرگز پیش نظر نہ تھا۔ مگر جب نوبت سفیر کے تکل تک پہنچ گئی تو پھر اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے اس بات پر بیعت لی کہ اب یہاں سے ہمارے ہمہ رستہ ایک پیچھے نہ ہٹیں گے۔ موقع کی نزاکت نگاہ میں تو اب دیکھ سکتا ہے کہ کیوں کی معمولی بیعت تھی۔ مسلمان صرف 1400 تھے اور کسی سامان جنگ کے بغیر آئے تھے۔ اپنے مرکز سے ذبحی سوئیں دور زمین مکہ کی سرحد پر غصیرے ہوئے تھے، جہاں دشمن اپنی پوری طاقت کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو سکتا تھا اور گرد و پیش سے اپنے حامی قبیلوں کو لا کر بھی انہیں گھیرے میں لے سکتا تھا۔ اس کے باوجود ایک شخص کے سوا چرا قائلہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ ہر مرتبہ مارنے کی بیعت کرنے کے لیے ہلاتا مل آدھہ ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر ان لوگوں کو اخلاص ایمانی اور راہ خدا میں ان کی فراست کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ یہی وہ بیعت ہے جو بیعت رضوان کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قتل کی خبر سنی تھی۔ وہ خود بھی واپس آگئے اور قریش کی طرف سے تسبیح بن عمرو کی قیادت میں ایک وفد بھی مل گیا کہ بات چیت کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیمپ میں پہنچ گیا۔ اب قریش اپنی اس خند سے ہمت گمے تھے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے ساتھیوں کو سرے سے مکہ میں داخل ہی نہ ہونے دیں گے۔ البتہ اپنی ناک چھپانے کے لیے ان کا صرف یہ اصرار تھا کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں، آئندہ سال آپ عمرے کے لیے آ سکتے ہیں۔ طویل گفت و شنید کے بعد جن شرائط پر صلح نامہ لکھا گیا وہ یہ تھیں:

دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ بند رہے گی، اور ایک دوسرے کے خلاف خفیہ اور علانیہ کوئی کاروائی نہ کی جائے گی۔

اس دوران قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائے گا اسے آپ واپس کر دیں گے اور آپ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس چلا جائے گا اسے وہ واپس نہ کریں گے۔

قبائل عرب ہیں جو قبیلہ بھی فریقین میں سے کسی ایک کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہونا چاہے گا اسے اس کا اختیار ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال واپس جائیں گے اور آئندہ سال وہ عمرے کے لیے آ کر تین دن مکہ میں ٹھہریں گے، یہ شرطیں یہاں صرف ایک ایک کھوار کے لیے لکھی گئی ہیں اور کوئی سامان حرب ساتھ نہ لائیں۔ ان تین دنوں میں اہل مکہ ان کے لیے خیرین کی تدبیریں کریں گے (تاکہ کسی حد دم کی نوبت نہ آئے)۔ وہاں رہیں جہاں ہوں وہ یہاں کے کی شخص کو اپنے ساتھ لے جانے کے مجاز نہ ہوں گے۔

جس وقت اس معاہدے کی شرائط طے ہو رہی تھیں، مسلمانوں کا پورا لشکر سخت مضطرب تھا۔ کوئی شخص بھی ان مصلحتوں کو نہیں سمجھ رہا تھا جنہیں مکہ میں رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شرائط قبول فرما رہے تھے۔ کسی کی نظر قیام دور رس بنی کہ اس صلح کے نتیجے میں جو خیر عظیم رونما ہونے والی تھی اسے دیکھ سکے۔ کفار قریش اسے اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے اور مسلمان اس پر بے تاب تھے کہ ہم آخر دُعا کی یہ دلیل شریک ٹھکانہ قبول کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے بالغ و فاضل پر ایک حال تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے بعد کبھی میرے دل میں شک نہ رہا نہ تو اپنی جہاں میں کھڑے ہو کر اس موقع پر بھی جی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ وہ یہ جہن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ شرک نہیں ہیں؟ پھر آخر ہم اپنے دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں اختیار کر دیں؟ انہوں نے جواب دیا: ”اے عرو! اللہ کے رسول ہیں اور امتداد کو ہرگز ضائع نہ کرے گا“۔ پھر ان سے خبر نہ ہوا جا کر یہی سوالات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی کیے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کو یہی جواب دیا جیسا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ بعد میں حضرت عمر مدون اس پر نوافل اور صدقات ادا کرتے رہے تاکہ امتداد کی اس گستاخی کو مٹا دے جو اس روزانہ سے شان رسالت میں ہو گئی تھی۔

سب سے زیادہ دُعا تھی اس معاہدے میں لوگوں کو بری طرح نکل رہی تھیں۔ ایک شرط ۲ ہر جس کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ یہ صریح ناسودی شرط ہے۔ اگر کہہ سکتے ہیں کہ آئے والوں کو ہم واپس کر دیں تو مدینہ سے بھاگ کر جانے والے کو کیوں نہ واپس کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر فرمایا جو وہ دے ہاں سے بھاگ کر ان کے پاس چلا جائے وہ آخر ہمارے کس کام کا ہے؟ اللہ اسے ہم سے دور ہی رکھے۔ اور جو ان کے ہاں سے بھاگ کر ہمارے پاس آئے اسے اگر ہم واپس کر دیں گے تو اللہ اس کے لیے غلامی کی کوئی اور صورت پیدا فرما دے گا۔ دوسری چیز جو لوگوں کے دلوں میں ٹھک رہی تھی وہ چوتھی شرط تھی۔ مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ اسے ماننے کے معنی یہ ہیں کہ تمام عرب کے سامنے کو ہم یا تو کام واپس چاہے ہیں۔ مزید برآں یہ سوال بھی دلوں میں خنش پیدا کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں طواف کر رہے ہیں، مگر یہاں تو ہم طواف کیے بغیر واپس جانے کی شرط دے رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر لوگوں کو سمجھا کہ خواب میں آخر اس خرافات طواف کرنے کی صراحت تو نہ تھی۔ شرائط صلح کے مطابق اس سال میں آگے سال انشاء اللہ طواف ہوگا۔

جتنی پر تیل کا کام جس واقعہ نے کیا وہ یہ تھا کہ تین اس وقت جب صلح کا معاہدہ لکھا جا رہا تھا، سمیل بن عمرو کے اپنے

ماجزا دے ایوانچل، جو مسلمان ہو چکے تھے اور کفار مکہ نے ان کو قید کر رکھا تھا، کسی نہ کسی طرح بھاگ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ ان کے پاؤں میں تیز پایاں تھیں اور جسم پر زخموں کے نشانات تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کی سمجھ اس جس سے جا بے نجات دلائی جائے۔ صحابہ کرام کے لیے یہ حالت دیکھ کر مضطرب کرنا مشکل ہو گیا۔ مگر سمیل بن عمرو نے کہا کہ صلح نامے کی تحریر چاہے مکمل نہ ہوئی ہو، شرائط تو ہمارے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی ہیں، اس لیے اس لڑکے کو میرے حوالے کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جت تسلیم فرمائی اور ایوانچل خالموں کے حوالے کر دیے گئے۔

صلح سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ میںیں قربانی کر کے سرمنڈواؤ اور احرام ختم کر دو۔ مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ حکم دیا، مگر صحابہ پر اس وقت رنج و غم اور دل شکستگی کا ایسا شدید غلبہ تھا کہ انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے دور رسالت میں اس ایک موقع کے سوا کسی صورت پیش نہ آئی تھی کہ آپ صحابہ کو کھڑے کر دیں اور وہ اس کی قیام کے لیے دوڑ نہ پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پخت صدمہ اور اور آپ نے اپنے اپنے خیانت میں جس کا جرم انہوں میں حضرت اسلمہ سے اپنی کینہہ خاطر کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ بس خاموشی کے ساتھ تحریف لے جا کر خود اپنا اونٹ ذبح فرمائیں اور قہام کو بلا کر اپنا سرمنڈوا لیں۔ اس کے بعد لوگ خود بخود آپ کے مل کی پیروی کر دیں گے اور سمجھ لیں گے کہ جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ اب بدلنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کے فضل کو دیکھ کر لوگوں نے بھی قربانیاں کر لیں، سرمنڈوا لیے یا بال ترشوا لیے اور احرام سے نکل آئے۔ مگر دل ان کے غم سے کئے جا رہے تھے۔

اس کے بعد جب یہ واقعہ حدیبیہ کی صلح کو اپنی شکست اور کمزوری سمجھتا ہوا مدینہ کی طرف واپس جا رہا تھا، اس وقت عجمان کے مقام پر (یا بقول بعض کراع الفجیم کے مقام پر) کیسورت نازل ہوئی، جس نے مسلمانوں کو بتایا کہ صلح جس کو وہ شکست سمجھ رہے ہیں دراصل فتح عظیم ہے۔ اس کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا آج مجھ پر وہ چیز نازل ہوئی ہے جو میرے لیے دنیا و دینا دینا ہے زیادہ جیتی ہے۔ پھر یہ سورت آپ نے تلاوت فرمائی اور خاص طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر اسے سنایا کیونکہ وہ سب سے زیادہ بوجہ تھے۔

اگرچہ اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ان کی طبیعتیں ہو گئے تھے، مگر کچھ زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ اس صلح کے فوائد ایک ایک کرتے کھلتے چلے گئے یہاں تک کہ کسی کو بھی اس امر میں شک نہ رہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عظیم الشان فتح تھی۔

اس میں پہلی مرتبہ عرب میں اسلامی ریاست کا وجود باقاعدہ تسلیم کیا گیا۔ اس سے پہلے تک عربوں کی نگاہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی حیثیت محض قریش اور قبائل عرب کے خلاف خروج کرنے والے ایک گروہ کی تھی اور ان کو براہروی یا ہر (Outlaw) سمجھتے تھے۔ اب خود قریش ہی نے آپ سے معاہدہ کر کے سلطنت اسلامی کے مقبوضات پر آپ کا اقتدار مان لیا اور قبائل عرب کے لیے یہ دروازہ بھی کھول دیا کہ ان دونوں سیاسی طاقتوں میں جس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ معاہدات کر لیں۔

مسلمانوں کے لیے زیارت بیت اللہ کا حق تسلیم کر کے قریش نے آپ سے آپ گویا یہ بھی مان لیا کہ اسلام کوئی بد دینی نہیں ہے جیسا کہ وہ آپ تک کہتے چلے آ رہے تھے، بلکہ عرب کے مسلمہ ادیان میں سے ایک ہے اور دوسرے عربوں کی طرح اس کے پیرو بھی نہ کرنا اور نہ اس کا رکنہ اور کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اس سے اہل عرب کے دلوں کی وہ نفرت کم ہو گئی جو قریش کے پڑپچھلے اسے اسلام کے خلاف پیدا ہو گئی تھی۔

دس سال کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ ہو جانے سے مسلمانوں کو امن میسر آ گیا اور انہوں نے عرب تمام اطراف و احوال میں پھیل کر اس تیزی سے اسلام کی اشاعت کی صلح حدیبیہ سے پہلے پورے 19 سال میں اتنے آدمی مسلمان نہ ہوئے تھے جتنے اس کے بعد دو سال کے اندر ہو گئے۔ یہ اسی صلح کی برکت تھی کہ یہ تو وہ وقت تھا جب حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ 1400 آدمی آئے تھے، یا دوی سال کے بعد جب قریش کی عہد شکنی کے نتیجے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی تو دس ہزار کا لشکر آپ کے ہمراہ تھا۔

قریش کی طرف سے جنگ بند ہو جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ موقع مل گیا کہ اپنے مقبوضات میں اسلامی حکومت کو اچھی طرح مستحکم کر لیں اور اسلامی قانون کے اجراء سے مسلم معاشرے کو ایک مکمل تہذیب و تمدن بنادیں۔ یہی وہ نعت عظمیٰ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورہ مادہ کی آیت 3 میں فرمایا کہ "آج میں نے تمہارا دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارا رے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔"

قریش سے صلح کے بعد جو خوب کی طرف سے اطمینان نصیب ہو جانے کا فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں نے شال (زیر) عرب اور وسط عرب کی تمام مختلف قحطوں کو با آسانی سخر کر لیا۔ صلح حدیبیہ پر تین ہی مہینے گزرے تھے کہ یہودیوں کا سب سے بڑا گڑھ خیبر فتح ہو گیا اور اس کے بعد مذکور، وادی الفری، تہما اور یثرب کی یہودی بنسٹن اسلام کے زیر نگیں آتی چلی گئیں۔ پھر وسط عرب کے وہ تمام قبیلے بھی، جو یہودیہ قریش کے ساتھ مل کر جڑ کر رہے تھے، ایک ایک کر کے تابع فرمان ہو گئے۔ اس طرح حدیبیہ کی صلح نے دو ہی سال کے اندر عرب میں قوت کا توازن اتنا بدل دیا کہ قریش اور مشرکین کی طاقت دس کر رہ گئی اور اسلام کا غلبہ یقینی ہو گیا۔ یہ تیس سال کے بعد برکات جو مسلمانوں کو اس صلح سے حاصل ہوئیں تھے وہ اپنی ناکامی اور قریش اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے۔ سب سے زیادہ جو چیز اس صلح میں مسلمانوں کو تارگوار ہوئی تھی اور جسے قریش اپنی جیت سمجھا تھا کہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ جانے والوں کو واپس کر دیا جائے گا اور مدینہ سے بھاگ کر مکہ جانے والوں کو واپس نہ لیا جائے گا۔ مگر تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ یہ معاہدہ بھی قریش پر اٹا پڑا اور قریش نے بتا دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے دوسرے اس کے کتنا بیجا کہہ کر یہ شرع قبول کی تھی۔ صلح کے کچھ دنوں بعد مکہ سے ایک مسلمان ابوبکر قریش کی قید سے بھاگ نکلے اور مدینہ پہنچے۔ قریش نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ کے مطابق انہیں ان لوگوں کے حوالے کر دیا یا جو ان کی گرفتاری کے لیے مکہ سے بھیجے گئے تھے۔ مگر مکہ جاتے ہوئے راستے میں وہ پھر ان کی گرفت سے بچ نکلے اور سال بھر ہاجرہ کے اس راستے پر جا بیٹھے جس سے قریش کے تجاویز قاطع

گذر رہے تھے۔ اس کے بعد جس مسلمان کو بھی قریش کی قید سے بھاگ نکلنے کا موقع ملا وہ مدینہ جانے کے بجائے ابوبکر کے کھانا پہنچا دیتا، یہاں تک کہ 70 آدمی جمع ہو گئے اور انہوں نے قریش کے قاتلوں پر چھاپے۔ رمار کر ان کا ہاتھ ٹک کر دیا۔ آخر ہاجرہ قریش نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو مدینہ بلا لیں اور حدیبیہ کے معاہدے کی وہ شرط آپ سے آپ ماقبہ ہو گئی۔

جب کوئی احرام والا دشمن یا مرض کی وجہ سے قصر ہو جائے:

(وَأَذَى أَحْصَرَ الْمُحْرِمُ بَعْدَ أَنْ أَصَابَهُ مَرَضٌ قَسَمَهُ مِنْ الْمَضِيِّ حِجَارَ لَهُ التَّحْلُلُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَكُونُ الْإِحْصَارُ إِلَّا بِالْعُدُوِّ؛ لِأَنَّ التَّحْلُلَ بِالْهَدْيِ شُرْعٌ فِي حَقِّ الْمُخْصَرِّ؛ لِتَحْصِيلِ النَّجَاةِ وَبِالْإِحْلَالِ يَنْجُو مِنَ الْعُدُوِّ لَا مِنَ الْمَرَضِ. وَلَكِنَّ آيَةَ الْإِحْصَارِ وَرَدَتْ فِي الْإِحْصَارِ بِالْمَرَضِ بِاجْتِمَاعِ أَهْلِ الْغَلَّةِ فَإِنَّهُمْ قَالُوا: الْإِحْصَارُ بِالْمَرَضِ وَالْحَضَرُ بِالْعُدُوِّ وَالتَّحْلُلُ قَبْلَ أَوَّلِهِ لِدَفْعِ الْحَرَجِ الْإِنْبَائِيِّ مِنْ قَبْلِ امْتِدَادِ الْإِحْرَامِ، وَالْحَرَجُ فِي الْأَصْطِفَاءِ عَلَيْهِ مَعَ الْمَرَضِ أَكْثَمُ،

ترجمہ:

اور جب محرم دشمن یا ایسی مرض جو اس کو جانے سے روکے والی ہو، جس نے اس کو حج پورا کرنے سے روک لیا گیا ہے۔ تو اس کیلئے حلال ہونا جائز ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ احصار صرف دشمن کی وجہ سے ہوگا۔ اسلئے کہ قصر کیلئے مشروع ہے کہ بدی ذبح کے ثبات حاصل کرنے۔ لہذا احلال ہونے سے دشمن سے نجات ہو گئی نہ کہ بیماری سے نجات پانے والا ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل لغت کا اس پر اجماع ہے کہ احصار کی آیت مرض کی وجہ سے واضح ہونے والے احصار کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اسلئے کہ اہل لغت کے نزدیک بیماری کی وجہ سے احصار ہوتا ہے۔ اور دشمن کی وجہ سے بھی احصار ہوتا ہے۔ اور وقت سے پہلے حلال ہونا حرج کو دور کرنے کی وجہ سے ہے۔ جو اس احرام کو لہا کرنے والا ہے۔ کیونکہ حالت مرض میں احرام کے ساتھ مہر کرنے سے حرج میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔

فقہ حنفی کے مطابق قصر کے احرام کھولنے کا بیان:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج کے لئے روانہ ہونے والے تھے تو اپنی بیچازاد بہن ضباعہ بنت زبیر کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ شاید تم ہمارے ساتھ حج کا ارادہ رکھتی ہو؟ اور ہماری بھی یہی خواہش ہے کہ تم ہمارے ساتھ حج کے لئے چلو، ضباعہ نے عرض کیا کہ جی ہاں، میرا ارادہ تو ہے لیکن خدا کی قسم! میں اپنے کو بیچارہ پاتی

ہوں یعنی مرض کی بناء پر یا بضع عروس کر رہی ہوں اگر میں چلتی ہوں تو نہیں جانتی کہ حج پورا بھی کر سکوں گی یا نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ حج اگر ارادہ کرو اور جب احرام یا دعوتویہ شرط کر لو یعنی یہ کیونکہ۔ السہم محلہ جہت حبستی۔ اے اللہ! میرے احرام سے نکلنے کی جگہ وہ ہے جہاں میں بیماری کے سبب روک دی جاؤں۔

(بخاری، دسم)

میرے احرام سے نکلنے کی جگہ وہ ہے جہاں میں روک دی جاؤں، کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ مجھ پر مرض غالب ہو جائے اور وہاں سے میں خانہ کعبہ کی طرف آگے نہ چل سکوں اسی جگہ میں احرام کھول دوں گی۔

جن انہ کا مسلک یہ ہے کہ احصاء صرف ایک ہی صورت یعنی ذبح کا خوف ہے اور بیماری سے احصاء نہیں ہوتا، ان کی دلیل یہی حدیث ہے کہ اگر مرض کی وجہ سے احرام کھول دینا مباح ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خباہ کو زورہ بالا شرط کرنے کا حکم نہ دیتے کیونکہ جب مرض کی وجہ سے احصاء ہوتا چاہے تو پھر شرط کا کیا فائدہ حاصل ہوتا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ احصاء مرض کی وجہ سے بھی ہو جاتا ہے اس لئے وہ حضرت تاج بن عمرو انصاری کی حدیث کو اپنی دلیل قرار دیتے ہیں جو آئی ہے، نیز ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عمر شرط کے معنی تھے جو لوگ شرط کے قائل تھے ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سبکی فرماتے تھے کہ کیا تمہارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کافی نہیں ہے؟ یعنی جب اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح حکم موجود ہے تو پھر شرط کو اختیار کرنے کا کیا معنی۔ اب رہی یہ بات کہ جب مرض کی وجہ سے احرام کھول دینا مباح تھا تو پھر حضرت خباہ کو شرط کا حکم دینا کس مقدمہ سے تھا اور اس کا کیا فائدہ تھا؟ حنفیہ کہتے ہیں کہ خباہ کے سن میں شرط کا فائدہ یہ تھا کہ وہ احرام کی پابندیوں سے جلد آزاد ہو جائیں، اس لئے کہ وہ اگر یہ شرط نہ کرتے تو انہیں احرام سے نکلنے میں دیر لگتی یا اس طور کہ جب ان کی ہدی کا جو نور حرم پہنچ کر ذبح ہو جاتا تب ہی وہ احرام کھول سکتے تھے، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہی ہے کہ حرم کے لئے احرام کھلوانا اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک کہ اس کی ہدی حرم میں ذبح نہ جائے۔ ہاں اگر وہ احرام باندھتے وقت یہ شرط کر لے کہ جس جگہ بھی مجھے احصاء کی صورت پیش آ جائے گی میں وہیں احرام کھول دوں گا تو وہی احصاء کی صورت پیش آ جائے، ہر ہدی کا جو نور ذبح ہوئے بغیر احرام سے باہر ہو سکتا ہے۔

بیماری سے احصاء واقعہ ہو جاتا ہے:

حضرت تاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا پاؤں ٹوٹ جائے یا وہ لنگڑا ہو جائے تو وہ حلال ہو گیا۔ یعنی اس کے لئے جائز ہے کہ وہ احرام کھول دے اور اپنے گھر واپس جائے لیکن آئندہ وہ اس پر حج واجب ہو گا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) ابوداؤد کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یا وہ بیمار ہو جائے۔ نیز امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے جب کہ بخاری نے صحاح میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو احرام باندھ لینے کے بعد دشمن کے خوف کے علاوہ بھی اور کوئی مانع پیش آ جائے اس کے لئے جائز ہے کہ وہ احرام کھول دے، چنانچہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دشمن کے خوف کے علاوہ احصاء کی اور سبب بھی ہیں مثلاً بیماری وغیرہ جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔

صلح حدیبیہ اور احصاء کے حکم کا بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ واقعہ حدیبیہ کے سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عمرہ سے روکا گیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر منڈا دیا اور احرام کھولنے کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے ہم بستری ہوئے اور اپنی ہدی کا جانور ذبح کیا، پھر اگلے سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عمرہ ادا کیا۔ (بخاری، مسلم)

روکا گیا کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ کو روانہ ہوئے مگر حدیبیہ کے مقام پر شریکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رقتہء کے مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ نہ کر سکے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں احرام کھول دیا۔

حضرت تکریم رضی اللہ عنہ سے روایت کہ میں نے تاج بن عمرو انصاری سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی ہڈی ٹوٹ جائے (دوسری روایت میں ہے کہ یا وہ بیمار ہو جائے) تو وہ حلال ہو گیا اب اس کے اوپر اگلے سال حج کرنا ضروری ہو گا مگر یہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے متعلق ابن عباس اور ابوبکرؓ سے تصدیق چاہی تو ان دونوں حضرات نے اس کی تصدیق کی۔

حضرت ابویمنون بن ہمران سے روایت ہے کہ جس سال شام والوں نے عبداللہ بن زبیر کا مکہ میں حاصرہ کیا تھا اس سال میں عمرہ کی نیت سے نکلا میری قوم کے کچھ لوگوں نے میرے ساتھ ہدی بھیجی تو شام والوں نے ہمیں حرم میں داخل ہونے سے روک دیا میں نے اسی جگہ ہدی کی قربانی کی اور احرام کھول دیا (اور واپس چلا آیا) جب دوسرا سال آیا تو میں اپنے عمرہ کی قناسے لیے پھر نکلا تو میں ابن عباس کے پاس گیا اور ان سے مسئلہ دریافت کیا انھوں نے کہا ہدی بھی بدل ڈال (یعنی دوسری ہدی لے) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا تھا کہ وہ اس ہدی کو بدل دیں جو انھوں نے حدیبیہ کے سال میں عمرہ فقہاء میں قربان کی تھی (کیونکہ وہ ہدی حرم میں ذبح نہیں ہوئی تھی) (سنن ابوداؤد)

اشترط کے مفید سقوط دم ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان:

انہ متی حل بذاک فلا دم علیہ ولا صوم وممن روی انه رأى الاشتراط عند الإحرام عمر وعلی وابن مسعود وعمار وذهب إليه عبد السلمانی وعلقمة والأسود وشريح وسعيد بن المسيب وعطاء بن أبي رباح وعطاء بن يسار وعكرمة والشافعی إذ هو بالعراق وانكره ابن عمر وطائوس وسعيد بن جبیر والزهري ومالك وأبو حنيفة: وعن أبي حنيفة أن الاشتراط يفيد سقوط الدم فاما التحلل فهو ثابت عده

بکل إحصار واحتجوا بان ابن عمر یکر الاشتراط ویقول : حسبکم سنة نیکم صلی اللہ علیہ وسلم
ولأنها عبادة تجب بأصل الشرع فلم یفد الاشتراط فیها بالصوم والصلاة

ولنا ما روت عائشة رضی اللہ عنہا قالت : (دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ضیاعة بنت الزبیر
فقلت : یا رسول اللہ إنی أرید الحج وأنا شاکية فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : حجی واشترطی أن
محلحی حیث حیستی) متفق علیہ وعن ابن عباس (أن ضیاعة أتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت : یا
رسول اللہ إنی أرید أن ألحج فکیف أقول ؟ فقال : فولی لیک اللهم لیک ومحلحی من الأرض حیث
تجسینی فإن لك علی ریک ما استیتیت) رواه مسلم ولا قول لأحد مع قول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
فیکف یعارض بقول ابن عمر ولو لم یک فیہ حدیث لکان قول الخلیفتین الراشدین مع قد ذکرناه قوله
من فقهاء الصحابة أولى من قول ابن عمر وغیر هذا اللفظ مما یؤدی معنا یقوم مقامه لأن المقصود المعنی
والعبارة إنما تعتبر لأدایة المعنی

قال إبراہیم : خرجنا مع علقمة وهو یرد العمرة فقال : اللهم إنی أرید العمرة أن تبسرت وإلا فلا
خرج علی وکان یریح بشرط اللهم قد عرفت نیتی وما أرید فإن کما أمرنا تتمه فهو أحب إلی وإلا فلا
خرج علی ونحوه عن الأسود وقالت عائشة لعورة قل : اللهم إنی أرید الحج وإیاه نویت فإن تبسر وإلا
فعمرة ونحوه عن عميرة بن زیاد (المعنی، ص ۳، ۲۳۳، بیروت)

محرم حلال ہو کر ایک بکری قربانی کیلئے حرم بھیجے :

(وَإِذَا جازَ لَهُ التَّحَلُّلُ يُقَالُ لَهُ ابْعَثْ شاةً تَذْبَحُ فِی الْحَرَمِ وَوَاعِدٌ مَنْ تَبَعَهُ یَوْمَ بَعَثَهُ
يَذْبَحُ فِیهِ ثُمَّ تَحَلَّلُ) وَإِنَّمَا یَبْعَثُ إِلَى الْحَرَمِ ؛ لِأَنَّهُ دَامَ الْإِحْصَارُ قُرْبَةً ، وَالْبَرَاةُ لَمْ
تُعَرَفْ قُرْبَةً إِلَّا فِی زَمَانٍ أَوْ مَکَانٍ عَلَى مَا مَرَّ فَلَا یَقَعُ قُرْبَةً ذُوْنَهُ فَلَا یَقَعُ بِهِ التَّحَلُّلُ ،
وَالِیْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا تَخْلُقُوا رِءُوسَکُمْ حَتَّى یَبْلُغَ الْهَدْیَ مَحَلَّهُ) فَإِنَّ
الْهَدْیَ اسْمٌ لِمَا یُهْدَى إِلَى الْحَرَمِ .

ترجمہ :

اور جب اس کیلئے حلال ہوتا جائز ہوتا تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ ایک بکری ذبح کیلئے حرم میں بھیجے ۔ اور جس کو بکری دیکر بھیجے
اس سے ایک متین دن کا وہہ کرے کہ وہ اس کی بکری کو اس وقت میں ذبح کرے گا ۔ اس کے بعد وہ حلال ہو جائے گا ۔ اور احصاء کی
قربانی حرم میں اس لئے بھیجی گئی ہے کیونکہ وہ ایک عبادت ہے ۔ اور خون بہانے کا عبادت ہوتا صرف زمان و مکان کے ساتھ خاص

ہونے سے عبادت معلوم ہوا ہے ۔ جس طرح گزر چکا ہے لہذا وہ زمان و مکان کے بغیر عبادت نہ ہوگی ۔ اور اس سے حلال ہونا بھی
واقع نہ ہوگا ۔ اور اس حکم کیلئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”اس میں اشارہ ہے اسلئے کہ بکری اس کو کہتے ہیں جو حرم بھیجی جائے۔“

شرح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہادیہ کے ان الفاظ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ محرم بکری کا جانور ذبح ہونے سے
پہلے احرام نہیں کھول سکتا اس لئے یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی محرم نے بکری کا جانور حرم روانہ کیا اور اس کا نور کولہ جانے والے سے یہ تاکید
کری کہ اس جانور کو فلاں دن اور فلاں وقت ذبح کرنا اور پھر اس نے اس متین دن میں یہ کچھ کرکاب جانور ذبح ہو گیا ہوگا اسلئے کہ
احرام سے باہر کچھ یا اور کوئی ایسا فعل کیا جو حالت احرام میں ممنوع ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ بکری کا وہ جانور اس متین دن ذبح نہیں
ہوا تھا یا ذبح تو ای دن ہوا تھا مگر حرم میں ذبح ہونے کی بجائے حرم سے باہر ذبح ہو گیا تھا تو اس صورت میں اس نے خلاف احرام
جس قدر قرض کئے ہوں گے ہر قرض کے عوض جزاء دینی پڑے گی۔

امام شافعی کے نزدیک بکری کی حرم کے ساتھ عدم تعین کا بیان :

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَتَوَقَّفُ بِهِ ؛ لِأَنَّهُ شَوْعٌ رَخْصَةٌ وَالْوَقْفُ يَبْطِلُ التَّخْفِيفُ
قُلْنَا : الْمُرَاعَى أَصْلُ التَّخْفِيفِ لَا نِهَائِهِ ، وَتَجَوُّزُ الشَّاةِ ؛ لِأَنَّ الْمَنْصُوصَ عَلَيْهِ الْهَدْیَ
وَالشَّاةُ أَذْذَاهُ ، وَتَجَوُّزُهُ الْبَقَرَةَ وَالْبَيْدَةَ أَوْ سَبْعَهُمَا كَمَا فِی الصَّحَابِ ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِمَا
ذَكَرْنَا بَعَثَ الشَّاةَ بِعَظْمِهَا ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ قَدْ يَتَعَذَّرُ ، بَلْ لَهُ أَنْ يَبْعَثَ بِالْفِصْمَةِ حَتَّى تَشْتَرَى
الشَّاةَ هُنَالِكَ وَتَذْبَحَ عَنْهُ .

ترجمہ :

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے ۔ اس کو حرم کے ساتھ وقت نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ دفعہ کے ساتھ شروع کی گئی
ہے ۔ اور وقت تعین تخفیف کی وجہ سے باطل ہو جاتی ہے۔

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اصل میں تخفیف کی رعایت کی گئی ہے جبکہ اسکی ابتداء کی رعایت نہیں کی گئی ۔ اور بکری جائز ہے
کیونکہ وہ نفس سے بیان شدہ قربانی ہے ۔ اور وہ کم از کم بکری ہے اور اس کیلئے اونٹ اور گائے یا ان کا ساتواں حصہ بھی کافی ہے ۔ جس
طرح اغویہ میں ہے ۔ اور ہمارا ذکر کردہ ہم سے مراد کوئی متین بکری نہیں ہے کیونکہ اس طرح بھیجتا نامکن ہے ۔ البتہ اس کے لئے جائز
ہے کہ وہ بکری کی قیمت بھیج دے تاکہ وہ اس سے بکری خرید کر قربانی کی جائے۔

احصاء کی قربانی کے مکان میں فقہ شافعی حنفی کے اختلاف کا بیان :

احصاء کی بکری کے علاوہ باقی ہادیہ کے بارے میں تو حنفیہ اور شافعیہ کا اتفاق ہے کہ وہ حرم کے علاوہ اور کہیں ذبح نہ کی جائیں مگر

جج یا عمرو کے اصرار کی ہدی کہیں ذبح کی جائے؟ اس بارے میں دونوں کے اختلافی اقوال ہیں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اصرار کی ہدی اگر جلد ذبح کی جائے جہاں اصرار کی صورت پیش آئی ہو جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اصرار کی ہدی حرم میں بھیجی جائے اور وہاں ذبح ہو حرم کے علاوہ اور کہیں ذبح نہ کی جائے، نیز کچھ خاص دنوں میں اور خاص موقع پر ہدی کا ذبح ہونا عبادت ہے۔ اور جب یہ بات ہے کہ ایک خاص وقت اور خاص جگہ ہدی کا ذبح کرنا عبادت شاریک یا جاتا ہے تو اگر اس کے خلاف کیا گیا یعنی اس ہدی کو ذبح کرنے کی جو خاص جگہ یعنی حرم ہے اگر وہاں یہ ہدی ذبح نہ کی گئی تو عبادت کہاں رہی اور جب عبادت نہ رہی تو اس کی وجہ سے حلال ہو جاتی اہرام کھولنا کس طرح درست ہوگا۔

حضرت امام شافعی کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے اپنی ہدی کا حدیہ میں ذبح کی جوتل میں یعنی حرم سے باہر ہے۔

اس کا جواب حنفی کی جانب سے یہ دیا جاتا ہے کہ اس موقع پر ہدی کے چاروں رکاز حرم میں پہنچنا ممکن ہی نہیں تھا اس بجوری کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ نے اپنی ہدی وہیں ذبح کر دی۔ نیز بعض صحابہ بھی کہتے ہیں کہ حدیہ کا کچھ حصہ قتل میں ہے اور کچھ حصہ حرم میں ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ نے ہدی کے ہر دو حدیہ کے اس حصہ میں ذبح کئے ہوں جو حرم میں شامل ہے۔

قربانی حرم بھیجنے والے پر حلق و قصر کے عدم وجوب کا بیان:

وَقَوْلُهُ ثُمَّ تَحَلَّلَ إِشَارَةً إِلَى أَنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهِ الْحُلُقُ أَوْ التَّقْصِيرُ ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : عَلَيْهِ ذَلِكَ ، وَلَوْ لَمْ يَفْعَلْ لَأَشَاءَ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ ، وَكَانَ مُحْضَرًا بِهَا وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ بِذَلِكَ) .

وَلَهُمَا أَنَّ الْحُلُقَ إِنَّمَا عُرِفَ قُرْبَةً مُرْتَبَا عَلَى أَفْعَالِ الْحَجِّ فَلَا يَكُونُ نُسْجًا قَلْبَهَا وَقَتْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ لِيُعْرَفَ اسْتِحْكَامُ عَزَائِهِمْ عَلَى الْإِنصَافِ .

ترجمہ:

امام قدوری علیہ الرحمہ کا قول کہ پھر وہ حلال ہو جائے گا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس پر حلق و قصر واجب نہیں ہے بلکہ طرفین نے کہا ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر واجب ہے۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حدیہ میں محض تھے اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا حکم دیا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حلق کا عبادت ہونا افعال حج پر واقع ہونے سے معلوم ہوا ہے لہذا وہ افعال حج سے پہلے نیک نہ ہو

گا اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سرمنڈوانا اسلئے تھا تاکہ واپسی پر ان کے ارادے کا مضبوط ہوتا معلوم ہو۔

شرح

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد تو یہ کہتے ہیں کہ کھنکھ کے لئے سرمنڈوانا یا بال کتر وانا ضروری نہیں ہے کیونکہ حلق سرمنڈوانا تقصیر یا بال کتر وانا صورت میں عبادت شاریک یا جاتا ہے جب کہ افعال حج کی ترتیب میں ہو لہذا جب حج کے افعال ادائی نہ ہوں تو ان کو عبادت شریک کہہ سکتے جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ نے حلق یا تقصیر اس مقصد سے کیا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس اب واپسی کا پختہ ارادہ ہو گیا ہے۔

اور عمر کی ادائیگی کی صورت نہیں رہی ہے حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک کھنکھ کو اگر چہ سرمنڈوانا یا کتر وانا چاہئے لیکن اگر وہ سرمنڈوانے یا بال نہ کتر وائے تو اس صورت میں بھی اہرام سے باہر ہو جائے گا اور بطور جزا اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ عمرہ کے لئے گئے تو کفار قریش نے ہمیں خانہ کعبہ پہنچنے سے پہلے حدیہ میں روک دیا چونچا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہدی کے چاروں رکازیں ذبح کئے اور سرمنڈوانا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رقتہ میں سے کچھ نہ بے بال کتر وائے اور کچھ نہ سرمنڈوانے۔

(بخاری)

قارن کے دو دھوکے بھیجنے کا بیان:

(وَأِنْ كَانَ قَارِنًا بَعَثَ بِدَمَيْنِ) (لَا خِيَابَ لَهُ إِلَى التَّحَلُّلِ مِنْ إِحْرَامَيْنِ ، فَإِنْ بَعَثَ بِهَدْيٍ وَاحِدٍ لَيَتَحَلَّلَ عَنِ الْحَجِّ وَيَتَقَيَّ فِي إِحْرَامِ الْعُمْرَةِ لَمْ يَتَحَلَّلْ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ؛ لِأَنَّ التَّحَلُّلَ مِنْهُمَا شُرْعٌ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ .

(وَلَا يَجُوزُ ذَبْحُ دَمِ الْإِحْرَامِ إِلَّا فِي الْحَرَمِ ، وَيَجُوزُ ذَبْحُهُ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَ : لَا يَجُوزُ الذَّبْحُ لِلْمُحْضَرِ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي يَوْمِ النَّحْرِ ، وَيَجُوزُ لِلْمُحْضَرِ بِالْعُمْرَةِ مَتَى شَاءَ) اغْتِنَا بِهَدْيِ الْمُتَعَةِ وَالْقَرَانِ ، وَرَبَّمَا يَغْتَبِرُ بِهِ بِالْحُلُقِ إِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُحَلَّلٌ .

وَلَا يَسِي حَنِيفَةُ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ دَمٌ كَفَّارَةٌ حَتَّى لَا يَجُوزَ الْأَكْلُ مِنْهُ فَيَخْتَصُّ بِالْمَكَانِ دُونَ الزَّمَانِ كَسَائِرِ دِمَاءِ الْكَفَّارَاتِ ، بِخِلَافِ دَمِ الْمُتَعَةِ وَالْقَرَانِ ؛ لِأَنَّهُ دَمٌ نُسْلٌ ، وَبِخِلَافِ الْحُلُقِ ؛ لِأَنَّهُ فِي آوَابِهِ ؛ لِأَنَّهُ مُعْتَمِدٌ أَفْعَالِ الْحَجِّ وَهُوَ الْوُقُوفُ بِبَيْتِهِ .

ترجمہ:

اور جب حج قرآن کرنے والے نے دو دم بھیجے اس لئے کہ وہ دو احراموں سے حلال ہونے کا محتاج ہے اور اگر اس نے ایک ہدی بھیجی کہ وہ حج کے احرام سے حلال ہو جائے اور عمرے کے احرام میں رہے تو وہ ان دونوں میں سے کسی ایک ساتھ بھی حلال نہ ہو سکتا کیونکہ ایک حالت میں دونوں سے حلال ہونے کو شروع کرنے والا بن گیا ہے۔ احصار کے دم کو صرف حرم میں ذبح کرنا جائز ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے مطابق اس کو خر کے دن سے پہلے ذبح کرنا جائز ہے جبکہ صاحبین نے فرمایا ہے کہ حج والے عمرے کیلئے جائز نہیں ہے البتہ خر کے دن میں جب تڑپے اور عمرے سے عمرے ہونے والے کیلئے جب وہ چاہے جائز ہے۔ اور تنج کی ہدی کو قرآن کی ہدی پر قیاس کیا جائے گا جبکہ ہم طور پر صاحبین احصار کی ہدی کو تنج پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک حلال کرنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ کفارے کا دم ہے یہاں تک کہ اس میں کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دم جائز یعنی حرم کے ساتھ خاص ہے۔ اور یہ زمانے یعنی خر کے دن کے ساتھ خاص نہیں ہے جس طرح دوسرے کفاروں کے دم ہیں یہ خلاف دم تنج و قرآن کے کیونکہ وہ نیک کے دم ہیں یہ خلاف خلق کے کیونکہ وہ اپنے وقت میں ہوتا ہے۔ جبکہ افعال حج میں سے برتر عمل ذوق عرف ہے اس لئے خلق اس کے ساتھ مکمل کیا جاتا ہے۔

دم احصار کے کفارہ یا ہدی ہونے میں صاحبین کا اختلاف:

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ دم کفارہ ہے گا بہرہ اس میں سے کچھ کھانا جائز نہیں ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک ہدی ہے اور اس کے احکام وہی ہیں جو ہدی کے احکام ہیں۔

حج کا عمر جب حلال ہو تو اس کیلئے حج و عمرے کے وجوب کا بیان:

قَالَ : (وَالْمُحْضَرُ بِالْحَجِّ إِذَا تَحَلَّلَ فَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَغُمْرَةٌ) هَكَذَا رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، وَلَئِنْ الْحَجَّةَ يَجِبُ قِصَاؤُهَا لِصِحَّةِ الشَّرْعِ فِيهَا وَالْغُمْرَةُ لِمَا أَنَا فِي مَعْنَى قَائِلِ الْحَجِّ (وَعَلَى الْمُحْضَرِ بِالْغُمْرَةِ الْقِصَاؤُ) وَالْإِحْضَارُ عَنْهَا يَتَحَقَّقُ عِنْدَنَا . وَقَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ : لَا يَتَحَقَّقُ ، لِأَنَّهُ لَا تَتَوَقَّطُ .

وَلَكِنَّا أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَأَصْحَابَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَحْضَرُوا بِالْعُدْيَةِ وَكَانُوا عُمَرَاءَ ؛ وَلَئِنْ شَرَعَ التَّحَلُّلُ لِدَفْعِ الْحَرَجِ وَهَذَا مُوجُودٌ فِي إِحْرَامِ الْغُمْرَةِ ،

ترجمہ:

اور حج میں محصر ہونے والا جب حلال ہو جائے تو اس پر حج اور عمرہ کرنا واجب ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ حج کی قضاء اس کے ابتدائے صبح ہو جانے کے بعد واجب ہوتی ہے اور عمرہ اس لئے ہے کہ وہ فوت ہونے والے حج کے مکمل میں ہے۔

اور جو شخص عمرے سے محصر ہوا ہے اس پر عمرے کی قضاء واجب ہے اور عمرے کا احصار ہمارے نزدیک ثابت ہے جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے ثابت نہیں ہے۔ اسلئے کہ عمرہ کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیدہ میں روکے گئے حالانکہ وہ سب عمرہ کرنے والے تھے۔ اور اسی دلیل کے پیش نظر ان کا حلال ہونا مشرود ہے تاکہ حرج دور کیا جائے۔ اور یہ حکم عمرے کے احرام میں بھی موجود ہے اور جب احصار ثابت ہو گیا تو اس پر قضاء واجب ہے اور اسی طرح وہ حلال ہو جائے گا جس طرح حج میں ہوتا ہے۔

محصر پر قضاء واجب میں فقہ حنفی و شافعی کا اختلاف:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ حدیبیہ کے سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عمرہ سے روکا گیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر منڈا دیا اور احرام کھولنے کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے ہم بستہ ہوئے اور اپنی ہدی کا پانور ذبح کیا، پھر اگلے سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عمرہ ادا کیا۔ (بخاری و مسلم)

جیسا کہ حدیث بالا سے معلوم ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب احصار کی وجہ سے عمرہ ادا نہ کر سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنحضرت سال یعنی ہجری میں اس عمرہ کو پورا کیا چنانچہ اس عمرہ کو عمرہ القضاء کہا گیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی محصر ہو جائے یعنی اسے حج یا عمرہ سے روک دیا جائے تو وہ اس کی قضاء کرے اس لئے احناف کے مسلک میں اس کی قضاء واجب ہے جب کہ حضرت امام شافعی کے ہاں محصر پر اس کی قضاء واجب نہیں ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجری میں جو عمرہ کیا اس کا نام عمرہ القضاء ہونا حنفیہ کے مسلک کی تائید کرتا ہے۔

محصر قارن پر ایک حج اور دو عمروں کے وجوب کا بیان:

(وَعَلَى الْقَارِنِ حَجَّةٌ وَغُمْرَتَانِ) أَمَّا الْحَجُّ وَإِحْدَاهُمَا فَلَيْمَّا بَيْنًا ، وَأَمَّا الثَّانِيَةُ فَلِأَنَّهُ مُخْرَجٌ مِنْهَا بَعْدَ صِحَّةِ الشَّرْعِ فِيهَا .

ترجمہ:

اور جب حج قرآن کرنے والا محصر ہو جائے تو اس پر ایک حج اور دو عمروں کی قضاء واجب ہے ایک حج اور عمرہ اسی دلیل کے

چشم نظر جو ہم بیان کر چکے ہیں اور دوسرا عمرہ اس لئے واجب ہے کہ وہ اس کو شروغ کرنے کے بعد چھوڑنے والا ہے۔

شرح

اس سلسلہ میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ فائت الحج اور عمرہ کے حکم میں تھوڑا سا فرق ہے فائت الحج کے لئے تو یہ حکم ہے کہ اگر عمرہ مفرد ہو یعنی اس نے صرف حج کا احرام باندھا ہو تو طواف وحشی کر کے احرام کھول دے اس پر صرف سال آئندہ اس حج کی قضاء واجب ہے عمرہ اور ہدیٰ اس کے لئے واجب نہیں ہے۔

عمرہ کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر عمرہ مفرد ہو اور اسے حرم کا بیچنے سے پہلے ہی راستہ میں احصار کی کوئی صورت پیش آ جائے تو وہ پہلے ہدیٰ کا یا نور حرم بھیجے جب وہ یا نور حرم میں پہنچ کر ذبح ہو جائے تو وہ احرام کھول دے اور آئندہ سال اس حج کی قضاء کرے اور اس کے ساتھ ہی ایک عمرہ بھی کرے۔

لیکن حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس پر سال آئندہ صرف حج کرنا ہی واجب ہوگا عمرہ کو ضروری نہیں ہوگا، کیونکہ وہ صرف حج سے مختص رہا ہے اور چونکہ ہدیٰ کا یا نور بھیج کر اس نے احرام کھولا تھا تو اس کے بدلہ اس کے ذمہ صرف حج ہی ہے، عمرہ نہیں ہے۔

اور اگر مختصر قرآن ہو (یعنی اس نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہو) تو وہ بھی ہدیٰ کا یا نور حرم میں بھیجے اور وہاں اس چنور کے ذبح ہو جانے کے بعد احرام کھول دے، لیکن سال آئندہ اس پر اس حج کی قضاء اور اس کے ساتھ دوسرے واجب ہوں گے، اس پر ایک حج اور دوسرے واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک حج اور عمرہ تو اصلی چیز ہے بدلہ ادا کرنا ہوگا، اور دوسرا عمرہ اس واسطے کہ اس نے حج اور عمرہ فوت ہو اس لئے اس کی بڑا کے طور پر ایک عمرہ ادا کرنا ہوگا۔

قربانی بھیجنے والے قارن نے جب ذبح کا عہد لیا ہو:

(فَإِنْ بَعَثَ الْقَارِنَ هَذًا وَوَاعَدَهُ أَنْ يَذْبُحَهُ لِي يَوْمَ بَعَيْنِهِ ثُمَّ زَالَ الْإِحْصَارُ ، فَإِنْ كَانَ لَا يَذْبُكُ الْحَجَّ وَالْهَدْيَ لَا يَلْزَمُهُ أَنْ يَتَوَخَّعَ بَلْ يَصْبِرَ حَتَّى يَتَحَلَّلَ بِخَيْرِ الْهَدْيِ) لِقَوَاتِ الْمَقْصُودِ مِنَ التَّوَجُّعِ وَهُوَ آدَاءُ الْأَفْعَالِ ، وَإِنْ تَوَخَّعَ لِيَتَحَلَّلَ بِأَفْعَالِ الْعُمَرَةِ لَهُ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّهُ قَائِلُ الْحَجِّ (وَإِنْ كَانَ يَذْبُكُ الْحَجَّ وَالْهَدْيَ لِرَمَةِ التَّوَجُّعِ) لِزَوَالِ الْعَجْزِ قَبْلَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ بِالْخَلْفِ ، وَإِذَا أَذْرَكَ هَذِيهَ صَنَعَ بِهِ مَا شَاءَ ؛ لِأَنَّهُ مِلْكُهُ وَقَدْ كَانَ عَيْنَهُ لِمَقْصُودٍ اسْتَعْنَى عَنْهُ (وَإِنْ كَانَ يَذْبُكُ الْهَدْيَ ذُونَ الْحَجِّ يَتَحَلَّلُ) لِعَجْزِهِ عَنْ الْأَصْلِ

ترجمہ:

آخر حج قربان کرنے والے نے ہدیٰ کا یا نور بھیجا اور ساتھیوں سے عہد لیا کہ وہ فدان معین دن میں اس کو ذبح کریں گے اور اس کے بعد اس احصار ختم ہو گیا اور اب اگر وہ حج اور ہدیٰ کو پانے والا نہیں ہے تو اس پر کہہ کی طرف چلنا واجب نہیں ہے بلکہ وہ عمرہ سے کام لے سکتی کہ وہ قربانی ہونے کے ساتھ ہی حلال ہو جائے گا۔ کیونکہ مکہ چلنے سے جو اس کا مقصد تھا یعنی حج کے افعال کو ادا کرنا تو وہ اس فوت ہو چکا ہے اور اس کا آنا اس لئے تاکہ وہ عمرہ کے افعال کو ادا کر کے حلال ہو جائے تو اس کا اسے اختیار ہے کہ ہذا حج کو فوت کرنے والا ہو گیا ہے۔

اور اگر وہ حج یا ہدیٰ کو پانے والا ہے تو اس پر کہہ کی طرف چلنا واجب ہے کیونکہ اس کیلئے غیضہ کے ساتھ مقصد حاصل کرنے سے پہلے اس کا بیچ کر ختم ہو چکا ہے۔ اور جب وہ ہدیٰ کو پانے تو جو چاہے وہ اس کے ساتھ سلوک کرے کیونکہ وہ انکی ملکیت ہے اور اس نے اس کو جس مقصد کیلئے معین کیا تھا جس کی اب ضرورت نہ رہی۔

اور اگر وہ صرف ہدیٰ کو پانے والا ہے حج کو پانے والا نہیں ہے تو وہ حلال ہو جائے گا کیونکہ اصل یعنی حج سے عاجز ہو گیا ہے

شرح

مختصر کو یہ اجازت ہے کہ حرم کو قربانی بھیج دے، جب قربانی ہو جائے گی اس کا احرام کھل جائے گا یا قیمت بھیج دے کہ وہاں یا نور خرید کر ذبح کر دیا جائے بغیر اس کے احرام نہیں کھل سکتا، جب تک مکہ معظمہ پہنچ کر طواف وحشی و طعن نہ کر لے، روزہ نہ رکھنے یا صدقہ دینے سے کام نہ چلے گا اگر چہ قربانی کی استطاعت نہ ہو۔ احرام باندھنے وقت اگر شرط لگا لی ہے کہ کسی وجہ سے وہاں تک نہ پہنچ سکوں تو احرام کھول دوں گا، جب بھی یہی حکم ہے اس شرط کا پیکھا نہیں۔ (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار)

یہ ضروری امر ہے کہ جس کے ہاتھ قربانی بھیجے اس سے غمخوار لے کر فلاں دن فلاں وقت قربانی ذبح ہو اور وہ وقت گزرنے کے بعد احرام سے باہر ہو جائے اگر کسی وقت قربانی ہوئی جو غمخوار تھا یا اس سے بیشتر غمخوار اگر بعد میں ہوئی اور اسے اب معلوم ہوا تو ذبح سے پہلے چونکہ احرام سے باہر ہو لہذا دم دے، مختصر احرام سے باہر آنے کے لیے طعن شرط نہیں مگر بہتر ہے۔

مختصر اگر مفرد ہو یعنی صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو ایک قربانی بھیجے اور دوسری بھیجیں تو پہلی ہی کے ذبح سے احرام کھل گیا اور قارن ہو تو دوسری بھیجے ایک سے کام نہ چلے گا۔ (درمختار، کتاب الحج، باب الجمایات)

جب مختصر حج کو پانے ہدیٰ کو نہ پانے والا ہو تو حکم اتحسان:

(وَإِنْ كَانَ يَذْبُكُ الْحَجَّ ذُونَ الْهَدْيِ جَازًا لَهُ التَّحَلُّلُ) اسْتِحْسَانًا ، وَهَذَا الْقِسْمُ لَا يَسْتَقِيمُ عَلَى قَوْلِهِمَا فِي الْمُخْتَصِرِ بِالْحَجِّ ؛ لِأَنَّ دَمَ الْإِحْصَارِ عِنْدَهُمَا يَتَوَقَّعُ بَيَومِ النَّحْرِ ، فَمَنْ يَذْبُكُ الْحَجَّ يَذْبُكُ الْهَدْيَ ، وَإِنَّمَا يَسْتَقِيمُ عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ

اللَّهُ وَفِي الْمُنْخَصِرِ بِالْعُمَرَةِ يَسْتَقِيمُ بِالْإِتِّفَاقِ ؛ لِإِعْدَمِ تَوَقُّفِ الدَّمِ يَوْمَ النَّحْرِ .

وَجَهَ الْقِيَاسِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ قَدَرَزَ عَلَى الْأَصْلِ وَهُوَ الْحَجُّ قَبْلَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ بِالْبَدَلِ ، وَهُوَ الْهَيْدُ .

وَجَهَ الْإِسْتِحْسَانِ إِنَّمَا لَوْ أَلَزَمْنَاهُ التَّوَجُّعَ لَصَنَعَ مَا لَهُ ؛ لِأَنَّ الْمَبْعُوثَ عَلَى يَدَيْهِ الْهَيْدُ يُذَبِّحُهُ وَلَا يَحْضُلُ مَقْصُودُهُ ، وَحُرْمَةُ الْمَالِ كَحُرْمَةِ النَّفْسِ ، وَلَهُ الْخِيَارُ إِنْ شَاءَ صَبَرَ فِي ذَلِكَ الْمَسْكَانِ أَوْ فِي غَيْرِهِ ؛ لِإِذْنِهِ عَنْهُ فَيَحْلُلُ ، وَإِنْ شَاءَ تَوَجَّعَ يُؤْذَى النُّسْكَ الَّذِي التَّزَمَهُ بِالْإِحْرَامِ وَهُوَ أَفْضَلُ ؛ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ إِلَى الْوَفَاءِ بِمَا وَعَدَ (وَمَنْ وَفَّقَ يَعْرِفَهُ ثُمَّ أَحْصَرَ لَا يَكُونُ مُحْضَرًا) لَوْ فُوعِ الْأَمْنِ عَنِ الْفَوَاتِ .

ترجمہ:

اور جب وہ حج پائے اور ہدی کو نہ پائے تو اس کیلئے بطور امتحان حلال ہونا جائز ہے جبکہ ضامین کے نزدیک حج میں محصر ہونے والے کیلئے یہ تقسیم بھی نہیں ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک احصار کا دوسرا رخ ہے کہ اس ساتھ خاص ہے لہذا جو بندہ حج کو پائے گا وہ ہدی کو بھی پائے گا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے فرمان کے مطابق یہ تقسیم بھی ہے جبکہ عمرہ میں محصر ہونے والے کے حق میں بالاتفاق صحیح ہے اس لئے کہ عمرہ کی ہدی کو ذبح کرنا یا عمرہ کے ساتھ خاص نہیں کیا جائے گا اور قیاس بھی یہی کہتا ہے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کا قول یہ ہے کہ اصل یعنی حج کرنے پر قدرت رکھنے والا ہو گیا اور بدل یعنی ہدی کے ساتھ مقعد حاصل کرنے سے پہلے قدرت رکھنے والا ہے۔

امتحان کی دلیل یہ ہے کہ ایسے محصر کو اگر ہم کہ جائے کہ حکم دیں تو اس کا مال ضائع ہوگا۔ کیونکہ اس شخص نے جس بندے کے ہاتھ ہدی کو روانہ کیا ہے وہ اس کو یقیناً ذبح کر دے گا اور اس کا مقصد حاصل نہ ہوگا اور حرمت مال حرمت جان کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ) اور اس کو اختیار ہوگا کہ وہ اسی جگہ یا دوسری جگہ صبر کرے تاکہ اس کی جانب سے ہدی ذبح ہو جائے اور اگر وہ چاہے تو کہ چلا جائے تاکہ کسب ادا کرے جو احرام میں اس پر لازم کیے ہیں اور یہی اطلاق ہے۔ کیونکہ وعدے کو پورا کرنے کے زیادہ تر عہد بھی یہی ہے۔

شرح

حج سے محصر ہونے والا اگر ہدی کو نہ پاسکتا ہو لیکن حج پاسکتا ہو بطور امتحان اس کیلئے حلال ہونا جائز ہے۔ البتہ فضیلت اس کیلئے یہ ہے کہ وہ مکہ میں جا کر حج کے افعال ادا کرے۔ اس مسئلہ میں اختلاف کی صورت میں امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ

ہے۔ جو مکمل علت کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔

جو توقف عرفہ کے بعد محصر ہوا تو اس کے احصار کا اعتبار نہ ہوگا:

(وَمَنْ أَحْصَرَ بِسَكَّةٍ وَهُوَ مَمْنُوعٌ عَنِ الطَّوَابِ وَالْوُقُوفِ فَهُوَ مُحْضَرٌ ؛ لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ عَلَيْهِ الْإِتِّمَامُ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَحْصَرَ فِي الْجِلِّ) (وَإِنْ قَدَرَزَ عَلَى أَحَدِهِمَا فَلَيْسَ بِمُحْضَرٍ) أَمَّا عَلَى الطَّوَابِ فَلِأَنَّ قَائِلَ الْحَجِّ يَحْلُلُ بِهِ وَالدَّمُ بَدَلٌ عَنْهُ فِي التَّحْلِيلِ ، وَأَمَّا عَلَى الْوُقُوفِ فَلِإِسْمَائِيَّا ، وَقَدْ قِيلَ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ خِلَافٌ بَيْنَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى وَالصَّحِيحُ مَا أَعْلَمْتُكَ مِنَ التَّفْصِيلِ ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ .

ترجمہ:

جب بندہ وقف عرفات کے بعد محصر ہوا تو شریعت کے مطابق اس کا احصار تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ حج کے فوت ہونے وہ اس میں آگیا ہے اور جس شخص کو کہ جس میں روک دیا گیا ہے حالانکہ اس کو طواف اور وقف سے منع کیا گیا ہے تو وہ محصر ہے کیونکہ اس کیلئے حج پورا کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہذا وہ اس طرح تو رہا ہے جس طرح کوئی شخص حل میں روک دیا گیا ہے۔ اور اگر وہ ان دونوں میں سے کسی ایک پر قدرت رکھنے والا ہو تو وہ بھی محصر نہ ہوگا۔ لیکن جب وہ طواف پر قدرت رکھنے والا ہو اس کے ساتھ حج فوت کرتے ہوئے حلال ہو جائے گا۔ اور دم حلال ہونے میں بدل ہے۔ اور جب وہ وقف پر قدرت رکھنے والا ہو تب ای دیکل کے پیش نظر ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم اور حضرت امام ابو یوسف علیہما الرحمہ کے درمیان اختلاف ہے اور اس میں تحقیق وہی صحیح ہے جو میں نے تجھے بیان کر دی ہے۔

شرح

قنادی بنہ میں علمائے احناف لکھتے ہیں۔ وقف عرفہ کے بعد احصار نہیں ہو سکتا اگر مکہ میں ہے مگر طواف اور وقف عرفہ دونوں پر قاعدہ ہو تو محصر ہے اور دونوں میں سے ایک پر قاعدہ ہے تو نہیں۔

محصر قربانی بھیج کر جب احرام سے باہر ہو گیا اب اس کی قضا کرنا چاہتا ہے تو اگر صرف حج کا احرام تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور اگر ان تھا تو ایک حج دو عمرہ اور یہ اختیار ہے کہ قضا میں قرآن کرے، پھر ایک عمرہ یا تینوں الگ الگ کرے اور اگر احرام عمرہ کا تھا تو صرف ایک عمرہ کرنا ہوگا۔ (عالمگیری) کتاب الحج، باب الاحصار

باب الفوات

یہ باب حج میں فوت ہونے والے کے بیان میں ہے ﴿

باب الفوات کی فقہی مطابقت کا بیان:

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ مصنف نے باب الفوات کو احصاء کے باب سے اس لئے موخر کیا ہے۔ کیونکہ احصاء کا مل مارضہ ہے جبکہ فوات ناقص عارضہ ہے۔ لہذا اس کو مقدم کیا اور فوات کو اس پر موخر کیا ہے۔ اور احصاء مفرد سے مرکب کی طرف ذرا دل ہوتا ہے اور اصول میں مفرد مرکب سے مقدم ہوتا ہے۔ (الابتداء شرح الہدایہ، تصرف، ج ۵، ص ۵۵، ۳۷۵، حنفیہ لبنان) محرم کا جب وقوف عرفہ فوت ہو جائے تو حج کا تکمیل

(وَمَنْ أَحْرَمَ بِالسَّحَرِ وَقَاتَهُ الْوُفُوفُ بِعَرَفَةَ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ فَقَدْ قَاتَهُ الْحَجَّ) ؛ لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ وَقْتَ الْوُفُوفِ يَمْتَدُّ إِلَيْهِ (وَعَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ وَيَسْعَى وَيَتَحَلَّلَ وَيُفَضِّلَ الْحَجَّ مِنْ قَابِلٍ وَلَا دَمَ عَلَيْهِ) ؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ قَاتَهُ عَرَفَةُ بِكَلْبٍ فَقَدْ قَاتَهُ الْحَجَّ فَلْيَحْلِلْ بِعُمْرَةٍ وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ) وَالْعُمْرَةُ لَيْسَتْ إِلَّا الطَّوْفُ وَالسَّعَى ، وَلَئِنْ الْإِحْرَامَ بَعْدَمَا انْقَضَتْ صَحِيحًا لَا طَرِيقَ لِلخُرُوجِ عَنْهُ إِلَّا بِأَدَاءِ أَحَدِ النَّسَكَيْنِ كَمَا فِي الْإِحْرَامِ الْمُبْتَدِئِ ، وَهَاهُنَا عَجَزَ عَنِ الْحَجِّ فَتَتَعَيَّنْ عَلَيْهِ الْعُمْرَةُ وَلَا دَمَ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّ التَّحَلُّلَ وَقَعَ بِأَقْبَالِ الْعُمْرَةِ فَكَانَتْ فِي حَقِّ قَائِلِ الْحَجِّ بِمَنْزِلَةِ الدَّمِ فِي حَقِّ الْمُحْضَرِّ فَلَا يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا .

ترجمہ:

اور جس بندے نے احرام باندھا اور وقوف عرفہ اس سے فوت ہو گیا یہاں تک نحر کے دن کی صبح طلوع ہوگئی تو اس کا حج فوت ہو گیا اسی دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی ہے اس لئے کہ وقت وقوف نحر کی طلوع نحر تک لمب ہوتا ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ طواف و سعی کر کے حلال ہو جائے۔ اور قضا ہونے پر حج قضا کرے۔ اور اس پر کوئی دم واجب نہیں ہے کیونکہ حج کریمہ اللہ نے فرمایا جس سے عرفہ کی رات فوت ہوگئی اس کا حج فوت ہو گیا۔ لہذا وہ عمرے کے ساتھ حلال ہو جائے اور اقبال ہو جانے پر حج ہے۔ اور عمرہ و حواف و سعی کا نام ہے کیونکہ احرام کے منقطع ہو جانے کے بعد حج طواف پر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ البتہ حج و عمرہ میں سے کسی ایک کو ادا کر لے۔ جس طرح ایہام و احرام ہے یہاں پر جب حج سے عاجز ہوا تو عمرہ متعین ہو گیا اور اس پر کوئی دم واجب نہیں ہے

کیونکہ اس کا حلال ہونا عمرے کے افعال ادا کرنے واقع ہوا ہے۔ لہذا جس کا حج فوت ہوا اس کے حق میں عمرہ کرنا ایسے ہی ہے جس طرح محصر کے حق میں دم ہوتا ہے۔ پس قربانی اور عمرہ دونوں کا جمع نہیں کیا جائے گا۔

حج سے عاجزی والے کے تعین عمرہ میں وجوب دم پر مباحثہ ثلاثہ:

جو شخص حج سے عاجز ہو گیا تو اس کیلئے عمرہ متعین ہو گیا۔ تو اس پر دم واجب ہے۔ کیونکہ حکم جب دو اشیاء کے درمیان پھرا تو ایک شتم ہوگئی۔ اور اس پر دم واجب نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی، امام مالک اور حسن بن زیاد کے نزدیک دم واجب ہے۔ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی دلیل دار قطنی کی حدیث ہے۔

امام دار قطنی علیہ الرحمہ ابن مسدد کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کا وقوف عرفہ رات تک میں فوت ہو گیا، اس کا حج فوت ہو گیا تو اب اسے چاہیے کہ عمرہ کر کے احرام کھول دالے اور سال آئندہ حج کرے۔" (سنن دار قطنی، رقم الحدیث، ۲۳۹۶)

علامہ علی بن محمد زبیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اور جس کا حج فوت ہو گیا یعنی وقوف عرفہ سے نہ طواف و سعی کر کے سر موڑ کر یا بال کتہ و احرام سے باہر ہو جائے اور سال آئندہ حج کرے اور اس پر دم واجب نہیں۔

اگر تارکان کا حج فوت ہو گیا تو عمرہ کے لئے سعی طواف کرے پھر ایک اور طواف و سعی کر کے طاق کرے اور دم قرآن جاتا رہا اور پچھلا طواف جسے کر کے احرام سے باہر ہو گا اسے شرعاً کرے ہی ایک موقوف کر دے اور سال آئندہ حج کی قضا کرے، عمرہ کی تقاضا نہیں کیونکہ عمرہ کر چکا شیخ والا قربانی کا جانور لایا تھا اور تہت باطل ہو گیا تو جانور کو بچا ہے کرے۔ (جوہرہ تیرہ، کتاب الحج)

عمرہ فوت نہیں ہو سکتا کہ اس کا وقت عمرہ پر ہے اور جس کا حج فوت ہو گیا اس پر طواف و سعی نہیں۔ جس کا حج فوت ہوا اس نے طواف و سعی کر کے احرام نہ کھولا اور اسی احرام سے سال آئندہ حج کیا تو یہ حج نہ ہوا۔ (عالمگیری، کتاب الحج، باب الاحصاء)

پانچ دنوں کے اوامر عمرے کی عدم نفوت سے کا بیان:

(وَالْعُمْرَةُ لَا تَقُوتُ وَهِيَ حَاجِزَةٌ لِي جَمِيعِ السَّنَةِ إِلَّا خَمْسَةَ أَيَّامٍ يُكْرَهُ فِيهَا فِعْلُهَا ، وَهِيَ يَوْمُ عَرَفَةَ ، وَيَوْمُ النَّحْرِ ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ) لِمَا رَوَى عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تُكْرَهُ الْعُمْرَةُ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ الْخَمْسَةِ ؛ وَلَئِنْ هَذِهِ الْأَيَّامُ أَيَّامُ الْحَجِّ فَكَانَتْ مُعْتَبَرَةً . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ : أَنَّهَا لَا تُكْرَهُ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ قَبْلَ الزَّوَالِ ؛ لِأَنَّ دُخُولَ وَقْتِ رُكْنِ الْحَجِّ بَعْدَ الزَّوَالِ لَا قَبْلَهُ ، وَالْأَظْهَرُ مِنَ الْمَذْهَبِ مَا ذَكَرْنَاهُ ،

وَلَكِنْ مَعَ هَذَا لَوْ أَذَاهَا فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ صَحَّ وَيَقْبَى مُحَرَّمًا بِهَا فِيهَا؛ لِأَنَّ الْكُرَاهَةَ لِغَيْرِهَا وَهُوَ تَعْظِيمُ أَمْرِ الْحَجِّ وَتَخْلِيصُ وَفِيهِ لَهُ فَيَصِحُّ الشَّرُوعُ.

ترجمہ:

اگر عمرہ وقت نہیں ہوتا اور وہ پانچ دنوں کے سوا تمام میں جائز ہے۔ کیونکہ ان پانچ دنوں میں اس کا کرنا مکروہ ہے وہ بدمعرف، ہم نغور یا بد مشرق ہیں۔ کیونکہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ان پانچ دنوں میں عمرے کو مکروہ سمجھتی تھیں۔ اس لئے کہ ایام ادائیگی حج کے ایام ہیں۔ لہذا حج کے متعین ہو گئے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن زوال سے پہلے مکروہ نہیں ہے کیونکہ حج کا کرنا زوال کے بعد داخل ہوتا ہے اس سے پہلے داخل نہیں ہوتا۔ اور زوال وہ ظاہر ہی مذہب ہے جس کو ہم بن کیجے ہیں۔ اس حکم کے باوجود اگر اس نے ان دنوں میں عمرہ کیا تو صحیح ہوگا۔ اور وہ احرام میں باقی رہے گا۔ اس لئے کہ کراہت عمرے کے غیر کی وجہ سے ہے اور حج کی تعظیم اور حج کے اوقات کی تخصیص ہے۔ لہذا عمرے کا کرنا صحیح ہے۔

شرح

معم الحیج میں لکھ ہوا مسئلہ درست ہے، پورے سال میں صرف پانچ دن، بولیں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک عمرہ کرنا مکروہ ہے، ان پانچ دنوں کے علاوہ سال کے تمام ایام میں آفاقی اور غیر آفاقی سب کے لیے عمرہ کرنا بالآخرین جائز اور درست ہے، لأن العمرة حائزہ فی جمیع السنہ بلا کراہۃ الا فی خمسۃ ایام، لا فرق فی ذلک بین المکی والآفاقی (غنیۃ الناسک)

عمرہ کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ یہ پورے سال میں لوگ جب چاہیں، کر سکتے ہیں۔ حج کے لیے، البتہ 8 ذوالحجہ سے 13 ذوالحجہ تک کے ایام مقرر ہیں اور یہ انہی ایام میں ہو سکتے ہیں۔ لوگوں کو اس عبادت کے لیے چونکہ اقصاء سے سرزمین عرب کے شہر تک پہنچنا ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے سفر کو منظور رکھنے کی غرض سے چار مہینے لانے بھرنے اور جنگ و جدال کے لیے ممنوع قرار دیے ہیں۔ یہ مہینے رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں۔ ان میں سے رجب کا مہینہ عمرے کے لیے اور باقی تین حج کے لیے خاص کیے گئے ہیں۔ ان مہینوں کی یہ حرمت ہمیشہ سے قائم چلی آ رہی ہے، اس معاملے میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا۔

عمرہ کی شرعی حیثیت کا بیان:

(وَالْعُمْرَةُ سُنَّةٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: فَرِيضَةٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَالْعُمْرَةُ فَرِيضَةٌ كَفَرِيضَةِ الْحَجِّ) وَلَمْ يَقُلْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ. "الْحَجُّ فَرِيضَةٌ

وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ"؛ وَلَئِنْهَا غَيْرُ فَرِيضَةٍ بِقَوْلِهِ وَتَنَادَى بَيْنَهُمَا غَيْرُهُمَا كَمَا فِي قَائِلِ الْحَجِّ، وَهَذِهِ أَمَارَةُ النِّفْلِيَّةِ.

وَتَأْوِيلُ مَا رَوَاهُ أَنَّهَا مَقْدَرَةٌ بِأَعْمَالٍ كَالْحَجِّ إِذْ لَا تَنْتَبِ الْفَرِيضَةُ مَعَ التَّعَارُضِ فِي النَّاسِ قَالَ (وَهِيَ الطَّوَافُ وَالسَّعْيُ) وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي بَابِ التَّمَتُّعِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:

اور عمرہ سنت ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ فرض ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمرہ فرض ہے۔ جس طرح حج فرض ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حج فرض ہے جبکہ عمرہ تطوع (نفل) ہے۔ لہذا عمرے کو کس وقت کے تعین نہیں کیا گیا۔ اور وہ غیر کی نیت سے بھی ادا ہو جاتا ہے جس طرح قنات الحج میں ہے اور یہ نفل کی علامت ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ روایت کی تاویل یہ ہے کہ عمرہ اعمال کے ساتھ اسی طرح مقرر ہے جس طرح حج مقرر ہے۔ لہذا عرض آج کے ساتھ فرضیت ثابت نہ ہوگی۔ اور فرمایا: عمرہ صرف طواف و سعی ہے اور اسے ہم نے ساب السعنع میں ذکر کر دیا ہے اور اللہ ہی سب سے زیادہ جانتے والا ہے۔

شرح

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فرمایا کہ لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو اترع بن حابس کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہر سال (حج کرنا فرض ہوا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگرچہ میں اس حج کے (ہر سال فرض ہونے کے سوال) کے بارے میں ہاں کہہ دیتا تو یقیناً (ہر سال حج کرنا) واجب (یعنی فرض) ہو جاتا تو نہ تم اس حکم پر عمل کر پاتے اور نہ تم اس کی استطاعت ہی رکھتے، حج پوری زندگی میں بشرط قدرت ایک ہی مرتبہ فرض ہے ہاں شخص ایک بار سے زیادہ کر کے وہ نفل ہوگا (جس پر اسے بہت زیادہ ثواب ملے گا)۔ (احمد نسائی، دارمی)

عمرہ واجب نہیں ہے بلکہ عمر بھر میں ایک مرتبہ سنت ہو کہہ ہے عمرہ کے لئے کسی خاص زمانہ کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ حج کے لئے ہے بلکہ جس وقت چاہے کر سکتا ہے اسی طرح ایک سال میں کبھی مرتبہ حج عمرہ کیا جاسکتا ہے، البتہ غیر قنار کو ایام حج میں عمرہ کرنا مکروہ ہے ایام حج کا اطلاق یوم عرفہ یوم نحر اور ایام مشرقین پر ہوتا ہے۔ عمرہ کا کرنا طواف ہے اور اس میں دو چیزیں واجب ہیں ایک تو عقدا مکروہ کے درمیان سعی اور دوسرے سرزمندے یا پالے کھانا جانا۔ جو شرائط اور سنن و آداب حج کے ہیں وہی عمرہ کے بھی ہیں۔

عمرے کو جب یا عدم وجوب میں فقہیں مذاہب کا بیان:

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جس بندے پر حج فرض ہے دونوں میں روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ اس پر عمرہ بھی واجب ہے۔ اور یہ ایک روایت

حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، سعید بن مسیبؓ، طاؤسؓ، ثوریؓ، اسحاقؓ، مجاہد حسنؓ، ابن سیرینؓ، شعبیؓ رضی اللہ عنہم اور حضرت امام شافعیؒ علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ عمرہ واجب نہیں ہے۔ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے حضرت امام مالکؒ، ابو ثورؒ اور اصحاب رائے نے اسی طرح کہا ہے۔ اور یہ حدیث پیش کی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ عمرہ کرنا افضل ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت الطبرانیؒ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا حج بھاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔ اس کو امام ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے۔ کیونکہ عمرہ غیر موقت نسک ہے لہذا یہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سال میں کی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے نزدیک (فتہاء مالکیہ) عمرہ واجب ہے کیونکہ دلیل یہ ہے "یہاں عمرے کا معطف حج پڑا الا گیا ہے۔ اور امر و وجوب کا تقاضہ کرتا ہے اور معطوف علیہ اور معطوف حکم میں برابری کا لفظ ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عمرہ قرینہ کتاب اللہ میں قرینہ حج میں سے ہے۔ حضرت رزین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرے والد اگر ایسی بوڑھے ہیں جو حج اور عمرے کی طاقت نہیں رکھتے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم ان کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔ (ابوداؤد و ترمذی و نسائی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بہر حال امام ترمذی کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں امام شافعیؒ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے اور اس قسم کی حدیث سے عمرے کا نفل ثابت نہیں ہوتا۔ علامہ ابن عبد البرؒ نے کہا ہے کہ اس کی اسناد میں خلل بھی ہے۔

(المختصر، ج ۳، ص ۱۶۸، ہیروٹ)

عمرے کے عدم وجوب میں فقہ حنفی کے دلائل:

حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجازہ الوداع کیا تو وہ رے پاس ایک اونٹ تھا مگر ابو معقلؓ نے اس کو راہ خدا میں دے دیا تھا ہم یہاں سے اور ابو معقلؓ اسی بیماری میں فوت ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کو تشریف لے گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج سے فارغ ہو کر آئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے ام معقلؓ تم ہمارے ساتھ حج کے لیے کیوں نہ گئیں میں نے عرض کیا میں نے تیار کر لی تھی لیکن ابو معقلؓ انتقال کر گئے نیز ہمارے صرف ایک اونٹ تھا جس پر ہم حج کرتے مگر ابو معقلؓ نے (مرے وقت) وصیت کر دی کہ اس اونٹ کو راہ خدا میں دے دیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اسی اونٹ پر حج کے لیے کیوں نہ گئی کیونکہ بھی توئی مکمل اللہ ہے خیر اب تو ہمارے ساتھ تیرا حج یا تار پاس تو رمضان میں عمرہ کر لے کیونکہ رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب میں) حج کے

برابر ہے ام معقلؓ کہا کرتی تھیں کہ حج پھر حج ہے اور عمرہ عمرہ ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں یہ فرمایا تھا (کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے) یہ نہیں ہے حکم میرے لیے ہی خاص تھا یا عام تھا۔ (سنن ابوداؤد)

تخصیص اوقات سے فضیلت عمرہ سے عدم وجوب کا بیان:

امام ابن ماجہؒ علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت طہ بن حید اللہؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ حج بھاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔

حضرت عبداللہ بن اوفیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے جب عمرہ کیا ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے طواف کیا تو ہم نے آپ کے ساتھ ہی طواف کیا آپ نے نماز ادا کی تو ہم نے آپ کے ساتھ ہی نماز ادا کی اور ہم (آزین کر) آپ ﷺ کو الٹ کر سے پوشیدہ رکھتے تھے کوئی آپ کا بڑا نہ پہنچا سکے۔

حضرت وہب بن نجشؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ حضرت ہرم بن نجشؒ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

حضرت ابو معقلؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ذی قعدہ میں عمرہ کیا۔ (سنن ابی ماجہ، کتاب الحج)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر عمرہ فرض یا واجب ہوتا تو اس کی فضیلت رمضان کے ساتھ حج کی طرح ثواب میں نہ ہوتی۔ ان احادیث سے تخصیص اوقات کی بناء پر اس کے ثواب کو حج کی طرح دیاجا تو خد امر کی دلیل ہے کہ عمرہ فرض نہیں ہے اور اس کی فرضیت نہ تو علی الاطلاق ہے اور نہ ہی حج کی طرح فرضیت ہے لہذا اہم فقہ حنفی کی پاسبانی کرتے ہیں یہ ضرور کہیں گے۔ دیگر فقہی مذاہب سے فقہ حنفی دلائل کوئی ہیں اور شریعت اسلامیہ کے فقہی مسائل میں زیادہ قریب الی الشرع ترجہا ہی کرنے والے مسائل اسی فقہی مذہب میں ہے۔

(۱) عدم توقیت عدم فرضیت کی دلیل:

فتہاء احناف کی یہ دلیل نہایت قوی ہے کہ اگر عمرے کا شریعت میں حکم وجوبی ہوتا تو اس میں توقیت کی شرط ضرور ہوتی جبکہ عمرہ تمام سال میں جائز ہے۔ اور اس کیبے توقیت کا ناپایا جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حرم شریف میں فرض ہونے والے حج اور اس عمرے میں ضرور افتراق ہے۔ اور یہی افتراق ہی اس کے عدم وجوب کی دلیل ہے۔

(۲) تقارض آغار سقوطِ فرضیت کی دلیل:

ہم فقہاء احناف کی یہ دلیل بھی قرائنِ فقہیہ کے سب سے زیادہ قریب ہے کہ دیگر مذاہب نے جس قدر عمرے کی فرضیت یا وجوب میں تاخیر کر کے ہیں ان میں بیش تر تقارض ہے جو عمرے کی فضیلت کو بیان کرنے والا ہے اس کے وجوب کو ثابت کرنے والا نہیں ہے۔ لہذا عمرہ فرض نہیں ہے بلکہ عمرہ مست ہے۔

(۳) اہل مکہ پر عدم وجوبِ عمرہ فرضیت کی دلیل:

ولیس علی اہل مکة عمرة نص عليه أحمد وقال : كان ابن عباس يرى العمرة واجبة ويقول : يا أهل مكة ليس عليكم عمرة إنما عمرتكم طوافكم بالبيت بهذا قال عطاء وطاوس : قال عطاء : ليس أحد من خلق الله إلا عليه حج وعمرة واجبان لا بد منهما لمن استطاع إليهما سبيلا إلا أهل مكة فإن عليهم حجة وليس عليهم عمرة من أجل طوافهم بالبيت ووجه ذلك أن ركن العمرة ومعظمها الطواف بالبيت وهم يفعلونه فاجزأ عنهم وحمل القاضي كلام أحمد على أنه لا عمرة عليهم مع الحجة لأنه يتقدم منهم فعلها في غير وقت الحج والأمر على ما قلناه (المعنى، ج ۳، ص ۱۶۸، بیروت)

عمرہ فرض نہیں لہذا عمرہ فرض بھی نہیں:

جو علت میت کی طرف سے حج کے جائز ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے وہ علت عمرہ میں نہیں پائی جاتی لہذا فوت شدہ کی طرف سے عمرہ کو فوت شدہ کی طرف سے حج پر قیاس کرتے قیاس مع الفارق یا قیاس باطل یا غلط ہے۔ البتہ حج بدل کی طرح عمرہ بدل کیا جاسکتا ہے اس پر نفس موجود ہے۔

اس پر حج فرض ہو گیا ہو لیکن وہ زندگی بھر حج نہ کر سکے تو اسے اولیا اسکے ترک میں سے جس طرح باقی قرض ادا کریں گے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا قرض حج بھی ادا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی صورت کو قرض سے تعبیر دی ہے۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُحَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي قَدَّرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ أَلْأَخُحُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا أَنْ تَبْتَ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكَ ذَنْبٌ أَكُنْتُ قَاضِيَةً أَقْضُوا اللَّهُ قَالَتْ أَخُحِّي بِالْوُكُوفِ (صحيح بخاری كتاب الحج باب الحج والندور عن الميت)

عمرہ متعدد بار کرنے میں شوافع و حنابلہ کے دلائل:

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔

عمرہ کے تکرار میں کوئی حرج نہیں، اور نبی ﷺ نے ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے پر ابھارا اور ان دونوں عمروں کے مابین

وقت کی کوئی تحدید نہیں کی۔

ابن قدامہ حنبلی کتاب المغنی میں کہتے ہیں: سال میں کئی ایک بار عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، علی ابن عمر، ابن عباس، انس، اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کرمہ، امام شافعی، سے یہ روایت کیا گیا ہے اس لئے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی ﷺ کے حکم سے ایک ماہ میں دو بار عمرہ کیا اور اس لئے بھی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ کے مابین گناہوں کا کفارہ ہے۔

(مشفق علیہ)

فقہاء شوافع حنابلہ کے اس موقف پر یہ نقض وارد ہوتا ہے کہ اگر عمرہ فرض یا واجب نہیں ہے تو پھر اس کے تعدد کی اہمیت کی دلیل کیا ہے۔ اور اگر وہ حج پر قیاس کریں تو پھر حج و عمرہ کے فرق کیا رہ جائے گا۔ لہذا عمرہ وہ عبادت ہوئی جس کے وقت میں کوئی تعین نہ ہوا۔ تعدد اس کو تعین نہ ہوا۔ وجوب میں کس طرح تعین کیا جاسکتا ہے۔ لہذا فقہاء احناف کے مطابق یہ سنت ہی ہوگا۔

دوسروں کی طرف سے حج کرنے میں احادیث کا بیان:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: فضل بن عباسؓ (جہۃ الوداع میں) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے اسے میں خشم قبیلہ کی ایک عورت آئی فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت فضل کو دیکھنے لگی نبی کریم ﷺ فضل کا مت دوسری طرف پھرنے لگے اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ "اللہ نے جو اپنے بندوں پر حج فرض کیا تو ایسے وقت کہ میرا باپ نہایت بڑھ چاہے۔ اور وہ اونٹنی پر چم نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں یہ تصدق حج وادع کا ہے۔

(فتح بخاری، رقم الحدیث ۱۵۱۴)

اگر کسی صاحب پر حج فرض تھا حج کی ادائیگی سے پہلے ان کا انتقال ہو جائے اور انہوں نے حج کے متعلق وصیت نہیں کی تو ایسے صاحب کی جانب سے اگر ان کے ورثہ میں سے کوئی ان کی جانب سے حج کرے تو اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حج کو فرض حج کے قائم مقام کر دے اور مرحوم کی جانب سے حج کی فرضیت ساقط ہو جائے ہاں ورثہ کے علاوہ ضرورت کوئی شخص حج کرے تو فضل حج ہوگا فرضی کی ادائیگی نہ ہوگی۔

اگر آپ کے والد پر حج فرض تھا جیسا کہ آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے کہ سفر حج کی تیاری ہو چکی تھی ان کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی وصیت نہیں کی تھی اس صورت میں ورثہ میں کوئی حج بدل کر لیں تو ان کی جانب سے ان شاء اللہ تعالیٰ فرض حج ادا ہو جائے گا والد یا والدہ کی جانب سے حج کا ناول دے لے بڑی سعادت و خوش بختی عظیم فضیلت و ثواب کا باعث ہے۔ امام دارقطنی روایت کرتے ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج عن ابیہ او امہ فقد قضی عنہ حجہ وکان لہ فضل عشر حجج۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے والد یا والدہ کی جانب سے حج کیا تو انہوں نے ان کی جانب سے حج ادا کر لیا اور اسے دس حج کی ادائیگی کی فضیلت حاصل ہے۔ (سنن الدار قطنی کتاب الحج حدیث نمبر: 2641)

امام طبرانی کی معجم اوسط میں روایت ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج عن والدیہ او قضی عنہما مغرمًا بعنہ اللہ ھو الم القیامۃ مع الابرار۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی جانب سے حج کیا یا ان کی جانب سے قرض ادا کیا اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن نیکو کاروں کے ساتھ بیٹھوٹ فرمائے گا۔

(معجم اوسط طبرانی حدیث نمبر: 7800) (روا لکھنؤ کتاب الحج باب الحج عن الغیر میں ہے)

باب الحج عن الغیر

یہ باب دوسروں کی طرف سے حج کرنے کے بیان میں ہے۔

باب الحج عن الغیر کی فقہی مطابقت کا بیان:

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف جب نفس حج اور اس کے عوارض کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب انہوں نے حج کی نیابت کے طور پر طریقہ حج بیان کیا ہے۔ جس طرح دوسروں کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

(البنائے شرح الہدایہ، ص ۳۹۳، حقانیہ ملتان)

حج میں اصل یہی ہے کہ جس پر فرض ہوا ہے وہ خود کرے جبکہ دوسرے سے حج کروانا یہ اس کی فرعی حیثیت ہے۔ اور اصول یہی ہے اصل مقدم ہوتی ہے۔ اور فرغ اصل سے مؤخر ہوتی ہے۔ لہذا مصنف نے باب کو اصل کی فرغ سمجھتے ہوئے مؤخر ذکر کیا ہے۔ اور اس طرح حج خود کرنا بغیر شراکاء یعنی حج کی اپنی شراکاء سے مواخیر شراکاء سے متنبہ نہیں ہے۔ جبکہ دوسروں کی طرف سے حج کرنا یہ مزید شراکاء کے ساتھ شرط ہے۔ اور شرط ہمیشہ مؤخر ہوتا ہے۔ اس لئے مصنف نے اس باب کو مؤخر ذکر کیا ہے۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایصال ثواب کا بیان:

الْأَصْلُ فِي هَذَا الْبَابِ أَنَّ الْإِنْسَانَ أَنْ يُنْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لغيرِهِ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا أَوْ صَدَقَةً أَوْ غَيْرَهَا عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، لِمَا رَوَى (عَنْ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ ضَحَّى بِكَتْمَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَحَدَهُمَا عَنْ نَفْسِهِ وَالْآخَرَ عَنْ أَهْلِيهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِوَحْدَانِيَّةِ اللَّهِ تَعَالَى وَشَهِدَ لَهُ بِالْإِثْلَاقِ) جَعَلَ تَصَدَّقَةً إِحْدَى الشَّائِنَيْنِ لِأَهْلِيهِ.

ترجمہ:

اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس باب میں قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل میں اختیار رکھتا ہے کہ وہ دوسرے کو ثواب پہنچائے خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا اس کے عارذہ ہو۔ کیونکہ روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح کے دو مہینہ صوم کی قربانی کی کہ ان سیاح میں کچھ سفید کی ملی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک اپنی طرف سے جبکہ دوسرا اپنی امت سے ان افراد کی طرف سے تھا جنہوں نے اللہ وحدانیت کا اقرار کیا اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ لہذا آپ ﷺ نے وہ مہینوں میں ایک مہینہ کی قربانی اپنی امت کی طرف سے کی۔

بیٹھ سکتے۔ فرمایا: "اپنے باپ کی طرف سے حج و عمرہ کرو۔"

دوسروں کی طرف سے حج کرنے میں فقہاء اور ائمہ کا مذہب:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حج کے دوران) ایک شخص کو سنا کہ وہ شہرہ کی طرف سے لبیک کہہ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ شہرہ کون ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ میرا بھائی ہے یا کہا کہ میرا قریبی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم اپنی طرف سے حج کر چکے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پہلے تم اپنی طرف سے حج کرنا۔ (شافعی، ابوداؤد و ابن ماجہ)

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ جو شخص پہلے اپنا فرض حج نہ کر چکا ہو اس کو دوسرے کی طرف سے حج کرنا درست نہیں ہے، چنانچہ یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے۔

حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ دوسرے کی طرف سے حج کرنا درست ہے چاہے خود اپنا فرض حج ادا نہ کر پایا ہو لیکن ان حضرات کے نزدیک بھی اولیٰ یہی ہے کہ پہلے اپنا حج کرے اس کے بعد دوسرے کی طرف سے حج کرے چنانچہ ان کے مسلک کے مطابق اس حدیث میں پہلے اپنا حج کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ انتخاب کے طور پر ہے و جب کے طور پر نہیں ہے۔ ویسے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے یہ یہ کہ منسوخ ہے اس لئے انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ہے۔

زندہ و امیت کی طرف سے حج کا اجر بنانے میں اہل تشیع کا نظریہ:

میت کی جانب سے حج واجب یا مستحب کے لئے کسی شخص کو اجر کرنا جائز ہے لیکن زندہ شخص کی جانب سے فقط مستحب حج کے لئے کسی کو اجر کیا جاسکتا ہے، مگر وہ لوگ کہ جن پر حج واجب ہے اور کوئی اس کے سبب حج بھی نہیں لائے اور فی الوقت بیماری یا بھاری و ناتوانی کی وجہ سے حج پر قادر نہیں ہیں، ایسی صورت میں ان لوگوں پر تب حج کرنا واجب ہے، لیکن اگر ایسے وقت استطاعت مالی میسر ہوئی کہ استطاعت جسمانی سے محروم ہے، یا استطاعت اس کے لئے مسدود ہے تو حج اس پر واجب نہیں ہے اور تا جب کہ تا بھی واجب نہیں ہے، نہ حیات میں، نہ اس کی موت کے بعد

مسئلہ۔ جس شخص پر حج مستقر اور متعین ہو، یعنی سال اول ہر برس سے استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہیں کیا، اگر بعد میں بیماری یا بھاری کی وجہ سے حج پر جانے کی قدرت سے ہاتھ دھو بیٹھے یا اس کے لئے بہت پر مشقت ہو تو ایسی صورت میں کسی کو تا جب کہ استطاعت و جسمانی شریعت سے کہ اتحدہ اور مستقبل میں اچھا ہونے اور قدرت پیدا کرنے کی امید نہ رکھا ہو، اور احتیاط واجب یہ ہے کہ اولین فرصت میں اس کا کام کو انجام دے

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص کسی سالوں سے مستحب حج پر اور فی الوقت موجودہ کسارت کے پیش نظر ہوائی جہاز کا سفر اس کے لئے میسر نہیں ہے اور ہوائی جہاز کے علاوہ دوسرا اور کوئی وسیلہ اس کے لئے فراہم نہیں ہے تو یہودی کی امید نہ رکھنے کی صورت میں کسی کو اپنے

الذی تحصل لنا من مجموع ما قرأناه ان من اهل بحجة عن شخصین، فإن امرأه بالبحج وقع حجة عن نفسه البتة، وإن عین احدهما بعد ذلك، وله بعد الفراغ جعل ثوابه لهما أو لاحدهما، وإن لم يماره فكذلك إلا إذا كان وراثا وكان علی الميت حج القرض ولم يوص به ليقع عن الميت عن حجة الإسلام للامر دالة للنص، وبخلاف ما إذا أوصی به لان عرضه ثواب الإيفاء من ماله، فلا يصح تبرع الوارث عنه امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ بنی عدیہ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میری والدہ نے حج کی منت ہائی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی اور ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے حج کر۔ یہ کہہ کر ان کی تمنا پوری ہوئی کہ تم اسے حج کرنا کہیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرض تو اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرة)

دارقطنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روای کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کی طرف سے ادا کرے، وہ قیامت امر اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔" (دارقطنی، ۳۵۸۵)

چاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو ان کا حج پورا کر دیا جائے گا اور اس کے لئے جس حج کا ثواب ہے۔" (دارقطنی، ۳۵۸۳)

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کر لیا تو متنبہ ہو گا اور ان کی زوجین خوش ہوں گی اور یہ اند (عز و جس) کے نزدیک نیکو کار رکھا جائیگا۔" (دارقطنی، ۳۵۸۷)

ابو حصین کبیر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا، کہ ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے اور ان کی طرف سے حج کرتے اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں، آیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ فرمایا: "ہاں بیشک ان کو پہنچتا ہے اور بے شک وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تمہارے پاس طبع میں کوئی چیز ہدیہ کی جائے تو تم خوش ہوتے ہو۔" (مسلم، منقطع)

صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ ایک عورت نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عز و صل) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے باپ پر حج فرض ہے اور وہ بہت بوڑھے ہیں کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: "ہاں۔" (مسلم، منقطع)

ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابی زین عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ! (عز و صل) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے باپ بہت بوڑھے ہیں حج و عمرہ نہیں کر سکتے اور ہود حج پر بھی نہیں

المسلمین من المومنین کی تاکید کے لیے استعمال فرمایا گیا ہے۔

(۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ (امیر متب) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے قبرستان سے گزرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں کی طرف روئے مبارک کر کے متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ دعا (السلام علیکم یا اهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم مسلمنا ونحن بالانث) اسے قبر والو! تمہاری خدمت میں سلام پیش ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے تم میں سے پہلے پہنچے ہوئے ہو اور ہم بھی تمہارے پیچھے آئے ہی والے ہیں۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حدیث کے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں کی طرف اپنا روئے مبارک کر کے متوجہ ہوئے، میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی شخص اہل قبور پر سلام پیش کرے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اس وقت اس کا منہ میت کے منہ کے سامنے ہو، اسی طرح جب دعا و مغفرت دعا خواتین وغیرہ کے لیے قہر پر کھڑا ہو تو اپنا منہ میت کے سامنے رکھے چنانچہ نماز و جماعت میں کبھی مسک ہے اور اسی کے مطابق تمام مسلمانوں کا عمل ہے صرف امام احمد بن حنبل کے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ قبر پر حاضر ہونے والا دعا و مغفرت دعا خواتین کے وقت اپنا منہ بالکب کی طرف رکھے۔

مظہر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی میت کی زیارت اس کی زندگی کی حقاقت کی طرح ہے لہذا جس طرح کسی شخص کی زندگی میں اس سے ملاقات کے وقت اپنا منہ اس کے منہ کی طرف متوجہ رکھا جاتا ہے اسی طرح اس کے منہ کے بعد اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی اپنا منہ اس کے منہ کے سامنے رکھا جائے پھر یہ کہ کسی بھی میت کے سامنے وہی طریقہ دعا و اب ملحوظ رہنے چاہئیں جو اس کی زندگی میں نشست و برخاست کے وقت ملحوظ ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی ایسی شخص کی ملاقات کے وقت جو اپنے کمالات و فضائل کی بنا پر عظیم المرتبت ہو، رفع اللہ تعالیٰ تعالیٰ و احترام کے پیش نظر اس کے بالکل قریب نہیں بیٹھتا تھا بلکہ اس سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتا تھا تو اب اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی وہی فاصلہ سے کھڑا رہے یا بیٹھے اور اگر اس کی زندگی میں بوقت ملاقات اس کے قریب بیٹھتا تھا کہ جب اس کی میت کی قبر کی زیارت کرے تو اس کے قریب ہی کھڑا ہو یا بیٹھے۔ جب کسی قبر کی زیارت کی جائے تو اس وقت سورۃ فاتحہ اور قل بواللہ احد میں مرتبہ پڑھے اور اس کا ثواب میت کو بخش کر اس کے لیے دعا و مغفرت کرے۔

ائمہ اربعہ کے مطابق ایصال ثواب کا ثبوت:

حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور بدنی عبادتوں کے ذریعہ ایصال ثواب حدیث سے ثابت ہے اور یہی ائمہ اربعہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کی رائے ہے اور فقہاء مشائخ میں سے بھی بہت سے لوگ اسی کے قائل ہیں؛ البتہ عمل کیلئے اغلاس چاہئے اور جس میں اغلاس ہو، جو عمل اغلاس سے خالی ہو وہ خود لائق ثواب نہیں اور جو عمل خودی لائق ثواب نہ ہو اس کا ثواب دوسروں کو کیوں کر ایصال کیا جاسکتا ہے؟ یہی بات مشہور فقہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔

(رد المحتار، ابن عابدین شامی)

حافظ بیہقی شرح الصدور میں لکھتے ہیں کہ: جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ (امام ابو یوسف، امام مالک اور امام احمد) کے نزدیک میت کو ملا دینے قرآن کریم کا ثواب پہنچاتا ہے، لیکن اس مسئلے میں ہمارے امام شافعی کا اختلاف ہے۔

انہوں نے امام قسطلی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: شیخ عز الدین بن عبد السلام فتویٰ دیا کرتے تھے کہ میت کو تلاوت قرآن کریم کا ثواب نہیں پہنچتا، جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے کسی شاگرد کو خواب میں ان کی زیارت ہوئی، اور ان سے دریافت کیا کہ آپ زندگی میں بیٹھتے دیا کرتے تھے، اب تو مشاہدہ ہو گیا ہوگا، اب کیا رائے ہے؟ فرماتے تھے: میں دنیا میں بیٹھتے دیا کرتا تھا، لیکن یہاں آ کر جو اللہ تعالیٰ کی کرم کا مشاہدہ کیا تو اس فتویٰ سے رجوع کر لیا، میت کو قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب پہنچاتا ہے۔ امام عی الدین نووی شافعی شرح المہذب میں لکھتے ہیں کہ: قبر کی زیارت کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ جس قدر ہو سکے قرآن کریم کی تلاوت کرے، اس کے بعد اہل قبور کے لئے دعا کرے، امام شافعی نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس پر ہمارے اصحاب متفق ہیں۔ فقہائے حنفیہ، مالکیہ اور حنبلیہ کی کتابوں میں بھی ایصال ثواب کی تصریحات موجود ہیں، اس لئے میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی تو بلاشبہ درست ہے۔ (شرح مہذب، ج ۵، ص ۳۱۱، بیروت)

غیر مقلدین کے اکابر میں سے ایصال ثواب کا ثبوت:

غیر مقلد عالم مولوی عبد الستار لکھتا ہے۔ میت کے لئے انفرادی طور پر قرآن پڑھ کے اس کا ثواب میت کو پہنچانا چاہئے، اتفاقاً طور پر اگر کچھ جمع ہو جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے مگر اس کو رسم اور رواج نہیں بنانا چاہئے، امام احمد اور امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ میت کو قرآن پڑھنے کا ثواب پہنچاتا ہے، امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وقرأ القرآن عنه فهذا فيه قولان احدهما يتنفع به وهو مذهب احمد وابی حنیفہ (فتاویٰ ص ۳۱۵)
یعنی میت کی طرف سے قرآن پڑھنے کے بارے میں دو قول ہے، ایک قول یہ ہے کہ میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے اور یہی امام احمد اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے۔

نیز فرماتے ہیں: لما ذا اهدى ميت ثواب بصيام او صلاة او قرة انا ذلك (ص ۳۲۲) یعنی اگر میت کو روزہ، نماز یا قرآن کی تلاوت کا ثواب بدیہ کرے تو یہ جائز ہے (فتاویٰ ستارہ شائع کردہ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی)

اس تمام بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لائق ہو گئے ہیں کہ:

۱۔ مرحومین کے لئے دعا و مغفرت کرنا نیک اسلام ہے۔

۲۔ وہ کھائے اور نوشے جن میں پر اللہ کا نام لکھ کر ایصال ثواب کی غرض سے حاجت مندوں کو کھلایا جاتا ہے، وہ شرعاً درست ہے۔

۳۔ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اللہ نے غفار و عطا قانع رکھا ہے۔

۴ شفاعت کا نظریہ حقیقی ہے اور قرآن اس کا مصدق ہے۔

۵۔ ایصالِ ثواب و شہادت کا نسخہ یہ کسی بھی بدعت میں اور اس کی بدعت میں انفرادی بدعت سے اور نہ قرآن و سنت سے۔

عباداتِ مالیہ و بدنیہ کے احکام کا بیان

وَالْعِبَادَاتُ أَلْوَنُ : مَلَائِيَّةٌ مَحْصَنَةٌ كَمَا لَرَحْمَةِ . وَتَدْبِيَّةٌ مَحْصَنَةٌ كَالْفَلَاحَةِ ، وَمُرَكَّبَةٌ مِنْهُمَا كَالنَّحْلِ . وَالسَّيَّابَةُ تَجْرِي فِي أَلْوَنِ الْأَوَّلِي فِي خَالَتِي لِاخْتِيَارِ وَالضَّرُورَةِ لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ بِفِعْلِ النَّابِ ، وَلَا تَجْرِي فِي أَلْوَنِ النَّابِي بِحَالٍ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ وَهُوَ إِنْعَابُ النَّفْسِ لَا يَحْصُلُ بِهِ ، وَتَجْرِي فِي أَلْوَنِ النَّابِ عِنْدَ الْعُجْرِ لِلْمَعْنَى النَّابِي وَهُوَ الْمَشَقَّةُ بِتَقْيِصِ الْمَالِ ، وَلَا تَجْرِي عِنْدَ الْقُدْرَةِ لِعَدَمِ إِنْعَابِ النَّفْسِ . وَالشَّرْطُ الْعُجْرُ الدَّائِمُ إِلَى وَقْتِ الْمَوْتِ لِأَنَّ الْحَجَّ فَرَضُ الْعُمْرِ ، وَفِي الْحَجِّ الْحَالُ تَحْوِزُ الْإِبَائَةِ حَالَةَ الْقُدْرَةِ لِأَنَّ بَابَ السَّلَى أَوْسَعُ ، ثُمَّ ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ أَنَّ الْحَجَّ يَقَعُ عَنِ الْمَخْرُوجِ عَنْهُ وَبِذَلِكَ تَشْهَدُ الْأَخْبَارُ الْوَارِدَةُ فِي النَّبَابِ كَحَدِيثِ الْحَنْبَلِيِّ فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيهِ (حَجِّي عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرِي)

وَعَنْ مُحَمَّدٍ وَرَحِمَهُ اللَّهُ : أَنَّ الْحَجَّ يَقَعُ عَنِ الْحَاجِّ ، وَلِلَّامِ نَوَابِ الثَّقَفَةِ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ بَدَنِيَّةٌ ، وَعِنْدَ الْعُجْرِ أَيْمَنُ الْإِنْفَاقِ مَقَامَةً كَالْفَهْدِيَّةِ فِي بَابِ الصَّوْمِ .

ترجمہ:

عبادت کی اقسام ہیں۔ ایک صرف مالی عبادت ہے جس طرح زکوٰۃ ہے جبکہ دوسری صرف بدنی ہے جس طرح نماز ہے اور تیسری ان دونوں سے مرکب ہے اور وہ حج ہے۔ اور نیابت میں قسم میں اختیار اور ضرورت دونوں حالتوں میں جاری ہوتی ہے کیونکہ نائب کے فعل سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ اور دوسری قسم میں کوئی نیابت پڑنا نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں مقصود نفس کا مشقت برداشت کرنا ہے اور یہ قدرت کے وقت جاری نہیں ہوتی۔ اور تیسری قسم میں ہرگز کے وقت نیابت جاری ہوتی ہے۔ اور دوسری قسم کا حکم اس لئے ہے کہ مال کی کمی سے مشقت برداشت کرنا ہے لہذا قدرت اس میں نیابت جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ نفس کو مراد یا موجود نہ ہوگا اور شرط طبعی موت کے وقت تک بھڑکاتی رہنا ہے۔ نیز جبکہ ساری عمر کا فریضہ ہے۔ اور کسی حج میں قدرت کے وقت بھی نائب بنانا جائز ہے۔ کیونکہ نفل کا باب وسیع ہے۔

ظاہر مذہب یہ ہے کہ حج اس شخص کی طرف سے واقع ہوگا جس کی طرف سے کیا گیا ہے۔ اور اس باب میں بیان ہونے والی تمام احادیث اس کی دلیل پر موجود ہیں۔

تشمیہ عورت کی حدیث جس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا تو اپنے باپ کی طرف حج و عمرہ کر۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اس حدیث سے روایت ہے کہ حج و عمرہ کرنے والے کی طرف سے واقع ہوگا جبکہ عورت کے لئے اپنے خرن کرنے کا ثواب نہ ہوگا۔ حج عبادت بدنیہ ہے اور عمرہ کے وقت خرچ کرنے کے قائم مقام ہوگا جس طرح صوم کے باب میں مذکور کا حکم ہے۔

شرح

معنی کی اس عبارت میں عبادت بدنیہ کی مشقت کو بیان کیا گیا ہے اور اصول فقہ میں یہ قانون ہے کہ جس عبادت میں جس قدر مشقت ہوگی اس میں ثواب بھی اسی کی مقدار زیادہ ہوگا لہذا اس کا ثبوت حسب ذیل قاعدہ فقہیہ سے ہے۔
فوائد مشقت کی مقدار کے مطابق کا قاعدہ فقہیہ:

النعمة بقدر النعمة والاشياء والنظران

فوائد مشقت کی مقدار کے مطابق ہوتے ہیں اور مشقت بھی فوائد کی مقدار کے مطابق ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسان عبادات و ریاضات میں جس قدر مشقت اٹھاتا ہے اسے ثواب و درجہ بھی اسی کے مطابق حاصل ہوتا ہے اور اسی طرح محنت و جدوجہد بھی مسلمانوں پر اسی قدر ہے۔ جس کی وہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹہ کر نماز کا آدھا اتر ہوتا ہے ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹہ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر اقدس پر رکھا آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہاں ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹہ کر نماز پڑھنے کا آدھا اتر ہوتا ہے حالانکہ آپ خود بیٹہ کر نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں لیکن تم مجھ جیسے کب ہو؟ (مسلم ج ۱ ص ۲۵۳) اللہ کی کتب خاندان کا بی

لیتہ القدر کے قیام پر عنایت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ رکھا اس کے گزشتہ سال کا بخش دینے لگے اور جس نے قدر کی رات ایمان و احتساب کے ساتھ قیام کیا اس کے بھی سابقہ سال کا بخش دینے لگے (بخاری ج ۱ ص ۲۷۷) اللہ کی کتب خاندان کا بی

چہاد میں اور قدر مشقت فوائد:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کی طرف لشکر بھیجا اور فرمایا: ہر وہ آدمی

میں سے ایک جانے اور فریب۔ تم میں سے جو شخص بھی (جہاد) کے پائے والے کے اہل و عیال کی دیکھ بھال کیلئے اور اس کے گھر اور اسکے مال کی نگہبانی کیلئے بیٹھے گا اس کو جہاد پر جانے والے شخص کا آدھا اجر ملے گا۔

(مسلم ج ۳ ص ۱۳۸، ترمذی کتب خاندہ کا ج ۱)

دو افراد کی طرف سے حج کرنے والے کا بیان:

قَالَ (وَمَنْ أَمَرَهُ رَجُلَانِ بَأَن يَحُجَّ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَجَّةً فَأَحَدٌ يَحُجُّ عَنْهُمَا فَهِيَ عَنْ الْحَاجِّ وَتُضْمَنُ النَّفَقَةَ لِأَنَّ الْحَجَّ يَقَعُ عَنِ الْآمِرِ حَتَّى لَا يَخْرُجَ الْحَاجُّ عَنْ حَجَّةِ الْإِسْلَامِ ، وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَمَرَهُ أَنْ يَخْلُصَ الْحَجَّ لَهُ مِنْ غَيْرِ اشْتِرَاكِ ، وَلَا يُمَكِّنُ إِبْقَاعَهُ عَنْ أَحَدِهِمَا لِعَدَمِ الْأَوَلَوِيَّةِ فَيَقَعُ عَنِ الْمَأْمُورِ ، وَلَا يُمَكِّنُهُ أَنْ يَجْعَلَهُ عَنْ أَحَدِهِمَا بَعْدَ ذَلِكَ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا حَجَّ عَنْ أَبْنِيهِ فَإِنَّ لَهُ أَنْ يَجْعَلَهُ عَنْ أَيُّهَامَا شَاءَ لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ بِجَعْلِ ثَوَابِ عَمَلِهِ لِأَحَدِهِمَا أَوْ لِكُلِّمَا فَيَقْبِي عَلَى خِيَارِهِ بَعْدَ وَفْوِهِ سَبَبًا لِثَوَابِهِ ، وَهَذَا يُفَعِّلُ بِحُكْمِ الْآمِرِ ، وَقَدْ خَالَفَ أَمْرُهُمَا فَيَقَعُ عَنْهُ .

ترجمہ:

فرمایا: اگر ایک آدمی کو دو اشخاص نے اپنا نائب بنالیا اور دونوں میں سے ہر ایک نے اس کو حکم دیا کہ وہ میری طرف سے حج کرے۔ لہذا اس نے دونوں کی طرف سے ایک ہی حج کا تلبیہ کہا تو یہ حج نائب حج کرنے کی طرف سے ہو جائے گا۔ اور نفقہ کا ضامن وہی ہوگا۔ کیونکہ حج کا وقوع نہ حکم دینے والے کی طرف ہوتا ہے حتیٰ کہ حج کرنے والے افریقہ سے حج کا رخ ہو جائے۔ اور جب ان دونوں میں سے ہر ایک نے حکم دیا تھا۔ تو حج دوسرے کی شمولیت کے بغیر اسی کیسے خاص ہو گیا۔ کیونکہ اولویت کے پیش نظر ان دونوں میں سے کسی کی طرف سے بھی وقوع ممکن نہیں ہے۔ لہذا وہاں امور کی طرف ادوا ہوگا اور ایسا بھی نہیں ہو سکتا کہ نائب اس کے بعد اس کو کسی ایک جانب بھیج دے یہ خلاف اس صورت کے جب اس نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا تو اسے اختیار ہے والدین میں سے کسی ایک کی طرف سے کرے۔ کیونکہ وہ اپنا ثواب کسی ایک طرف ہی دے کرے گا۔ کیونکہ وہ کو بدیہ کر دے۔ لہذا وقوع حج کے بعد اس کو اختیار ہے کیونکہ نائب حکم دینے والے کے مطاق کرتا ہے۔ حالانکہ یہاں نائب نے دونوں مٹکوں کے حکم کی مخالفت کی لہذا یہ حج نائب کی طرف سے واقع ہوگا۔

دو شخصوں کی طرف سے حج کرنے والے کیلئے اختیار و عدم اختیار کا بیان:

بعد ازاں عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ دو شخصوں نے ایک ہی کو حج بدل کے لیے بھیجا، اس نے ایک حج میں دونوں

کی طرف سے لپیک کہا تو دونوں میں کسی کی طرف سے نہ ہوا بلکہ اس حج کرنے والے کا ہوا اور دونوں کو تاوان دے اور اب اگر چاہے کہ دونوں میں سے ایک کے لیے گردے تو یہ بھی نہیں کر سکتا اور اگر ایک کی طرف سے لپیک کہا مگر یہ معین نہ کیا کہ کسی کی طرف سے تو اگر وہ یہ نہیں کہہ جب بھی کسی کا نہ ہوا اور اگر بعد میں یعنی افعال حج ادا کرنے سے پہلے معین کر دیا تو جس کے لیے کیا اس کا ہو گیا اور اگر احرام باندھتے وقت کچھ نہ کہا کہ کسی کی طرف سے ہے نہ معین نہ مبہم جب بھی دونوں صورتیں ہیں۔

اور اگر ماں باپ دونوں کی طرف سے حج کی تو اسے اختیار ہے کہ اس حج کو باپ کے لیے کر دے یا ماں کے لیے اور اس کا حج فرض ادا ہوگا یعنی جب کہ ان دونوں نے اسے حکم نہ کیا اور اگر حج کا حکم دیا ہو تو اس میں بھی وہی احکام ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور اگر بغیر سبب اپنے آپ دونوں کی طرف سے حج نفل کا احرام باندھا تو اختیار ہے جس کے لیے چاہے کہ اسے گراس سے اس کا فرض ادا ہوگا جب کہ وہ انہی ہے۔ یعنی ثواب پہنچانے کا بھی اختیار ہے بلکہ ثواب کو پہنچا سکتا ہے۔ (رہنکار، کتاب الحج)

ابہام تو کلیت میں مٹکوں کی مخالفت کا بیان:

وَيُضْمَنُ النَّفَقَةَ إِنْ أَتَقَى مِنْ مَا لَيْسَ لَهُ صَرَفَ نَفَقَةِ الْآمِرِ إِلَى حَجِّ نَفْسِهِ ، وَإِنْ أَلْهِمَ الْإِحْرَامَ بِأَنْ نَوَى عَنْ أَحَدِهِمَا غَيْرَ عَيْنٍ ، فَإِنْ مَضَى عَلَى ذَلِكَ صَارَ مُخَالِفًا لِعَدَمِ الْأَوَلَوِيَّةِ ، وَإِنْ عَيَّنَ أَحَدَهُمَا قَبْلَ الْمَضَى فَكَذَلِكَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ الْقِيَاسُ لِأَنَّهُ مَأْمُورٌ بِالْعَيْنِ ، وَالْإِتِهَامُ يَخَالِفُهُ فَيَقَعُ عَنْ نَفْسِهِ ، بِخِلَافِ مَا إِذَا لَمْ يُعَيَّنْ حَجَّةٌ أَوْ عُصْمَةٌ خَبَتْ كَأَنَّهُ أَنْ يُعَيَّنَ مَا شَاءَ لِأَنَّ الْمُتَلَزِمَ هُنَاكَ مُجْهُولٌ وَهَاهُنَا الْمَجْهُولُ مَنْ لَهُ الْحَقُّ .

وَجَاءَ الْأَسْتِحْسَانُ أَنَّ الْإِحْرَامَ شُرْعٌ وَسَبِيلَةٌ إِلَى الْأَفْعَالِ لَا مَقْصُودًا بِنَفْسِهِ .
وَالْمُتَّهَمُ يَصْلُحُ وَسَبِيلَةٌ بِوَسْاطَةِ التَّعْيِينِ فَانْكَفَى بِهِ شَرْطًا ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَدَّى الْأَفْعَالُ عَلَى الْإِتِهَامِ لِأَنَّ الْمُؤَدَّى لَا يَحْتَوِلُ التَّعْيِينَ قَصَارًا مُخَالِفًا

ترجمہ:

جب وہ دونوں مٹکوں کے مال سے خرچ کرے تو وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ اس نے مٹکوں کا مال اپنے ذاتی حج کیلئے خرچ کیا ہے۔

اگر وکیل نے احرام کو مبہم رکھا یا اس نے دونوں میں کسی ایک طرف سے تعین نہیں کیا اور تعین کی نیت کی۔ اور ابہام والی نیت کے گزر گیا اس صورت میں بھی اولویت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے مٹکوں کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اور اگر اس نے مناسک حج

سے پہلے ان دونوں میں سے ایک کا تعین کر لیں۔ تو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ حکم ہے۔ اور قیاس کا قاضی بھی یہی ہے۔ کیونکہ وکیل کو تعین کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جبکہ اب ہم رخصت اس کی مخالفت ہے لہذا یہ حج خود اسی جانب سے ہو جائے گا۔ خلاف اس صورت کے جب اس نے حج و عمرہ کو تعین نہیں کیا تو اسے اختیار ہے کہ جس کیلئے پسند کرے متعین کر لے۔ کیونکہ جو چیز اس نے اپنے اوپر لازم کی ہے مجہول ہے۔ اور یہاں وہ بندہ مجہول ہے جس کا حق ہے۔ اور امتحان کی دلیل یہ ہے کہ احرام مناسک حج ادا کرنے سے پہلے شروع ہوا ہے جبکہ وہ خود متعین نہیں ہے۔ اور ابہام والے احرام تعین کیلئے وسیلہ بن سکتا ہے۔ لہذا شرط کے اعتبار سے ابہام والے احرام پر انکشاف کیا نہ گئے۔ بخلاف اس صورت کے جب ابہام کی حالت پر مناسک حج ادا کر کے ہیں۔ کیونکہ احتمال کا تعین نہ رکھنے والی چیز ادا ہو گئی ہے۔ لہذا وہ وقف ہو گیا ہے۔

ایک کی طرف سے حج اور دوسرے کی طرف سے عمرہ کرنے کا بیان:

قواوی ہندیہ میں فقہائے احناف نے لکھا ہے۔

صرف حج یا صرف عمرہ کو کہا تھا اس نے دونوں کا احرام باندھا، خواہ دونوں اسی کی طرف سے کیے یا ایک اس کی طرف سے، دوسرا اپنی کسی اور کی طرف سے، بہر حال اس کا حج ادا نہ ہوتا وان دین آئے گا۔ حج کے لیے کہا تھا اس نے عمرہ کا احرام باندھا، حج مکمل ہو گیا۔ حج کا جب بھی اس کی مخالفت ہوئی لہذا اتنا وان دے۔

حج کے لیے کہا تھا اس نے حج کرنے کے بعد عمرہ کیا یا عمرہ کے لیے کہا تھا اس نے عمرہ کر کے حج کیا تو اس میں مخالفت نہ ہوئی اس کا حج عمرہ ادا ہو گیا۔ مگر اپنے حج یا عمرہ کے لیے جو فرض کیا خود اس کے ذمہ ہے، سمجھنے والے پر نہیں اور انرا ادا کرنا یعنی جو اس نے کہا اسے بعد میں کیا تو مخالفت ہو گئی، اس کا حج یا عمرہ ادا نہ ہوتا وان دے۔

ایک شخص نے اس سے حج کو کہا دوسرے نے عمرہ کو کہا ان دونوں نے جمع کرنے کا حکم نہ دیا تھا، اس نے دونوں کو جمع کر دیا تو دونوں کا مال واپس دے اور اگر یہ کہہ دیا تھا کہ حج کر لین تو جائز ہو گیا۔ افضل یہ ہے کہ جسے حج بدل کے لیے بھیج جائے، وہ حج کر کے واپس آئے اور جانے آئے کہ مصارف سمجھنے والے پر ہیں اور اگر وہیں رو گیا جب بھی بے نزع ہے۔ حج کے بعد قلد کے انعقد میں جتنے دن ٹھہرنا پڑے، ان دنوں کے مصارف سمجھنے والے کے ذمہ ہیں اور اس سے زیادہ ٹھہرنا یا تو خود اس کے ذمہ مگر جب وہاں سے چلا تو وہاں کے مصارف سمجھنے والے پر ہیں اور اگر مکہ معظمہ میں بائکل رہنے کا ارادہ کر لیں تو اب وہاں کے اخراجات بھی سمجھنے والے پر نہیں۔ (عالمگیری، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر)

علامہ علاؤ الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جس کو سمجھا ہوا اپنے کسی کام میں مشغول ہو گیا اور حج فوت ہو گیا تو اتنا لازم ہے، پھر اگر سال آئندہ اس نے اپنے مال سے حج کر دیا تو کیا ہو گیا اور اگر وقف عرفہ سے پہلے جماع کیا جب بھی عین حکم ہے اور اسے اپنے مال سے سال آئندہ حج و عمرہ کرنا ہوگا اور اگر وقف کے بعد جماع کیا تو حج ہو گیا اور اس پر اپنے مال سے ذمہ دینا لازم اور اگر غیر اختیاری آفت میں مبتلا ہو گیا تو جو کچھ

پہلے خرچ ہو چکا ہے، اس کا اتنا نہیں گنوا جی میں اب اپنا مال خرچ کرے۔

علامہ ابن عابدین ثمالی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جس پر حج فرض ہو یا تقاضا یا منت کا حج اس کے ذمہ ہو اور موت کا وقت قریب آ گیا تو واجب ہے کہ وصیت کر جائے جس پر حج فرض ہے اور نہ ادا کیا نہ وصیت کی تو باجماع ٹھیکہ کر دے، اور وارث اس کی طرف سے حج بدل کران چاہے تو کر سکتا ہے۔ انشاء اللہ قاضی امیدی نے کہا کہ ابویں نے اور اگر وصیت کر گیا تو تہائی مال سے مرایا جائے اگرچہ اس نے وصیت میں تہائی کی قید نہ لگائی۔ مثالیہ کہہ کر امیری کی طرف سے حج بدل کر لیا جائے۔

تہائی مال کی مقدار اتنی ہے کہ وطن سے حج کے مصارف کے لیے کافی ہے تو وطن ہی سے آ دی بھیجا جائے، ورنہ بیرون مکتب جہاں سے بھی اس تہائی سے بھیجا جائے۔ یہ ہیں انہی وصیت میں کوئی رقم تعین کر دی ہو تو اس رقم میں انہی روپے سے بھیج کر سکتے تو بھیجا جائے ورنہ جہاں سے ہو سکے اور اگر وہ تہائی یا وہ رقم تعین بیرون مکتب کہیں سے بھی کی نہیں تو وصیت باطل۔ (رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر)

غیر کے حکم سے قرآن کرنے والے کے دم کا بیان:

قَالَ (فَبِأَنفُسِهِمْ يَكْفُرُونَ) فَإِنْ أَمَرَ غَيْرُهُ أَنْ يَقْرَأَ فَلَمْ يَفْعَلْ عَلَى مَنْ أَحْرَمَ، لِأَنَّهُ وَجَبَتْ شُكْرُ الْمَلَأَةِ وَقَفَّعَ اللَّهُ تَعَالَى مِنَ الْجَمْعِ بَيْنَ النَّاسِ وَالْمَأْمُورُ هُوَ الْمُخْتَصُّ بِقِيَدِ الْعُمَةِ لِأَنَّ حَقِيقَةَ الْفِعْلِ مِنْهُ، وَهَذِهِ الْمَسْأَلَةُ تَشْهَدُ بِصِحَّةِ النُّزُوعِ عَنْ مُحْتَمِلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْحَجَّ يَقَعُ عَنْ الْمَأْمُورِ وَكَذَلِكَ إِنَّ أَمْرَهُ وَاحِدًا بَيْنَ بَحْثِ عَنْهُ وَالْآخَرِ بَيْنَ يَتَعَمَّرُ عَنْهُ وَأَذِنَّا لَهُ بِالْفَقَرِ، فَلَمْ يَفْعَلْ لِمَا قُلْنَا

ترجمہ:

فرمان: اور اگر کسی شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے قرآن کرے تو قرآنی اس بندے پر واجب ہو گیا جس نے احرام باندھا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے شکر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اسی نے اس کو حج و عمرہ جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور اس نعمت کے ساتھ وکیل کو نص کیا گیا کیونکہ فعل باعتبار حقیقت اسی کی جانب سے ہے۔ اور یہ سلسلہ بات کی گواہی دیتا ہے حضرت ام مہاجرہ علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حج مذکور کی طرف سے ہو چکا ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے عزم دیا کہ وہ بیرون مکتب سے حج کرے اور کسی اور نے کہا کہ وہ بیرون مکتب سے حج کرے اور دونوں متوکلوں نے اسے قرآن کرنے کا اجازت دی ہے تو قرآن کا دم مکمل پر ہوگا وکیل وہی جو ہم کہہ چکے ہیں۔

شرح

اس مسئلہ کی دلیل وہی ہے جس کو شروع میں دوسروں کی طرف سے حج کرنے کے بیان میں لکھ آئے ہیں۔ اور اس بات کا فرق ہے کہ قربانی اہرام باندھنے والے پر ہوگی۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ قربانی اس شخص کی طرف سے ہونی چاہیے جس کی طرف سے یہ حج کرانے والا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے یہاں قیاس نہیں بلکہ حج قرآن کرنے والے کے فعل کا حقیقت پر محمول کیا جائے گا۔ کہ حقیقت میں افعال حج وہ خود بنالانے والا ہے۔ اس مسئلہ سے اس فقہی جزئی کا ثبوت بھی ہوتا ہے کہ حج کا وقوع مامور کی طرف کیا گیا ہے۔ اور حضرت امام علیہ الرحمہ سے بھی اس طرح دلیل بیان کی گئی ہے۔

میت کی طرف سے حج کرنا اور مہرم مال میت سے دے گا:

(وَدَّمَ الْإِحْصَارُ عَلَى الْآمِرِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: عَلَى الْحَاجِّ (لَأَنَّهُ وَجِبَ لِلتَّحَالِي دَفْعًا لِضَرَرِ امْتِدَادِ الْإِحْزَامِ، وَهَذَا رَاجِعٌ إِلَيْهِ فَيَكُونُ الدَّمُ عَلَيْهِ. وَلَهُمَا أَنَّ الْآمِرَ هُوَ الَّذِي أَذْخَلَهُ فِي هَذِهِ الْعَهْدَةِ فَعَلَيْهِ خِلَاصُهُ (فَإِنْ كَانَ مَتَعُ عَنْ مَبِيتٍ فَأَخْصَرَ فَإِلَازِمٌ فِي مَالِ الْمَيِّتِ) عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ ثُمَّ قِيلَ: هُوَ مِنْ ثَلَاثِ مَالِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ صِلَةٌ كَالزَّكَاةِ وَغَيْرِهَا. وَقِيلَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ لِأَنَّهُ وَجِبَ حَقًّا لِلْمَأْمُورِ فَصَارَ دَيْنًا

ترجمہ:

احصار کا دم تو مکمل پر واجب ہے اور یہ حکم طرین کے نزدیک ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے احصار کا دم حاجی یعنی وکیل پر واجب ہے۔ کیونکہ احصار کا دم حلال ہونے کیلئے واجب ہوا ہے۔ تاکہ اہرام کے لمبا ہونے کا نقصان دور ہو جائے۔ لہذا یہ نقصان وکیل کی طرف لوٹا یا جائے گا۔ جس دم بھی اسی پر واجب ہوگا۔ جبکہ طرین کی دلیل یہ ہے کہ رم تو مکمل وہی بندہ ہے جس نے نائب کو ممداری سونپی ہے لہذا اس کو چھڑانا بھی مکمل پر واجب ہے۔

اگر یہ شخص میت کی جانب سے حج کرتا ہو مہرم ہو گیا تو طرین کے نزدیک احصار کا دم میت کے مال سے دے دینا واجب ہے جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نہیں۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ وہ میت کے تہائی مال میں سے ہوگا کیونکہ یہ صلہ ہے کیونکہ زکوٰۃ والے مسئلہ کی طرح ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے احصار کا دم میت سے کل ترک سے دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ حق وکیل بن کر واجب ہوا ہے۔ لہذا یدین (قرض) ہو جائے گا۔

دم احصار کے وکیل پر وجوب میں فقہاء کا اختلاف:

دم احصار کی ادائیگی آخر سے ہو یا مامور سے ہو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ طرین کے نزدیک یہ دم آخر پر واجب ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حکم اصل کی طرف یعنی آخری طرف لوٹنے والا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک احصار کا دم آخر پر نہیں بلکہ مامور پر ہوگا۔ کیونکہ جب یہ حکم مامور کے پر ہو گیا ہے اور اس بات پر کہ کسی سے خاصی پر کسی پر ہے لہذا اس پر دم واجب ہوگا۔ فقہاء احناف سے اس مسئلہ میں فقہ مذہب کیا ہے تو اس مسئلے میں ہم حنفیہ خاتم المتحققین فی مذہب الانحاف کی حسب ذیل عبارت کا مفہوم نقل کر رہے ہیں۔

علامہ علاؤ الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اور جو شخص نزدیک راستہ چھوڑ کر دور کی راہ سے گیا، کہ خرچ زیادہ ہوا اگر اس راہ سے حاجی جایا کرتے ہیں تو اس کا اُسے اختیار ہے۔ مرض یا دشمنی کی وجہ سے حج نہ کر سکا یا اور کسی طرح پر مہرم ہوا تو اس کی وجہ سے جو دم لازم آیا، وہ اس کے ذمہ ہے جس کی طرف سے گیا اور باقی ہر قسم کے دم اس کے ذمہ ہیں۔ مثلاً سلاوا پکڑ اپنا یا خوشبو لگانی یا بغیر اہرام بیعت سے آگے بڑھنا یا شکر کرنا یا بیعتی والے کی اجازت سے قرآن و تحنن کیا۔ (در مختار کتاب الحج)

جماع کے دم کا حاجی پر ہونے کا بیان:

(وَدَّمَ الْجَمَاعُ عَلَى الْحَاجِّ) لِأَنَّهُ دُمُ جَنَابَةٍ وَهُوَ الْجَنَابِيُّ عَنْ اخْتِيَارٍ (وَيَضُمُّ النِّفَقَةَ) مَعَهَا: إِذَا جَمَاعَ قَبْلَ الْوُقُوفِ حَتَّى فَسَدَ حَجُّهُ لِأَنَّ الصَّحِيحَ هُوَ الْمَأْمُورُ بِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا فَاتَهُ الْحَجُّ حَيْثُ لَا يَضُمُّ النِّفَقَةَ لِأَنَّهُ مَا فَاتَهُ بِاخْتِيَارِهِ.

أَمَّا إِذَا جَمَاعَ بَعْدَ الْوُقُوفِ لَا يَفْسُدُ حَجُّهُ وَلَا يَضُمُّ النِّفَقَةَ لِحُصُولِ مَقْصُودِ الْأَمْرِ.

وَعَلَيْهِ الدَّمُ فِي مَالِهِ لِمَا بَيَّنَّا، وَكَذَلِكَ سَائِرُ دِمَاءِ الْكَفَرَاتِ عَلَى الْحَاجِّ لِمَا قُلْنَا

ترجمہ:

اور جماع کا دم حاجی پر واجب ہے کیونکہ وہی جنابت کرنے والا ہے اور وہ جرم کرنے والے کے اختیار سے ہے۔ اور نفقہ کا ضامن بھی ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے وقف عرفہ سے پہلے جماع کیا یا نہ کیا کہ اس کا حج فاسد ہو گیا۔ اس لئے کہ اسے جس حج کا وکیل بنایا گیا تھا وہ حج ہے۔ بخلاف اس صورت کے کہ جب اس کا حج فوت ہو گیا۔ لہذا اس میں وہ نفقہ کا ضامن نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کے اختیار سے فوت نہیں ہوا ہے۔ اور اگر (نائب) وقف عرفہ کے بعد جماع کیا تو اس کا حج کا نسیئہ ہوگا اور نہ ہی وہ نفقہ کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ مقصود مکمل حاصل ہو چکا ہے۔ اور وکیل کے مال سے جنابت کا دم واجب ہوگا اس کی دلیل غنیاء پر جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اسی طرح کفار سے تمام دم اسی حاجی تکلیف پر واجب ہیں۔ دلیل وہی جو ہم نے بیان کی ہے۔

شرح

اس مسئلہ کی دلیل واضح ہے کہ اگر حاجی جماع کرتا ہے تو دم اسی پر واجب ہے جس کی طرف سے وہ حج کر رہا ہے اس پر دم کا وجوب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے اس کو حج کرنے میں وکیل یا نائب بنایا ہے۔ جماع کرنے میں تو اس کی طرف حکم یا اس کے ساتھ کوئی

معابدہ قطعہ نہیں ہوا۔ اور نہ اس معاہدہ کا جز ہے۔ اس مسئلہ کی دلیل حسب ذیل قاعدہ فقہیہ سے ہے۔

قاعدہ فقہیہ، ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے:

ولا تکسب کل نفس الا علیہا (بخاری ۱۷۳۸) ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے۔

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے جو کب کیا چاہا ہے اس کا قائل بھلائی سے ہو یا برائی سے ہو اصل کے اعتبار اس کی جزا اور سزا کا وہی مستحق ہے تاہم کئی ذرائع و اسباب ایسے بھی ہیں جن کی وجہ سے دوسرے افراد بھی جزا و سزا پاتے ہیں۔

دوسروں کی وجہ سے نرائی اسباب:

ترجمہ: ۱۔ اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ اٹھائیں گے۔ (المکتوبات ۱۳)

۲۔ تاکہ وہ (متکبر کا خرافہ) قیامت کے دن اپنے (گنہگاروں کے) پورے بوجھ اٹھائیں اور چھ بوجھان لوگوں کے اٹھائیں جنہیں وہ اپنی جہالت سے گمراہ کرتے تھے سو: وہ کیسا بڑا بوجھ ہے جسے وہ اٹھاتے ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو بھی ظلم کیا جائے گا اس کے خون کی سزا سے ایک حصہ پہلے آدم (قذیل) کو بھی ملے گا کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے ظلم کرنے کی رسم اور نہاد ایجاد کیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحديث ۳۳۳۵)

حضرت غفرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سو کن کو خیرہ کی ایک چوب سے مارا۔ حالانکہ وہ اس وقت حاملہ تھی اور اس ضرب سے اس کو ہلاک کر دیا۔ ان میں سے ایک عورت بنو نضیر کی تھی رسول اللہ ﷺ کے قتل کے مصائب (بائپ کی طرف سے رشتہ داروں) پر مقتول کی دیت لازم ہے اس نسبت دیت کے بچے کے ۳۰ سال میں ایک باندی یا ایک ندام کا دین لازم کیا۔ (صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۵، فتح الباری ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک آدمی یودی کی رہت و زمین میں مقتول پایا گیا انہوں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا آپ نے یہودی کے پچاس پتے ہوئے لوگوں کو بلایا اور ہر ایک سے یہ قسم لی کہ میں نے اس کو قتل کیا اور نہ مجھے اس کے قتل کا علم ہے پھر ان پر دیت لازم کر دی۔ یہودی نے کہا یہ خدایہوی فیصد ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تھا۔ (سنن دارقطنی ج ۳، رقم الحديث ۲۱۹۹) (قاعدہ فقہیہ ص ۳۱۱، شہیر ہاردار ج ۱ ص ۱۸۱)

حج کے موسمیٰ لے سے جب حج ادا نہ کیا گیا:

(وَمَنْ أَوْصَىٰ بِأَنْ يَحُجَّ عَنْهُ فَاتَّخَذُوا عَنْهُ رَجُلًا فَلَمَّا بَلَغَ الْخُكُوفَ مَاتَ أَوْ سَرِقَتْ نَفَقَتُهُ

وَقَدْ أَتَقَّفَ النُّصْفَ يَحُجُّ عَنْ الْمَيِّتِ مِنْ مَنَزِلِهِ يَنْتَلِيزُ مَا بَقِيَ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ

رَحِمَهُ اللَّهُ) وَقَالَ: يَحُجُّ عَنْهُ مِنْ حَيْثُ مَاتَ الْأَوَّلُ، فَالْكَلَامُ هَاهُنَا فِي اغْتِيَابِ الثَّلَاثِ

وَفِي مَكَانِ الْحَجِّ. أَمَّا الْأَوَّلُ فَالْمَذْكُورُ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ. أَمَّا عِنْدَ مُحَمَّدٍ

يَحُجُّ عَنْهُ بِمَا بَقِيَ مِنَ الْمَالِ الْمَذْفُوعِ إِلَيْهِ إِنْ بَقِيَ شَيْءٌ وَإِلَّا بَطَلَتِ الْوَصِيَّةُ اغْتِيَابًا

بِغَيْرِينَ الْمُوصِي إِذْ تَعَيَّنَ الْمُوصِي كَتَبْتِيهِ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَحُجُّ عَنْهُ بِمَا

بَقِيَ مِنَ الثَّلَاثِ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمَحَلُّ لِنَقَاذِ الْوَصِيَّةِ. وَلَا بِي حَنِيفَةَ أَنَّ قِسْمَةَ الْوَصِيَّةِ

وَعَزْلَهُ الْمَالُ لَا يَصِحُّ إِلَّا بِالتَّسْلِيمِ إِلَى الْوَجْهِ الَّذِي سَمَّاهُ الْمُوصِي لِأَنَّهُ لَا خَصْمَ لَهُ

لِيَقْبِضَ وَلَمْ يُوْجَدْ التَّسْلِيمُ إِلَى ذَلِكَ الْوَجْهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا هَلَكَ قَبْلَ الْإِفْرَازِ وَالْعَزْلُ

فَيَحُجُّ بِثُلَاثِ مَا بَقِيَ. وَأَمَّا الثَّانِي فَوَجْهُ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ الْقِيَاسُ أَنَّ

الْقَدْرَ الْمَوْجُودَ مِنَ السَّفَرِ قَدْ يَطْلُ فِي حَقِّ أَحْكَامِ الدُّنْيَا، قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ الْعِدَّةِ، وَتَنْفِيذِ الْوَصِيَّةِ مِنْ أَحْكَامِ

الدُّنْيَا فَبَقِيََتِ الْوَصِيَّةُ مِنْ وَطِيهِ كَأَنَّ لَمْ يُوجَدْ الْخُرُوجُ. وَحُجَّ قَوْلُهُمَا وَهُوَ الْإِسْتِحْسَانُ

أَنَّ سَفَرَهُ لَمْ يَطْلُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ

مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ) الْآيَةِ، وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ مَاتَ فِي طَرِيقِ

الْحَجِّ كُتِبَ لَهُ حَجَّةٌ مَبْرُورَةٌ فِي كُلِّ سَنَةٍ) وَإِذَا لَمْ يَطْلُ سَفَرُهُ اغْتِيَابَتْ الْوَصِيَّةُ مِنْ

ذَلِكَ الْمَكَانِ، وَأَصْلُ الْاِخْتِلَافِ فِي الَّذِي يَحُجُّ بِنَفْسِهِ، وَيُنْبِئُ عَلَى ذَلِكَ الْمَأْمُورُ

بِالْحَجِّ.

ترجمہ:

اور جس شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کروایا جائے۔ تو وصیت کے رد، نے اس کی طرف سے ایک آدمی کو حج کروایا۔ پس نائب جب کوئے تک پہنچا۔ تو وہ فوت ہو گیا۔ یا اس نائب کا نفقہ چوری ہو گیا جبکہ وہ نصف نفقہ خرچ کر چکا ہے۔ تو وصیت کی طرف سے حج کروایا جائے اس مال سے جو تہائی سے مال بچا ہوا ہے۔ یہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ وہاں سے حج کروایا جائے گا جہاں پہلا مال نفقہ ہوا ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں کلام تہائی مال کے اعتبار کا اور حج کی جگہ میں ہے۔ اور پہلا مال حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا قول ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک مال نائب کو دیا گیا تھا اس مال میں سے اگر کچھ باقی رہ گیا ہے تو اس بچے ہوئے مال سے

جج کروایا جائے۔ ورنہ وصیت باطل ہو جائے گی۔ لہذا اموی کے تعین پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ وہیں کا تعین کرتا موسیٰ کے تعین کی طرح ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک پہلی تہائی سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اس سے جج کروایا جائے گا۔ کیونکہ وصیت کو نافذ کرنے میں یہی تہائی کافی ہے۔

حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ وہی کیسے جائز نہیں ہے کہ وہ مال تقسیم کرے اور اس کو ایک کرے۔ لیکن جب وہ اسے جانب سپرد کرنے والا ہو جس طرف موسیٰ نے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ موسیٰ نے کوئی جھگڑنے والا نہیں ہے جو قید کر لے۔ لہذا یہ اس کی جانب سپرد کرنا نہ کیا گیا تو یہی اس طرح ہو گیا جس طرح وصیت کا مال جدا ہوا ہے اور ایک کرنے سے پہلے باک ہو گیا۔ لہذا اہل مال کی تہائی سے جج کروایا جائے گا۔ اور حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کے دوسرے قول کی دلیل اور قیاس بھی اسی طرح ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس سفر کی مقدار موجود ہے وہ دنیا کے احکام سے حق میں باطل ہو گئی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو سوائے تین اعمال کے اس کا عمل مقصود ہو جاتا ہے۔ اور وہی کو نافذ کرنا دنیا کے احکام میں ہے۔ لہذا وصیت کے وطن میں باقی رہے گی کیونکہ خروج نہ پڑ گیا۔

صاحبین کے قول کی دلیل اور استحسان یہ ہے کہ اس کا سفر باطل نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جج کی راہ میں فوت ہو گیا تو اس کیسے ہر سال متوجہ بن کر کھایا جاتا ہے۔ اور جب اس کا سفر باطل نہ ہوا تو وصیت اس مقام سے اعتبار کی جائے گی۔ اور اصل اختلاف اس بندے کے بارے میں جو خود جج کرے اور اس کی بناء جج کرے اس کا سفر باطل نہ ہونے والے پر ہوگی۔

وصی کا جج کرنے والا جب راستے میں فوت ہو جائے تو احکام:

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص جج ہو جائے اور راستے میں ایک معطر میں وقفہ عرصہ سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو اگر کسی سال اس پر جج فرض ہوا تھا تو وصیت واجب نہیں اور اگر وقفہ کے بعد انتقال ہوا تو جج ہو گیا۔ پھر اگر طواف فی باقی ہے اور وصیت کر گیا کہ اس کا جج پورا کروایا جائے تو اس کی طرف سے بدعت کی قربانی کر دی جائے۔

اور اگر راستہ میں انتقال ہوا اور جج بدل کی وصیت کر گیا تو اگر کوئی قریب جگہ میں نہ ہو تو اس کے کہنے کے موافق کیا جائے، اگر چہ اس کے مال کی تہائی اتنی تھی کہ اس کے وطن سے بھیجا جاسکتا اور اس نے غیر وطن سے بھیجے کی وصیت کی یا وہ قریب اتنی تھی کہ اس میں وطن سے نہیں جایا جاسکتا تو گھبرا ہوا اور مصیبت نہ کی تو وطن سے بھیجا جائے۔

اور جب وہی نے جج نہیں جس کو کبھی کسی کو میر کی طرف سے جج کر دیا، بنا، ریزہ جگہ سے بھیجا اور تہائی اتنی تھی کہ وطن سے بھیجا جاسکتا ہے تو یہ جج میت کی طرف سے نہ ہوا بلکہ وہی کی طرف سے ہوا لہذا میت کی طرف سے یہ شخص دوبارہ اپنے مال سے جج کرانے مگر جب کہ وہ جگہ جہاں سے بھیجا ہے وطن سے قریب ہو کہ وہاں جا کر مات کے آنے سے پہلے وہاں آسکا ہو تو ہو جائے گا۔

اور اگر اس کا مال اس قبل نہیں کہ وطن سے بھیجا جائے تو جہاں سے ہو بھیجیں، پھر اگر جج کے بعد کچھ جج رہا جس سے معلوم ہوا کہ اور اوپر سے بھیجا جاسکتا تھا تو وہی پر اس کا تاوان ہے، لہذا دوبارہ جج بدل وہاں سے کرانے جہاں سے ہو سکتا تھا مگر جب کہ بہت تھوڑی مقدار رہی مثلاً توشہ وغیرہ ہے۔

اگر اس کے لیے وطن نہ ہو تو جہاں انتقال ہوا وہاں سے جج کو بھیجا جائے اور اگر متعدد وطن ہوں تو ان میں جو جگہ مکہ معظمہ سے زیادہ قریب ہو وہاں سے۔

جسے جج کرنے کو بھیجا وقفہ عرصہ سے پیشتر اس کا انتقال ہو گیا یا مال پوری گیا پھر جو مال باقی رہ گیا، اس کی تہائی سے وہ بارہ وطن سے جج کرنے کے لیے کسی کو بھیجا جائے اور اگر راستہ میں وطن سے نہیں بھیجا جاسکتا تو جہاں سے ہو سکے اور اگر دوسرا شخص بھی مر گیا یا پھر مال پوری ہو گیا تو اب جو کچھ مال ہے اس کی تہائی سے بھیجا جائے اور یکے بعد دیگرے پوچھیں کرتے رہیں، یہاں تک کہ مال کی تہائی اس قابل نہ رہی کہ اس سے جج ہو سکے تو وصیت باطل ہو گئی اور اگر وقفہ عرصہ کے بعد مات وصیت پوری ہو گئی۔

(ریختہ رکت کتاب الجج)

جس نے جج میں والدین کی طرف سے تلبیہ کہا:

قَالَ (وَمَنْ أَهْلًا بِحَاجَةٍ عَنْ أَبَوَيْهِ يَجْزِيهِ أَنْ يَجْعَلَ عَنْ أَحَدِهِمَا) لَأَنَّ مَنْ حَجَّ عَنْ غَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَإِنَّمَا يَجْعَلُ ثَوَابَ حَاجَتِهِ لَهُ، وَذَلِكَ بَعْدَ آذَاءِ الْحَجِّ فَلَعَلَّتْ يَتَنَّهُ قَبْلَ آذَانِهِ، وَصَحَّ جَعْلُهُ ثَوَابَهُ لِأَحَدِهِمَا بَعْدَ الْآذَاءِ، بِخِلَافِ الْمَأْمُورِ عَلَى مَا فَرَّقْنَا مِنْ قَبْلُ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

ترجمہ:

اور جس شخص نے اپنے والدین کی جانب سے جج کا تعین کیا تو اس کیلئے والدین میں سے کسی ایک جانب سے جج کو کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اگر کسی بندے نے اپنے غیر کی طرف سے جج کیا تو اس کیلئے ثواب ہوگا خواہ اس کی اجازت کے بغیر ہو۔ اور یہ مسئلہ جج ادا کر لینے کے بعد ہے۔ لہذا اگر ادا کرنے سے پہلے اس کی نیت فسخ ہو جائے گی۔ البتہ جج ادا کرنے کے بعد ان دونوں میں سے کسی ایک طرف سے جج کرنا صحیح ہے۔ بخلاف اس مامور کے جس کا فرق ہم نے پہلے کر دیا ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصحف کا قول کہ ہم نے فرق بیان کر دیا ہے اس سے ان کا ارادہ یہ ہے کہ اس دونوں والدین میں سے کسی ایک طرف سے جج کرنا ثواب والا عمل ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۲۸۵، بیروت)

دین اور پہلو پر اُسا کھپچا لگا دین اور اس میں سے تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی نہ کھائے۔ (مسلم، کتاب الحج)

(۵) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے جانوروں پر مہر فرمایا اور مجھے حکم فرمایا: کہ "گوشت اور کھلیں اور نچوڑا تصدق کرو اور قصاب کو اس میں سے کچھ نہ دوں۔" فرمایا کہ ہم اُسے اپنے پاس سے دیں گے۔ (مسلم، کتاب الحج)

(۶) حضرت عبداللہ بن قمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ پانچ یا چارونٹ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں قربانی کے لیے پیش کی گئی، وہ سب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے قریب ہونے لگے کہ کس سے شروع فرمائیں (یعنی ہر ایک یہ خواہش کی کہ پہلے مجھ ذبح فرمائیں) اس لیے کہ پیسے ختم ہونے لگے (پھر جبراً ان کی کروٹیں زمین سے لگ گئیں تو فرمایا: "جو چاہے کھلا لے۔" سنن ابوداؤد، کتاب الحج)

ہدی کے جانوروں میں جو قربانی کے ہیں:

(وَلَا يَجُوزُ فِي الْهَدْيَا إِلَّا مَا جَازَ فِي الضَّحَايَا) لِأَنَّهُ قُرْبَانٌ تَعَلَّقَتْ بِإِيقَاعِ الدِّمِّ

كَأَلَضْحِيَّةٍ فَيَتَخَصَّصَانِ بِمَحَلِّ وَاحِدٍ

(وَالشَّاةُ جَائِزَةٌ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي مَوْصِعَيْنِ: مَنْ طَافَ طَوَافَ الزَّيَّارَةِ جُنُبًا.

وَمَنْ جَاسَعَ بَعْدَ الْوُفُوفِ بِعَرَفَةَ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ فِيهِمَا إِلَّا الْبَذَنَةُ) وَقَدْ بَيَّنَّا الْمَعْنَى فِيمَا

سَبَقَ

ترجمہ:

اور وہی جانور ہدایا میں جائز ہیں جو ضحایا میں جائز ہیں۔ کیونکہ ہدی بھی ثواب میں اضحیٰ کی طرح ہے کیونکہ وہ بھی خون بہانے سے متعلق ہے۔ لہذا اور تخصیصات ایک محل میں جمع ہو گئیں۔ اور ہر کسی دو ٹکڑوں کے سوا ہر مقام پر جائز ہے۔ (۱) جس نے جنابت کی حالت میں طواف زیارت کیا (۲) جس نے قوف عرفہ کے بعد حرا یا عکرم کیونکہ ان دونوں مقامات کیلئے صرف بدھ جائز ہے اور اس کی دلیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

شرح

گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے مقام) میں ہم لوگوں نے اونٹ اور گائے دونوں کو سات سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کیا تھا۔

(ابن ماجہ، السنن، کتاب الاضاحی، باب عن کم تجزى البذنة والبقرة، 3: 536، رقم: 3132)

قربانی کے وجوب و سنت ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان:

قربانی دین اسلام کا ایک شعار اور علامت ہے، جو اہل اکلیل شرع مختصر ضل میں مذکور ہے کہ: جب کسی حالت کے باشندے قربانی کرنا چھوڑ دیں تو اس بنا پر ان سے لڑائی جائے گی کیونکہ یہ دین اسلام کا ایک شعار اور علامت ہے۔

علامہ کرام اس حکم کے بارہ میں دو قسموں میں تقسیم ہوتے ہیں: علماء کرام کا ایک گروہ تو اسے واجب قرار دیتا ہے ان میں امام اوزاعی، مالک، امام ابوحنیفہ، اور امام احمدی ایک روایت شامل ہیں، اور ابن تیمیہ نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ قربانی کے مسلک کا بھی ایک قول یا ظاہر مذہب یہی ہے۔

اس قول کے قائلین کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

1- اللہ سبحانہ قربانی کا فرمان ہے: (پس تو اپنے رب کے لیے نماز ادا کر اور قربانی کر) سورۃ الکوش اور یہ فصل امر ہے اور امر

وجوب کا متقاضی ہے۔

2- صحیحین وغیرہ میں چند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے بھی نہ میری ادائیگی سے قبل قربانی کر لی اسے چاہیے کہ وہ اس کی جگہ دوسرا پتور ذبح کرے اور جس نے ذبح نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرے) صحیح مسلم حدیث نمبر (3621)۔

3- ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے: جو استیعت رکھنے کے باوجود

قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عید کا گروہ کے نزدیک نہ آئے) مسند احمد، سنن ابن ماجہ، امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح کہا ہے اور فتح الباری میں ہے کہ اس کے رجال ثقافت ہیں۔

4- علماء کرام کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ قربانی سنت مذکورہ ہے، امام شافعی کا مسلک یہی ہے، اور امام مالک، اور امام احمد سے

مشہور ہے، لیکن اس قول کے بہت سے قائلین کا کہنا ہے کہ طاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کیلئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اس قول کے قائلین کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

1- سنن ابوداؤد کی مندرجہ ذیل حدیث: جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ عید الاضحیٰ کی نماز ادا کی اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو دو میز بنائے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذبح کرتے ہوئے کہا: بسم اللہ واللہ اکبر، اے اللہ یہ میری جانب ہے اور میری امت میں سے قربانی نہ کرنا کے لیے جانب

سے ہے۔ سنن ابوداؤد و شرح معجم المسالیم (جلد ۱، 486/7)۔

2- ابن بخاری کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت کی روایت کردہ حدیث: (تم میں سے جو بھی قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ

اپنے مال اور ناسن نہ کھائے)۔

نفل، حج اور قرآن کی قربانی سے کھانے کا بیان:

(وَيَجُوزُ الْأَكْلُ مِنْ هَذِي الطَّعَامِ وَالْمُنْعَةِ وَالْقِرَانِ) لِأَنَّهُ دَمٌ نُسِكَ فَيَجُوزُ الْأَكْلُ مِنْهَا بِمَنْزِلَةِ الْأَضْحِيَّةِ ، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْ نَحْمِ هَذِيهِ وَحَسَا مِنَ الْمَرْقَةِ) وَيُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا لِمَا رَوَيْنَا ، وَكَذَلِكَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي عُرِفَ فِي الصَّحَابِ (وَلَا يَجُوزُ الْأَكْلُ مِنْ بَقِيَّةِ الْهَدَايَا) لِأَنَّهُمَا دِمَاءٌ كَفَّارَاتٍ ، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَحْضَرَ بِالْمَدِينَةِ وَبَعَثَ الْهَدَايَا عَلَى بَيْتِي نَاجِيَةً أَسْلَمِي قَالَ لَهُ: لَا تَأْكُلِ أَنْتَ وَرَفَقَتُكَ مِنْهَا شَيْئًا)

ترجمہ:

نفل، حج اور قرآن کی ہدیہ کھانے والے جائز ہے کیونکہ یہ نُسک کی قربانی ہے۔ لہذا اضحیہ کی طرح اس سے کھانا جائز ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ہدیہ میں سے گوشت تول فرمایا اور شوربے میں سے نوش فرمایا تھا۔ حج کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ ان قربانیوں میں خود کھائے اسی حدیث کے پیش نظر جو ہم نے روایت کی ہے۔ اور اسی طرح مستحب ہے یہ قربانیوں والے حریقے پر صعدہ کرے۔ جو معلوم ہو چکا ہے۔ اور جو باقی ہدایا میں ان سے کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ کفار سے کی قربانیاں ہیں اور حج حور پر دو ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حدیبیہ میں محصر ہوئے تو آپ ﷺ نے دیا کوا جیہ اسلمی کو دیکر بھیجتا اور ان سے فرمایا کہ تم اس میں کچھ نہ کھانا اور حور سے ساتھی اس میں سے کچھ کھالیں۔

قربانی کا گوشت خود کھانے میں فقہی مذاہب کا بیان:

قربانی کرنے والے کے لیے سب سے پہلے خود کھانا مستحب ہے جب اس کے لیے ایسا کرنا ممکن ہو تو وہ پہلے خود کھائے کیونکہ حدیث میں ہے: (مَنْ خَصَّ ابْنَهُ قُرْبَانِيٍّ مِنْ سَهْوٍ يَحْتَجُّ بِهِ يَدُودُ مَنَحٍ) (صحیح الجامع حدیث نمبر 5349)

اور علم کا قول ہے کہ تم زعفران اور خضر کے بعد کھانا چاہیے، ان میں علی، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم، امام مالک، امام شافعی، رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں، اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے: بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر میں کھانے کے بغیر نہیں نکلتے تھے اور اور عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنے سے قبل نہیں کھاتے تھے۔

(مشکوۃ المصابیح 1/452)

- قربانی ذبح کرنے میں افضل تو یہ ہے کہ قربانی کرنے خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، لیکن اگر وہ نہیں کر سکا تو اس کے لیے کسی دوسرے سے ذبح کرنا بھی مستحب ہے۔

- ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ: قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مستحب ہے، ایک تہائی کھانے کے لیے، اور ایک تہائی فقراء اور حدیث سے روکنے کے لیے، اور ایک تہائی صدقہ کرنے کے لیے۔

اور جیسا کہ علماء کرام اس پر متفق ہیں نہ تو قربانی کا گوشت بیچنا جائز ہے اور نہ ہی اس کی چربی، اور کھال وغیرہ۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ: جس نے اپنی قربانی کی کھال بیچ ڈالی اس کی قربانی ہی نہیں۔ اسے صحیح الجامع میں حسن قرار دیا گیا ہے (صحیح الجامع حدیث نمبر 6118)

اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قصہ کی کو بھی اس میں سے بطور اجرت کچھ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قربانی کے جانوروں کی نگرانی کروں اور ان کے گوشت، کھالوں اور جھولوں کو صدقہ کروں اور ذبح کرنے والے قصائی کو اس میں سے کچھ بھی نہ دوں، اور وہ کہتے ہیں ہم اسے اپنی ذمت سے دیتے تھے۔

(متفق علیہ)

ہدیہ یوم نحر میں ذبح کیا جائے خواہ وہ نفل، حج اور قرآن کی ہو:

(وَلَا يَجُوزُ ذَبْحُ هَذِي الطَّعَامِ وَالْمُنْعَةِ وَالْقِرَانِ إِلَّا فِي يَوْمِ النَّحْرِ) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ (وَلَوْ الْأَصْلُ يَجُوزُ ذَبْحُ دَمِ الطَّعَامِ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ ، وَذَبْحُهُ يَوْمَ النَّحْرِ أَفْضَلُ وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ) لِأَنَّ الْقُرْبَانِيَّ فِي الطَّعَامِ غَايَتُ بَاغِتَارٍ أَنَّهَا هَدَايَا وَذَلِكَ يَحْتَقِقُ بِسَلَفِهَا إِلَى الْحَرَمِ ، فَإِذَا وَجِدَ ذَلِكَ جَازَ ذَبْحُهَا فِي غَيْرِ يَوْمِ النَّحْرِ ، وَفِي أَيَّامِ

النَّحْرِ أَفْضَلُ لِأَنَّ مَعْنَى الْقُرْبَانِيَّ فِي إِرَاقَةِ الدَّمِ فِيهَا أَطْهَرُ ، أَمَّا دَمُ الْمُنْعَةِ وَالْقِرَانِ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْبَلِيسِ الْفَقِيرِ ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَنُّهُمْ) وَقَضَاءُ التَّنْفِثِ يَخْتَصُّ بِيَوْمِ النَّحْرِ ، وَلَئِنْ دَمٌ نُسِكَ فَيُخْتَصُّ بِيَوْمِ النَّحْرِ كَالْأَضْحِيَّةِ (وَيَجُوزُ ذَبْحُ بَقِيَّةِ الْهَدَايَا فِي أَيِّ وَقْتٍ شَاءَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجُوزُ إِلَّا فِي يَوْمِ النَّحْرِ اغْتِيَارًا بِدَمِ الْمُنْعَةِ وَالْقِرَانِ ، فَإِنْ كُلَّ وَاحِدٍ دَمٌ جَبَرَ عِنْدَهُ.

وَلَمَّا أَنَّ هَذِهِ دِمَاءٌ كَفَّارَاتٍ فَلَا تَخْتَصُّ بِيَوْمِ النَّحْرِ لِأَنَّهَا لَمَّا وَجَبَتْ لِحَبْرِ النُّقْصَانِ كَانَ التَّعْجِيلُ بِهَا أَوْلَى لِرَفْعِ النُّقْصَانِ بِهِ مِنْ غَيْرِ تَأْخِيرٍ ، بِخِلَافِ دَمِ الْمُنْعَةِ وَالْقِرَانِ لِأَنَّهُ دَمٌ نُسِكَ

ترجمہ:

کلی پرستی کی ہدی اور قرآن کی ہدی صرف ایامِ حرم میں دینا جائز ہے۔ صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ متوسط میں ہے کہ کلی ہدی یا غیر سے پہلے دینا جائز ہے۔ جبکہ ایامِ حرم میں افضل ہے۔ اور صحیح روایت میں ہے۔ کیونکہ نسل میں ثواب اس کی طے ہے کہ وہ ہدی ہے اور ہدی کا ہونا اس حرم میں پہنچنے سے حاصل ہوگا۔ پھر جب اس نے ہدی پائی تو اس ایامِ حرم سے سوا میں ذبح کرنا جائز ہے۔ ہاں ایامِ حرم میں فضیلت ہے۔ اس سے خون بہانے میں قربت کا حکم ایام میں ظاہر ہے۔ اور تنج کی ہدی اور قرآن کی ہدی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "اس قربانی سے تم کا خدا اور پریش حال فتنے کو بھی کھلاؤ پھر" دوں دور کرو اور آدھی دور کرو اگر جس طرح دشمن تراشتا ہے یہ ایامِ حرم کے ساتھ خاص ہیں۔ کیونکہ دم تنج اور قرآن کا دم نیک کی قربانی ہے۔ لہذا وہ بھی ایامِ حرم کے ساتھ خاص ہوگی جس طرح عام قربانی ایامِ حرم کے ساتھ خاص ہے۔

بقیہ قربانیوں کا ذبح کرنا جس وقت وہ پسند کرے جائز ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایامِ حرم کے سوا جائز نہیں ہے۔ اس کو دم قرآن اور دم تنج پر قیاس کیا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک ہر ایک دن نقصان کو پورا کرنے کیلئے واجب ہو ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ کفارات کے دم ہیں لہذا ایامِ حرم کے ساتھ خاص نہ ہوں گے لہذا جب ان دنوں کو نقصان پورا کرنے کیلئے واجب کیا گیا ہے تو ان میں جلدی افضل ہے۔ تاکہ تاخیر کیے البتہ ان سے نقصان کا حکم اٹھ جائے۔ بخلاف دم تنج اور دم قرآن کے کیونکہ یہ نیک کی قربانی ہے۔

ہدی کو حرم میں ذبح کرنے کا استدلالی بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ حرۃ القضاء کے موقع پر اپنی ہدی کے ان جانوروں کے عوض ذبح کریں جو انہوں نے واقعہ حدیبیہ کے سال ذبح کئے تھے۔ (مشکوۃ المصابیح)

اس حکم گرامی کا مطلب یہ تھا کہ صحابہ نے واقعہ حدیبیہ کے موقع پر عمرہ سے احصاری صورت پیش آ جانے کی وجہ سے ہدی کے جو جانور ذبح کئے تھے سال آئندہ حرۃ القضاء کے موقع پر ان جانوروں کے بدلے دوسرے جانور دم تنج کر ذبح کریں تاکہ ہدی کا حرم میں ذبح ہونا واقع ہو جائے کیونکہ احصاری ہدی کا جانور حرم میں ذبح کیا جاتا ہے جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔ لیکن مذکورہ بالا حکم کا یہ مطلب اس صورت میں ہے جب کہ یہ بات ثابت ہو کہ واقعہ حدیبیہ کے موقع پر ہدی کے جانور حرم سے باہر ذبح کیے گئے تھے۔ اور اگر یہ کیا جائے کہ ہدی کے وہ جانور حرم میں ذبح ہوئے تھے کیونکہ حدیبیہ کا اکثر حصہ دوم حرم میں واقع ہے (جیسا کہ باب پہلی حدیث کی تشریح کے ضمن میں اقول نقل کیا گیا تھا) تو پھر واقعہ حدیبیہ کے موقع پر ذبح کیے گئے جانوروں کے عوض دوسرے جانور ذبح کرنے کے اس حکم کا تعلق صرف احتیاط اور حصولِ فضیلت سے ہوگا اور کہا جائے گا کہ یہ حکم شخصِ استیجاب کے طور پر ہے۔

مساکین حرم پر صدقہ کرنے کے جواز کا بیان:

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ ذَنْحُ الْهَدَايَا إِلَّا فِي الْحَرَمِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى فِي حَزَاءِ الصَّيْدِ (هَذَا بَالِغُ الْكُفْيَةِ) فَصَارَ أَضْلًا فِي كُلِّ دَمٍ هُوَ كَفَّارَةٌ، وَلَئِنْ الْهَدْيُ اسْمٌ لِمَا يَهْدَى إِلَى مَكَانٍ وَمَكَانُهُ الْحَرَمُ. قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مِنِّي كُلُّهَا مَنَحَرٌ، وَفِيهَا جَمْعٌ كُلُّهَا مَنَحَرٌ) (وَيَجُوزُ أَنْ يَصَدَّقَ بِهَا عَلَى مَسَاكِينِ الْحَرَمِ وَغَيْرِهِمْ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ الصَّدَقَةَ قُرْبَةٌ مَعْقُولَةٌ، وَالصَّدَقَةُ عَلَى كُلِّ قَبِيرٍ قُرْبَةٌ.

ترجمہ:

امامِ قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حرم کے سوا ذبح کرنا ہدایا کا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ شکار ہارنے کی جزاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ہدی کبھی پہنچنے والی ہو۔ لہذا ہر دو قربانی جو کفارے کے طور پر یہ قول اس کیلئے اصل ہے اور ہدی وہ چیز ہے جو مکان کی طرف پہنچی۔ اور اس کی جگہ حرم ہے۔ کیونکہ یہ کریم کیلئے ہے۔ فرمایا میں سارا قربانی کی جگہ ہے۔ اور مکہ کی ماہیں ساری قربانی کی جگہ ہیں۔ اور قربانی کے گوشت کو حرم و غیر حرم کے مساکین پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ بخلاف حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے کیونکہ صدقہ معقول ثواب ہے اور ہر فقیر پر صدقہ کرنا ثواب ہے۔

شرح

ہدی کا گوشت حرم کے مساکین کو دینا بہتر ہے اس کی تکلیف اور بھول کو خیرات کر دیں اور تصاب کو اس کے گوشت میں سے کچھ نہ دیں۔ ہاں اگر اسے بطور تصدق دیں تو حرج نہیں۔

ہدی کے جانور پر بلا ضرورت سوار نہیں ہو سکتا اس پر سامان لا سکتا ہے اگر چہ نفل ہو اور ضرورت کے وقت سوار ہوایا سامان لا دیا اور اس کی وجہ سے اس میں کچھ نقصان آیا تو اتنا نقصان جتنا چاہے پڑھتی کرے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب الحج)

ہدایا کی شہرت میں عدم وجوب کا بیان:

قَالَ (وَلَا يَجِبُ التَّعْرِيفُ بِالْهَدَايَا) لِأَنَّ الْهَدْيَ يُنْبِئُ عَنِ النَّقْلِ إِلَى مَكَانٍ لِيَتَقَرَّبَ بِإِزَافَةِ دَمِهِ فِيهِ لَا عَنِ التَّعْرِيفِ فَلَا يَجِبُ، فَإِنْ عَرِفَ يَهْدِي الْمُنْعَةَ فَحَسَنٌ لِأَنَّهُ يَتَوَقَّعُ يَوْمَ النَّحْرِ فَعَسَى أَنْ لَا يَجِدَ مَنْ يُمِصُّهُ فَيَحْتَاجُ إِلَى أَنْ يُعَرَفَ بِهِ، وَلَئِنَّ دَمَ نَسْلِكَ فَيَكُونُ مَبْنَاهُ عَلَى التَّشْهِيرِ بِخِلَافِ دِمَاءِ الْكُفَّارَاتِ لِأَنَّهُ يَجُوزُ ذَبْحُهَا قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ عَلَى مَا ذَكَرْنَا وَسَبَّحَاهُ حِينَئِذٍ فَلْيَلِيقَ بِهَا التَّسْتُرُ.

ترجمہ:

فرمایا دایا کی شہرت واجب نہیں ہے کیونکہ کسی جگہ کی طرف منتقل کرنا ہی صرف ہدی کی خریدنے والا عمل ہے۔ تاکہ اس سے خون بہاؤلی قربت حاصل کی جائے۔ جبکہ تعریف سے نہیں ہے لہذا تعریف واجب نہ ہوئی۔ اور اگر اس نے منتفع کی ہدی کی تعریف کی تو اچھی بات ہے کیونکہ منتفع کی ہدی کو ذبح کرنے کا حکم نذر کے دن کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اسے کوئی اس طرح غرض مل جائے تو اس کو روک دے۔ تو پھر وہ عرفات کی طرف جانے کا محتاج ہوگا۔ اس دلیل کی وجہ سے منتفع کی ہدی نذس کی ہدی ہے۔ لہذا اس کی تقصیر ضروری ہے۔ جبکہ کفارات کی قربانیوں میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو یوم نحر سے پہلے ذبح کرنا جائز ہے۔ اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور اس کا سبب جنابت ہے جس میں خفای مناسب ہے۔

شرح

علامہ ابن محمود الباری علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔ مصنف کا قول کہ ہدای کی تعریف واجب نہیں ہے یعنی جب وہ ان کو عرفات کی طرف لائے والا ہو۔ اور مصنف کا قول "علی ما ذکرنا" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کفارات کی قربانیاں نقصان کو پورا کرنے کیلئے واجب ہوئی ہیں۔ لہذا ان کو پہلے کرنا افضل ہے۔ تاکہ نقصان والا حکم ان سے اٹھ جائے۔

(عیانہ شرح البدایہ، ج ۲، ص ۲۹، بیروت)

بدن میں نحر جبکہ بقرو غنم میں ذبح کے افضل ہونے کا بیان:

قَالَ (وَالْأَفْضَلُ فِي الْبَدَنِ النَّحْرُ وَفِي الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ الذَّنْبُ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنَسِرْ) قِيلَ فِي تَأْوِيلِهِ الْجُرُورُ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى (أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً) وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَقَدْ بَنَاهُ يَذْبَحُ عِظِيمٍ) وَالذَّنْبُ مَا أَعْدَ لِلذَّنْبِ، وَقَدْ صَحَّ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ الْبَاقِلِ وَذَبَحَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمَ) ثُمَّ إِنْ شَاءَ نَحَرَ الْبَاقِلِ فِي الْهَذَا يَأْتِيًا وَأَضْحَعَهَا، وَأَيُّ ذَلِكَ فَعَلَ فَهُوَ حَسَنٌ، وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَنْحَرَهَا قِيَامًا لِمَا رَوَى (أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ الْهَذَا يَأْتِيًا) وَأَضْحَاهُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ كَانُوا يَنْحَرُونَ نَهَا قِيَامًا مَعْقُولَةً الْبَيْدِ الْبُسْرَى، وَلَا يَذْبَحُ الْبَقَرِ وَالْغَنَمَ قِيَامًا لِأَنَّ فِي حَالِهِ الْإِضْطِجَاعِ الْمَذْبَحُ أَبْيَنُ فَيَكُونُ الذَّبْحُ أَيْسَرُ وَالذَّبْحُ هُوَ السَّهْلَةُ فِيهَا.

ترجمہ:

فرمایا: اونٹ میں نحر افضل جبکہ گائے بکری میں ذبح افضل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے رب کی نماز پر صواب

نحر (قربانی) کرو۔ اس کی تاویل میں کہا ہے کہ جزور سے مراد اونٹ ہے اور اللہ کا ارشاد "تم گائے کو ذبح کرو" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "ہم نے اس کو ذبح عظیم کے ساتھ فدہ دیا" اور ذبح کا حکم اس جانور کیلئے ہے جو ذبح کیلئے میسر ہو۔ اور صحیح یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اونٹ کا نحر کیا اور گائے بکری کو ذبح کیا۔ اس کے بعد اگر وہ چاہے تو اونٹ کو قربانیوں میں کھڑا کر کے باخدا کر نحر کرے۔ یہ جو طریقہ اختیار کرے ان میں سے وہی اچھا ہے۔ جبکہ فضیلت اس میں ہے کہ اس کو کھڑا کر کے نحر کرے۔ کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانیوں کو کھڑا کر کے نحر کیا اور نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اونٹوں کو کھڑا کر کے اس طرح نحر کرتے کہ ان کا ایک ہاتھ باندھ دیتے تھے۔ جبکہ گائے بکری کو کھڑا کر کے ذبح نہ کرے کیونکہ اس کو لٹا کر ذبح کرنے کا حکم بڑا واضح ہے۔ اور ذبح کرنا آسان بھی ہے اور دونوں میں ذبح کا سنت ہے۔

نحر کا لغوی مفہوم:

نحر کے اصل معنی اونٹ کے حلقوم میں چھری یا نیزہ مار کر اسے ذبح کرنا۔ دوسرے جانوروں کو ذبح میں پرانا کرنا ان کے گلوں پر چھری پھیری جاتی ہے اسے ذبح کرنا کہتے ہیں۔ لیکن یہاں نحر سے مراد مطلق قربانی ہے، علاوہ ازیں اس میں بطور صدقہ و خیرات جانور قربان کرنا، حج کے موقع پر مٹی میں اور عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا سب شامل ہیں۔

اونٹ کے نحر کا طریقہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو اپنے اونٹ کو نحر کر رہا تھا۔ انہوں نے اس سے فرمایا کہ اس اونٹ کو کھڑا کر دو اور اس کا بایاں پاؤں باندھو اور اس طرح اونٹ کو نحر کر کے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آؤ۔ سلم کے طریقہ کا اختیار کرو۔ (بخاری و مسلم)

اونٹ کے سینہ میں سر پھنسی مارنے کو نحر کہتے ہیں اور گائے وغیرہ کا گھا چھری سے کاٹنا ذبح کہلاتا ہے لہذا اونٹ کو تو نحر کرنا افضل ہے اور گائے بیل بچیس، بھیڑ اور بکری کو ذبح کرنا افضل ہے۔

نحر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا افضل ہے اور اگر کھڑا نہ کیا جاسکے تو پھر بیٹھ کر نحر کرنا نذر کرنا افضل ہے۔ جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں ان کو بائیں پہلو پر لٹا کر ذبح کرنا چاہئے۔

قرآن کریم سے بھی ہمیں ثابت ہے کہ اونٹ کو نحر کیا جائے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ آیت (فصل لربک وانحر) (الکوثر)۔ اللہ تعالیٰ کے واسطے نماز پر صواب نحر کرو۔ اس آیت کی تفسیر میں اونٹ کو نحر کرنا کھانا ہے۔ ذبح کرنے کے بارے میں یہ آیت کریمہ ہے۔ (أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً) 2۔ البقرہ 67۔ یہ گائے کو ذبح کر دو۔

ہر اونٹ کا جو قربانی کے لئے مقرر کر دیا جائے۔ وہ بدن میں داخل ہے۔ گولہاض لوگوں نے صرف اونٹ کو بدن میں کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اونٹ تو بے ہی گائے بھی اس میں شامل ہے حدیث میں ہے کہ جس طرح اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے

قرآن ہوسکتا ہے اسی طرح گائے بھی۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ میں سات شریک ہو جائیں اور گائے میں بھی سات آدمی شریک کریں۔ امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ تو فرماتے ہیں ان دونوں جانوروں میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں

مسند احمد اور سنن نسائی میں ایسی حدیث بھی آئی ہے۔ واندھم پھر فرمایا ان جانوروں میں تمہارا اخروہ نفع ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ حق وعید والے دن انسان کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ چنانچہ وقت کے دن اپنے بیٹوں، بھروسوں اور باپوں سمیت انسان کی بیٹیوں میں پیش کیا جائے گا۔ یاد رکھو قربانی کے خون کا قہر زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے پس ٹھنڈے دل سے قربانیاں کرو (ابن ماجہ ترمذی)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تو قرض اللہ کر بھی قربانی ہی کرتے تھے اور لوگوں کے دریافت کرنے پر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں اس میں تمہارا بھلا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی خراف کا نفع اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہ نسبت اس خراف کے جو بقرہ وعید والے دن کی قربانی پر کیا جائے ہرگز افضل نہیں۔ (داقاری)

پس اللہ فرماتا ہے تمہارے لئے ان جانوروں میں ثواب ہے نفع ہے ضرورت کے وقت دودھ پی سکتے ہو سوار ہو سکتے ہو پھر ان کی قربانی کے وقت اپنا نام پڑھنے کی بجائے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے میرا بھائی کی نماز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی نماز سے فراغت پاتے ہی سامنے سینہ ٹھاندا یا گیا جیسے آپ نے دعا (بسم اللہ واکبر) پڑھ کر ذبح کیا پھر کہا ہے اللہ ہی میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے جو قربانی کرے اس کی طرف سے ہے (احمد اور ترمذی)

فرماتے ہیں میرا دل ان آپ کے پاس دوینڈھ لے گا میں نے اپنے قبیلہ ذبح کر کے آپ نے دعا (وجہ و جہی للہ فی فطر السموات والارض حنیفا وانا من المشرکین ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلك امرت وانا اولی المسلمین اللہم منك ولك عن محمد وابعہ) پڑھ کر بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح کر ڈالا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوینڈھ لے موٹے تازے تیار شدہ بڑے بیٹنگوں والے چتکیرے خریدتے، جب نماز پڑھ کر خبطے سے فراغت پاتے ایک جانور آپ کے پاس لایا جاتا آپ وہیں عید گاہ میں ہی خود اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ ہی میری ساری امت کی طرف سے ہے جو بھی توحید و سنت کا گواہ ہے پھر خود اس جانور کا شریک کیا جاتا ہے ذبح کر کے فرماتے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد کی طرف سے ہے پھر دونوں کا گوشت سبکیوں کو بھی دیتے اور آپ کے گھر والے بھی کھاتے۔ (احمد ابن ماجہ)

صواف کے معنی ان میں سے کسی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ کو تین بیرون پر کھڑا کر کے اس کا بایں ہاتھ باندھ کر دعا (بسم اللہ واللہ اکبر لا اله الا اللہ منك ولك) پڑھ کر اسے نحر کرنے سے کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو

دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کو قربان کرنے کے لئے بٹھا یا ہے تو آپ نے فرمایا اسے کھڑا کر دے اور اس کا بایں ہاتھ کر اسے نحر کریں سنت ہے ابو القاسم علی بن ابی اللہ علیہ وسلم کی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر کے ہی نحر کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلیمان بن عبد الملک سے فرمایا تھا کہ بایں طرف سے نحر کیا کرو۔ جنت الودان کا بیان کرتے ہوئے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ ٹھونڈ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کئے آپ کے ہاتھ میں تھا جب جس سے آپ ڈنڈی کر رہے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں صوافی ہے یعنی کھڑے کر کے پاؤں باندھ کر صواف کے معنی خالص کے بھی کہے گئے ہیں یعنی جس طرح جاہلیت کے زمانے میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے تھے تم نہ کرو صرف اللہ واحد کے نام پر ہی قربانیاں کرو۔ پھر جب یہ زمین پر گر پڑیں یعنی نحر ہو جائیں خنڈے پڑ جائیں تو خود کھاؤ اور لوں کو بھی کھلاؤ نیز ہمارے ہی کٹوے کا نئے شروع نہ کرو جب تک روح نہ نکل جائے اور خنڈا نہ پڑ جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ رسول کے نکالنے میں جلدی نہ کرو صحیح مسلم کی حدیث میں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سلوک کرنا لکھ دیا ہے دشمنوں کو میدان جنگ میں قتل کرتے وقت بھی نیک سلوک رکھو اور ان دونوں کو ذبح کرتے وقت بھی اچھی طرح سے نرمی سے ساتھ ذبح کو چھری تیز کر لیا کرو اور جانور کو تکلیف نہ دیا کرو۔ فرمان ہے کہ جانور میں جب تک جان ہے اور اس کے جسم کا کوئی کھراک لیا جائے تو اس کا کھانا حرام ہے۔ (احمد اور داؤد ترمذی)

پھر فرمایا اسے خود کھاؤ بعض سلف تو فرماتے ہیں یہ کھانا مباح ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہے مستحب ہے اور لوگ کہتے ہیں واجب ہے۔ اور مسکینوں کو بھی دو خواہ گھر میں بیٹھنے والے ہوں خواہ دور بدر سوال کرنے والے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ قلع تو وہ ہے جو صبر سے گھر میں بیٹھا رہے اور مقررہ ہے جو سال تو نہ کرے لیکن اپنی عاجزی سکین کا اظہار کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ قلع وہ ہے جو مسکین ہوئے نہ جانے والا۔ اور مقررہ ہے مراد دوست اور ناقواں لوگ اور وہ پڑوسی جو گواہدار ہوں لیکن تمہارے ہاں جوتے جانے اسے وہ دیکھتے ہوں۔ وہ بھی ہیں جو طبع رکھتے ہوں اور بھی جو میر تقی میر موجود ہوں۔ یہ بھی لگائیے کہ قلع ت مراد مال لکھ ہیں۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ قلع ہے مراد تو سالک ہے کیونکہ وہ اپنا ہاتھ سوال کے لئے دروازہ کرتا ہے۔ اور مقررہ مراد وہ جو میر پیمبر کر کے کچھ لکھ جائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنے چاہئیں۔ تہائی اپنے کھانے کو تہائی دوستوں کے دینے کو تہائی صدقہ کر کے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے تمہیں قربانی کے گوشت کو جمع کر کے رکھنے سے منع فرمایا تھا کہ تین دن سے زیادہ تک نہ روکا جائے اب میں اجازت دیتا ہوں کہ کھاؤ جمع کرو جس طرح چاہو۔

اگر وہ خود ذبح کرنا چاہتا ہے تو قربانی کو خود ذبح کرنا افضل ہے۔

قَالَ وَالْأَوْلَى أَنْ يَتَوَلَّى ذَبْحَهَا بِنَفْسِهِ إِذَا كَانَ يُحْسِنُ ذَلِكَ لِمَا رَوَى (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاقَ مِائَةَ بَدَنَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَتَحَوَّ نَبِيًّا وَسِتْرَيْنِ بِنَفْسِهِ، وَوَلَّى الْبَاقِيَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)، وَلَأنَّهُ فُرِئَتْ وَالتَّوَلَّى فِي الْقُرْبَانِ أَوْلَى لِمَا فِيهِ مِنْ زِيَادَةِ الْخُشُوعِ، إِلَّا أَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ لَا يَهْتَدِي لِلذَّكَ وَلَا يُحْسِنُهُ فَحَوَّزَنَا تَوَلَّيْتُهُ عَزِيزُهُ.

ترجمہ:

افضل یہ ہے کہ خود ذبح کرے جبکہ وہ اچھی طرح کر سکتا ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک سو بدنامے اور ساتھ سے زائد کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے خود ذبح اور بتیہ کی ذمہ داری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سپرد کی کیونکہ غرض کہ ایک ثواب ہے اور اطاعت میں خود عمل کرنا افضل ہے۔ کیونکہ اس میں بجز زیادہ ہے بلکہ جب اس کو رہنمائی حاصل نہ ہو جس کی وجہ سے وہ اچھی طرح نہ کر سکتا ہو۔ لہذا ہم نے دوسرے کو اس کام میں نائب بنانا جائز قرار دیا ہے۔

قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہیے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبوں کی جو سینگوں والے (یعنی جن کے سینگ لمبے تھے یا یہ کہ سینگ ٹوٹے ہوئے تھے) اور ابلق (یعنی سیاہ رنگ کے) تھے قربانی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر (خود) اپنے ہاتھ سے انہیں ذبح کیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پہلو (پالکے) پر پاؤں رکھے ہوئے تھے اور بسم اللہ واللہ اکبر کہتے تھے۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ اگر وہ ذبح کے آداب جانتا ہو تو قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے ورنہ بصورت دیگر اپنی طرف سے کسی دوسری آدمی سے ذبح کرائے اور خود وہاں موجود رہے۔ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا (یعنی بسم اللہ اکبر) حنیفہ کے نزدیک شرط ہے اور تکبیر کہنی (یعنی واللہ اکبر کہن) علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ و يقول بسم اللہ واللہ اکبر اس طرف اشارہ ہے کہ لفظ واللہ اکبر واو کے ساتھ کہنا افضل ہے۔ ذبح کے وقت درود پڑھنا جو ہر علماء کے نزدیک مکروہ ہے جب کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک سنت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قربانی کے لیے) ایک ایسے بیدنگ دار دنبہ کے لانے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا ہو (یعنی اس کے پاؤں سیاہ ہوں) سیاہی میں چلتا ہو (یعنی اس کا بچھڑا اور سینہ سیاہ ہو) اور سیاہی میں دیکھو (یعنی اس کی آنکھوں کے گرد سیاہی ہو) چنانچہ (جب) آپ کے لیے قربانی کے واسطے ایذا پہنایا گیا (تو) فرمایا کہ عائشہ! چھری لاؤ (جب چھری لائی تو) پھر فرمایا کہ اسے تجھے (بزرگ) نیکو دہن میں چھری تیز کی، آپ نے چھری کی اور

دبے کو پکڑ کر اسے لٹایا پھر جب اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو یہ فرمایا کہ اللھم تقبل من محمد و آل محمد و من امة محمد (یعنی اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے قبول فرما) پھر اسے ذبح کر دیا۔ (صحیح مسلم)

جب جانور کو ذبح کیا جا رہا ہو، اس کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو روک دیا کہ اسے مارا تھا جس نے ایسا کیا تھا۔ اسی طرح ایک جانور کو دوسرے چاروں کے سامنے ذبح کرنا بھی مکروہ ہے۔

قربانی میں بدنامہ کا اونٹ گائے ہر اطلاق ہونے کا بیان:

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے جانور پیدا کئے اور انہیں اپنے نام پر قربانی کرنے اور اپنے گھر بطور قربانی کے پہنچانے کا حکم فرمایا اور انہیں شعائر اللہ قرار دیا اور حکم فرمایا آیت (لا تحلوا شعائر اللہ الخ) نہ تو اللہ کے ان عظمت والے نشانات کی بے ادبی کرو نہ حرمت والے مہینوں کی گستاخی کرو لہذا ہر اونٹ گائے جو قربانی کے لئے مقرر کر دیا جائے۔ وہ بدن میں داخل ہے۔ گو بعض لوگوں نے صرف اونٹ کو ہی بدن کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اونٹ تو بے ہی گائے بھی اس میں شامل ہے۔

حدیث میں ہے کہ جس طرح اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے قربان ہو سکتا ہے اسی طرح گائے بھی۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم اونٹ میں سات شریک ہو جائیں اور گائے میں بھی سات آدمی شریک کر لیں۔

امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ تو فرماتے ہیں ان دونوں جانوروں میں دس دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں مسند احمد اور سنن نسائی میں ایسی حدیث بھی آئی ہے۔ واللہ اعلم پھر فرمایا ان جانوروں میں تمہارا اخروی نفع ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بقرہ مید والے دن انسان کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، کھروں اور بالوں سے انسان کی نیکیوں میں جیش کیا ہے گا۔ بزرگھو قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے پاس پہنچتا ہے جس سے خندہ دل سے قربانیاں کرو (ابن ماجہ ترمذی)

اطلاق بدنامہ میں قیمتی مذاہب کا بیان:

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تو قرض اٹھا کر بھی قربانی کیا کرتے تھے اور لوگوں کے دریافت کرنے پر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں اس میں تمہارا بھلا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کو خرچ کا افضل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہ نسبت اس خرچ کے جو بقرہ و عید والے دن کی قربانی پر کیا جائے ہرگز افضل نہیں۔ (داؤد طنقی)

پس اللہ فرماتا ہے تمہارے لئے ان جانوروں میں ثواب ہے نفع ہے ضرورت کے وقت دودھ پی سکتے ہو سوار ہو سکتے ہو پھر ان

قریبانی کے وقت اپنا نام پڑھنے کی ہدایت کرتا ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عید النحر کی نماز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی نماز سے فراغت پاتے ہی سامنے مینڈ حلال کیا جیسے آپ نے دعا (بسم اللہ واللہ اکبر) پڑھ کر ذبح کیا پھر کہا اسعدہ یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں ہے جو قربانی نہ کر سکا اس کی طرف سے ہے (احمد اور ترمذی) فرماتے ہیں عید الاذن آپ کے پاس دو مینڈ لگائے گئے انہیں قبلہ رخ کر کے آپ نے دعا (وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا واما اننا من المشرکین ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت واما اول المسلمین اللهم ملک ولک عن محمد وامته) پڑھ کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر ڈالا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈ سے موئے مونے تازے تیار کئے بڑے سٹخوں والے چتکیرے خریدے، جب نماز پڑھ کر خلیفے سے فراغت پاتے ایک پاؤں آپ کے پاس لایا جاتا آپ وہیں عید گاہ میں ہی خود اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ یہ میری ساری امت کی طرف سے ہے جو بھی توحید و سنت کا گواہ ہے پھر دوسرا جانور حاضر کیا تا جتنے ذبح کرتے فرماتے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد کی طرف سے ہے پھر دونوں کا گوشت مسکینوں کو بھی دیتے اور آپ کے گھر والے بھی کھاتے۔ (احمد ابن ماجہ) صواف کہ معنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ کو تین بیوں پر کھڑا کر کے اس کا بایاں ہاتھ باندھ کر دعا (بسم اللہ واللہ اکبر لا یلاہ الا اللہم ملک ولک) پڑھ کر اسے نحر کرنے کے لئے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کو قربان کرنے کے لئے بٹھایا ہے تو آپ نے فرمایا: اسے کھڑا کر دے اور اس کا جیر باندھ کر اسے نحر کر سکتے ہیں۔ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر کے نحر کرتے تھے۔

(ابو داؤد)

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلیمان بن عبد الملک سے فرمایا تھا کہ بائیں طرف سے نحر کیا کرو۔ جنت اللوداع کا بیان کرتے ہوئے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تربہ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کئے آپ کے ہاتھ میں حریر تھا جس سے آپ ڈھی کر رہے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں صواف سے یعنی کھڑے کر کے پاؤں باندھ کر صواف کے معنی خالص کے بھی کئے گئے ہیں یعنی جس طرح نہایت کڑے زمانے میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے تھے تم نہ کرو صرف اللہ واحد کے نام پر ہی قربانیاں کرو۔ جو جب یہ زمین پر پڑیں یعنی نحر ہو جائیں خشت سے پڑ جائیں تو خود بخود اوروں کو بھی کھلا دینا ہمارے یہ کلمہ کائنات شروع نہ کرے جب تک روح نہ نکل جائے اور خشت نہ پڑ جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ روجوں کے نکالنے میں

جلدی نہ کر سمجھ کر مسلم کی حدیث میں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سلوک کرنا لکھ دیا ہے دشمنوں کو میدان جنگ میں قتل کرتے وقت بھی نیک سلوک رکھو اور جانوروں کو ذبح کرتے وقت بھی ایسی طرح سے زنی کے ساتھ ذبح کرو جیسے تیر کر لیا کرو اور جانور کو تکلیف نہ دیا کرو۔ فرماتے ہیں کہ جانور میں جب تک جان ہے اور اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے تو اس کا کھانا حرام ہے۔

(احمد ابوداؤد ترمذی)

پھر فرمایا اسے خود کھاؤ بعض سلف تو فرماتے ہیں یہ کھانا مباح ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مستحب ہے اور لوگ کہتے ہیں واجب ہے۔ اور مسکینوں کو بھی دو دو کھادو گھروں میں بیٹھنے والے ہوں خواہ وہ در بدر سوال کرنے والے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ قانع تو وہ ہے جو عمر سے گھر میں بیٹھا رہے اور معتر وہ ہے جو سوال تو نہ کرے لیکن اپنی عاجزی مسکین کا اظہار کرے۔ یہ بھی مرئی ہے کہ قانع وہ ہے جو مسکین سے ہونے والے۔ اور معتر سے مراد دوست اور ان کا تو اس لوگ اور وہ پڑوسی جو مالدار ہوں لیکن تمہارے ہاں جو آئے جائے اسے وہ دیکھتے ہوں۔ وہ بھی ہیں جو مل کر رکھتے ہوں اور وہ بھی جو امیر فقیر موجود ہوں۔ یہ بھی کیا گیا ہے کہ قانع سے مراد مال کدہ ہیں۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ قانع سے مراد تو سال سے کوئی کدہ اپنا ہاتھ سوال کے لئے دراز کرتا ہے۔ اور معتر سے مراد وہ جو ہر چیز کھرے کر کچھ بچھل جائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے چائیں۔ تہائی اپنے کھانے کو، تہائی دوستوں کے دینے کو، تہائی صدقہ کرنے کو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے تمہیں قربانی کے گوشت کو بیع کر کے رکھنے سے منع فرمایا تھا کہ تین دن سے زیادہ تک نہ روکا جائے اب میں اجازت دیتا ہوں کہ کھاؤ بیع کرو جس طرح چاہو۔ اور روایت میں ہے کہ کھاؤ بیع کرو۔ اور روایت میں ہے کھاؤ اور کھاؤ اور اور اللہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں قربانی کرنے والا دھا گوشت آپ کھائے اور باقی صدقہ کر دے کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے خود کھاؤ اور بیع فقیر کو کھاؤ۔ اور حدیث میں بھی ہے کہ کھاؤ بیع، ذخیرہ کرو اور اللہ۔ اب جو شخص اپنی قربانی کا سارا گوشت خودی کھا جائے تو ایک قول یہ بھی ہے کہ اس پر کچھ حرج نہیں۔ بعض کہتے ہیں اس پر وہی قربانی یا اس کی قیمت کی ادائیگی ہے بعض کہتے ہیں آدمی قیمت دے بعض آدھا گوشت۔ بعض کہتے ہیں اس کے اجزا میں سے چھوٹے سے چھوٹے جزی کی قیمت اس کے ذبے سے باقی معاف ہے۔ کمال کے بارے میں مسند امیں حدیث ہے کہ کھاؤ اور فی اللہ اور اس کے چڑوں سے فائدہ اٹھاؤ لیکن انہیں بچھڑائیں۔ بعض علماء نے بچھڑی رکھت دی ہے۔ بعض کہتے ہیں خیر یوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔

(مسئلہ) براہ من عازب کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں اس دن نماز عید اور ان کی جانے پھر لوٹ کر قربانیاں کرنی چائیں جو بیا کرے اس سے سنت کی ادائیگی کی۔ اور جس نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر لی اس نے گویا اپنے والوں کے لئے گوشت جمع کر لیا اسے قربانی سے کوئی ٹکڑا نہیں (بخاری مسلم)

اسی لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قربانی کا ادا دل وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج نکل

آئے اور اتنا وقت گزر جائے کہ نماز ہو لے اور دو خطبے ہو لیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے بعد کا اتنا وقت بھی کہ امام ذہب کر لے۔ کیونکہ صحیح میں ہے امام جب تک قربانی نہ کرے قمر قربانی نہ کرے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو گاؤں والوں پر عید کی نری نہیں اس لئے کہتے ہیں کہ وہ طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں یا شہری لوگ جب تک امام نماز سے فارغ نہ ہوئے قربانی نہ کریں واللہ اعلم۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف عید کے دن ہی قربانی کرنا مشروع ہے اور کوئی ہے کہ شہر والوں کے لئے تو یہی ہے کیونکہ یہاں قربانیاں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ لیکن وہاں والوں کے لئے عید کا دن اور اس کے بعد کے ایشرفین۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دسویں اور گیارہویں تاریخ غیب کے لئے قربانی کی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کے بعد کے دو دن۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کا دن اور اس کے بعد کے تین دن جو ایام تشریق سے ہیں۔ امام شافعی کا مذہب بھی ہے کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایشرفین سب قربانی کے ہیں (احمد ابن حبان)

کہا گیا ہے کہ قربانی کے دن ذی الحجہ کے خاتمہ تک ہیں لیکن یہ قول غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس کی وجہ سے ہم نے ان جانوروں کو تیار فرمایاں بردار اور زیر اثر کر دیا ہے کہ تم چاہو سواری لو، جب چاہو دودھ نکالو، جب چاہو بچہ کر کے گوشت کھاؤ۔ جیسے سورہ یسین میں آیت (اولم یروا) سے (افلا تشرکون) تک بیان ہوا ہے۔ جن فرمان یہاں ہے کہ اللہ کی امت کا شکر اکر دو اور انگریز، منافق دہری نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۳۵)

قربانی والے جانور کی ریویں وغیرہ کو صدقہ کرنے کا بیان:

قَالَ (وَيَصَدَّقُ بِحِلَالِهَا وَيَخْطِئُهَا وَلَا يُعْطَى أَجْرَةُ النَجْرَارِ مِنْهَا) (يَقُولُ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْطَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَصَدَّقُ بِحِلَالِهَا وَيَخْطِئُهَا وَلَا تُعْطَى أَجْرَةُ النَجْرَارِ مِنْهَا)

ترجمہ:

امام قدوسی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ قربانی کی کھال اور ریویں کو صدقہ کرے اسے قصاب ہے، کواجرت کے طور پر نہ دے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کی کھالیں اور ریویں کو صدقہ کرو اور اس سے قصاب کواجرت نہ دینا۔

قربانی کی کھالوں کو کواجرت میں دینے کی ممانعت کا بیان:

حضرت علی کریم اللہ جہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ہدایت فرمائی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹوں کی خبر گیری کروں، ان کے گوشت کو خیرات کروں اور ان کی کھالیں اور جھولیں بھی صدقہ کروں، اور یہ قربانی کو ان میں سے کوئی چیز (بطور مزدوری) نہ دوں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (مزدوری) ہم اپنے پاس سے دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

اونٹوں سے مراد وہ اونٹ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبہ الوداع میں بطور ہدیہ مکہ مکرمہ لے گئے تھے اور جن کی تعداد سو کی، اس کی تفصیل پہلے کر رہی ہے۔

ہدی کے جانور کی کھال، جھول اور ہار وغیرہ بھی خیرات کر دینی چاہئے، ان چیزوں کو قصائی کو مزدوری میں نہ دینا چاہئے ہاں اگر قصائی کو احسان یا دینے کو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

چاہے تو کھال ہی کسی کو صدقہ و خیرات کر دی جائے اور اگر اس کو فروخت کر کے جو قیمت ملے وہ صدقہ کر دی جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

ہدی کا دودھ نہ نکالنا چاہئے بلکہ اس کے جھنوں پر بخشنا پانی چھڑک دیا جائے تاکہ اس کا دودھ اترنا متوقف ہو جائے اور اگر دودھ نہ نکالے سے جانور کو تکلیف ہو تو پھر دودھ نکال لیا جائے اور اسے خیرات کر دیا جائے۔

قربانی اللہ کی رضا کی لیے دی جاتی ہے اس لیے اس کی کھال اور گوشت وغیرہ بطور اجرت قصاب کو دینا منع ہے۔ اسی طرح کھال کو فروخت کر کے اس کے پیسے خود استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں کھال کا ٹکٹیزہ وغیرہ بنا کر اس کو اپنے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

امام حاکم علیہ الرحمہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قربانی کی کھال فروخت کی اس کی کوئی قربانی نہیں۔ (حاکم، المستدرک، ج ۲، ص ۳۸۹)

اس روایت کے مطابق کھال کو فروخت کر کے اپنے استعمال میں لانے کی ممانعت ہے۔ اسی طرح قصاب اس سے اجرت بھی جائز نہیں۔ سو قربانی کی کھال کو فروخت کرنا سخت تاپندہ کیا گیا۔

آج کل بعض لوگ قربانی پر کثیر رقم خرچ کرتے ہیں مگر قصاب یا کسی شخص کو اجرت کے طور پر اس کی کھال یا گوشت دیتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ سو قصاب کو اجرت اپنے پاس سے ادا کرنی چاہیے اور کھال یا اس کی قیمت کو مسکین و فقراء یا فلاحی کاموں میں خرچ کرنا چاہیے۔

قربانی کی کھالوں کو صدقہ کرنے میں فقہی احکام کا بیان:

ہاں تک قربانی کے گوشت کا تعلق ہے، اس کا ذکر کوثر قرآن میں ہی موجود ہے کہ اس کو کھاؤ اور کھلاؤ اور غریبوں کو دو: فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْفَقِيرِ (الحج ۲۸: ۲۲) (پھر اس میں سے خود بھی کھاؤ اور مسکین کو صدقہ بھی کھاؤ۔) اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ یہ نکتہ نظر رکھنے کا ہے کہ اس میں فقیر کو دینے کا ذکر 'أَفْئُوا' یا 'تَصَدَّقُوا' کے الفاظ کے ساتھ نہیں آیا ہے، بلکہ 'أَطِيعُوا' کے لفظ کے ساتھ آیا ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ فرض کر لیا جائے کہ 'ایمانہ' اور 'اتصدق' کے الفاظ تلمیح شخصی کے مفہوم کے لیے آئے ہیں، جیسا کہ روایت کیا جاتا ہے تو کیا 'اطعام' کا لفظ بھی تلمیح شخصی کے مفہوم کا حامل ہے؟ اگر ایک شخص اپنا قربانی کا گوشہ پکا کر بہت سے غریبوں کو بنا کر ایک دعوت عام کی صورت میں کھلا دے تو کیا یہ اطعام نہ ہوگا؟

حالانکہ "فتح القدیر" کی تصریح کے مطابق اس صورت میں تملیک نہیں پائی گئی جس کو صدقات و زکوٰۃ کی شرط لازم قرار دیا گیا ہے۔

قربانی کی کھالوں کو ذاتی تصرف میں لانے والوں کا مؤقف و جواب:

جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے، احادیث اور فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہے کہ عینہ وہی حکم قربانی کی کھالوں کا بھی ہے، یعنی ایک شخص یا قربانی کی کھال خود اپنے کسی ذاتی مصرف میں بھی لاسکتا ہے، کسی کو بھیج کر سکتا ہے اور کھانا بن کر کھا سکتا ہے اور غریب کو صدقہ بھی کر سکتا ہے۔ پس یہ بات ناجائز ہے کہ مسیوم اور لیکوں کی طرح اس کو سرمایہ بنانے کی کوشش کرے۔

حضرت قنادہ بن عثمان سے روایت ہے کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فقال ابی کنت امرتکم ان لا تاكلوا اللحوم الا وضحی فوق فلاحۃ ایام لیسعکم۔ وانی احلہ لکم فیکلوا ما شئتم ولا تبیعوا اللحوم الہدی والاضاحی وکلوا وتصدقوا واستمعوا بجلودھا ولا تبیعواھا۔ (نیل الاوطار ۱۳/۷۱)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے خطبہ پڑھا کہ میں نے تم کو یہ حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھو پھوڑا کرو، یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ تم سب کے لیے کافی ہو سکے۔ اب میں اس کو تمہارے لیے جائز کرتا ہوں۔ پس تم اس کو جس طرح چاہو برتو، البتہ نذریا قربانی کا گوشت بیچو نہیں کھاؤ، خیرات کرو اور ان کی کھالوں سے فائدہ اٹھاؤ، البتہ ان کو بیچو نہیں۔"

اس حدیث سے واضح ہے کہ قربانی کے گوشت اور اس کی کھال کے مصرف میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص چاہتا ہے تو اس کو اپنے کسی ذاتی مصرف میں بھی لاسکتا ہے، لیکن اس کو سرمایہ بنانے کا ذریعہ نہ بنائے، بلکہ اس کو صدقہ کر دے۔

فقہاء کی تصریحات بھی اس کے متعلق ہیں۔

امام شوکانی مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں: اور اس حدیث سے بچے بغیر ان کھالوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نفی ہے۔ محمد بن حسن نے مروی ہے کہ اس کھال کے بدلہ میں آدمی گھر کے لیے پھنسی یا اس طرح کی گھر بیچیزوں میں سے کوئی چیز حاصل کر سکتا ہے، البتہ کھانے پینے کی کوئی چیز اس کے بدلہ میں نہ حاصل کرے۔ امام ثوری کہتے ہیں کہ اس کو بیچنے نہیں، گھر کے لیے ذول یا کٹینہ نہ بنائے۔"

فقہاء کی تصریحات اس بارے میں یہ ہیں:

ولما جاز الاکل منها دل علی جواز الانفاق بجلودھا من غیر جهة البيع ولذلك قال اصحابنا یجوز الانفاق بجلد الاضحۃ وروی ذالک عن عمر وابن عباس وعائشۃ وقال الشعمی کان مسروق یتخذ مسلک اضحیتہ مصلی ویصلی علیہ۔ (احکام القرآن، ابوبکر جصاص ۳/۲۹۳)

"جب قربانی کا گوشت کھانا جائز ہوتا تو یہ بات اس کی دلیل ہے کہ اس کی کھالوں سے آدمی فائدہ بھی اٹھا سکتا ہے، بشرطیکہ اس سے سرمایہ بنانے کی کوشش نہ کرے۔ اسی وجہ سے ہمارے علماء کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کی کھال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ یہی بات

حضرت عمر، حضرت ابن عباس، اور حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے۔ فحقی کہتے ہیں کہ مسروق اپنی قربانی کی کھال کی جائے نماز بنایا کرتے اور اس پر نماز پڑھا کرتے۔"

نور فرمائیے کہ زکوٰۃ صدقات کی تمام معروف اقسام میں سے ہے کوئی قسم ایسی جس میں آدمی کے لیے یہ سارے تصرفات جائز ہوں کہ وہ اس سے خود بھی فائدہ اٹھا سکے اور بلا امتیاز امیر و غریب، سید و غریب، کسی دوسرے کو بھی دے سکے اور اس کو صدقہ بھی کر سکے؟ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو آخر یہ بات کس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ وہ ساری شریعتیں جو صدقات واجبہ کے لیے مقرر ہیں، وہ اس پر بھی لا کر چسپاں کر دی جائیں؟ ہم نے تھوڑی دیر کے لیے فرض کیا کہ تملیک ادا نیکی زکوٰۃ کے لیے رکن کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن کیا قربانی کی کھال زکوٰۃ اور صدقہ کے اس پر سارے احکام صدقہ اور زکوٰۃ کے عائد کیے جائیں؟

میں نے تو مذکورہ بالا احادیث و اقوال کی روشنی میں جو کچھ سمجھا ہے، وہ یہ ہے کہ قربانی کے گوشت اور اس کی کھالوں کا معاملہ صدقات و زکوٰۃ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے کے بجائے کارام اخلاق، فیاضی اور احسان و تبرع سے تعلق رکھتا ہے، آدمی ان کو کھائے، کھلائے، خود برتے اور دوسروں کو ہدیہ، تحفے اور صدقہ کے طور پر دے۔ پس ان کو بیعت کر رکھنے یا بیع کر سرمایہ بنانے کی گارنہ کرے۔ غریب اور محتاجوں کو اس میں سے پوری فیاضی کے ساتھ دے، بلکہ خلیعت بھی ہے کہ اگر خود ضرورت محسوس نہیں کرتا تو سب کچھ صدقہ کر دے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے:

عن علی ابن ابی طالب قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوم علی بدنہ وان اتصدق بملحومھا وجلودھا واجلنتھا۔ (سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۳۱۳۵)

"حضرت علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ آپ کے قربانی کے اڈوں کی قربانی کی کراؤں اور ان کے گوشت، ان کی کھالیں، یہاں تک کہ ان کے جھول سب صدقہ کر دوں۔"

قربانی کی کھالوں کے بارے میں حتمی حکم کا بیان:

قربانی کھالوں کے بارے میں حدیث صدقہ ہی اس حکم کی اصل ثابت ہوئی اور اسی حدیث کے خوش نظر ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قربانی والے بدنہ پر سواری کی ممانعت کا بیان:

(وَمَنْ سَاقَ بَدْنَةً فَاضْطَرَّ اِلٰی رُكُوبِهَا رَكِبَهَا، وَإِنْ اسْتَغْنٰی عَنْ ذٰلِكَ لَمْ يَرْكَبْهَا) لِأَنَّهُ جَعَلَهَا خَاصَّةً لِلَّهِ تَعَالٰی، فَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَضْرِبَ سَبِيْلًا مِنْ عَيْنِهَا اَوْ مَنَافِعِهَا اِلٰی نَفْسِهِ اِلٰی اَنْ يَبْلُغَ مَحَلَّهُ، اِلَّا اَنْ يَخْتِاجَ اِلٰی رُكُوبِهَا لِمَا رَوٰی (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآیْ رَجُلًا يَسُوْقُ بَدْنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا وَتَبْلُكُ) وَتَأْبَهُ اِنَّهُ كَانَ عَاجِزًا مُّحْتَاجًا وَلَوْ

رَبِّهَا فَانْقَضَ بِرُحُوْبِهِ فَعَلَيْهِ سَمَانٌ مَّا نَقَضَ مِنْ ذَلِكَ

ترجمہ:

اور جو شخص قربانی لیکر پھر اس پر سواری کرنے کیلئے مجبور ہوا تو وہ سواری کر لے۔ اور اگر اس کو اس پر سواری کرنے کی ضرورت نہ ہو تو سواری نہ کرے۔ تاکہ اس کو اللہ کے لئے خاص کر لے۔ لہذا اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اس کی طرف کسی چیز کو اپنے تصرف میں لائے یا نقص حاصل کرے۔ حتیٰ کہ اس کو اپنی جگہ پر پہنچائے۔ لیکن جس وقت وہ سواری پر مجبور ہو۔ کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کو بائک رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا بڑا دوست اس پر سواری ہو۔ اور اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ وہ بدعت جنم نہ دے جڑ تھا۔ اور اگر وہ شخص اس سواری پر سواری ہو گیا اور انکی سواری کی وجہ سے اس میں کوئی نقص پیدا ہو گیا تو وہ اس آئے والا نقص کا شام ہوگا۔

بدی پر سواری ہونے کا مسئلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اونٹ ہائے ہوا جا رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس اونٹ پر سواری ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ یہ تو بدی ہے (میں اس پر کیسے سوار ہو جاؤں؟) وہ یہ سمجھتا تھا کہ بدی پر سواری ہونا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اس پر سواری ہو جاؤ۔ اس نے پھر کہا کہ یہ بدی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس پر سواری ہو جاؤ۔ انہوں نے تم پر کہ میں تمہیں سوار ہونے کے لئے کہتا ہوں اور تم اپنی طرف سے غدر بیان کرتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات دوسری یا تیسری مرتبہ میں فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بدی پر سواری ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک کہ تمہیں کوئی اور سواری نہ ملے اور تم سوار ہونے پر مجبور ہو تو اس بدی پر (اس) احتیاط کے ساتھ سوار ہو (کہ اسے کوئی ضرر تکلیف نہ پہنچے) (مسلم)

اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں آیا بدی پر سواری ہونا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر سوار ہونے کی صورت میں بدی کو کوئی ضرر نہ پہنچے تو اس پر سواری ہونا جائز ہے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ مسئلہ ہے کہ اگر ضرورت و مجبوری ہو تو بدی پر سوار ہو جا سکتا ہے ورنہ نہیں، لہذا جن روایتوں میں بدی پر سوار ہونے کا مطلق طور پر جواز ملتا ہے وہ راہین ضرورت و مجبوری پر محمول ہیں۔

جب کسی بدی پر سواری کرنے کی وجہ سے نقص لازم آئے تو حکم:

(وَإِنْ كَانَ لَهَا لَكِنْ لَمْ يَخْلُهَا إِلَّا أَنَّ اللَّهَ مَتَوَلَّاهُ مِنْهَا فَلَا يَصْرِفُهُ إِلَى حَاجَةِ نَفْسِهِ

(وَيُنْصَحُ صَرْعُهَا بِالنَّمَاءِ الْبَارِدِ حَتَّى يَنْقُطَ اللَّبَنُ) وَلَكِنْ هَذَا إِذَا كَانَ قَرِيبًا مِنْ وَقْتِ الدُّبْحِ فَإِنْ كَانَ بَعِيدًا مِنْهُ يَخْلُهَا وَيَتَصَدَّقُ بِلَيْسَ بِهَا كُنَى لَا يَصْرِ ذَلِكَ بِهَا، وَإِنْ صَرَفَهُ إِلَى حَاجَةِ نَفْسِهِ تَصَدَّقَ بِمِثْلِهِ أَوْ بِقِيَمَتِهِ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ

ترجمہ:

اور اگر اس کے تھنوں میں دودھ ہو تو اسکو نہ نکالے کیونکہ دودھ اسی جانور سے پیدا ہوا ہے لہذا وہ اس کو اپنے ذاتی تصرف میں نہ لائے اور اس کے تھنوں پر غھٹا پانی بھیجتا رہے تاکہ دودھ آنا بند ہو جائے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب وقت ذبح قربان آجائے اور اگر وقت ذبح دور ہے تو اس کا دودھ نکالے اور اس کو سکنیوں پر صدقہ کرے۔ تاکہ تھنوں والا دودھ اس کو نقصان نہ دے۔ اور اگر اس نے دودھ اپنی حاجت میں صرف کیا تو اس کی قیت یا اس کی قیت کی مثل صدقہ کرے کیونکہ اس پر ضمانت لازم ہے۔

شرح

اگر دودھ والا جانور ہے تو دودھ نہ دے اور تھن پر غھٹا پانی چھڑک دیا کرے کہ دودھ موقوف ہو جائے اور اگر ذبح میں وقفہ ہو اور نہ دہنے سے ضرر ہوگا تو وہ کر دودھ خیرات کر دے اور اگر خود کھایا یا فحش کو دیا یا ضائع کر دیا تو اتنا ہی دودھ یا اس کی قیت مساکیں پر تصدق کرے۔ اگر وہ بچہ چنی تو بچہ کو تصدق کر دے یا اسے بھی اس کے ساتھ ذبح کر دے اور اگر بچہ کوچہ ڈالا یا ہلاک کر دیا تو قیت کو تصدق کرے اور اس قیت سے قربانی کا جانور خرید لیا تو بہتر ہے۔ غلطی سے اس نے دوسرے کے جانور کو ذبح کر دیا اور دوسرے نے اس کے جانور کو دودھوں کی قربانیاں ہو گئیں۔ (شک)

جب قربانی ہلاک ہوگئی تو بدل کے عدم وجوب کا بیان:

(وَمَنْ سَاقَ هَذًا قَعُطَ، فَإِنْ كَانَ تَطَوُّعًا فَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ إِلَّا أَنْ الْقُرْبَةَ تَعَلَّقَتْ بِهِذَا الْمَحَلِّ وَقَدْ فَاتَتْ) وَإِنْ كَانَ عَنْ وَاجِبٍ فَعَلَيْهِ أَنْ يُقِيمَ غَيْرَهُ مَقَامَهُ) إِلَّا أَنْ الْوَاجِبَ بَاقٍ فِي ذِمَّتِهِ (وَإِنْ أَصَابَهُ غَيْبٌ كَجِبْرِ يُقِيمُ غَيْرَهُ مَقَامَهُ) إِلَّا أَنْ الْمَغِيبَ بِمِثْلِهِ لَا يَتَأَذَّى بِهِ الْوَاجِبَ فَلَا بُدَّ مِنْ غَيْرِهِ (وَصَنَعَ بِالْمَغِيبِ مَا شَاءَ) لِأَنَّهُ الْحَقُّ يَسْأَلُ أَمْلَاحِهِ

ترجمہ:

اور جو شخص قربانی لیکر یہاں تک کہ دودھ ہلاک ہوگئی تو اگر وہ نفل قبیحتی تو اس پر دوسری واجب نہیں ہے۔ کیونکہ قربت اسی جگہ کے ساتھ متعلق ہے اور وہ مکمل فوت ہو گیا۔ اور اگر وہ بدی واجب تھی تو اس پر دوسری واجب ہے۔ اور وہ دوسری کو اس کی جگہ قائم مقام کرے۔ اسلئے کہ واجب اسلئے فوت ہو پاتی ہے۔ اور اگر اس نے بڑا عیب یا عیب بھی وہ اس کے مقام پر دوسری قائم کرے۔ کیونکہ

جب کوئی بڑے عیب کی وجہ سے عیب والا بن گیا تو اس کے ساتھ بطور ضرورت دوسرا جانور واجب ہوگا۔ اور وہ عیب والے کے نتیجہ جو چاہے سوک کرے۔ کیونکہ یہ اس کی بقیہ اہلاک میں شامل ہو جائے گا۔ (لہذا انہم میں بھی ان کی طرح ہوگا)۔

شرح

علامہ صلا والدرین مفتی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ اور اگر جانور حرم کو ملے جا رہا تھا راستہ میں مرے لگا تو اسے وہیں ذبح کر ڈالے اور خون سے اس کا بار رنگ دے اور کوبان پر چھاپا لگا دے تاکہ اسے مبادار لوگ نہ کھائیں بھرا ہی کھائیں پھر اگر وہ نفل تھا تو اس کے بدلے کا دوسرا جانور لے کر حاضر نہیں اور اگر واجب تھا تو اس کے بدلے کا دوسرا ملے جاتا واجب ہے اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب آگیا کہ قربانی کے قابل نہ رہا تو اسے چوپا کرے اور اس کے بدلے دوسرا ملے جائے جب کہ واجب ہو۔ (درمختار کتاب الحج) اور اگر وہ جانور حرم پہنچ گیا اور ہاں مرنے لگا تو اسے ذبح کر کے سکنین پر تقسیم کر دے اور خود بھی کھا سکتا ہے۔

اور اسی طرح اگر جانور چوری گیا اس کے بدلے کا دوسرا خرید اور اسے بار ڈال کر لے چلا پھر وہ مل گیا تو تبرہ ہے کہ دو فوں کی قربانی کر دے اور اگر پیسے کی قربانی کی اور دوسرے سوچے ڈال تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور اگر پچھلے ذبح کیا اور پہلے کوچ ڈال تو اگر وہ اس کی قیمت میں برابر تھا یا زیادہ تو کافی ہے اور کم ہے تو جتنی کی ہوئی صدقہ کر دے۔ (عالمگیری، کتاب الحج)

جب کسی کا نفل بدتر راستے میں ہلاک ہوا:

(وَإِذَا غَلِطْتَ الْبَذْنَةَ فِي الطَّرِيقِ، فَإِنْ كَانَ تَطَوُّعًا نَحَرَهَا وَصَنَعَ نَعْلَهَا بِذِمَّتِهَا وَحَرَبَ بِهَا صَفْحَةً سَنَامِهَا وَلَا يَأْكُلُ هُوَ وَلَا غَيْرُهُ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ) مِنْهَا بِذَلِكَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاجِيَةَ الْأَنْسُلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالْمُرَادُ بِالنَّعْلِ فَلَا ذَنْبَ، وَفَائِدَةُ ذَلِكَ أَنَّ يَعْلَمُ النَّاسُ أَنَّهُ هَذِي كَمَا كُلُّ مِنْهُ الْفُقَرَاءُ دُونَ الْأَغْنِيَاءِ .

وَهَذَا لِأَنَّ الْإِذْنَ بِتَنَاقُلِهِ مَعْلُومٌ بِشَرْطِ بُلُوغِهِ حِمْلَهُ، فَيَسْتَعِينُ أَنْ لَا يَحِلَّ قَبْلَ ذَلِكَ أَصْلًا، إِلَّا أَنَّ التَّصَدَّقَ عَلَى الْفُقَرَاءِ أَفْضَلُ مِنْ أَنْ يَتَرَكَهُ جُزْأً لِلِسَبَاحِ، وَفِيهِ نَوْعٌ تَقَرُّبٍ وَالتَّقَرُّبُ هُوَ الْمَقْصُودُ (فَإِنْ كَانَتْ وَاجِبَةً أَقَامَ غَيْرَهَا مَقَامَهَا وَصَنَعَ بِهَا مَا شَاءَ) لَمْ يَبْقَ صَالِحًا لِمَا عَيْتَهُ وَهُوَ لِمَكَّةَ كَسَائِرِ أَمَاكِيهِ

ترجمہ:

اگر راستے میں بدتر ہلاک ہو گیا اور نفل تھا تو اس کو خرچ کرے اور اس کے نفل خون سے رنگ دے اور اس کے کوبان پر خون چھاپے

دے اور اس کو نہ خود کھائے اور نہ دوسرے امرا کو کھلائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ناجیہ اسکی کو اسی طرح حکم دیا تھا۔ اور نفل سے مراد اس کا قلاوہ ہے۔ اور اس کا قندہ اس طرح ہے کہ لوگ سمجھ جائیں کہ یہ بدی ہے۔ لہذا اس میں سے فقرا کھائیں امرا نہ کھائیں۔ کیونکہ اس کے کھانے کی اجازت شروط اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ اپنے محل کو پہنچ جائے۔ پس مناسب ہے کہ اس سے پہلے حلال ہی نہ ہو لیکن فقرا پر صدق کرنا افضل ہے۔ یہ چائے اس کے اس کو دردوں کی غذا کے طور پر چھوڑ دے۔ جبکہ فقرا پر صدقہ کرنے میں ایک طرح قرب حاصل ہوگا۔ اور مقصود یہ قرب ہے۔ اور اگر وہ بدتر واجب تھا تو اس کے قلم مقام دوسرا بدتر لائے اور ذبح شدہ بدن کے ساتھ چوپا کرے۔ کیونکہ یہ اصل قربانی کے لائق نہیں رہا ہے جس کیلئے اس کو ماز کیا گیا تھا۔ لہذا یہ اس کیلئے اسی ملکیت ہوگی جس طرح دوسری اشیاء ملکیت ہوتی ہیں۔

راستہ میں قریب المرگ ہو جانے والی بدی کے بارے میں فقہی بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص (جس کا نام ناجیہ سلمی رضی اللہ عنہ تھا) کے ہمراہ رسول اللہ مکہ روانہ کئے اور اس شخص کو ان اونٹوں کا محافظ بنایا (کہ نہ صرف ان اونٹوں کو حفاظت کے ساتھ لے جائے بلکہ کہ پہنچ کر انہیں ذبح بھی کر دے) اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان میں سے جو (تھک جانے کی وجہ سے) نہ چل سکے (یا کمزوری وغیرہ کی بناء پر قریب المرگ ہو جائے) تو اس کو کبڑا کر دو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اسے ذبح نہ کر دینا اور پھر وہ دونوں جوتیاں (جو بطریق ہارس کے گھٹے میں پڑی ہوں) اس کے خون میں رنگ کر ان کے نشان اس کے کوبان کے کنارہ پر لگا دینا اور اس کا گوشت ذبح نہ کھانا اور نہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو کھانے دینا۔ (مسلم)

جوتیوں کو خون میں رنگ کر انٹ کے کوبان پر نشان لگا دینے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے فرمایا تاکہ راستہ چھنے والے یہ جان لیں کہ یہ بدی ہے اس طرح اس کا گوشت جو فقرا و دوسرے کتب ہوں وہ نہ کھائیں اور انبیاء اس سے اجتناب کریں۔ کیونکہ اس کا گوشت کھانا انبیاء پر حرام ہے۔

آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ہدایت فرمادی کہ اس اونٹ کو ذبح کر کے وہیں چھوڑ دینا اس کا گوشت ذبح خود کھانا اور نہ اپنے ہمتاء سفر کو کھانے دینا خواہ فقرا و دوسرے کتب ہوں یا انبیاء ان کو ہر حال میں ان کا گوشت کھانے سے منع اس لئے یہ کہ کہیں یہ لوگ اپنی اپنی کاکوئی بہانہ کر کے اپنے کھانے کے لئے کوئی اونٹ ذبح نہ کر لیں۔

اب یہ بہت مشکل اشکال بن سکتی ہے کہ ایسی صورت میں کہ گوشت کھانے سے خودی نظر کو بھی منع کیا جا رہا ہے اور اس کے رنگتہ قائلہ کو بھی تو پھر اس کا گوشت کا مصرف کیا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اس طرح وہ گوشت یوں ہی ضائع ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ گوشت ضائع نہیں ہوگا بلکہ جہاں وہ اونٹ ذبح ہوگا وہاں اس پاس کے رہنے والے اسے اپنے استعمال میں لے آئیں گے یا قلعے تو آتے جاتے ہی رہتے ہیں ان کے بعد جو قلعہ وہاں سے گزرے گا وہ اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ ہرگز راستہ میں جو بدی قریب المرگ ہو جائے اور اس کو ذبح کر دیا جائے تو اس کا حکم یہ ہے جو حدیث میں ذکر کیا گیا کہ اس

کا گوشت اغنیا اور اہل قافلہ کے لئے کھانا درست نہیں ہے۔ اس بارے میں فقہی تفصیل ہے۔

علامہ علاء الدین ہسکلی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ (۱) اگر ہدی واجب ہو اور وہ راستہ میں قرب الہرگ ہو جائے یا ایسی عیب دار ہو کہ اس کی قربانی جائز نہ ہوتی ہو تو اس کے بجائے دوسری ہدی روانہ کرے، اس پہلی ہدی کو چاہے تو ذبح کر کے خود کھالے یا دوسروں کو کھلا دے یا اور جو چاہے کرے۔ (۲) اگر ہدی نفل ہو اور مرنے کے قریب ہو تو اس کو ذبح کر لے اور جو تیاں (جو بطور ہار اس کے گلے میں پڑی ہوں) اس کے خون میں رنگ کر اس کی گردن پر نشان کر دے اور اس کے گوشت میں سے نہ مالک کھائے اور نہ اغنیا کھائیں۔ (۳) جو ہدی منزل مقصود پر پہنچ کر ذبح ہو اس کے بارے میں اہل فہم کی آخری حدیث کی تشریح میں بتایا گیا ہے کہ نفل قطع اور قربان کی ہدی اور قربانی کے گوشت میں سے مالک کو کھانا مستحب ہے۔ ان کے علاوہ دوسری قسم کی ہدی کے گوشت میں سے مالک کو کھانا درست نہیں ہے۔ (دربئی، کتاب الاضعیہ)

آخر میں ایک بات اور جان لیجئے کہ مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں بعض شرحین سے کچھ چوک ہو گئی ہے کیوں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ حدیث میں گوشت نہ کھانے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اس ہدی سے متعلق ہے جسے اپنے اوپر واجب کیا گیا ہو جیسے مذکر کی ہدی اور اگر ہدی نفل ہو تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے، لہذا ان شارحین سے راستہ کی اس ہدی کو منزل مقصود پر پہنچ کر ذبح ہونے والی ہدی پر قیاس کر کے یہ بات لکھ دی ہے حالانکہ یہ بات حدیث کے فتنہ و حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔

حضرت تاجیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہدی کے جانوروں میں سے جو جانور کسی بھی وجہ سے قریب الہرگ ہوں تو میں اس کا کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو نور کو ذبح کرنا اور پھر اس کی جوتی کو اس کے گلے میں بطور ہار پڑی ہو اس کے خون میں رنگ دواور اس کے ذریعہ اس کی گردن پر نشان لگا دو اور اس کے بعد اس کو نور کو لوگوں کے درمیان چھوڑ دو (یعنی اس کا گوشت کھانے سے فقراء کو منع نہ کرو) تاکہ وہ اسے کھائیں۔ (مالک، ترمذی، ابن ماجہ) ابوداؤد اور دارمی نے اس روایت کو حضرت تاجیہ اہل فہم سے نقل کیا ہے۔

قربانی والے جانور کے گلے میں قلاہ ڈالنے کا بیان:

(وَيُقْلَدُ هَذِيَ التَّطَوُّعِ وَالْمُنْعَةِ وَالْقِرَانِ) لِأَنَّهُ دُمٌ تُسْلَى، وَفِي التَّقْلِيدِ إِظْهَارُهُ وَتَشْبِيرُهُ قَبْلَ بَلْقِ بِهِ (وَلَا يُقْلَدُ دَمُ الْإِحْصَارِ وَلَا دَمُ الْجِنَايَاتِ) لِأَنَّ سَبَبَهَا الْجِنَايَةُ وَالسَّبَبُ الْكَيْفِيَّةُ، وَدَمُ الْإِحْصَارِ جَائِبٌ فَلْيَقْلَبْ بِجَنَابِهَا. ثُمَّ ذَكَرَ الْهَذْيَ وَمُرَادُهُ الْبَذْيَةُ لِأَنَّهُ لَا يُقْلَدُ الشَّاةَ عَادَةً. وَلَا يُسَنُّ تَقْلِيدَهَا عِنْدَنَا لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ فِي التَّقْلِيدِ عَلَى مَا تَقَدَّمَ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ:

اور حج کرنے والی ہدی، ہدی متع اور ہدی قربان کی تقلید کرے۔ کیونکہ یہ نیک کا دم ہے اور اس کے دم نیک کا اظہار تقلید کرنے سے ہوگا۔ اور اسی سے شہرت ہوگی تو اس کی تقلید ہوگی۔ دم احصار اور دم عطیات میں تقلید نہ کرے۔ کیونکہ اس کا سبب جنائت ہے۔ اور اس کی تقلید خواہ مخواہ ہے۔ اور دم احصار والا اگر نقصان کو پورا کرنے والا ہے تو اس کی بھی اس منہ سے لاجح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد امام قدوری علیہ الرحمہ کے ذکر کردہ لفظ ہدی سے مراد ہوا ہے۔ کیونکہ عام اصطلاح بکری کی تقلید نہیں کی جاتی اور بکری کی تقلید ہمارے اختلاف کے نزدیک منہوں نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی تقلید کوئی نفع نہیں ہے جس سے پہلے گزر چکا ہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جانتے والا ہے۔

اشعار اور تقلید کے مسئلہ کا فقہی بیان:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سفر حج میں) ذوالحلیفہ پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھی اور پھر اپنی اونٹنی کو (جو قربانی کے لئے تھی) طلب فرمایا اور اس کی کوٹان کے داہنے پہلو کو ڈھکی کیا اور اس کے خون کو پونچھ کر اس کے گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈال دیا اور اس کے بعد اپنی (سواری کی) اونٹنی پر (کس جس کا نام قصوا تھا) سوار ہوئے اور جب مقام بیداء میں اونٹنی کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لبیک کہا۔ (مسلم)

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ اشعار اور تقلید کے کہتے ہیں؟ حج میں ہدی کا جو پورا ساتھ لے جایا جاتا ہے اس کے پہلو کو ختم آلود کر دیتے ہیں جسے اشعار کہا جاتا ہے نیز اس جانور کے گلے میں جوتے یا ڈھکی وغیرہ کا ہار ڈال دیتے ہیں جسے تقلید کہا جاتا ہے اور ان دونوں کا مقصد اس امر کی علامت کر دینا ہوتا ہے کہ یہ ہدی کا جانور ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج کے لئے چلے اور ذوالحلیفہ کے جواہل مدینہ کا میقات ہے پہنچے تو نماز پڑھنے کے بعد اس اونٹنی کو طلب فرمایا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور ہدی اپنے ساتھ لے چلے تھے، پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کوٹان کے داہنے پہلو میں نیزہ مارا جب اس کے خون بہنے لگا تو اسے پونچھ دیا اور پھر اس کے گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈال دیا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ علامت مقرر فرمادی کہ یہ ہدی کا جانور ہے تاکہ لوگ جب اس کی نشانی و علامت کے ذریعہ یہ جانیں کہ یہ ہدی ہے تو اس سے کوئی تعارض نہ کریں اور قراقرظ وغیرہ اسے غائب نہ کریں اور اگر یہ جانور راستہ سے ہٹ جائے تو لوگ اسے اس کی جگہ پر پھاندیں۔ ایام جاہلیت میں لوگوں کا یہ شیوہ تھا کہ جس جانور پر ایسی کوئی علامت نہ دیکھتے تھے اسے ہز پر کہ جاتے تھے اور جس جانور پر یہ علامت ہوتی تھی اسے چھوڑ دیتے تھے، چنانچہ شارع اسلام نے بھی اس طریقہ کو مذکورہ بالا مقصد کے تحت جائز رکھا۔

اب اس فقہی مسئلہ کی طرف آئیے، جمہور ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اشعار یعنی جانور کو اس طرح ڈھکی کرنا سنت ہے لیکن حکم

یعنی بکری، دنبہ اور بھڑ میں اشعار کو ترک کر دینا چاہئے کیونکہ یہ جانور بہت کمزور ہوتے ہیں ان پر نوروں کے لئے صرف تقلید یعنی گائے میں بارڈال دینا کافی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک تقلید تو مستحب ہے لیکن اشعار مطلقاً مکروہ ہے خواہ بکری و چھترہ ہو یا اونٹ وغیرہ علماء حضرت امام اعظم کی اس بات کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ حضرت امام اعظم مطلق طور پر اشعار کی کراہت کے قائل نہیں تھے بلکہ انہوں نے صرف اپنے زمانے کے لئے اشعار کو مکروہ قرار دیا تھا کیونکہ اس وقت لوگ اس مقصد کے لئے بڑی کوبت زیادہ رکھ کر دیتے تھے جس سے دشمن کے سراپت کر جانے کا خوف ہوتا تھا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو اخصیافہ کی مسجد میں پڑھی جب کہ آپ صلوٰۃ الاسریٰ کی جگہ حدیث میں جو بکری و مسلم نے روایت کی ہے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو مدینہ میں پڑھ لی تھی اور عصر کی نماز کو اخصیافہ میں پڑھی۔ لہذا ان دونوں روایتوں کے تضاد کو یوں دور کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو مدینہ میں پڑھی تھی مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے چونکہ مدینہ میں ظہر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نہیں پڑھی ہوگی اس لئے جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذوالاخصیافہ میں نماز پڑھتے دیکھا تو یہ گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں ظہر کی نماز پڑھ رہے ہیں اسی لئے انہوں نے یہاں سے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو ذوالاخصیافہ میں پڑھی۔

اصل بات (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے لئے لیبیک کی) سے یہ نہ سمجھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ صرف حج ہی کے لئے لیبیک کیا بلکہ یہ مفہوم مراد لیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کے لئے لیبیک کہا کیونکہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت سے اس بات کو کل واضح کر دیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج اور عمرہ کے لئے لیبیک کہتے سنا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر راوی نے یہ تو عمرہ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اصل چونکہ حج ہی ہے اس لئے صرف اسی کے ذکر پر اکتفا کیا یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دونوں کے لئے لیبیک کہا تو راوی نے صرف حج و عمرہ کا ذکر نہیں سنا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ بکریوں کو بطور ہدیٰ خانہ کعبہ کو بھیجا اور ان کے گلے میں بارڈال لایا۔ (بخاری و مسلم)

علامہ طبری کہتے ہیں کہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بکریوں میں اشعار یعنی ان کو ڈھکی کرنا مشروع نہیں ہے البتہ ان میں تقلید یعنی ان کے گلے میں بارڈال لانا مستحب ہے لیکن اس بارے میں حضرت امام مالک کا اختلافی قول ہے۔

مشورہ مسائل کے بیان میں یہ عمیمہ ہے

مسائل مشورہ کی ابواب فقہ سے عدم موافقت کا بیان:

علامہ بدر الدین عینی جلیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ یہ مسائل مشورہ ہیں یا شکی ہیں یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کا کہنا ہے کہ ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اسل نے کہا ہے معصن کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو مشورہ متفرقہ یا شکی کہا جاتا ہے۔ (الہنا شرح الہدایہ، ص ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲)

اہل عرفہ کے ایک دن وقوف عرفات کا بیان:

(أَهْلُ عَرَفَةَ إِذَا وَقَفُوا فِي يَوْمٍ وَشَهِدَ قَوْمٌ أَنَّهُمْ وَقَفُوا يَوْمَ النَّحْرِ أَجَزَ أَهْمُ) وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجْزِيَهُمْ غَيْرُهَا بِمَا إِذَا وَقَفُوا يَوْمَ التَّوْبَةِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ تَخْتَصُّ بِزَمَانٍ وَمَكَانٍ فَلَا يَقَعُ عِبَادَةٌ دُونَهُمَا.

وَجْهُ الْإِسْتِحْسَانِ أَنَّ هَذِهِ شَهَادَةٌ قَامَتْ عَلَى النَّفْيِ وَعَلَى أَمْرِ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا نَفْيُ حُجَّتِهِمْ، وَالْحَجَّ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ فَلَا تَقْبَلُ، وَلَئِنْ فِيهِ بَلَوَى عَامًّا لَتَعْدَرِ الْإِخْتِرَازَ عَنْهُ وَالتَّذَارُكَ غَيْرَ مُمَكِّنِي، وَفِي الْأَمْرِ بِالْعَادَةِ حَرَجٌ بَيْنَ قَرَحَبٍ أَنْ يَكْتَفِيَ بِهِ عِنْدَ الْإِسْتِثْنَاءِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا وَقَفُوا يَوْمَ التَّوْبَةِ لِأَنَّ التَّذَارُكَ مُمَكِّنٌ فِي الْحُجْمَةِ بِأَنْ يَزُولَ الْإِسْتِثْنَاءُ يَوْمَ عَرَفَةَ، وَلَئِنْ جَوَّازَ الْمُؤَخَّرَ لَهُ نَظِيرٌ وَلَا كَذَلِكَ جَوَّازَ الْمُتَقَدِّمِ. قَالُوا: يَنْبَغِي لِلْحَاكِمِ أَنْ لَا يَسْمَعَ هَذِهِ الشَّهَادَةَ وَيَقُولَ قَدْ تَمَّ حَجُّ النَّاسِ فَانْصَرَفُوا لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهَا إِلَّا إِيقَاعُ الْفِتْنَةِ.

وَكَذَلِكَ إِذَا شَهِدُوا عَرَفَةَ يَوْمَ التَّوْبَةِ الْهَالِكِ، وَلَا يُمَكِّنُهُ الْوُقُوفُ فِي بَقِيَّةِ اللَّيْلِ مَعَ النَّاسِ أَوْ أَكْثَرِهِمْ لَمْ يَتَمَلَّ بِتِلْكَ الشَّهَادَةِ.

ترجمہ:

جب اہل عرفہ نے ایک دن عرفات میں وقوف کیا اور ایک قوم نے ان کی گواہی دی کہ ان لوگوں نے حوجیں کا وقف کر لیا ہے

تو ان کا یہ توقف کفایت کرنے والا ہوگا۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کیلئے یہ کافی نہ ہوا ان لوگوں پر قیاس کرتے ہوئے جنہوں نے آخوں کو توقف کیا ہو۔ کیونکہ یہ ایک عبادت ہے جو زمان و مکان کے ساتھ خاص کی گئی ہے۔ لہذا ازمان و مکان کے بغیر توقف عبادت واقع نہ ہوگا۔ اور امتحان کی دلیل یہ ہے کہ ان کی گواہی نئی پر قائم ہے اور اسے حکم پر قائم ہے جو حکم کے تحت داخل غی نہیں ہے۔ کیونکہ اس گواہی کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کا حج نہ ہو۔ اور حج حکم کے تحت میں داخل نہیں ہے لہذا اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اس میں عام طور پر مضرویت ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے اور اس کا حل ممکن نہیں ہے۔ جبکہ حج کو ناکام کرنے کا حکم کریں تو عام حرج ہے۔ لہذا اشتباہ کے وقت ضروری ہوا کہ جو توقف ہے وہی کفایت کرنے والا ہو۔ بخلاف اس صورت کے جب آٹھ ذوالحجہ کو توقف کیا کیونکہ اس کا ازالہ ممکن ہے۔ کیونکہ اس صورت میں عرفہ کے دن کا اشتباہ ختم ہونے والا ہے۔ اس دلیل کی وجہ سے تاخیر کی مثال موجود ہے جو جواز کی خاطر ہے۔ جبکہ جواز مقدم اس طرح نہیں ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ حاکم کیسے حکم ہے کہ وہ اس گواہی کو نہ سنتے اور لوگوں سے کہہ دے کہ ان کا حج ہو گیا اور اب تم واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ اس کی گواہی میں فتنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور اس طرح ہے جب گواہوں نے عرفہ کے آخر وقت میں جان دیکھنے کی گواہی دی اور امام کیلئے بقدرات میں تمام لوگوں یا اکثر لوگوں کے ساتھ توقف کرنا ممکن نہ ہو تو امام اس کی گواہی پر عمل نہ کرے۔

وقوف عرفات کی عبادت کا مکان و زمان سے خاص ہونے میں مذاہب اربعہ:

امیر اسلام نے اس مسئلہ میں کہا ہے کہ مکان و زمان کے سوا وقف عرفات والی عبادت کا اشتباہ نہیں ہے۔ لہذا اگر علماء کی دلیل قیاس کی حمایت کرنے والی ہے۔ اور قیاس کا تقاضہ بھی اسی طرح ہے۔

جبکہ فقہاء احناف کی دلیل امتحان پر قائم ہے۔ جس سے صاحب دہلی نے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کا توقف معتبر ہو جائے گا کیونکہ حکم کوئی کی جاسے اثبات کے حق میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ مسئلہ نہایت فقہی باریک بینی پڑتی ہے۔

جرمہ اولیٰ کی رمی چھوڑنے والے نے جب دوسرے دن رمی کی:

قَالَ (وَمَنْ رَمَى فِي الْيَوْمِ الثَّانِي الْحُمْرَةَ الْوُسْطَى وَالْثَّالِثَةَ وَلَمْ يَرَمْ الْأُولَى فَإِنْ رَمَى الْأُولَى ثُمَّ الْثَّانِيَتَيْنِ فَحَسَنٌ) لِأَنَّهُ رَاغَى التَّرْتِيبَ الْمُسَوًّى (وَلَوْ رَمَى الْأُولَى وَحْدَهَا أَجْزَأُ) لِأَنَّهُ تَدَارَكَ الْمُتَرَوِّكَةَ فِي وَقْتِهِ، وَإِنَّمَا تَرَكَ التَّرْتِيبَ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يَجْزِيهِ مَا لَمْ يَعُدَّ الْكُلَّ لِأَنَّهُ شَرَعَ مُرَتَّبًا فَصَارَ كَمَا إِذَا سَعَى قَبْلَ الطَّوَافِ أَوْ بَدَأَ بِالْمَرْوَةِ قَبْلَ الصَّفَا.

وَلَمَّا أُنْ كَلَّ جَمْرَةَ قُرْبَةَ مَفْصُودَةً بِنَفْسِهَا فَلَا يَتَعَلَّقُ الْحَوَازُ بِتَقْدِيمِ الْبَعْضِ عَلَى الْبَعْضِ، بِخِلَافِ السَّعْيِ لِأَنَّهُ تَابِعٌ لِلطَّوَافِ لِأَنَّهُ ذُوْنَهُ، وَالْمَرْوَةُ عَرِقتُ مُنْتَهَى السَّعْيِ بِالنَّصِّ

فَلَا تَتَعَلَّقُ بِهَا الْبَدَاءَةُ.

ترجمہ:

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: جو بندہ جمرہ وسطیٰ اور ثالثیٰ کی دوسرے دن رمی کرے۔ جبکہ اس نے جمرہ اولیٰ کی رمی نہیں کی۔ لہذا اگر وہ پہلے جمرہ کی رمی کرے کہ پھر بقیہ دونوں کی رمی کرے تو بہتر ہے۔ کیونکہ ترک شدہ کا ازالہ اس کے وقت میں کر لیا ہے اور اس سے صرف ترتیب ترک ہوئی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ اس کیلئے کافی نہ ہوگا۔ جب تک وہ تمام جمرہوں کا اعادہ نہیں کرتا کیونکہ رمی ترتیب کے شریعت میں بیان ہوئی ہے۔ اور یہ تو اس طرح ہو گیا ہے جس طرح کسی شخص نے طواف سے پہلے کسی سے کہا ہے یا اس نے صفا سے پہلے مروہ سے ابتداء کی ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ہر جمرہ کی رمی ایک قربت مقصودہ ہے لہذا اس کا جواز بعض کو بعض پر مقدم کرنے سے تعلق رکھنے والا نہ ہو گا۔ بخلاف سعی کیونکہ وہ طواف کے تابع ہے اور سعی طواف سے کم مرتبہ میں ہے۔ اور مروہ پر سعی کی انتہا کا ہونا نص سے ثابت ہے۔ اس لئے مروہ سے ابتداء کرنا متعلق (سعی) نہ ہوگا۔

عذر کی وجہ سے کنکریاں مارنے میں تاخیر کرنا:

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت ابی براح بن عاصم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ چرانے والوں کو اجازت دی کہ ایک دن رمی کریں اور (اگر چاہیں تو) ایک دن رمی نہ کریں۔

حضرت عاصم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ چرانے والوں کو اجازت مرحمت فرمائی کہ کھڑے دن رمی کر لیں پھر دوسرے دن کی 12 تاریخ کو کر لیں یا یکایارہ تاریخ کو 12 کی رمی بھی کر لیں۔ امام مالک نے کہا کہ جو راوی ہیں اس حدیث کے کہ مجھے گمان ہے کہ اس حدیث میں عبداللہ بن ابی بکر نے یہ کہا کہ پہلے دن رمی کریں۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الحج)

جس نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی ہو تو وہ پیدل طواف زیارت کرے:

قَالَ (وَمَنْ جَعَلَ عَلَى نَفْسِهِ أَنْ يَحُجَّ مَا شَاءَ فَإِنَّهُ لَا يَرْكَبُ حَتَّى يَطُوفَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ) وَفِي الْأَصْلِ خَيْرَةُ بَيْنِ الرُّكُوبِ وَالْمَشْيِ، وَهَذَا إِشَارَةٌ إِلَى الْوُجُوبِ، وَهُوَ الْأَصْلُ لِأَنَّهُ الْقَرْمُ الْقُرْبَةَ بِصِفَةِ الْكَمَالِ فَلَقَرْمُ يَبْذُلُ الصَّفَةَ، كَمَا إِذَا نَدَرَ بِالْبَصْمِ مُتَابِعًا وَأَقْبَلَ الْحَجَّ تَنْتَهَى بِطَوَافِ الزِّيَارَةِ فَيَمْشِي إِلَى أَنْ يَطُوفَهُ.

ثُمَّ قِيلَ: يَبْتَدِءُ الْمَشْيَ مِنْ حِينَ يُحْرَمُ، وَقِيلَ مِنْ يَبْتَدِءُ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ هُوَ الْمَرَادُ، وَتَوَلَّى

وَكَبَّ أَرْاقَ دَمًا لِأَنَّهُ أَذْخَلَ نَقْصًا فِيهِ ، قَالُوا إِنَّمَا يَرْتَكِبُ إِذَا بَعْدَتْ الْمَسَافَةُ وَشَقَّ عَلَيْهِ الْمَشْيُ ، وَإِذَا قُرِبَتْ وَالرَّجُلُ مِمَّنْ يَتَعَادَى الْمَشْيَ وَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِ يَسْعَى أَنْ لَا يَرْتَكِبَ

ترجمہ:

فرمایا: اور جس نے اپنے اوپر پیدل حج کرنا لازم کر لیا تو وہ طواف زیارت پورا کرنے تک سوار نہ ہو۔ جبکہ مسوط میں ہے کہ اس کو پیدل چلنے اور سوار ہونے میں اختیار ہے اور وہ جب کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہی اصل ہے۔ کیونکہ صفت کمال کے ساتھ اس نے قربت کا لزوم کیا ہے۔ لہذا وہ اسی صفت کے ساتھ لازم ہوگی۔ جس طرح کسی شخص نے مسلسل روزے رکھنے کی نیت کر لی ہو۔ جبکہ حج کے افعال طواف زیارت پر اپنی انتہاء تک پہنچ جاتے ہیں۔ لہذا وہ پیدل چلنے کی طواف زیارت کرے۔

یہی بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیدل چلنے کی ابتداء احرام سے کرے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیدل چلنے کی ابتداء مگر سے کرے۔ اس لئے ظاہر اس طرح ہے۔ کیونکہ اس کی مراد اسی طرح تھی۔ اگر وہ سوار ہوا تو دم سے گا۔ کیونکہ بذریعہ دخول نقصان ہوا ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ مسافت دور ہونے کی صورت میں سوار ہو جائے گا کیونکہ پیدل چلنا مشکل ہے اور اگر مسافت قریب ہے اور وہ شخص پیدل چلنے والوں میں سے ہو اور پیدل چلنا مشکل بھی نہ ہو تو پھر سوار نہیں ہوتا چاہیے۔

پیدل حج کرنے والے کیلئے جب مشقت ہو تو اباحت سواری:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سہارا لئے چل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کہہ کر پیدل چلنے کی سنت مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے سوار ہونے کا حکم دیا کہ اس کو پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میری بہن نے منت مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائیں گی، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھ لو چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پیدل چلیں اور سوار بھی ہو جائیں۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا جنھوں نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ ٹھکے ہوئے پاؤں پیدل حج کا سفر کریں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کو یہ حکم کر دو کہ وہ اپنا سر ڈھانپیں اور سوار ہوں اور تین روزے رکھ لیں۔

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نذر ماننے کی ممانعت شروع کی تو فرمایا نذر ماننے سے

(تقدیر کی) کوئی چیز بدلتی نہیں جا سکتی ہاں یہ قاعدہ ضرور ہے کہ اس پہانے بخیل کا مال صرف ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر کرے تو اس کو چاہئے کہ اطاعت کرے اور جو شخص گناہ کی نذر مانے تو وہ گناہ نہ کرے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گناہ میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو حکم کا ہے۔ ایذا کو فرماتے ہیں۔ کہ میں نے احمد بن شوبہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابن مبارک نے فرمایا اس حدیث میں یعنی ابوسلمہ والی حدیث میں۔ میں اس سے معلوم ہوا کہ ابوسلمہ نے زہری سے نہیں سنا۔ ایذا کو فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اس حدیث کو ہمارے سامنے کر دیا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کے نزدیکی اس حدیث کا خراب ہو جاتا ہے؟ اور کہا کہ ابن ابی اویس کے علاوہ کسی اور نے بھی اس روایت کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا۔ ہاں ایوب بن سلیمان بن بلال نے اسے روایت کیا ہے۔

جس نے محمد باندی بیچی اس کے اذن کا حکم:

(وَمَنْ بَاعَ جَارِيَةً مُحْرِمَةً فَلَمْ يَأْذِنْ لَهَا مَوْلَاهَا فِي ذَلِكَ فَلِلْمُشْتَرِي أَنْ يَحْلِلَهَا وَيُجَامِعَهَا) (وَقَالَ زُفَرٌ: كَيْسَ لَهُ ذَلِكَ لِأَنَّ هَذَا عَقْدٌ سَبَقَ مِلْكُهُ فَلَا يَتِمُّكُنْ مِنْ فُسْخِهِ كَمَا إِذَا اشْتَرَى جَارِيَةً مُنْكَوْحَةً.

وَلَسَا أَنَّ الْمُشْتَرِيَ قَائِمٌ مَقَامَ الْبَائِعِ وَقَدْ كَانَ لِلْبَائِعِ أَنْ يَحْلِلَهَا ، فَكَلَّا الْمُشْتَرَى إِلَّا أَنَّهُ يُكْرَهُ ذَلِكَ لِلْبَائِعِ لِمَا فِيهِ مِنْ خَلْفِ الْوَعْدِ ، وَهَذَا الْمَعْنَى لَمْ يُوجَدْ فِي حَقِّ الْمُشْتَرَى ، بِخِلَافِ النِّكَاحِ لِأَنَّهُ مَا كَانَ لِلْبَائِعِ أَنْ يَفْسَخَهُ إِذَا بَايَعَتْ بِإِذْنِهِ فَكَلَّا لَا يَكُونُ ذَلِكَ لِلْمُشْتَرَى ، وَإِذَا كَانَ لَهُ أَنْ يَحْلِلَهَا لَا يَتِمُّكُنْ مِنْ رَدِّهَا بِالْعَيْبِ عِنْدَنَا ، وَعِنْدَ زُفَرٍ يَتِمُّكُنْ لِأَنَّهُ مَمْنُوعٌ عَنْ غَشْيَانِهَا ، (و) ذِكْرُ (فِي بَعْضِ النَّسَخِ أَوْ يُجَامِعُهَا) وَالْأَوَّلُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ يَحْلِلُهَا بِغَيْرِ الْجَمَاعِ بِقَصِّ شَعْرٍ أَوْ بِقَلَمٍ ظَفَرٍ ثُمَّ يُجَامِعُ ، وَالثَّانِي يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ يَحْلِلُهَا بِالْمُجَامَعَةِ لِأَنَّهُ لَا يَخْلُو عَنْ تَقْدِيمِ مَسِّ بَقَعٍ بِهِ التَّحُلُّ ، وَالْأَوَّلَى أَنَّ يَحْلِلُهَا بِغَيْرِ الْمُجَامَعَةِ تَعْظِيمًا لِأَمْرِ الْحَجِّ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ:

اور جس نے اپنی احرام والی باندی کو بیچ دیا جبکہ اس کو احرام کی اجازت اس کے مالک نے دی تھی تو خریدنے والے کیلئے

جائز ہے کہ وہ اسے حلال کرے اور اس سے جماع کرے۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ مشتری کو اس قسم کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ احرام ایک ایسا عقد ہے جو خریدنے والے کی ملکیت سے پہلے ہو چکا ہے۔ لہذا خریدنے والا اس کو توڑنے کا حق نہیں رکھتا۔ جس طرح اس نے کوئی نکاح والی باندی خریدی ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مشتری بالتحق کے قائم مقام ہے۔ اور اسے یہ اختیار تھا کہ وہ احرام والی باندی حلال کرے۔ لہذا یہ اختیار مشتری کیلئے بھی ثابت ہوگا۔ ہاں البتہ بالتحق کیلئے اس طرح کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس نے پہلے کیا جانے والے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور مشتری کے حق میں یہ حکم بھی نہیں پایا جاتا۔ بخلاف نکاح کے کیونکہ اس صورت میں تو بالتحق کو خود بھی اختیار نہیں ہے۔ کہ وہ نکاح فسخ کر دے۔ حالانکہ نکاح ہوا ہی اسی کی اجازت سے تھا۔ لہذا اسی طرح کا اختیار مشتری کیلئے ثابت نہ ہوگا۔ پس مشتری کیلئے عہد باندی کو حلال کرنا جائز ہوا۔ ہمارے نزدیک یہ عیب کی وجہ سے باندی کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک مشتری عیب کی وجہ سے باندی کو واپس کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کیلئے اس سے جماع کرنا منع ہے۔ اور بعض نسخوں میں ”وَأَوْ يُبَاعِعُهَا“ ہے واپس کرنے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ بغیر جماع کے بال کا ٹیٹا یا خن کاٹ کر حلال کرنا ہے اور پھر اس کے ساتھ جماع کرے۔ اور دوسری عبارت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ جماع کرے کہ حلال کرے۔ کیونکہ جماع کی صورت میں پہلے سانس سے ہی حلال ہو جائے گی۔ جبکہ افضل یہ ہے کہ اس کو جماع کے بغیر حلال کرے۔ تاکہ حج والے حکم کی تعظیم ہو جائے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جانتے والا ہے۔

شرح

علامہ ابن محمود الباقری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف کا قول ”جس نے باندی خریدی یہ“ تو ظاہر ہے۔ اور مصنف کا یہ قول کہ بالتحق کیلئے اختیار ہے۔ یہ بھی ظاہر الروایت کے مطابق ہے۔ اور حضرت ابن سمانہ نے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے کہ مومن جب غلام کو حج کرنے کی اجازت دے تو اس کیلئے اس کو حلال کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا اختیار اجازت کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ لہذا وہ غلام آزادی کی طرح ہو جائے گا۔ البتہ مشتری کیلئے اس کو حلال کرنے کا اختیار ہے۔ کیونکہ احرام اس کی اجازت کے ساتھ واقع نہیں ہوا۔

اور مصنف کا قول بخلاف نکاح کے کیونکہ اس کو ختم کرنے کا حق تو بالتحق کو بھی نہیں ہے۔ یہ امام زفر علیہ الرحمہ کے قیاس کا جواب ہے۔ کیونکہ جب وہ نکاح کی اجازت دے چکا ہے تو اس کو ختم کرنے کا اختیار رکھنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ نکاح حق زوج ہے جو مالک کی اجازت کے ساتھ ثابت ہوا ہے۔ لہذا مالک کیلئے ممکن نہیں رہا کہ وہ اس کو فسخ کرے۔ اگر چہ حق ملکیت کی وجہ سے غلامیت کا حق باقی ہے۔ لہذا اس راہن کی طرح ہو گیا۔ کہ جہاں تہن کا فسخ حاصل کرنے کی ولایت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ تہن کا حق اس کی اجازت کے ساتھ ثابت ہوا ہے۔ اور مشتری اس کو خریدنے کے بعد اس کا قائم مقام ہے۔ اسی طرح اس کو حج کو ختم کرنے کا حق نہیں

ہے۔ یہاں باندی میں دو حق جمع ہو گئے ہیں۔ (۱) احرام میں رہنا اللہ تعالیٰ کا حق ہے (۲) اور نفع حاصل کرنے میں مشتری کا حق ہے لہذا انہوں نے اس کو حق اللہ پر مقدم کیا جانے کا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حق میں بے نیاز ہے۔

اور مصنف کا ذکر کرنا بعض نسخوں میں ہے اس سے مراد جامع صغیر کے نسخے ہیں۔ یا صورت مسئلہ یہ ہے کہ مشتری نے کہا ہے وہ جماع کرے یا وہ حلال کرے گا۔ اور مصنف کا یقینہ کلام ظاہر ہے۔ اور یہ کتاب الحج عبادت کی آخری قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔ جو اس کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے والا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ ۲/ص ۳۱۲، بیروت)

علامہ ابن عابدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

لو طر فی غلام ثم کفر بخدیجہ یا جائز ہے اور مشتری کا اختیار ہے کہ احرام توڑ دے اگرچہ انھوں نے اپنے پہلے مومن کی اجازت سے احرام باندھ لیا ہے۔ اور احرام توڑنے کے لیے فتنہ یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ احرام توڑ دیا بلکہ کوئی ایسا کام کرنا ضروری ہے جو احرام میں منع تھا مثل بال یا خن یا خن ثروانا یا خوشبو لگانا۔ اس کی ضرورت نہیں کہ حج کے افعال بجالا کر احرام توڑے اور باقی بچھینا بھی ضروری نہیں مگر آزادی کے بعد قربانی اور حج و عمرہ واجب ہے اگر حج کا احرام تھا اور عمرہ اگر عمرہ کا احرام تھا۔ افضل یہ ہے کہ اس خریدی ہوئی لو طر کا احرام جماع کے علاوہ کسی اور چیز سے کھلوادے اور جماع سے بھی احرام مکمل جائے گا مگر جب کہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ احرام

سے ہے اور جماع کر لیا تو حج فاسد ہو جائے گا۔ (رد المحتار)

اگر مومن نے احرام کھلوادیا پھر اس نے اپنا عہد پھر کھلوادیا، اگر چند بار اسی طرح ہوا پھر اسی سال احرام باندھ کر حج کر لیا تو کافی ہو گیا اور اگر سال آئندہ میں حج کیا تو ہر بار احرام کو نئے کا ایک ایک عمرہ کرے۔ (عالمگیری)

حج فوت ہو جانے کے سلسلہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ:

جس شخص کا حج فوت ہو رہا ہو اس کے بارے میں ایک بڑا پیچیدہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وہاں بقرعہ کی رات کے بالکل آخری حصہ میں اس حال میں پہنچے کہ اس نے ابھی تک عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو اور اسے اس بات کا خوف ہو کہ اگر عرفات جانا ہوں تو عشاء کی نماز جانی رہے اور اگر عشاء کی نماز میں مشغول ہوتا ہوں تو وقف عرفات ہاتھ نہیں لگے گا، اس صورت میں وہ کیا کرے؟ اس کے متعلق بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اسے عشاء کی نماز میں مشغول ہونا چاہیے اگرچہ وقف عرفات فوت ہو جائے، جب کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ وہ عشاء کی نماز چھوڑ دے اور عرفات چلا جائے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی کتاب درمیان میں بھی ایک لکھا ہے کہ اگر عشاء کا وقف بھی نکلے ہو اور وقف عرفات بھی نکلے جا رہا ہو تو اس صورت میں نماز چھوڑ کر عرفات چلے جانا چاہئے۔

(درمیان کتاب الحج)

فقہاء احناف کی فتاہت کے ترجمان اور عظیم محقق و خاتم تحقیقین فی مذہب احناف علامہ، امام فقہیہ، زہاد، عابد، متورع شیخ علاء الدین حصکلی حنفی علیہ الرحمہ کی کتاب درمیان کے عظیم فقہی سند سے ایک فقرہ فتاہت کے استخراج کے ساتھ ہم اپنی کتاب ”فیوض رضویہ فی تشریحات ہدایہ“ کی تیسری جلد کے اختصار کی جملوں کی طرف آتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ مجھے، میرے والدین، اساتذہ کرام، میرے معاون دینی طلباء، ناشر، عربی عبارات کی تصحیح کرنے والوں اور جملہ قارئین کی بخشش فرمائے۔ اور دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب فرمائے۔ ہم سب پر اللہ تعالیٰ حق واضح فرمائے اور اس کی اتباع نصیب فرمائے اور باطل واضح فرمائے اور اس کے شر سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

اختتامی کلمات:

اس مختصر دعا کے بعد ہم اس کتاب اختتامی کلمات کی طرف آتے ہوئے قارئین کی توجہ اس طرف ضرور دلائیں گے کہ وہ آنے والی نسلوں کو یہ پیغام دیں کہ فقہائے احناف کی اسلام کیلئے کس قدر خدمات ہیں۔ اور امت مسلمہ پر یہ حق عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے اسلاف کو یاد رکھیں۔ اور اسلام کیلئے جو انہوں نے خدمات پیش کیں ہیں۔ ہم ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ دنیا میں جب کوئی انسان کسی کی مشکل آسان کرتا ہے تو انسان اس کی نیکی کو زندگی بھر یاد رکھتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ بھلائی کرے کیونکہ وہ احسان کا بدلہ نیکی کے ساتھ کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ فقہاء ملت اسلامیہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے امت مسلمہ کیلئے مسائل شرعیہ میں پیدا ہونے والی مشکلات کو آسان کیا ہے۔

اور ہمارے لئے فقہی اصول وضع کیے ہیں تاکہ قیامت تک نئی نئی پیدا ہونے والی جزئیات کے حل کیلئے انہی قواعد سے رہنمائی حاصل کریں۔ فقہاء احناف، شوافع، مالکیہ اور حنبلیہ تمام ہمارے رہبر و رہنما ہیں۔ اور فقہ میں ان کی خدمات لازوال دینی خدمات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاروں مذاہب ائمہ کے تمام فقہاء جو اہل سنت و جماعت سے تھے ان کی بخشش فرمائے۔ اور ان کی ارواح کو اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں عالم برزخ و عالم قیامت و آخرت میں سرخ روئی نصیب فرمائے۔ اور ہمیں ان انعام یافتہ لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

راقم السطور۔ الفقیر بندہ ضعیف

محمد لیاقت علی رضوی حنفی

چک سستیکا تحصیل وضلع بہاولنگر

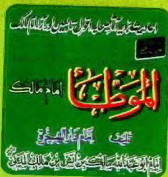
﴿ہر روز ہفتہ بعد نماز عشاء، ۵ صفر المظفر، ۱۴۳۳ھ بمطابق ۳۱ دسمبر ۲۰۱۱ء کو پایہ تکمیل تک پہنچ گئی﴾

ابوالاعلیٰ محمد الدین جہانگیری تصانیف ترجمہ شیخ و تخریج کی ہوئی کتب

فتوت جہانگیری شیخ جمع بنیادی
الدولہ

جمال السنہ

تیسرا ایڈیشن کی پہلی واحد منظر و شیخ



شبیر برادرز

زبیہ سنٹر، ۴۴، انارکلی لاہور

فون: 042-37246006